مقالہ پی۔ایچ۔ڈی

کنز الایمان

اور

معروف تراجمِ قرآن

ڈاکٹر مجید اللہ قادری
(ایم ایس سی، ایم اے، پی۔ایچ۔ڈی)

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، پاکستان (رجسٹرڈ)
کراچی - اسلام آباد

مقالہ پی۔ایچ۔ڈی

کنزالایمان
اور
معروف تراجمِ قرآن

ڈاکٹر مجید اللہ قادری
(ایم۔ایس۔سی، ایم۔اے پی۔ایچ۔ڈی)

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا پاکستان (رجسٹرڈ)
کراچی ـــــ اسلام آباد

نام ـــــ کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن
مصنّف ـــــ ڈاکٹر مجید اللہ قادری
سنِ اشاعت ـــــ ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء
تعداد ـــــ ایک ہزار
صفحات ـــــ
نگران اشاعت ـ اقبال احمد اختر القادری
خطّاطی ـــــ چوہدری افتخار ملہی / چوہدری اکبر علی ملہی
ناشر ـــــ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (کراچی۔ اسلام آباد)
ہدیہ ـــــ ۲۰۰ روپیہ (بیرونِ ممالک ۱۰ ڈالر)

ـــــ واحد تقسیم کار ـــــ

المختار پبلی کیشنز
۲۵، جاپان مینشن۔ رضا چوک (ریگل) صدر۔ کراچی ۷۴۴۰۰
پوسٹ بکس نمبر ۴۸۹۔ ٹیلی گرام "المختار" فون ۷۷۲۵۱۵۰
(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

انتساب

اپنے

والدِ ماجد شیخ حمید اللہ قادری حشمتی

کے نام

- جو پیکرِ صبر و رضا اور مجسمۂ حیا تھے۔
- جن کی دلی خواہش تھی کہ یہ مقالہ ان کی زندگی میں مکمل ہو جائے، مگر افسوس کہ آپ ۱۴ ستمبر ۱۹۸۹ء بمطابق ۱۲ صفر المظفر ۱۴۱۰ھ کو انتقال فرما گئے۔

بار الٰہ! جنت الفردوس ہو ان کا مقام

اس دعا پر التجائے شمس کا اتمام ہے

احقر

ڈاکٹر مجید اللہ قادری

پ

تعارفِ مصنّف

نام : مجید اللہ قادری

ولدیت : شیخ حمید اللہ قادری حشمتی

پیدائش : ۲ اپریل ۱۹۵۵ء (ملیر گوٹھ) کراچی

علمی صلاحیت:

- میٹرک (سائنس گروپ) ۱۹۷۰ء سیکنڈ کلاس
- انٹرمیجیٹ (سائنس گروپ) ۱۹۷۰ء سیکنڈ کلاس
- بی۔ایس۔سی (آنرز) ۱۹۷۵ء پہلی پوزیشن، جامعہ کراچی
- ایم۔ایس۔سی (ارضیات) ۱۹۷۶ء پہلی پوزیشن، جامعہ کراچی
- ایم۔اے (اسلامیات) ۱۹۸۵ء تیسری پوزیشن، جامعہ کراچی
- پی۔ایچ۔ڈی (اسلامیات) ۱۹۹۳ء زیرِ نگرانی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد جامعہ کراچی

ملازمت : اُستاد شعبۂ ارضیات جامعہ کراچی ۸-۱-۱۹۷۸ تا حال

عہدہ : ایسوسی ایٹ پروفیسر و سربراہ شعبۂ پیٹرولیم ٹیکنالوجی جامعہ کراچی

علمی سرگرمیاں:

- ایڈیٹر (اُردو سیکشن) سالنامہ معارفِ رضا
- سیکریٹری جنرل، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا پاکستان
- خطیب، جامع مسجد طیبہ، لیاقت آباد، کراچی

قلمی خدمات:

- اِمام احمد رضا کی شخصیت اور علوم و فنون پر ۱۵ مقالات، ۵ کُتب
- علمِ ارضیات پر ۱۸ مقالات جو مُلکی و بین الاقوامی رسائل و جرائد میں شائع ہوئے

فہرست

صفحہ نمبر

باسمہ تعالٰے

انتظاریہ

الحمدللہ یہ مقالہ طویل انتظار کے بعد اب شائع ہو ہی گیا۔
احقر نے اپنے مقالہ کا کام ۱۹۸۶ء میں شروع کیا اور دسمبر ۱۹۹۰ء میں جامعہ کراچی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند کے حصول کے لئے پیش کیا۔ طریقہ کار کے مطابق جن تین حضرات نے اس مقالہ سے متعلق رائے پیش کی، ان میں پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان (حیدر آباد سندھ) پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید (امریکہ) اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (کراچی) شامل ہیں۔ پھر ڈاکٹر حافظ محمد طفیل (اسلام آباد) نے زبانی امتحان لے کر اپنی رائے دی اور اس طرح جولائی ۱۹۹۳ء میں احقر کو پی۔ ایچ ڈی کی سند جاری کر دی گئی۔

اس مقالہ کو بعد میں کئی حضرات نے پڑھا اور بعض نے اپنی رائے سے بھی نوازا۔

- علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
- علامہ شمس الحسن شمس بریلوی
- علامہ مفتی شریف الحق امجدی
- صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری
- علامہ مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد دہلوی

- مولانا سرفراز احمد اختر القادری
- مولوی حسن مثنیٰ ندوی

احقر نے خود بھی بعد میں مختلف آراء کی روشنی میں کئی ابواب میں اضافہ کیا اور کوشش کی ہے کہ محققانہ انداز قائم رہے تاکہ قاری خود فیصلہ کرے کہ احقر کا تجزیہ و کوشش کس حد تک دُرست ہے۔

اس مقالہ کی کتابت کا سلسلہ تین برس قبل شروع ہوا اور اس کی پروف ریڈنگ میں کافی دشواری کا سامنا ہوا مگر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب اور مولانا سرفراز احمد اختر القادری صاحب نے پورا پورا وقت عنایت کر کے اس مشکل کو حل کر دیا۔ اس لئے ان دونوں حضرات کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں نیز علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے آخری تین ابواب پر نظر ثانی فرمائی اور اصلاح سے نوازا۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے سیکریٹری اطلاعات حاجی عبداللطیف قادری صاحب اور مرکزی آفس سیکریٹری ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری صاحب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جن کی کاوشوں سے طباعت کا مرحلہ آسان ہوا نیز ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے تمام عہدیداران و کارکنان کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے اس مقالہ کو ادارہ کی طرف سے شائع کرنے کی منظوری دی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

آخر میں پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ دورانِ مطالعہ کوئی بات

پسند آئے تو دُعائے خیر سے نوازیں اور اگر کہیں سہو محسوس کریں تو احقر کو ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ اشاعت میں تصحیح کر لی جائے۔

ڈاکٹر مجیب اللہ قادری
(ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ ارضیات، جامعہ کراچی)

۶، ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ
۲۵، مارچ ۱۹۹۹ء

قطعۂ تاریخ

دکتر مجید اللہ قادری از دانشگاہ کراچی درجۂ دکترائی یافت
موضوع تحقیق نشان "کنز الایمان" ترجمہ قرآن اعلحضرت امام احمد رضا خان بریلوی بود

بررسی "در کنزِ ایمان" کردہ است
حبذا تحقیقِ او منظور شد
عالم و فاضل، مجیدِ قادری
از مئے عشقِ نبی مخمور شد
از طفیلِ سرورِ ہر دو جہاں
"کنزِ ایمان" در جہاں مشہور شد
بر سرش زیبد کلاہ باشرف
آن مجید قادری دکتور شد

۵۱ ۵۷ ۳۱۵ ۶۳۰ ۳۰۴ = ۱۹۹۳ء

۵۸۰ ۵۶

نتیجۂ فکر:۔
سید خضر نوشاہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ
الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوصًا عَلٰی اَفْضَلِ الْخَلْقِ وَسَیِّدِ
رُسُلِ مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْمُصْطَفٰی الَّذِیْ اُوْلِیَ
الْقُرْاٰنَ وَالسَّبْعَ الْمَثَانِیْ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

قرآن مجید اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی مقدس کتاب اور اس کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ومکرم رسول خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک زندہ وتابندہ معجزہ ہے جو آپ کی نبوت کی طرح صبح قیامت تک آپ کی نبوت کی دلیل کے طور پر قائم و دائم رہے گا۔ اسی لئے قرآن مجید میں شروع ہی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اعلان فرما کر اس کے کلام الٰہی ہونے پر مُہر ثبت فرما دی اور اس کے خلاف تمام شکوک وشبہات کو رفع فرما دیا:

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ (البقرہ ۲:۲)

یہ بلند رُتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں (کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن)

قرآن مجید فرقانِ حمید بندوں کے نام اللہ جل شانہٗ کا آخری پیغام ہے، جو نوعِ انس و جن کے لئے بہترین ضابطۂ حیات ہے۔ قرآن کریم سے بنی نوع انسان کو زندگی کا ایک مکمل دستور ملا۔ قرآنِ پاک نے وہ سب کچھ دیا جس کی دُنیا والوں کو ضرورت تھی۔ یہ دراصل اسی ذات کا نامۂ ہدایت ہے جو ہم سب اور تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ جس کے ہر ہر لفظ کی حفاظت کی ذمہ داری خود اُس نے لی ہے اور کچھ مخلص بندوں کو اس کی خدمت پر مامور فرمادیا۔ ہر زمانے میں حفاظ کی لامحدود تعداد نے اسے اپنے سینوں کا چراغ بنا کر محفوظ کیا، قراء نے اس کے الفاظ و حروف کی صحت ادائیگی پر بے پناہ محنت کی، علماء اسلام نے ہر دَور میں اس کی ضخیم تفاسیر لکھیں اور قیامت تک لکھتے رہیں گے تاکہ عامۃ الناس اس کے معانی و مطالب اور اسرار و رموز سے واقفیت اور استفادہ حاصل کرتے رہیں غرضیکہ اس نیلگوں آسماں کے نیچے بغیر تحریف و تغیر اور تنسیخ کے سب سے زیادہ شائع ہونے، پڑھے جانے اور تشریح کی جانے والی کتاب یہی اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید ہے اور مسلمانوں کا شاید ہی کوئی ایسا گھر ہو جس میں قرآن مجید روزانہ سُنایا پڑھا نہ جاتا ہو۔

مُغلوں کے دورِ عروج میں فارسی برصغیر پاک و ہند کی سرکاری زبان بنی۔ مدارس اسلامیہ میں اگرچہ ذریعۂ تعلیم عربی زبان تھی لیکن آہستہ آہستہ فارسی نے عربی کی جگہ لے لی، اس خطرے کے پیشِ نظر کہ فارسی زبان عام ہوتی جارہی ہے اور عامۃ المسلمین کو اب قرآن حکیم کے معانی و مطالب سمجھنے میں دشواری کا سامنا ہے، شاہ ولی اللہ محدث دھلوی علیہ الرحمۃ (م ۱۱۷۶ء) نے ۱۱۵۶ھ میں سفرحج بیت اللہ سے واپسی پر قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔

مغلیہ دَور کے دورِ آخر اور انگریزی سامراج کے ابتدائی دَور میں فارسی زبان کی سرکاری حیثیت تقریباً ختم ہوگئی اور ساتھ ہی ساتھ خواص وعوام میں اُردو زبان کے فروغ کی وجہ سے فارسی زبان کا استعمال ترک ہوتا جارہا تھا۔ علماءِ وقت نے اس ضرورت کو شدّت سے محسوس کیا کہ اب تفہیمِ قرآن اور تفہیمِ دین کے لئے اُردو زبان کا استعمال ناگزیر ہے۔ چنانچہ مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی نے سب سے پہلے ۱۲۰۰ھ میں اُردو زبان میں قرآن مجید فرقان حمید کا تحت اللفظ (لفظی ترجمہ) کیا۔ ان کے بعد ان کے بھائی شاہ عبدالقادر دہلوی (م ۱۲۴۲ھ) نے ۱۲۰۵ھ میں پہلی بار اُردو زبان میں بامحاورہ ترجمہ کیا۔ اس کے بعد سے اب تک اُردو زبان میں قرآن پاک کے ۳۰۰ سے زیادہ تراجم اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا ترجمۂ قرآن موسوم بہ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" آسان، سلیس اور بامحاورہ ہے جو ۱۳۳۰ھ میں مکمّل ہوا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی اپنے دَور میں نہ صرف برصغیر پاک وھند کی بلکہ عالمِ اسلام کی ایک ہمہ جہت اور نابغۂ عصر شخصیّت تھی جس کا اعتراف ان کے معاصر علماءِ عرب وعجم نے برملا کیا۔ اور آج بھی جب کوئی محقق ان کی منثور ومنظوم تصانیف اور فتاویٰ کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ ان کو علومِ اسلامی، فقہ وحدیث، صرف ونحو، تفسیر وسیر کے علاوہ علومِ عقلیہ ونقلیہ، قدیمہ وجدیدہ پر کامل دسترس حاصل تھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے ستر (۷۰) سے زائد مختلف النوع علوم وفنون پر ہزار سے زیادہ کتب وتالیفات یادگار چھوڑی ہیں، ان علوم کی تفصیل زیرِ نظر مقالہ کے فاضل مصنّف نے اپنے مقالہ میں دی ہے اور مزید تفصیل کے لئے موصوف کی دوسری

تصنیف "قرآن، سائنس اور امام احمد رضا" کا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا امام احمد رضا کو اپنے ہم عصر علماء اسلام میں یہ فضیلت حاصل ہے کہ جس قدر کمال و مہارت انہیں علوم اسلامیہ میں حاصل تھی اُسی قدر دسترس تمام سائنسی علوم مثلاً ریاضی، ہندسۃ الجبراء، جیومیٹری، کیمیا، طبیعیات، ارضیات، جفر، نجوم و فلکیات، جغرافیہ، سیاسیات و معاشیات، معاشرتی اور دیگر بہت سے جدید علوم پر بھی حاصل تھی جس کے نمونے ان کی تصانیف خصوصاً ۱۲ مجلدات پر مشتمل مجموعہ فتاویٰ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ بلاشبہ امام احمد رضا خاں قادری کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے صدقے میں فہم و ذکاوت کا اعلیٰ نمونہ بنایا تھا اور وسعتِ مطالعہ کی صلاحیت کے ساتھ ساتھ بے پناہ قوتِ حافظہ و استحضار سے نوازا تھا جس کو دیکھ کر ان کے دَور کے علماء و ماہرین فن یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس شخص کو "علم لدُنّی" سے نوازا ہے۔

فاضل بریلوی کی یوں تو تمام تصانیف منثور و منظوم اپنے اپنے موضوع کے اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں لیکن ان میں جو مقبولیت اور اشاعتی فروغ ان کی درج ذیل ۳ کتب کو حاصل ہوا وہ کسی اور کو نہیں۔

۱۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن (قرآن حکیم کا اُردو ترجمہ)
۲۔ حدائق بخشش (نعتیہ دیوان بزبان اُردو، فارسی)
۳۔ فتاویٰ رضویہ (مجموعہ فتاویٰ) (۱۲ مجلدات)

ان تینوں میں سب سے کثیرالاشاعت آپ کی درج بالا کتاب "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ہے جو گزشتہ ۸۰ برسوں میں لاکھوں کی تعداد میں برصغیر پاک و ہند

امریکہ، برطانیہ، افریقہ، افغانستان، حرمین شریفین میں تقسیم ہوچکی ہے اور ہر سال اس کی اشاعت ترقی پذیر ہے۔ اس کا انگریزی، ڈچ، ترکی، بنگالی، سندھی اور پشتو زبان میں ترجمہ بھی ہوچکا ہے۔

بقول علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب لغوی اعتبار سے لفظ "ترجمہ" چار معنوں میں مستعمل ہے۔

۱: اس شخص تک کلام کا پہنچانا جس تک کلام نہیں پہنچا۔

۲۔ کلام جس زبان میں ہے اسی زبان میں اس کی تفسیر کرنا۔
(اسی معنی کے اعتبار سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو "ترجمان القرآن" کہا جاتا ہے۔)

۳۔ کسی دوسری زبان میں کلام کی تفسیر کرنا ____ اور

۴۔ کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف نقل کرنا۔

(اصول ترجمہ قرآن کریم ص ۱۲)

مذکورہ بالا چار معانی میں سے چوتھے نمبر پر جو بات کہی جارہی ہے عُرفِ عام میں ترجمہ سے یہی مُراد لیا جاتا ہے۔ یعنی کسی ایک کلام کا معنی کسی دوسری زبان میں بیان کرنا۔

اس معنی کے اعتبار سے ترجمہ ایک نہایت مشکل ترین عمل ہے، اس لئے کہ کسی ایک زبان کے کلام کا مطلب دوسری زبان میں اس طرح منتقل کرنا کہ اس کلام کے تمام معانی و مقاصد، ظاہری، لفظی اور مُرادی بھی ادا ہوجائیں ایک نہایت ہی دشوار ترین امر ہے۔ اور بشری تخیّل و فکر کی پرواز سے ماورا فن ہے۔ یہ انسانی کلام کی بات ہوئی، قرآنِ مجید اللہ جل شانہٗ کلام بلاغت نظام

ہے جس کا نہ کوئی مثل ہے نہ مثیل۔ اس لئے اس کے کسی کلام کو کسی بشری زبان میں اس کے تمام حسن و معانی اور مطالب و مقاصد کے ساتھ منتقل کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ اب تک دُنیا بھر کی مختلف معروف زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ ہو چکا ہے اور ہر روز کسی نہ کسی نئی زبان میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ لیکن کوئی بھی مترجم یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے قرآن مجید کے تمام معانی و مقاصد کو اپنی زبان میں منتقل کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص بھی قرآن حکیم کا ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کرے گا وہ اپنی استعداد اور فکر کے اعتبار سے بعض معانی و مقاصد ہی بیان کر سکے گا، اسی لئے قرآن پاک کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے والے علماء کا ہرگز یہ مؤقف و دعویٰ نہیں ہوتا کہ وہ کلام الٰہی کے تمام معانی و مقاصد کو مترجم زبان میں منتقل کر رہے ہیں۔

قرآن مجید فرقان حمید ایک عظیم الشان کتاب الٰہی ہے اور یہ کہ یہ ایک نہایت فصیح و بلیغ اور وسعت پذیر زبان عربی میں نازل ہوا ہے اور پھر یہ کہ اس کلام الٰہی کی عربی کا اپنا بھی ایک الہامی اسلوب بیان اور جامعیت ہے اس لئے اس کا ترجمہ کرنا ہر کسی کے بس کا کام نہیں۔

زیر نظر تحقیقی مقالہ "کنزالایمان اور دیگر معروف اُردو قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ" میں محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے سینکڑوں تراجم، بیسیوں تفاسیر اور شروح الاحادیث کی روشنی میں واضح دلائل اور مثالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" بدرجۂ اتم مذکورہ خصوصیات کا حامل ہے اور اسی وجہ سے دیگر اُردو تراجم کے مقابلے میں اس کی اپنی انفرادیت اور امتیازی

شان ہے اور یہ ایک اعلیٰ معیار و مراتب کا حامل ہے۔ دوسری طرف اس کے غائر مطالعے سے یہ حقیقت بھی اُبھر کر سامنے آتی ہے کہ امام احمد رضا خاں قادری نہ صرف یہ کہ واقعی ایک جامع العلوم شخصیت ہیں بلکہ عظمتِ الٰہی اور ناموس انبیاء و رُسل کے ایک عظیم علمبردار بھی ہیں۔ ترجمہ میں اُردو زبان کے الفاظ محاورات اور ٹکسالی اصطلاحات کے انتخاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی فکر "محبت الٰہی جل جلالہٗ" میں غرق اور ان کا قلب "عشقِ رسول" صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار اور ان کا قلم تحفظِ عظمتِ الٰہی اور ناموسِ رسالت کے لئے برق رفتار تلوار ہے۔ امام احمد رضا کی جلالتِ علمی، عشقِ الٰہی و رسالت پناہی میں سرشاری اور ان کے ترجمہ کی شانِ امتیازی کے ثبوت کیلئے صرف ایک مثال اس وقت کافی ہوگی کیونکہ تفصیل قارئین خود زیرِ نظر تحقیقی مقالے میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

۱: قرآن مجید فرقانِ حمید کی سورۃ النساء کی ۱۴۲ ویں آیت ملاحظہ ہو۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ

اس کا ترجمہ عام طور سے مترجمین یہ کرتے ہیں:

"البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا"

ہر ذی علم شخص یہ جانتا ہے کہ اُردو زبان میں لفظ "دغا" یا "دغا بازی" ایک قبیح اَمر کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ دھوکہ دہی کا مترادف ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی شانِ اقدس میں ایسے الفاظ کا استعمال یا اس کے کسی عمل کی طرف لفظ "دغا" کی نسبت کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے اس آیت کریمہ کا سب سے صحیح ترجمہ وہی ہے جو صاحب "کنزالایمان" نے کیا ہے:

"بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں

اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا۔"
اس ترجمہ کو ملاحظہ کیجئے اور امام احمد رضا کی راسخ العلمی اور راسخ العقیدگی کی داد دیجئے۔

۱۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو دغا یا دھوکہ نہیں دے سکتے اس لئے کہ وہ "علیم و بصیر" ہے، "عالم الغیب والشہادۃ" ہے۔

۲۔ ہاں منافقین خود دھوکے یا غفلت میں ہیں اس لئے کہ وہ اپنی سمجھ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی اپنی سی کوشش کرتے ہیں، لہٰذا "وَهُوَ خَادِعُهُمْ" کا بہترین مطلب اُردو زبان میں یہی ہے کہ "وہ انہیں غافل کر کے مارے گا" نہ یہ کہ وہ ہی خود ان کو دغا دے گا۔

فاضل مقالہ نگار پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اُردو ترجمہ قرآن "کنزالایمان" کے حوالے سے اُردو تراجم قرآن پر پی۔ایچ۔ڈی کا زیرِ نظر تھیسس پیش کر کے ایک اہم خدمت انجام دی ہے جو اُردو ادب اور قرآنیات کے مطالعے سے شغف رکھنے والے اہلِ علم حضرات کے لئے یقیناً ایک مفید اضافہ ہے۔ مقالہ نگار کی جانفشانی اور دقتِ نظری کا اندازہ کتابیات کی فہرست سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس کی چند خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اُردو ترجمہ قرآن "کنزالایمان" پر نقد و نظر کے حوالے سے پی۔ایچ۔ڈی کی سطح کی یہ پہلی تھیسس ہے۔

۲۔ قرآنی آیات، تراجم قرآن اور تفاسیر و احادیث کے حوالہ جات کا ایک عظیم ذخیرہ مہیا کیا ہے جو اس موضوع پر تحریر کئے گئے کسی مقالہ میں نہیں ملتا

۳۔ ترجمہ و تفسیر قرآن پر کام کرنے والے بعض گم نام حضرات اور ان کے قلمی کارناموں کو بھی دریافت کر کے مستقبل کے محققین کے لئے آسانی پیدا کی گئی ہے۔

۴۔ زبان و بیان سادہ ہے اور علمی و فنی اصطلاحات کی تسہیل کی گئی ہے۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا بے حد ممنون ہے کہ انہوں نے زیرِ نظر مقالہ کی ابتداء سے لے کر اختتام تک اور پھر اس کی کتابت سے لے کر طباعت تک کے ہر ہر اسٹیج پر رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور اپنے مفید مشوروں سے برابر نوازتے رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس مقالہ کی تیاری میں جس دوسری شخصیت نے مواد و مآخذ کی فراہمی اور زبان و بیان کی درستگی میں مفید رہنمائی فرمائی وہ ملک کی مایہ ناز علمی اور ادبی شخصیت اور کہنہ مشق شاعر اور مصنف علامہ شمس الحسن شمس کی تھی، جنہوں نے بے بہا مفید مشوروں سے مقالے کے حسن کو دوبالا کیا۔ افسوس کہ علامہ صاحب اب ہم میں نہیں۔ وہ ۱۳ مارچ ۱۹۹۶ء کو اپنے خالقِ حقیقی کے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی قبر پر رحمت و رضوان کی بارش فرمائے اور اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ادارہ محترم ڈاکٹر محمد امین میاں برکاتی مارہروی، صدر شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ہندوستان، اور عزیزم مکرم حاجی محمد رفیق برکاتی صاحب کا بھی تہہ دل سے سپاس گزار ہے کہ جن کی خصوصی عنایات اور تعاون کی بنا پر اس کی طباعت و

اشاعت ممکن ہو سکی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان دونوں حضرات کو دُنیا وآخرت میں اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے (آمین)

ان کے علاوہ ادارہ کے جن اراکین ومعاونین نے مقالہ کی کتابت، تصحیح طباعت اور اشاعت وغیرہ میں جس انداز میں بھی تعاون کیا ہے، اس کے لئے ہم ان حضراتِ گرامی کے شکر گزار ہیں، خاص طور پر ملک کے نامور فاضل محقق اور تصانیف کثیرہ کے مصنّف محترم علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب، استاذ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، محترم ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری آفس سیکرٹری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور ان کے نائبین جناب سید محمد خالد القادری اور جناب سید زاہد اللہ قادری سے بھی ہم اظہار تشکر کرتے ہیں کہ جن کی شبانہ روز محنتوں کے طفیل اس مقالے کی کتابت وطباعت کی منزل آسان ہوئی۔

آخر میں اہلِ علم حضرات سے گزارش ہے کہ ہم نے اس مقالے کی کتابت و طباعت میں حتی المقدور احتیاط برتی ہے اور کوشش کی ہے کہ ہر اعتبار سے یہ کتاب معیاری ہو۔ لیکن اس کے باوجود غلطی کا رہ جانا عین ممکن ہے، اس لئے ہمیں خوشی ہوگی اگر ہمیں کوتاہیوں سے مثبت انداز میں مطلع کیا جائے اور اس کی آئندہ اشاعت وطباعت کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے مفید مشوروں سے نوازا جائے۔ بحمد اللہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے اپنے ۱۹ سالہ تحقیقی اور تصنیفی سفر میں بفضلہٖ بہت سی پیش رفت کی ہیں جن کی فہرست بہت طویل ہے زیرِ نظر مقالہ کی اشاعت اپنے موضوع کے اعتبار سے یقیناً ایک اہم پیش رفت ہے ہمیں یقین ہے کہ آئندہ قرآنی تراجم وتفاسیر پر تحقیقی کام کرنے والے اہلِ علم حضرات کے لئے اس مقالہ کا مطالعہ نہایت مفید ثابت ہوگا۔

ص

حافظ سخن بگوی کہ در صفحۂ جہان
ایں نقش ماند از قلمت یادگارِ عُمر

والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ
وازواجہ واصحابہ اجمعین۔

سید وجاہت رسول قادری عفی عنہ
صدر، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی

اظہارِ مسعود

(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

قرآن حکیم تمام علوم و فنون کا سرچشمہ ہے، اس کا کامل ترجمہ وہی کر سکتا ہے جو مختلف علوم و فنون میں کامل و اکمل ہو ــــــ اُردو کے مترجمین قرآن میں امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے تبحرِ علمی کی وجہ سے بے نظیر و بے مثال معلوم ہوتے ہیں، جس نے ان کا مطالعہ کیا ہے اور مختلف علوم و فنون اور مختلف زبانوں میں ان کی مطبوعات و مخطوطات اور شروح و حواشی دیکھے ہیں، وہ اس اَمر کی تصدیق کر سکتا ہے۔ جس نے مطالعہ نہیں کیا اور سُنی سُنائی پر یقین کیا اُس کو یہ بات مبالغہ معلوم ہو سکتی ہے۔

امام احمد رضا کو مضامین قرآن پر ایسی دسترس حاصل تھی کہ سورۃ الضحیٰ کی تفسیر کئی سو صفحات پر پھیل گئی جواب ناپید ہے ــــــ لغات عربی میں ایسی مہارت کہ خود اہلِ عرب ششدر و حیران رہ گئے ــــــ اُردو زبان کا ایسا باکمال ادیب کہ زبان و اَدب کے رمز شناسوں نے جس کی زبان کو کوثر و تسنیم سے دُھلی ہوئی زبان قرار دیا ــــــ جو علوم قرآن و حدیث میں ایسا عبور رکھتا تھا کہ بیسیوں تفاسیر اور کُتبِ احادیث اس کے مطالعہ میں رہیں

ـــــ جو قرآن حکیم کا ایسا نکتہ داں ـــ کہ ارشاداتِ الٰہیہ کے اشاروں کو پا جاتا تھا، جس کی نظر اُن علوم پر بھی تھی جو قرآنِ حکیم کے پردۂ سیمیں سے جھانک رہے تھے ـــــ وہ جدید سائنسی علوم پر بھی دسترس رکھتا تھا جس نے بڑے بڑے سائنسدانوں کے افکار و نظریات پر تنقید کی اور دورِ جدید کے سائنسدانوں نے جس کے افکار کو وزنی قرار دیا ـــــ وہ ایک باخبر، ہوش مند اور باادب مترجم تھا، ترجمہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نے آنکھیں بند کرکے ترجمہ نہیں کیا بلکہ وہ جب کسی آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآن، مضامین قرآن اور متعلقات قرآن اُن کے سامنے ہوتے تھے، قرآن ان کے سامنے ہوتا تھا اور وہ باادب قرآن کے سامنے ہوتے تھے۔

قرآنِ حکیم کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، اور پھر باطن کا باطن ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے ـــــ ظاہر بین نگاہ اس کی گہرائی میں نہیں اتر سکتی ـــــ یہاں دماغ کی بھی ضرورت ہے، دل کی بھی ضرورت ہے اور رُوح کی بھی ضرورت ہے ـــــ ترجمہ کرتے وقت مترجم کی ذہنی فضا ہوتی ہے، علم و دانش کی وسعت کے ساتھ ساتھ یہ فضا بھی وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی ہے ورنہ مترجم خود بھٹک کر رہ جاتا ہے اور عقل کی بھول بھلیوں میں کھو جاتا ہے اور اس کے مختلف المعانی لفظ کا انتخاب مشکل ہو جاتا ہے کہ کس معنی کو منتخب کرے اور کس معانی کو چھوڑ دے، وہ ترجمہ کیسے

تنگ نائے میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ جس طرح سادے کار زیورات میں رنگ برنگے چھوٹے بڑے نگینے بٹھاتا چلا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح باکمال مترجم الفاظ کے سامنے صحیح معنی بٹھاتا چلا جاتا ہے بلکہ کبھی کبھی تو الفاظ خود بخود بیٹھتے چلے جاتے ہیں ــــــ

اس میں شک نہیں کہ اُن تراجم قرآن میں (جو براہِ راست متن قرآن سے اُردو زبان میں منتقل کئے گئے ہیں) کنزالایمان نہایت ہی ممتاز ہے۔ ابوالحسن علی ندوی نے مولوی محمود حسن سے منسوب ترجمۂ قرآن کو (جو حقیقت میں شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن ہے جس کی تسہیل کا کام برسوں میں مولوی محمود حسن نے انجام دیا) اُردو زبان میں سب سے اچھا ترجمۂ قرآن قرار دیا ــــــ

ذیل میں ہم ادب کے حوالے سے ترجمۂ قرآن کے چند نمونے پیش کرتے ہیں جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کا ترجمۂ قرآن سب سے اچھا ہے یا مولوی محمود حسن سے منسوب ترجمۂ قرآن؟

نمبر شمار	آیت نمبر	سورۃ البقرۃ
۱	۱۷	فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ پھر جب روشن کر دیا آگ نے اس کے آس پاس کو۔ (محمود حسن) تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اُٹھا۔ (امام احمد رضا)

سورۃ البقرۃ	آیت نمبر	نمبر شمار
فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا۔ اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو فراغت سے۔ (محمود حسن) پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ (امام احمد رضا)	۵۸	۲
فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ۔ پھر جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے منکر ہوئے۔ ——— (محمود حسن) تو جب تشریف لایا اُن کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے۔ ——— (امام احمد رضا)	۸۹	۳
تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ۔ یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں انہوں نے۔ (محمود حسن) یہ ان کی خیال بندیاں ہیں ——— (امام احمد رضا)	۱۱۱	۴
وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ۔ اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے ہم تو خالص اسی کے ہیں (محمود حسن) اور ہماری کرنی ہمارے ساتھ اور تمہاری کرنی تمہارے ساتھ ہم نرے اسی کے ہیں۔ ——— (امام احمد رضا)	۱۳۹	۵
لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً۔ جو کچھ نہ سُنے سوا پکارنے چلّانے کے (محمود حسن)	۱۷۱	۶

سورۃ البقرۃ	آیت نمبر	نمبر شمار
خالی چیخ پکار کے سوا کچھ نہ سُنے ــــ (امام احمد رضا)		
اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ۔ بھرتے اپنے پیٹ میں مگر آگ ــ (محمود حسن) وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں (امام احمد رضا)	۱۷۴	۷
اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ چند روز ہیں گنتی کے۔ ــــ (محمود حسن) گنتی کے دن ہیں۔ ــــ (امام احمد رضا)	۱۸۴	۸
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے اور مت چلو قدموں پر شیطان کے۔ ــــ (محمود حسن) اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ ــــ (امام احمد رضا)	۲۰۸	۹
سَلْ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍ بَيِّنَةٍ۔ پوچھ بنی اسرائیل سے کس قدر عنایت کیں ہم نے نشانیاں کھلی ہوئی۔ ــــ (محمود حسن) بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے کتنی روشن	۲۱۱	۱۰

سورة البقرة	آیت نمبر	نمبر شمار
نشانیاں انہیں دیں ـــــــ (امام احمد رضا)		
وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔	۲۱۲	۱۱
اللہ روزی دیتا ہے جس کو بے شمار۔ (محمود حسن)		
اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔ (امام احمد رضا)		
وَزُلْزِلُوْا	۲۱۴	۱۲
اور جھڑجھڑائے گئے۔ ـــــــ (محمود حسن)		
اور ہلا ہلا ڈالے گئے۔ ـــــــ (امام احمد رضا)		
وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ۔	۲۵۱	۱۳
اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے تو خراب ہو جاتا ملک۔ ـــــــ (محمود حسن)		
اور اگر اللہ لوگوں میں بعض کو بعض سے دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے۔ (امام احمد رضا)		
اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔	۲۵۵	۱۴
زندہ ہے سب کا تھامنے والا ہے، نہیں پکڑ سکتی اس کو اونگھ اور نہ نیند ـــــــ (محمود حسن)		
وہ آپ زندہ اوروں کو قائم رکھنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند ـــــــ (امام احمد رضا)		

نہ معلوم ابوالحسن علی ندوی نے کیوں اس ترجمہ کو مولوی محمود حسن کا سمجھا، اور یہی نہیں بلکہ اسے سب سے اچھا ترجمہ قرار دیا۔ ——

(دیباچہ، ترجمہ قرآن، مطبوعہ مدینہ منورہ)

دونوں تراجم آپ کے سامنے ہیں، آپ خود فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ سب سے اچھا ترجمہ کون سا ہے؟

ترجمۂ قرآن کنزالایمان کی شان یہ ہے کہ یہ ترجمہ متن قرآن سے براہِ راست فی البدیہہ املا کرایا گیا ہے اور املا لینے والے امام احمد رضا کے شاگرد، خلیفہ اور مشہور و معروف فقیہہ مولانا امجد علی اعظمی تھے۔ کوئی ایسا مترجم میرے علم میں نہیں جس نے براہِ راست قرآن کریم سے فی البدیہہ ترجمہ املا کرایا ہو یا املا کیا ہو۔ اسی لئے یہ ترجمہ اس خوبی کے لحاظ سے اپنی نظیر نہیں رکھتا، یہ حقیقت اہلِ علم کے لئے قابل توجہ ہے —— امام احمد رضا محدث بریلوی نے یہ رواں ترجمہ اس سرعت سے لکھوایا کہ کاتب و ناقل ترجمہ میں تشریحی کلمات کو قوسین میں بند نہ کر سکے۔ جس کو بنیاد بنا کر معترضین اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسے تفسیری یا تشریحی کلمات کو قوسین میں بند کر دیا جاتے اور یہ کام ناشرین ہی کر سکتے ہیں ——

اُردو تراجم قرآن سے متعلق یہاں ایک تاریخی حقیقت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں۔ سو ڈیڑھ سو اُردو تراجم قرآن میں چند ہی ایسے ہوں گے جو مترجمین نے براہِ راست قرآن حکیم کو سامنے رکھ کر کئے

ہیں، بیشتر مترجمینِ قرآن ایسے ہیں جنھوں نے سابقہ ترجموں کو سامنے رکھ کر تفہیم یا تسہیل کا کام کیا ہے اور مترجمین کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔ اس میں بڑے بڑے علماء شامل ہیں۔ بہت سے مترجمین وہ ہیں جو عربی سے قطعاً واقف نہیں، دوسرے تراجم کو آگے پیچھے کر کے مترجمین کی فہرست میں شامل ہو گئے، یہ بات انتہائی تشویشناک اور افسوسناک ہے۔ لیکن کنزالایمان متن قرآن کا ترجمہ ہے، ترجموں کا ترجمہ یا تفہیم و تسہیل نہیں —— یہ کسی انسان کی کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ اللہ کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس کی مشکلات کا وہی اندازہ کر سکتا ہے جو علومِ ظاہر اور علومِ باطن سے سرفراز ہو۔

مقالہ نگار ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدہٗ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے جنرل سیکریٹری ہیں اور کراچی یونیورسٹی میں شعبۂ ارضیات کے اُستاد ہیں۔ موصوف نے اسلامیات میں بھی ایم۔ اے کیا ہے ان کے مقالۂ ڈاکٹریٹ کا عنوان ہے "کنزالایمان اور دیگر معروف اُردو تراجم قرآن" جو اپنے موضوع پر ایک وقیع مقالہ ہے۔ انھوں نے کئی بار اس مقالہ پر نظر ڈالی اور بہتر سے بہتر بنایا۔ اُمید ہے کہ اہلِ علم و اہلِ حق اس سے مستفیض ہوں گے —— یہ مقالہ ایک مقدمہ اور نو (۹) ابواب پر مشتمل ہے۔ آخر میں مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت ماآخذ و مراجع کی تفصیلی فہرست ہے:

قرآنی تراجم[۱]، تفاسیر[۲]، علومِ قرآن[۳]، تاریخ و محاسن قرآن[۴]، حدیث و سیرت[۵]، صاحب کنزالایمان[۶]، شخصیات[۷]، اُردو ادب[۸]،

تاریخ[9] و تذکرہ علماء ہند، متفرق[10]، لغات[11]، اخبار و جرائد[12]، انگریزی کتب[13]۔

فاضل مقالہ نگار نے تقریباً ۴۰۰ سو ماخذ سے رُجوع کیا ہے جس سے مقالہ کے علمی معیار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے مختلف ابواب میں قرآن کریم، ترجمۂ قرآن، اُردو تراجم کی تاریخ، معروف اُردو قرآنی تراجم و مترجمین، صاحب کنزالایمان مولانا احمد رضا بریلوی، دیگر معروف اُردو تراجم قرآن (ماقبل کنزالایمان)، کنزالایمان مختلف تفاسیر کی روشنی میں، کنزالایمان کی امتیازی خصوصیات، کنزالایمان پر اعتراضات وغیرہ پر محققانہ اور مدلّل انداز میں بحث کی ہے

ڈاکٹر مجید اللہ قادری بنیادی طور پر چونکہ سائنس کے اُستاد ہیں اس لئے ممکن ہے کہ بعض قارئین کو ان کی بعض عبارات میں جھول نظر آئے۔ تحریر میں پختگی بڑے ریاض کے بعد آتی ہے ان شاء اللہ مستقبل میں یہ کمی دُور ہو جائے گی ——— ڈاکٹر مجید اللہ قادری تحقیق کا ذوق رکھتے ہیں اور جب لکھتے ہیں تو موضوع کا حق پورا ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بات مقالہ کے مطالعے کے بعد سامنے آجائے گی۔ تحقیقی مقالہ میں زبان سے زیادہ دلائل اہمیت رکھتے ہیں، کنزالایمان کو بعض اہلِ علم نے آنکھیں بند کر کے تعصب کا نشانہ بنایا ہے اور بے سروپا اعتراضات کئے۔ اس لئے نہیں کہ وہ بات قابلِ اعتراض تھی بلکہ اس لئے کہ ان کے دل صاف نہ

تھے۔ علمی اعتراضات بہت کم ہوئے۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے اس قسم کے بعض اعتراضات کا بڑا مدلل جواب دیا ہے۔

کنزالایمان میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں امام احمد رضا کے تدبّر قرآن و فہم حدیث کا اندازہ ہوتا ہے مثلاً

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا

یہاں لفظ " رَابِطُوْا" محل نظر ہے۔ اس آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر نے یہ کیا:

"اے ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو اور لگے رہو"

(ترجمہ قرآن، مطبوعہ تاج کمپنی، کراچی ص۱۲۴)

مولوی محمود حسن سے منسوب ترجمہ یوں ہے:

"اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو"

(ترجمہ قرآن، مطبوعہ مدینہ منورہ، ص۹۸)

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

"اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عربی لفظ " رَابِطُوْا" کا ترجمہ شاہ عبدالقادر نے " لگے رہو" کیا۔ چونکہ مولوی محمود حسن نے شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کی تسہیل کی ہے اس لئے انہوں نے بھی " رَابِطُوْا" کا ترجمہ " لگے رہو" رہنے دیا۔ لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی نے " رَابِطُوْا" کا ترجمہ ان دونوں سے مختلف کیا یعنی " سرحد پر اسلامی مملکت کی حفاظت

کرتے رہو۔" اس ترجمہ نے راقم کو چونکا دیا، کیونکہ میرے علم کی حد تک امام احمد رضا سے پہلے کسی مترجم نے "رَابِطُوْا" کا یہ ترجمہ نہیں کیا۔ یہ ترجمہ وہی کر سکتا ہے جس کو نزولِ آیاتِ قرآنی کی تاریخ بھی معلوم ہو ____ سپریم کورٹ کے ایڈووکیٹ سیّد انور علی صاحب کی انگریزی تفسیر کی جب چوتھی جلد مطالعہ کی تو لفظ "رَابِطُوْا" پر مصنف کا یہ نوٹ لکھا ہوا دیکھا:

Which according to the Arabic English lexicon means "Persevere in fighting against your enemy, or tie your horses in readiness at the frontiers" ------

[Syed Anwar Ali: Quran - "The Fundamental Law of Human Life" Karachi 1987, Vol. IVth, Page. 378.]

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جدید محققین و مفسرین امام احمد رضا محدث بریلوی کے ترجمہ کو اسی لئے فوقیت دیتے ہیں کہ وہ کامل و اکمل ہے۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ماضی میں بعض اہلِ علم نے یہ کوشش کی کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کو علمی دُنیا میں شجرِ ممنوعہ سمجھا جائے۔ دورِ جدید میں بھی بعض حضرات نے کوشش کی اور بعض کوشش کر رہے ہیں جس کو سُن کر اور دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ دُنیا میں جس یونیورسٹی میں کوئی فاضل، امام احمد رضا محدث بریلوی پر قلم اُٹھانا چاہتا ہے تو مزاحمت کی جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود تقریباً پانچ یونیورسٹیوں سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے مختلف پہلوؤں پر ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں مل چکی ہیں مثلاً پٹنہ یونیورسٹی (بھارت)، روہیلکھنڈ یونیورسٹی (بھارت)

کانپور یونیورسٹی (بھارت)، کراچی یونیورسٹی (پاکستان)، سندھ یونیورسٹی (پاکستان)، کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ)۔ اسی طرح مختلف یونیورسٹیوں سے فضلاء نے بکثرت ایم۔فل کے مقالات لکھے ہیں یہ سلسلہ گزشتہ ۲۵ سال سے جاری ہے۔ سنہ ۱۹۹۸ء میں الازہر یونیورسٹی، قاہرہ سے مولوی مشتاق احمد نے امام احمد رضا پر ایم۔فل کیا ہے اور جامعہ الازہر کے استاد شیخ حازم محمد احمد عبدالرحیم المصری نے امام احمد رضا کا عربی دیوان مرتّب کر کے شائع کر دیا اور بعض اہم مقالات لکھے جو شائع ہو چکے ہیں ؎

زمشتاقاں اگر تاب سخن بُردی نمی دانی
محبت می کند گویا نگاہِ بے زبانے را

بہرحال مزاحمت بھی جاری ہے اور کام بھی ہو رہا ہے۔ مزاحمت کرنے والے اہل علم سے راقم کی مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ مسلسل مزاحمت سے علم و دانش کو رسوا نہ کریں اور اپنے دل سے ہر قسم کے تعصّبات کو نکال کر علم کی کسوٹی پر امام احمد رضا محدث بریلوی کو پرکھیں، ان شاء اللہ ان کو کھرا پائیں گے اور اتحاد و یگانگت کی صورت بھی پیدا ہو گی جس کی شدید ضرورت ہے۔ بہت سی غلط فہمیاں نہ جاننے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، مطالعہ اندھیرے سے اُجالے میں لے آتا ہے۔

آخر میں مقالہ نگار کے بارے میں کہنا چاہوں گا۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں وہ شعبۂ ارضیات کے استاد ہیں، جدید رنگ میں رنگے ہوئے تھے، پھر انہوں نے ہمّت کی اور رنگ بدلا اور اللہ کے رنگ

میں رنگ گئے۔ اللہ تعالیٰ یہ رنگ اور گہرا کر دے۔ آمین۔ ارضیات میں مہارت کے باوجود انہوں نے بلند ہمتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جامعہ کراچی سے ایم۔ اے اسلامیات کیا اور زمین سے آسمان کی طرف سفر شروع کیا۔ ان کے والد گرامی شیخ حمید اللہ قادری حشمتی علیہ الرحمہ سلسلۂ قادریہ میں بیعت تھے۔ عاشقِ رسول تھے اور فقیر سے محبت فرماتے تھے۔ فاضل مقالہ نگار پر والدین کے اثرات ہیں اور ان کی دُعائیں شاملِ حال ہیں، یہ بڑی سعادت اور خوش بختی کی بات ہے ـــــ فاضل مقالہ نگار نے بہت جلد میدان تحقیق میں قدم بڑھایا، ان کے کئی وقیع مقالات اور رسائل شائع ہو چکے ہیں اور برابر شائع ہو رہے ہیں۔ تحقیق میں علم سے زیادہ لگن کی ضرورت ہوتی ہے۔ الحمد للہ ان میں یہ لگن بدرجۂ اتم موجود ہے اور مسلسل مطالعہ سے علم میں بھی ترقی کر رہے ہیں۔ راقم کی دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کو دین و دُنیا میں سرفراز کرے، مسلکِ اہلِ سُنّت و جماعت کی خدمت کرتے رہیں اور امام احمد رضا محدث بریلوی کا نام روشن کرتے رہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کو روشن کرنے والے خود روشن ہو جاتے ہیں ؎

شامِ شبِ فرقت میں بھی انوارِ سحر ہیں　　اے نورِ مجسّم یہ تیری یاد کا عالم!

دِل نور، جگر نور، زباں نور، نظر نور　　یہ کیا ہے مری خاطرِ ناشاد کا عالم؟

احقر محمد مسعود احمد
دیکم دسمبر ۱۹۹۸ء، کراچی

اظہارِ تشکر

میں اس مقالے کی اشاعت کے موقعہ پر ہزار ہا حمد وثنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں بصد عجز ونیاز پیش کرتا ہوں جس نے سینۂ آدم علیہ السلام کو گنجینۂ علم وحکمت بنایا' جس نے نوعِ انسان کو نطقِ گویائی سے سرفراز فرمایا، جس نے قلم کو محرمِ راز بنایا، جس نے کائنات ارض وسما کو اپنی رحمتِ خاصہ سے نوازا، جس نے سایہ پدری کو سرچشمہ عشق ومحبت بنایا۔ جس نے پیکرِ استاد کو مرکزِ علم وحکمت بنایا۔ مولائے کریم کی حمد وثنا اور شکرگزاری کے بعد ہزار ہا درود وسلام ہوں وارثِ علوم اوّلین، حجّتِ حق الیقین تفسیر قرآن المبین سید الانبیاء والمرسلین یعنی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی غلامی کا شرف ہی باعثِ بخشش وعافیت ہے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کے حضور بھی ہدیۂ تشکر پیشِ خدمت ہے جن کی دُعاؤں کے صدقے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اپنے استاد گرامی حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا بھی تہہِ دل سے ممنون ہوں جن کی مکمل رہنمائی اور رہبری نے اس مقالے کو قلمبند کرنے میں بھرپور مدد فرمائی۔

اس مقالے کی تکمیل تک اگرچہ سینکڑوں افراد سے استفادہ کیا گیا۔ فرداً فرداً ان کا یہاں شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا مگر چند افراد کے نام زیب قرطاس کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی مشفقانہ اور ہمدردانہ کوششیں اگر میرے شریک کار نہ ہوتیں تو اپنی اس منزلِ مقصود تک پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ یہ اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں

پروفیسر ڈاکٹر منظور الدین احمد (سابق وائس چانسلر جامعہ کراچی)، پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد (سابق رئیس کلیہ علوم اسلامی)، پروفیسر ڈاکٹر عبد الرشید (صدر شعبہ علوم

اسلامی)، پروفیسر جمیل اختر خاں (سابق صدر شعبۂ اردو جامعہ کراچی)، ڈاکٹر جلال الدین نوری (شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی)، ڈاکٹر حافظ محمد عبداللہ قادری (شعبہ سیاسیات جامعہ کراچی) سید ریاست علی قادری (بانی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی) اور صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، صاحبزادہ وجاہت رسول قادری وغیرہ

آخر میں خصوصیت کے ساتھ اول بزرگ محقق حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی (ستارہ امتیاز) اور دوم اپنی شریکِ حیات محترمہ کوثر جہاں بنتِ شیخ محمد شفیق اللہ (مرحوم) کا بھی بے حد ممنون ہوں جن کے تعاون کے بغیر مقالہ مکمل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

احقر

ڈاکٹر مجید اللہ قادری (گولڈ میڈلسٹ)

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ ارضیات جامعہ کراچی

۳۱ دسمبر ۱۹۹۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

کنزالایمان اور دیگر معروف قرآنی اُردو تراجم

برصغیر پاک وہند میں عربی زبان کی جگہ جب فارسی زبان نے لے لی تو اس سے عام مسلمانانِ برصغیر کو قرآن سمجھنے میں دشواری ہونے لگی اور عربی زبان صرف علماء تک محدود ہو کر رہ گئی۔ مغلوں کے دَور میں فارسی زبان نے سرکاری زبان کی حیثیت اختیار کر لی تھی اور اسی دَور میں فارسی زبان کو خاصا فروغ بھی حاصل ہوا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۔ ۱۱۷۶ھ) نے برصغیر میں جب یہ محسوس کیا کہ عربی زبان کا دائرہ صرف علماء تک محدود ہو گیا ہے اور عام مسلمان اب قرآن مبین کے معنی و مطالب سمجھنے میں دشواری محسوس کر رہے ہیں، اور فارسی زبان بہت عام ہوتی جا رہی ہے لہٰذا ۱۱۵۶ھ میں حج سے واپسی پر قرآن مجید کا فارسی زبان میں مکمل ترجمہ کیا۔ اگرچہ قرآن پاک کے سرکاری زبان میں ترجمے کی ابتداء بہت پہلے ہو چکی تھی مثلاً عربی تفسیر طبری کا ترجمہ اور اس کے علاوہ بھی کئی فارسی زبان میں قرآن کے ترجمے ہوئے مگر برصغیر پاک وہند میں فارسی زبان میں قرآن مجید کے کسی بھی ترجمے کو زیادہ شہرت حاصل نہ ہو سکی جس کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں مگر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جس دَور میں قرآن پاک کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا اس کو وقت کی مناسبت سے فروغ ہونے کا قوی موقع مِلا۔ اس کی وجہ فارسی زبان کا سرکاری ہونا تھا اور اس وقت اور کوئی عوام کے سامنے مکمل فارسی ترجمہ نہیں تھا، اس لیے اس کو خوب شہرت ملی اور فارسی زبان میں اوّلیت تک حاصل ہوئی۔ یہ بات دیگر ہے کہ قرآن مجید کے اس

فارسی ترجمے پر اس وقت کے علماء نے بہت زیادہ مخالفت کی، لیکن بعد میں یہ عمل احسن ثابت ہوا کہ شاہ صاحب کی نگاہ اس وقت کے مسلمانوں کے زوالِ علمی کا جائزہ لے چکی تھی، اسی لیے اُمتِ مُسلمہ پر احسانِ عظیم فرماتے ہوئے ایک بہت ہی قیمتی سرمایۂ یادگار چھوڑا۔

جس زمانے میں فارسی زبان کو مکمّل عروج حاصل تھا وہیں اُردو زبان بھی ساحلِ سمندر سے لے کر کشمیر کی وادیوں تک اپنے ابتدائی دَور سے گزر رہی تھی اور اس وقت کسی کے علم میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ ایک دن یہی اُردو زبان نہ صرف برصغیر کی اہم ترین زبان بن جائے گی بلکہ دُنیا میں بہت زیادہ بولی جانے والی ایک زبان بن جائے گی۔ بارہویں صدی ہجری کے آخری اور تیرہویں صدی ہجری کے اوائل ہی میں اُردو زبان کو ایک ادبی حیثیت حاصل ہو چکی تھی اور مقبولیت کی طرف گامزن تھی، جبکہ دوسری طرف فارسی زبان مغلوں کے زوال کے ساتھ ساتھ برصغیر سے مسلمانوں کے درمیان سے رخصت ہو رہی تھی۔ اس خطرے کے پیشِ نظر کہ اب فارسی زبان کے سمجھنے والے بھی کم ہوتے جا رہے ہیں، ایک دفعہ پھر دہلوی خاندان کو یہ شرف حاصل ہوا اور شاہ رفیع الدین دہلوی نے سب سے پہلے ۱۲۰۰ھ میں اُردو زبان میں قرآن کریم کا (صرف لفظی) ترجمہ پیش کیا۔

شاہ رفیع الدین دہلوی کے ترجمے کے بعد جلد ہی ان کے بھائی شاہ عبدالقادر دہلوی (م۔ ۱۲۴۳ھ) نے قرآنی اُردو تراجم میں ایک اور ضروری اضافہ کیا، یعنی پہلی دفعہ لفظی ترجمہ کے بجائے بامحاورہ ترجمۂ قرآن ۱۲۰۵ھ میں مکمل کیا۔ یہ وہ دَور تھا جس میں اُردو زبان نہ صرف عام ہو رہی تھی بلکہ فارسی زبان کی جگہ لے رہی تھی۔ شاہ عبدالقادرؒ دہلوی کے بعد محاوراتی انداز میں قرآن حکیم کے اُردو زبان میں مزید ترجمے ہوئے

لیکن ان میں محاورات کا استعمال اتنی کثرت کے ساتھ ہونے لگا کہ متن قرآن سے مطابقت دُور ہوتی چلی گئی۔ اور بعض دفعہ اصل متن سے ہٹ کر محاوروں کا استعمال ہونے لگا، جس کی انتہا ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے ترجمۂ قرآن میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ قرآن بغیر عربی متن کے ۱۳۱۳ھ میں شائع ہوا۔ بغیر متن قرآن کے برصغیر میں پہلی دفعہ اس طرح ترجمہ شائع کیا گیا۔

اُردو زبان جوں جوں ترقی کرتی گئی ترجموں کا انداز نکھرتا گیا، لیکن دوسری طرف اُردو تراجم میں مترجمین نے اپنی فکری ذہانت کو بھی دخیل رکھا۔ جیسی جس کی فکری صلاحیت اور مبلغ علم وفضل تھا۔ ترجمے میں بھی وہ رنگ بھرپور انداز میں غالب آیا۔ مگر قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس موجودہ بیسوی صدی میں جو اُردو زبان میں ترجمے ہوئے ہیں بیشتر پچھلے ترجموں کے ترجمے ہیں، یعنی ان مترجمین نے قرآنی متن سے ترجمہ نہیں کیا بلکہ دو چار اُردو زبان کے ترجموں کی مدد سے لفظوں کو آسان اور عام فہم بنا دیا۔ الغرض "ہر گلے را رنگ بوئے دیگر است" کے مصداق زبان وخیالات کا رنگ موجودہ صدی کے ترجموں میں نمایاں ہے۔ ترجمہ کرتے وقت صرف لغت پر ہی عبور نہیں بلکہ تمام علوم دین پر دسترس ضروری ہے۔ یہاں راقم کی تحقیق میں پچھلی دو صدی کے مشہور ومعروف اُردو تراجم شامل ہوں گے۔

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ دُنیائے اُردو کی تاریخ میں پچھلی دو صدیوں میں جتنے بھی تراجم قرآن ہوئے ہیں وہ ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں اور اسلوب بیان بھی بیشتر مترجمین کا ملتا جلتا ہے جو قرآنی اسلوبِ بیان سے جُدا ہے کیونکہ اکثر مترجمین نے ترجمہ کرتے وقت قرآن کی مُراد ومنشاء کو پیشِ نظر نہیں رکھا جس کے باعث ان کے تراجم قرآنی اسلوب بیان سے دُور ہے۔ خیال ہے کہ قرآن مجید وفرقان حمید کا اسلوب

بیان دیگر تمام اسالیب سے مختلف ہے اور سوائے ایک مترجم قرآن کے بقیہ مترجمین اس قرآنی اسلوب کو اپنے ترجمہ میں اُجاگر نہیں کر سکے۔

یہ کتاب مبین کلام ربانی ہے اور اس کا اندازِ بیان کہیں تحریری ہوتا ہے کہیں تقریری۔کبھی انداز میں بہت شدت پائی جاتی ہے کہیں شفقت کی انتہا۔کہیں سوال و جواب کی صورت میں مضمون سمجھایا جاتا ہے کہیں مثالوں سے۔کبھی ایک طویل مضمون ایک مختصر سے کلمے میں بیان ہوتا ہے کبھی وہی مضمون ایک طویل آیت میں نئے انداز کے ساتھ ہے۔یہی وجہ ہے کہ عربی الفاظ کی ترکیب' اس کی روانی سلاست اور حسن نغمگی بغیر عربی زبان پر عبور حاصل کیے ہوئے اس کے حقیقی معنی سمجھنا بہت مشکل امر ہے۔اسی لیے مترجم کو ترجمہ کرتے وقت بہت سے پہلوؤں کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ بعض دفعہ ایک ہی لفظ ہوتا ہے لیکن اس کے معنی موقع و محل کے اعتبار سے بدل جاتے ہیں۔اسی لیے ایک بالغ نظر مترجم کی یہ بھی پہچان ہوتی ہے کہ وہ ترجمہ کرتے وقت ان سب باتوں کا خاص خیال رکھتا ہے اور اگر وہ ہر جگہ ایک لفظ کے ایک ہی معنی موقعہ محل کے بغیر لکھتا جائے تو وہ صرف لغت کا ترجمہ سمجھا جائے گا۔حقیقی متن کا اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔یہاں مختصر تاریخی بحث کے بعد ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآنی اسلوب سے متعلق بھی اختصار کے ساتھ لکھا جائے۔اگرچہ اگلے ابواب میں تفصیل کے ساتھ تقابل بھی ہوگا اور ہر ترجمۂ قرآن پر بحث بھی ہوگی۔اب مختصراً قرآنی اسلوب بیان ملاحظہ کیجئے:

قرآنِ حکیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اسی طرح قرآن کریم بھی ہر عیب سے پاک اور شک و شبہہ سے بالاتر ہے۔قرآن حکیم میں نظم و ترتیب اور معانی کی استواریاں اس درجہ نمایاں ہیں کہ کوئی انسان

ان کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اس کو یہ اقرار کرنا ہی پڑتا ہے کہ حقیقتاً یہ اس کا کلام ہے جس کے دائرۂ علم و ادراک سے کوئی شے باہر نہیں۔

عہد نزول قرآن تک عربوں میں قصائد، مکتوبات، خطبات اور محاورات کے صرف چار اسالیب معروف تھے، وہ کسی پانچویں انداز بیان سے واقف نہ تھے اس لئے قرآنی اسلوب ان کے لیے ایک نیا اسلوب بیان تھا۔

قرآن کی ندرت اسلوب کا یہ عالم ہے کہ یہ انداز آج تک کسی اور ادب میں بھی پیدا نہ ہو سکا۔ عام کتابیں ابواب و فصول پر منقسم ہوتی ہیں لیکن قرآن ایسی تبویب و تفصیل سے بھی پاک ہے اور نہ اس کے مختلف مضامین کو الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کے اسلوب بیان اور نظم کلام میں ایک تسلسل اور روانی ہے، کسی جگہ پر انقطاع نظر نہیں آتا۔

قرآن نے اپنی بعض سورتوں کو حمد و ثنا سے شروع کیا اور بعض کو غرض بیان سے اختتام بعض دفعہ جامع کلمات پر کیا اور بعض کا نصیحتوں پر۔ کبھی وعدہ کا ذکر ہوتا ہے کبھی تبشیر کا انداز۔ کبھی مخلوق کا بیان کبھی خالق کا۔ کبھی کائنات کی نشانیاں بیان کیں کہیں قصص و واقعات، کہیں حلت و حرمت کے احکام دیے، کہیں استثنیٰ و رخصت کے۔ کہیں انبیاء و مرسلین کی تعلیمات و خدمات بیان کیں۔ کہیں ان کی عظمتیں اور رفعتیں۔ گویا اندازِ کلام بغیر تکلف کے بڑی بے ساختگی سے بدلتا رہتا ہے مگر حلاوت و دلکشی برقرار رہتی ہے۔ قرآن کے اسلوب بیان اور نظم کلام میں دو امور خاص کر قابلِ توجہ ہیں۔

(۱) انتشار مطالب۔ (۲) تکرار مضامین

(۱) قرآنی اسلوب میں انتشار مطالب کا معنی یہ ہے کہ "قرآن اس امر کی

رعایت نہیں کرتا کہ اس سورۃ میں صرف فلاں نوع کا علم مذکور ہو گا اور دوسری سورۃ میں فلاں نوع کا، بلکہ ایک ہی سورۃ میں متعدد انواع کے مطالب و معارف بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ ایک علم کے ساتھ متصلاً دوسرا علم بیان کرنا کسی دوسری کتاب میں تو یقیناً مذاق لطیف پر گراں گزرتا ہے لیکن قرآنی اعجاز کا یہ عالم ہے کہ بدلتے ہوئے مضامین و مطالب کے باوجود بیان اور تفہیم میں روانی اور لطافت برقرار رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ایسا محسوس بھی نہیں ہوتا کہ اب موضوع سخن بدل گیا ہے اور بات بغیر رکاوٹ کے دل میں اُترتی چلی جاتی ہے۔ یہ خوبی دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی. کیونکہ اس میں مضامین کے تنوع کے باوجود آیات کے درمیان معنوی ربط برقرار رہتا ہے۔ قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورۃ الکوثر پر نظر ڈالیے۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

ترجمہ: اے محبوب بے شک ہم نے تمھیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔ [۲]

اس سورۃ میں صرف ۳ جملے ہیں۔ تینوں جملوں میں الگ الگ مگر اپنی جگہ مستقل معنی و مطلب بیان کیا گیا ہے اور تینوں آیات میں احکام بھی مختلف ہیں مگر تینوں جملے ایک دوسرے سے معنوی اعتبار سے پیوست معلوم ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے عطائے نعمت کا بیان ہے، پھر حکم عبادت، آخر میں مخالفوں کے لیے چیلنج ہے بلکہ پیش گوئی بھی ہے۔ گویا انتشار مطالب میں معنوی اتحاد اور تسلسل کی کیفیت نظر آتی ہے۔

(۲) تکرار مضامین کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی مضمون بار بار بیان ہوا۔ اکثر مقامات

---

[۲] "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۹۶۲۔ تاج کمپنی کراچی

پر قرآن نے صرف ایک دفعہ ہی بیان کو کافی سمجھا مگر بعض دفعہ سامع کے دل میں جاگزین کرنے کی خاطر ایک ہی بات کو بار بار مختلف انداز سے بیان کیا اور ہر دفعہ نئی حکمت و موعظت کے ساتھ جس طرح ذوقِ لطیف کا حامل شخص ایک اچھا شعر بار بار سُن کر نئی لذّت اور لُطف اُٹھاتا ہے اسی طرح قرآن میں تکرار مضامین ہر بار نئی لذّت اور لُطف کا باعث بنتا ہے۔ یہ تکرار اگر کسی نثر کی کتاب میں ہو تو وہ پڑھنے میں طبیعت پر گراں گزرتا ہے اور عبارت کی رنگینی اپنا اثر کھو بیٹھتی ہے لیکن قرآن جو نہ صرف منظوم کلام ہے اور نہ ہی صرف منثور، اس کے باوجود اس کی بے پایاں لذّت پڑھنے والا ہی محسوس کرتا ہے مثلاً

سورۃ الشعراء میں (وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ؀) آٹھ بار آیا ہے۔

سورۃ قمر میں (وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ؀) چار بار آیا ہے۔

سورۃ مرسلات میں (وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ؀) دس بار آیا ہے۔

سورۃ رحمٰن میں (فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ؀) اکتیس بار آیا ہے۔

لیکن ہر جگہ ایک نیا لُطف اور منفرد کیفیت حاصل ہوتی ہے بلکہ تکرار مضامین سے ہر بار نئے معانی اور اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں۔

قرآن کا اسلوب سادگی اور سلاست کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے اس اعلیٰ مقام پر ہے جس کا معارض آج تک بڑے بڑے فصحا و بلغا نہیں کر سکے۔ اس میں مقتضائے حال کی رعایت، استعارہ و کنایہ کا استعمال اور صنائع و بدائع کا وجود ناقابلِ بیان حُسن اور ادبی چاشنی پیدا کرتا ہے۔ علامہ کرمانی اپنی کتاب "العجائب" میں لکھتے ہیں۔[۲]

---

[۲] ڈاکٹر محمد طاہر القادری "منہاج العرفان فی لفظ القرآن" ص ۵۴ مرکزی ادارہ منہاج القرآن لاہور

"معاندین نے عرب و عجم کے تمام کلام ڈھونڈ مارے مگر کوئی کلام بھی حسنِ نظم، جودتِ معانی، فصاحتِ الفاظ اور ایجاز میں اس کی مثل نہ پایا اور بالآخر اس اَمر پر متفق ہو گئے کہ انسانی طاقت قرآن کی آیت کا مثل لانے سے قاصر ہے۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت کا یہ اعجاز تھا کہ دُنیائے عرب کے ادبی شاہکار "سبع معلقات" جو خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں تھے نزولِ قرآن کے بعد اُتار لئے گئے کہ قرآنی فصاحت و بلاغت کے ساتھ کوئی شئے بھی معارضہ نہیں کر سکتی۔"

فصاحتِ قرآن کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) مجاز وکنایہ

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۱۸۷ سورۃ البقرہ

وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔ (کنزالایمان ص ۴۶)

فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا ۱۸۹ الاعراف

پھر جب مرد اس پر چھایا اسے ایک ہلکا سا پیٹ رہ گیا۔

(کنزالایمان ص ۲۸۲)

ان آیات کریمہ میں بیان کی بے ساختگی اور اظہار کی بے تکلفی بھی ہے اور کمال درجہ حیا و شرافت کی آئینہ دار بھی اشاروں میں نہایت حسن و خوبی کے ساتھ ایسے مضامین اور احکام و مسائل بھی بیان کر دیئے گئے ہیں کہ کوئی ادیب اشارات اور صراحت کے ایسے خوبصورت امتزاج کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

(۲) تشبیہ واستعارہ

مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۳۵ النور

اُس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے"

(کنزالایمان ص ۵۶۷)

کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ۔۔۔۔ ۵ الجمعہ

"گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے"

(کنزالایمان ص ۸۸۳)

اسی طرح ایجاز کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ ۱۷۹ البقرۃ

"اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے" (کنزالایمان ص ۴۴)

علامہ سیوطی اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ۲۰ صنعتیں بیان ہوئے ہیں ؎

(۲) اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

۲۵۶ (البقرۃ)

"اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے"

(کنزالایمان ص ۶۸)

اس کی فصاحت پر علامہ سیوطی نے ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں ۱۲۰ بدائع بیان کئے ہیں۔

جو لوگ وجدان صحیح اور ذوق سلیم رکھتے ہیں ان کے لیے اعجاز قرآن کی کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ فصاحت و بلاغت قرآنی خود اپنی صداقت و حقانیت

؎ علامہ جلال الدین سیوطی "الاتقان" جلد دوم ص ۲۴۳ ادارہ اسلامیہ لاہور

پر ایک دلیل قاطع ہے۔ کون نہیں جانتا کہ عرب کے معروف اور نامور سردار، سخن گو اور شعراء مثلاً عتبہ ابن ربیعہ، زید الخیل، کعب بن زہیر، اسود بن سریع وغیرہم قرآن کی فصاحت و بلاغت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گئے

صوتی ترنم و نغمگی

قرآن حکیم کی ہر آیت اور اس کے مطلع و مقطع میں ایک خاص قسم کا صوتی حسن و جمال پایا جاتا ہے۔ یہ معنوی نغمگی اور باطنی موسیقیت شعری اوزان و قوافی سے مبرا ہونے کے باوجود فراوانی کے ساتھ محسوس ہوتی ہے۔ قرآن کی سحر بیانی کافی حد تک اس حسن صوتی پر منحصر ہے۔ صوتی ترنم کی مثال آخری سورتوں میں خصوصاً نمایاں ہے۔ اس کے لیے سورۃ ق، سورۃ المرسلت، سورۃ الغاشیۃ، سورۃ الشمس، سورۃ الزلزال، سورۃ العدیٰت خاص کر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں جن میں ہر آیت کا اختتام ایک خاص صوتی نغمگی پیدا کر رہا ہے الفاظ کا چناؤ اور وزن، ان کا آپس میں اتصال اور ترکیب، پھر ان میں تلفظ کی سلاست اور بہاؤ ایک عجیب موسیقیت اور موزونیت کی فضا پیدا کرتا ہے۔ ان آیات کو بار بار پڑھیں سادگی سے پڑھیں یا مترنم انداز میں زبان میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی اور ہر لحہ عجیب سی حلاوت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور اگر ان آیات پر، خاص کر آیات کے تلفظ پر غور کریں تو کسی حد تک معنی و مفہوم کی ترجمانی ہوتی نظر آتی ہے مثلاً

سورۃ الناس کو بار بار پڑھیں تو ہر آیت کا آخری حرف "س" کثرت استعمال کے باعث سرگوشی کی فضا پیدا کر دیتا ہے۔ یہی سرگوشی اور وسوسہ اندازی اس سورۃ کا موضوع ہے۔

اسی طرح سورۃ رحمٰن کی یہ آیت ملاحظہ کریں۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝١٩

"اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے"۔ (کنزالایمان ص ۶۳۴)

اس آیت کے تینوں لفظوں میں صوتی بہاؤ اور روانی کا کیف پایا جاتا ہے اور یہی اس کا موضوع ہے۔ چنانچہ قرآنی آیات اپنے اندر ایک قدرتی تناسب و توازن، موزونیت و موسیقیت اور ترنم و تغنم رکھتی ہیں جس سے خاص قسم کی دلکشی اور جاذبیت پیدا ہوتی ہے۔ یہ حقیقت بھی قرآن ہی کا اعجاز ہے، ایسا رنگ کسی اور کلام میں نہیں دیکھا جا سکا۔ قرآن کا اسلوب بیان کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ یہاں صرف چند امثال سے اس کا ظاہر کرنا مقصود تھا۔

قرآن مجید عربی زبان میں اس وقت عربوں کے درمیان نازل ہوا جس وقت عربوں کے پاس سوائے عربی ادب کے اور کوئی فن قابلِ رشک نہیں تھا۔ خود عربوں کو بھی اس فن پر بڑا غرور تھا اور نثر کے مقابلے میں نظم کے اندر وہ زیادہ کلام کہا کرتے تھے اور اس زمانے میں عرب ادبا منثور اور منظوم دونوں اسالیب پر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لیے فصیح سے فصیح تر اور بلیغ سے بلیغ تر کلام پیش کیا کرتے تھے جو آج بھی عربی ادب کے لیے ایک بڑا سرمایہ ہے مگر قرآن کے نزول کے ساتھ ہی عربوں کے تمام اسالیب ماند پڑ گئے اور ہر کوئی قرآن کے اسلوب کے سامنے گنگ ہو کر رہ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قرآن کلام ربّانی تھا اور ہے اور وہ زبانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جاری ہوا جس کی نظیر ناممکن ہے۔ چنانچہ قاضی ابوبکر اپنی کتاب اعجاز القرآن میں قرآنی اسلوب کے سلسلے میں رقم طراز ہیں:

> "قرآن کے اعجاز میں یہ راز پنہاں ہے کہ اس کا اسلوب، اس دور کے تمام معروف و مروجہ اسالیب سے مختلف ہے۔ یعنی نہ تو یہ اس شعر کی طرح ہے اور نہ اس نثر کی طرح جس کا اظہار اس دور کے فصحا اور شعرا

اپنے کلام میں اکثر کیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس طرز بیان کی طرفگی کو بخت و اتفاق کی کارسازی قرار دے کر ٹالا نہیں جاسکتا، بلکہ اس میں ایک خاص انداز کی تازگی، نکھار و نغمگی پائی جاتی ہے۔ ابداع، طرفگی اور ندرت کا یہ شاہکار بہرحال اس لیے ہے کہ اس کو بدیع السمٰوات والارض کے کلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔" ۵

ابوالحیان نے اعجاز قرآن سے متعلق ابن الحسین الفارسی کے جس قول کو پسند کیا ہے وہ یہ ہے کہ:

"قرآن تعبیر و تشریح کا وہ اسلوب ہے جو نہ صرف اچھوتا، نازک اور بدرجۂ غایت اونچا ہے بلکہ اس میں ان تمام وجوہ اعجاز کو گھیر لیا گیا ہے جن سے قرآن کی عظمت کا احساس دلوں میں ابھرتا ہے اور زندہ ہوتا ہے۔" ۶

ابوالحسن حازم نے منہاج البلغاء میں اس رائے کا اظہار کیا ہے۔

"قرآن حکیم میں بلاغت و فصاحت کا ہونا ہی اس کے معجزہ ہونے کی دلیل نہیں، اصل کمال جس کو اعجاز کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ قرآن حکیم میں بسم اللہ سے والناس تک فصاحت و بلاغت کا یہ دریا، استمرار اور یکسانی کے ساتھ رواں دواں ہے اور کہیں بھی ایسا مقام یا مرحلہ نظر نہیں آتا جہاں جھول ہو یا جہاں عدم توازن یا معیار سے عدم مطابقت کا احساس پیدا ہو۔" ۷

---

۵ محمد حنیف ندوی "مطالعہ قرآن" ص ۱۰۷، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۸ء

۶ ″ ″ ″ ص ۱۰۸ ″ ″ ″

۷ ″ ″ ″ ص ۱۰۹ ″ ″ ″ ″

اس میں شک نہیں کہ قرآنی اسلوب ایک بالکل منفرد اسلوب بیان ہے اور قرآن کی تمام آیات میں فصاحت و بلاغت کے پیمانوں کی یکسانی اور استمرار کے ساتھ قائم رہنا ہی اس کے کلام خداوندی ہونے کی دلیل ہے اور جہاں تک انسانی کلام کی بات ہے تو اس میں بڑے سے بڑے ادیب و شاعر کے کلام میں کہیں نہ کہیں جھول ضرور رہ جاتا ہے۔ چاہے اس کا تعلق نظم سے ہو یا نثر سے، ایسے مقام اور مراحل ضرور آتے ہیں جہاں اسلوب و معیار کی نیرنگی قائم نہیں رہتی اور اس کے نتیجے میں کہیں نہ کہیں جھول، بندش کی سستی اور عامیانہ پن کی جھلک ضرور فکر و نظر کے ناقدوں کو کھٹکتی ہے۔

قرآن پاک کے اردو زبان میں تراجم کیے گئے ہیں۔ ہر مترجم نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اچھے سے اچھے پیرائے اور اسلوب بیان میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ کسی عام کتاب کا ترجمہ نہیں ہے، کلام اللہ کا ترجمہ ہے جو عام انسانوں تک ان کی زبان میں پہنچانا مقصود ہے۔ لہٰذا ہر مترجم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ترجمۂ قرآن سے پہلے ان تمام علوم و فنون کی مہارت کو استعمال میں لائے جو ترجمۂ قرآن کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

"علم لغت، نحو، صرف، معانی، بیان، بدائع، قرأت، اصول دین، اصول فقہ، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ، فقہ، تفسیری احادیث کا علم، وغیرہ" [۸]

مترجمین قرآن نے اگرچہ اپنی تمام تر صلاحیتیں ترجمہ کرتے ہوئے صرف کی ہوں گی مگر ترجمۂ قرآن میں بیشتر مترجمین کی عبارت میں نہ تو زبان کی حلاوت قائم رہی، نہ ہی

---

۸ علامہ جلال الدین سیوطی "الاتقان" ص ۴۴۳-۴۴۶ ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۲ء

جملوں کی ترکیب اور بندش کی چُستی برقرار رہی۔ بیشتر مترجمین کا ترجمہ قرآن اسلوب قرآنی سے خاصا دُور محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ترجمہ کرتے وقت قرآن کی مراد کا ترجمہ کرنے کے بجائے زیادہ سہار الُغت کا لیا ہے۔ اکثر مترجمین لغوی ترجمہ کرنے میں بھی ایسے مناسب الفاظ استعمال کرنے میں کامیاب نہیں رہے جو انتہائی اہم مقامات تھے اور جہاں الفاظ کا چناؤ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ کیونکہ ذراسی غفلت سے مسلمان کا عقیدہ متاثر ہوسکتا ہے۔ قرآنی اسلوب کے قریب تر اُردو مترجمین کی صف میں صرف مولانا احمد رضا ہی ایسے مترجم نظر آتے ہیں جن کا ترجمہ الحمد سے الناس تک کوئی پڑھتا چلا جائے تو کہیں نہ کوئی اشکال پیدا ہوتا ہے اور نہ ترجمہ پڑھنے میں کوئی گھٹن محسوس ہوتی ہے اور جُملے بھی اوّل سے آخر تک بہت رواں ہیں۔ کسی قسم کا جھول محسوس نہیں ہوتا جس کو تفصیل کے ساتھ آگے بیان کیا جائے گا۔

اُردو زبان کے موجودہ تراجم میں سوائے مولانا احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کے بقیہ تمام اُردو تراجم قرآنی اسلوب بیان اور اس کے مرادی معانی ومطالب سے دُور ہیں۔ کیونکہ ان میں قرآن کے اپنے اسلوب بیان کا خیال نہیں رکھا گیا۔ اگلے ابواب میں مجھے مولانا احمد رضا ترجمۂ قرآن کو خصوصیت کے ساتھ روشناس کرانا ہے اور اس کی گراں مائگی، زبان کی صحت، بیان کی دلکشی اور ندرت کو پیش کرنا ہے۔ جس کو مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی (م۔ ۱۳۴۰ھ) نے ۱۳۳۰ھ میں "کنزالایمان" کے نام سے پیش کیا۔ اس ترجمہ کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ مترجم نے قرآن کے اسلوب بیان کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ہر عربی لفظ کی جامعیت، مقصدیت، محل استعمال اور لُغت کی جامعیت اور ساتھ ہی معنوی وسعتوں کی چاشنی بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مترجم نے مقام الوہیت اور شانِ رسالت

کا خصوصیت سے اہتمام رکھا ہے اور ساتھ ہی قرآن کے صوتی حسن اور سلاست کو بھی اُردو ترجمے میں ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے۔ راقم کی تحقیق میں اس بات کا مطالعہ کیا گیا ہے کہ کن وجوہ کے باعث اس ترجمہ کو تمام دوسرے تراجم میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے

ڈاکٹر مجید اللہ قادری

(بی ایس سی آنرز، ایم ایس سی، ایم اے، پی ایچ ڈی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

باب اوّل

قرآن کریم

چھٹی صدی عیسوی قبل اسلام کا زمانہ عربی ادب کا تاریخی دور تھا۔ شاعری ادبی اظہار کا ذریعہ تھی جو عربوں کو دل سے محبوب تھی، مشہور عربی قصائد جن کو "سبعہ المعلقات" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جو آج بھی مدارس عربیہ میں پڑھائے جاتے ہیں، عربی ادب کا عظیم شاہکار تھے۔ ان قصائد کو سنہری حرفوں میں لکھ کر دیوار کعبہ پر لٹکایا جاتا جو برسوں اسی طرح لٹکے آ رہے تھے۔[1] لیکن قرآنی آفتاب کے آگے ان کی چمک ماند پڑ گئی اور یہ سب بجھ کر رہ گئے، اچانک جبل نور کی فضائیں گونج اٹھیں۔ ہر طرف اُجالا ہی اُجالا ہو گیا اور جس کی چمک دمک سے سب چمکنے والوں کی چمک ماند پڑ گئی۔ وہ قرآن جو کسی انسان کی کاوش کا نتیجہ نہ تھا اور جس کو خالقِ کائنات نے خود نازل کیا، اپنا تعارف اس طرح کرواتا ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَاۙ

(الفرقان:۱)

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندے پر

---

[1] (الف) "عربی ادب کی تاریخ" ص ۱۶۷

(ب) "تاریخ ادب عربی" ص ۸۰

جو سارے جہان کو سنانے والا ہو۔ [۲]

اس آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ اُتارنے والا کون ہے اور کس پر یہ قرآن اُتارا گیا اور اس کے اُتارنے کا مقصد اور غرض و غایت کیا ہے اور اس کے قانون کا اطلاق کہاں کہاں ہوگا، اس کا ذکر بھی کر دیا اور بتایا کہ یہ قرآن ہرگز ہرگز خود ساختہ نہیں کیونکہ یہی قرآن گواہی دے رہا ہے۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(یونس: ۳۷)

ترجمہ: اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنا لے بے اللہ کے اُتارے، ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے، اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے اس کی تفصیل ہے، اس میں کچھ شک نہیں یہ پروردگار عالم کی طرف سے ہے [۳]

قرآن نے آسمانی کتاب ہونے اور انسانی کتاب نہ ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ یہ کوئی ایسی کتاب نہیں جس کا علم لوگوں کو پہلے سے نہ ہو بلکہ پچھلی کتابوں میں بھی اس کا ذکر ہوتا چلا آیا ہے۔ گویا قرآن کی حقانیت و صداقت کتب سابقہ تواتر سے ثابت کر رہی ہیں ارشاد خداوندی ہے

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ

(المائدۃ: ۴۸)

ترجمہ: اور (اے محبوب) ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اُتاری، اگلی کتابوں

---

[۲] "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۵۰۸

[۳] " " " ص ۳۰۳

کی تصدیق فرمائی اور ان پر محافظ و گواہ۔۔۔ ۴؎

یعنی یہی نہیں کہ قرآن پچھلی کتابوں کی صرف تصدیق کرتا ہے بلکہ پچھلی کتابوں کا محافظ بھی ہے۔ آج نہ زبور شریف اصلی حالت میں ہے نہ ہی توریت و انجیل مقدس، قرآن نہ ہوتا تو شاید لوگ ان سابقہ آسمانی کتابوں کے نام بھی بھول چکے ہوتے۔ مگر قرآن کی حقانیت کی وجہ سے ان کے نام آج زندہ ہیں۔

عظمتِ قرآن

اس سلسلے میں خود باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرۃ:۲۴)

ترجمہ: اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اسی جیسی ایک سورت تو لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔۔ ۵؎

اتنا بڑا چیلنج آج تک کسی بھی کتاب کے لئے نہیں دیا گیا اور یہ کوئی معمولی چیلنج بھی نہیں اور یہ چیلنج جاہلوں کو نہیں دیا جا رہا ہے، بلکہ ان زبان والوں کو جن کو اپنی زبان دانی

۴؎ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۲۶۷

۵؎ " " " " ص ۶

پر بڑا فخر تھا جن میں بڑے بڑے شعراء اور قادر الکلام ادیب تھے جن کے مایہ ناز قصائد بیت اللہ میں آویزاں تھے اور اس دعوے کے ساتھ آویزاں تھے کہ دنیا ان کا جواب پیش نہیں کر سکی اور جو اپنی زبان دانی کے سامنے دوسروں کو بے زبان (عجمی) سمجھتے تھے لیکن نزولِ قرآن کے بعد سب زبان والے بے زبان ہو گئے۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں[6]

قرآن کریم چیلنج کرتا ہے کہ سارے عالم کے جن و انس الگ الگ کوشش کر دیکھیں یا سب مل کر کوشش کریں ہرگز ہرگز قرآن کا مثل نہیں لا سکتے اور چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود یہ چیلنج آج تک کوئی قبول نہ کر سکا۔ قرآن کے الفاظ و حروف و کلمات تو بہت دور کی بات ہے کوئی اپنی تصنیف کا نام اتنا جامع نہ رکھ سکا جتنا جامع نام اس کتاب کا "القرآن" ہے

لفظ قرآن کے لغوی معنی

کسی لفظ کی صحیح معرفت کے لئے اس کے لغوی مفہوم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ لغوی مفہوم کا تعلق اس لفظ کے مادے (origin) کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی مادے پر مصدر اور تمام مشتقات کے معانی کا انحصار ہوتا ہے۔ اس لیے لفظ کے اصلی مفہوم کی صحیح معرفت کے لئے اس کے لغوی اشتقاق کا علم نہایت ضروری ہے۔

لفظ قرآن کے لغوی معنی کے سلسلے میں علماء کرام کے دو موقف ہیں۔ امام شافعی، امام بیہقی، خطیب اور امام سیوطی رحمہم اللہ کے نزدیک لفظ قرآن غیر مشتق ہے اور اسم جامد ہے جو کسی اور لفظ یا مادے سے ماخوذ نہیں[7] لیکن علماء محققین کی اکثریت کا خیال ہے کہ یہ لفظ

---

6 ؎ "حدائق بخشش" حصہ اوّل ص ۴۷
7 ؎ "الاتقان فی علوم القرآن" جلد اوّل ص ۱۴۴

قرآن مشتق ہے۔

وہ علماء جو قرآن کو علم صرف کے قواعد سے مہموز قرار دیتے ہیں، وہ کئی مادوں سے قرآن کو مشتق بتاتے ہیں مثلاً امام اللحیانی سمیت ایک گروہ کا خیال ہے کہ قرآن فعلان کے وزن پر اسم صفت ہے اور قرأ سے مشتق ہے۔

"اما القول بانه وصف من القراء بمعنی الجمع"[8]

جس کے معنی جمع کرنا ہیں اور اسی سے آیا ہے۔

"قرأت الماء فی الحوض"[9] یعنی اس نے حوض میں پانی جمع کیا۔ اس لحاظ سے قرآن کے معنی یوں بیان کیے جا سکتے ہیں کہ قرآن وہ کتاب ہے جسے جمع کیا گیا یا وہ کتاب جس میں سب کچھ جمع کر دیا گیا۔[10] جیسا کہ خود قرآن میں ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ
اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (انعام: ۵۹)

ترجمہ: اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔[11]

قرآن کو قرآن اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام اولین و آخرین کے علوم کا مجموعہ ہے۔ یعنی کوئی علم ایسا نہیں جو قرآن میں بیان نہ کر دیا گیا ہو۔ قرآن نے صرف دو لفظ رطب (wet) اور یابس (Dry) استعمال کیے۔ درحقیقت ساری کائنات کے ایک ایک

---

[8] "مناھل العرفان فی علوم القرآن" ص ۷

[9] "مفردات القرآن" ص ۸۴۷

[10] "منہاج العرفان فی لفظ القرآن" ص ۳

[11] "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۱۹۴

ذرے کا بیان کر دیا کہ اس کا علم قرآن میں موجود ہے ایک اور مقام پر قرآن ہی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ٥

(النحل : ٨٩)

ترجمہ: اور (اے محبوب) ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔[12]

دوسرے گروہ کے نزدیک جس میں امام اشعری[13] بھی شامل ہیں لفظ قرآن کو قَرَنَ یا قَرَنٌ سے مشتق بتلاتے ہیں، جس طرح کہا جاتا ہے "قَرَنتُ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ"[14] یعنی جب دو چیزوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا جائے۔ قرن، اقتران سے مل کر بھی بنا ہے[15] جو ازدواج یا متصل ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اب قرآن کو قرآن اس لئے کہا جاتا ہے کہ حق اور ہدایت اس کے ساتھ ساتھ ہے اور یہ مسلمان کے ساتھ ہر وقت ہے۔ مسلمان اور قرآن کا یا قرآن اور ہدایت کا ساتھ اتنا مضبوط ہے کہ اس کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح ازدواج کے بعد شوہر اور زوجہ کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن اپنی دلیل اس سلسلے میں خود یہ پیش کرتا ہے

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ۔

(آل عمران : ١٣٨)

ترجمہ: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو۔

---

[12] "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ٣٩٢

[13] "الاتقان فی علوم القرآن" ج اوّل ص ١٣٥

[14] "مناہل العرفان فی علوم القرآن" ص ٧

[15] "المنجد" ص ٩٨٧

نصیحت ہے۔ [16]

تیسرے گروہ کے مطابق جس میں امام الحیانی [17] بھی شامل ہیں لفظ "قرآن" "قراۃ" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں پڑھنا یا پڑھانا [18]۔ اسی لیے کہا جاتا ہے قرأت الکتاب قرانًا میں نے کتاب کو خوب اچھی طرح پڑھا [19] اور قرآن خود اس کی صراحت یوں پیش کرتا ہے۔

اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَ قُرۡاٰنَہٗ ۚ فَاِذَا قَرَاۡنٰہُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَہٗ ۚ

(القیٰمۃ)

ترجمہ: بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ [20]

ائمہ لغت کے نزدیک لفظ قرآن میں مبالغے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اس لیے اس کے معنی ہوں گے کہ قرآن وہ کتاب ہے جو انتہائی کثرت کے ساتھ تلاوت کی جاتی ہے اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ چودہ سو سال میں جتنی کثرت کے ساتھ قرآن پڑھا گیا ہے اس کے مقابلے میں کوئی دوسری الہامی کتاب یا انسان کی تصنیف کردہ کتاب عشر عشیر بھی نہیں پڑھی گئی اور نہ پڑھائی گئی ہے۔ کوئی کتاب اپنے زمانے میں مقبول ضرور ہوتی ہے لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد اس کی مقبولیت میں کمی آجاتی ہے اور بعض دفعہ صفحۂ ہستی سے بھی مٹ جاتی ہے۔ لیکن قرآن کا یہ اعجاز ہے اور یہ ہی اس کی حقانیت کا خصوصی ثبوت ہے کہ ہر

---

[16] "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۹۹

[17] "الاتقان فی علوم القرآن" ج اوّل ص ۱۲۵

[18] "المنجد" (عربی، اُردو) ص ۸۸۷

[19] "منہاج العرفان فی لفظ القرآن" ص ۴۰

[20] "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۸۱۲

زمانے میں اس کی تلاوت دوسری تمام کتابوں کے مجموعی تلاوت کے مقابلے میں بھی زیادہ ہی رہتی ہے اور رمضان المبارک میں اس کی تلاوت نہایت کو پہنچ جاتی ہے۔

قرآن اور بائبل

قرآن کتاب اللہ کا اصلی وحقیقی نام ہے جس کو خود باری تعالیٰ نے ہی تجویز کیا کیونکہ جتنی جامع ذات اس کی ہے اس کے لیے ضروری تھا کہ کلام اللہ کا نام بھی اتنا ہی جامع ہو۔ لفظ قرآن کلام اللہ میں ۷۰ دفعہ آیا ہے جس میں ۵۸ مرتبہ القرآن، دس دفعہ قرآناً اور دو دفعہ قرآنہ[۲۱] یہ اس بات کی واضح نشاندہی ہے کہ یہی کلام اللہ کا اصل نام ہے جبکہ دیگر الہامی کتابوں میں اس بات کا ثبوت نہیں کہ توریت، زبور اور انجیل اس کے اصلی نام ہیں یا نہیں مگر قرآن ان تمام ناموں کی تصدیق کرتا ہے، ورنہ دیگر الہامی کتابوں میں اس قدر تحریف کر دی گئی ہے کہ اس کا ہر لفظ مشکوک نظر آتا ہے۔ جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا امریکانا میں بائبل کے ۱۲۲ مختلف نسخوں میں سے ۴ مختلف مستند نسخوں یعنی انجیل یوحنا، انجیل مرقس، انجیل لوقا اور انجیل متی میں کم وبیش ۳۰۰۰۰ اغلاط موجود ہیں[۲۲]۔ اسی طرح فریڈ گلڈاسٹون نے اس حقیقت کو بصراحت تسلیم کیا ہے کہ بائبل کے اندر واقعتاً اغلاط، غیر سائنسی نظریات، خدا اور انسان کے درمیان ناپاک تصورات، تضادات وتناقضات، نامعقول بیانات، مبالغہ آمیزیاں اور ناپختہ خیالات کثرت کے ساتھ موجود ہیں[۲۳]۔ لیکن اس کے برعکس قرآن الحمد سے الناس تک ہر قسم کے تضاد اور تناقض سے آج بھی پاک ہے اور اس کا اعتراف (The Websler Family Encyclopedia)[۲۴] میں ان الفاظ کے

---

۲۱ ؎ "المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم"

۲۲ ؎ The Encyclopedia Americana Vol. 3 Page 647-719 Grolier Inc. U.S.A.

۲۳ ؎ Fred Gladstone Bratton "History of Bible" P.5 Boston U.S.A

۲۴ ؎ The Websler Family Encyclopedia Vol.19 P.237 . Websler Publishing Co. U.S.A. 1984.

ساتھ کیا گیا ہے۔
"Yet there is no doubt that the Koran of today is substatially same as it came from Prophet".

یہ خدا تعالیٰ کی حفاظت الٰہیہ کا ہی کرشمہ ہے کہ ۱۴۴۰ سال گزر جانے کے بعد بھی آج تک قرآن پاک میں ایک آیت یا ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہ ہو سکی۔ آج بھی بعض علاقوں میں ہزار بارہ سو سال قبل کے کلام مجید کے خطی نسخے موجود ہیں بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے دوران شہادت پا گئے تھے وہ نسخہ قرآن پاک آج بھی ترکی کے شہر استنبول کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اگر اس قرآن پاک سے آج کے مطبوعہ کسی بھی نسخے سے تقابل کیا جائے تو کسی لفظ یا حرف کی بھی کوئی کمی بیشی نہ ملے گی، کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود باری تعالیٰ نے اپنے ذمے لی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝ (الحجر: ۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے اُتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں[۲۵]

جبکہ دیگر الہامی کتابوں میں اگر (Bible) بائیبل ہی کی جمع و تدوین کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اس کی پوری تاریخ ردّ و بدل، حذف و اضافہ اور تحریف و ترمیم کی تاریخ ہے۔ دوسری صدی عیسوی سے لے کر سترھویں صدی عیسوی تک عہد نامہ جدید (New Testament) میں کئی حصوں کو پادریوں کے حسب منشا اور مختلف کونسلز (Councils) کے فیصلوں کے مطابق کبھی داخل کیا جاتا رہا اور کبھی خارج کیا جاتا رہا۔ برنباس پر مشتمل نسخہ جو ۱۹۶۷ء میں اپوسٹک فادرز (Apostolic Fathers) کے نام سے شائع ہوا تھا لیکن بعد میں انہیں بائیبل سے محض اس لئے خارج کر دیا گیا کہ ان کی

۲۵ ؎ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۴۷۱

تعلیمات سینٹ پال کی خود ساختہ عیسائی عقائد کے خلاف تھیں۔ سب سے پہلے مکمل بائیبل گوٹن برگ کے مطبع سے ۱۴۵۵ء میں (vulgate) ویلگیٹ کے نام سے جرمنی سے شائع ہوئی۔ جس کے خلاف ۱۶ ویں صدی عیسوی کے اوائل میں پھر پروٹیسٹنٹ اصلاحی تحریک کے ساتھ اعتراضات و تنقیدات کا دروازہ کھل گیا۔ الغرض ۱۵۴۶ء میں (counsil of Trent) کے ذریعے اسے آخری شکل دی گئی۔ لیکن ایک دفعہ پھر اس میں ترمیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ آخر کار ۱۵۹۰ء میں ایک دفعہ پھر ترمیمات کے ساتھ پیرس سے شائع ہوئی۔[۲۶]

یہ مختصر تاریخی خاکہ بائیبل کے سلسلے میں انسائیکلوپیڈیا سے اس لیے پیش کیا گیا ہے کہ اس کے تناظر میں قرآن کی حفاظت اور جامعیت کا جائزہ لیا جا سکے کہ دوسری الہامی کتابوں کے ارتقائی منازل کیا ہیں اور ان کے برعکس قرآن کا کیا مقام ہے کہ وہ اپنی ابتداء سے لے کر آج تک اپنے متن اور اعراب کے لحاظ سے کامل اور تغیّر سے محفوظ ہے، جس کا اعتراف انسائیکلوپیڈیا میں بھی کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کا یہ عظیم ترین معجزہ ہے کہ ۱۴۰۰ سال سے محفوظ چلا آرہا ہے اور یہ اس کی صداقت کے لیے بہت بڑی دلیل ہے، کیونکہ انسان آج تک کسی بھی تخلیق کردہ شئے کی عرصۂ دراز تک حفاظت اس طرح نہ کر سکا کہ وہ شئے اپنی اصلی حالت پر برقرار رہتی۔ ثابت ہوا یہ انسان سے بالا ذات کا کلام ہے اور وہی اس کی حفاظت کر سکتا ہے۔

ہم اپنے معاشرے میں اگر غور کریں تو بہت آسانی سے یہ بات یقین کا درجہ حاصل کر لیتی ہے کہ قرآن ہر قسم کی تحریف اور تنسیخ سے پاک اور محفوظ اس لیے ہے کہ دُنیا میں تقریباً

۲۶۔ The Webster Family Encyclopedia Vol 2, P. 566-573
Webster Publishing Co U.S.A. 1984

روزانہ اس قرآن کی کروڑوں لوگ کم ازکم پانچ وقت (نماز میں) تلاوت ضرور کرتے اور
سُنتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف مواقع پر مثلاً رمضان المبارک میں شبینوں کے موقعوں پر، تراویح
میں، انسان کی موت کے وقت مختلف ایام میں ایصالِ ثواب کی خاطر تلاوتِ قرآن کا اہتمام
ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جس کثرت سے اس کتاب کے حفاظ دُنیا میں پائے جاتے ہیں اس
کے مقابلے میں کسی بھی کتاب کے حفاظ اس کے عشر عشیر بھی نہیں پائے جاتے۔
قرآن پاک کی حقانیت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ قرآن کا کوئی بھی نسخہ جو دُنیا کے کسی
بھی خطے میں چھپا ہُوا ہو اُٹھا کر دیکھ لیں تو حرف و اعراب کا فرق بھی نہیں ملتا۔ اگرچہ مختلف
زبان بولنے والے لوگ قرآن کریم کو الحمد سے الناس تک پڑھتے ہیں مگر مختلف لہجوں اور زبانوں
کے باوجود قرآن کے لب و لہجے میں فرق بالکل محسُوس نہیں ہوتا ہے جبکہ دیکھنے میں یہ آتا ہے
کہ جب ایک زبان بولنے والا کوئی دوسری زبان بولتا ہے تو لب و لہجہ میں فرق نمایاں نظر
آتا ہے اور اس زبان کے جو الفاظ ادا کیے جاتے ہیں، لب و لہجہ کے تغیّر سے معنی میں فرق بھی
آجاتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر زبان میں نئے نئے الفاظ پیدا ہوتے رہتے ہیں، لیکن قرآن ایک
واحد کتاب ہے کہ دُنیا میں جب اس کو پڑھا جاتا ہے تو اس بات کا اہتمام مکمل طور پر کیا
جاتا ہے کہ قرآن کریم کے ہر لفظ کا تلفظ وہی کیا جائے جس پر اجماعِ امت ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ یہ کتاب لفظی اور معنوی اعتبار سے محفوظ ہے اور ہر قسم کی تحریف سے پاک بھی۔

فہم القرآن

قرآن پاک کی زبان عربی ہے اور عرب دنیا کے علاوہ دوسرے تمام ممالک میں قرآن
کے معانی وہاں کی مقامی زبانوں میں بیان کیے جاتے ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان میں اکثر
مقامات پر قرآن کی تعلیم اُردو زبان ہی میں دی جاتی ہے۔ تعلیمات قرآنی کے سلسلے میں تفاسیر
کا سلسلہ تقریباً ہزار سال سے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ عرصے سے جاری ہے مگر اُردو زبان میں

ترجمہ قرآن کا آغاز لگ بھگ ۲۵۰ برس قبل ہوا[۲۷]

اُردو زبان میں تفاسیر اور قرآنی تراجم کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو ایک بات واضح طور سے سامنے آتی ہے کہ بیشتر تفاسیر میں ایک ہی رجحان پایا جاتا ہے اور ۱۲ ویں صدی ہجری کے بعد کی تفاسیر اور اُردو قرآنی تراجم میں مذہبی فکر ایک نئے رنگ میں ڈھل گئی جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تفسیر بالرائے کی بہتات ہوئی اور اُردو تراجم بھی اس کے اثر سے محفوظ نہ رہے۔ نیز منقولات کی بجائے معقولات سے کام لیا جانے لگا۔

چودھویں صدی ہجری کے اکثر و بیشتر مترجمین قرآن نے، جو اپنے آپ کو مغربی تعلیم یافتہ کہلوانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، لوگوں میں یہ غلط فہمی پھیلائی کہ قرآن ایک آسان کتاب ہے، ہر کوئی دنیاوی علوم پڑھا شخص بھی قرآن کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے بس تھوڑی بہت عربی زبان سے واقفیت حاصل ہو۔ پھر اسی طبقہ نے اپنے پیشرو کی تفاسیر کو یا تو بالرائے کہہ کر ٹھکرا دیا یا ان کو عصرِ حاضر کے لحاظ سے روایتی اور جامد بتا کر مسترد کر دیا اور ہر کوئی یہاں تک کے صحافتی پیشے سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے سے بڑھ کر مفسّر اور مترجم بن کر ترجمہ اور تفسیر پیش کرنے لگے اور اپنا مقام خود تعین کیا جس کو مولوی سعید احمد اکبر آبادی نے اپنی کتاب فہم قرآن میں جمع کیا ہے[۲۸]

(۱) قرآن سے احکام کا استنباط جس طرح عبد اللہ ابن عمر، عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کرتے تھے ہم بھی کر سکتے ہیں اور ہم میں اور دوسرے آئمہ دین میں کوئی فرق نہیں۔

(۲) قرآن سمجھنے کے لیے کسی خاص علم و فن کا حاصل کرنا ضروری نہیں۔

۲۷۔ "قرآن حکیم کے اُردو تراجم" ص ۸۳

۲۸۔ "فہم قرآن" ص ۱۲/۱۱

(۳) اب تک جو تفاسیر لکھی گئی ہیں بیکار ہیں کیونکہ قرآن تو ایک آسان کتاب ہے اس کے فہم کے لیے کسی معلّم اور رہنما کی ضرورت بھی نہیں۔ ہر شخص ترجمہ دیکھ کر اس کا مطلب خود بخود معلوم کر سکتا ہے۔

پھر ان ہی لوگوں میں ایک گروہ اور پیدا ہوا جو ایک قدم آگے بڑھ کر کہتا ہے۔

"فہم قرآن کے لیے حدیث کی بھی ضرورت نہیں، قرآن ایک مکمل سرچشمۂ ہدایت ہے۔ اسلامی احکام کی تمام کلیات و جزئیات اس میں بیان کر دی گئی ہیں ان کے ہوتے ہوئے کیا ضرورت ہے کہ احادیث کی روشنی میں قرآن مجید سے احکامات استنباط کیے جائیں"[۲۹]

اندازہ لگائیے کہ فہم قرآن کا معیار کیا رہ گیا۔ بس ان گروہوں سے قرآن کا انکار باقی رہ گیا تھا اور اگر معنوی اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کا انکار ہو چکا ہے۔ مثلاً عنایت اللہ مشرقی لکھتے ہیں:

(۱) قرآن کی ہر آیت کا ایک اور صرف ایک مطلب ہے"[۳۰]

(۲) الفاظ وحی کے مطالب کے متعلق سب پرانے اور دقیانوسی، سب ناکارہ اور بے نتیجہ خیالات پر بجلی گرا کر قرآن کریم کو نئے سرے سے پھر پڑھوانا چاہتا ہوں"[۳۱]

چودہ سو سال سے اس بات پر اتفاق چلا آرہا ہے کہ دین اسلام کے چار بنیادی ماخذ ہیں جن میں سے دو اہم بنیادی ماخذ قرآن (کتاب) اور حدیث (سُنّت) ہیں۔ یہ دونوں ماخذ نُور ہیں۔ گویا قرآن بھی نور ہے اور صاحبِ قرآن بھی نُور۔ کلام ربانی ان دونوں نوروں

---

[۲۹] "فہم قرآن" ص ۱۲

[۳۰] "تذکرہ" ص ۵۹

[۳۱] " " ص ۸۷

کی شہادت مندرجہ ذیل آیت میں دیتا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (المائدۃ:۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔[۳۲]

قرآن پاک اگرچہ اکثر مقامات پر اپنے سہل ہونے کا ذکر کرتا ہے مثلاً

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ (القمر:۱۷)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔[۳۳]

دوسری جگہ فرمایا:

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ ... ۝ (مریم:۹۸)

ترجمہ: تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں یوں ہی آسان فرمایا۔[۳۴]

عام مترجمین اور مفسرین نے موجودہ دور میں اس آیت پاک سے یہ تاثر لیا کہ قرآن سمجھنے کے لیے کسی اُستاد کی بھی ضرورت نہیں۔ ہر شخص جو معمولی طور پر عربی زبان سے واقفیت رکھتا ہے وہ قرآن کے حقائق و مطالب خود بخود سمجھ سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ موجودہ دور کے مفسرین اور مترجمین کو ائمہ تفسیر کے برخلاف اپنی طرف سے جدت طرازی کرتے ہوئے کوئی خوف لاحق نہ ہوا جبکہ عہد صحابہ و تابعین میں یہ جسارت کہیں نظر نہیں آتی۔ حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک مشہور تابعی مفسر قرآن ہیں فرماتے ہیں:

"وعن مسروق انه قال: انتهى علم أصحاب رسول

۳۲؎ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۱۵۸

۳۳؎ " " " ص ۷۴۵

۳۴؎ " " " ص ۸۴

صلی اللہ علیہ وسلّم الی ستة : عمر وعلی وعبداللہ بن مسعود وأبی بن کعب، وابی الدرداء وزید بن ثابت، ثم انتھی علم ھؤلاء الستة إلی رجلین: علی وعبداللہ۔[۳۵]

ترجمہ: مسروق کا قول ہے: اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کا علم چھ صحابہ کی ذات پر ختم ہوگیا، یعنی عمر فاروق، علی ابن طالب، ابی بن کعب، ابوالدردا، زید بن ثابت اور ابن مسعود (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پھران چھ صحابہ کا علم دو اصحاب کی ذات میں مرکوز ہو کر رہ گیا، یعنی علی ابن طالب اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما[۳۶]

حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا تفسیر قرآن کے سلسلے میں احتیاط کا یہ عالم ہے کہ اگرچہ تمام صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی صحبت یافتہ ہیں لیکن فہم قرآن پاک میں چند ہی ماہر نظر آتے ہیں اور باوجود یہ کہ ان میں ہر ایک عربی نژاد ہے لیکن ہر کوئی مفسر بننے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ جب کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو تاریخ شاہد ہے کہ عام صحابہ کی ایک کثیر تعداد ان چند اہم نفوس کی طرف ہی رجوع کرتی نظر آتی ہے۔ لیکن آج تو ہر کوئی اپنے آپ کو اتنا صاحب فضل و کمال سمجھتا ہے کہ نہ وہ صرف بزعم خود قرآن سمجھ لیتا ہے بلکہ وہ اپنے پیشرو اور خاص کر اوّلین مفسرین کی تفسیر و تاویل پر تنقید کرنے سے گریز نہیں کرتا۔

قرآن سمجھنے کے لیے متعدد شرائط میں سب سے اوّل بنیادی شرط مترجم یا مفسر کا عربی

---

۳۵ "التفسیر والمفسرون" ص ۸۴ جلد اوّل

۳۶ "تاریخ تفسیر و مفسرین"، ص ۸۴

زبان وادب پر کامل دسترس رکھنا ضروری ہے۔عربی زبان کی صرف اتنی استعداد کافی نہیں کہ کوئی شخص لغت کی مدد سے قرآن پاک کا اُردو یا کسی اور زبان میں ترجمہ کرلے۔صرف اتنی صلاحیت سے وہ شخص قرآن جیسی کتاب کی اجمالی مراد تو سمجھ سکتا ہے،یعنی ظاہری لفظوں کے معنی تو وہ جان لے گا لیکن قرآن مجید کے بلیغ اسلوب بیان سے اوّل تو ناواقف رہے گا اور دوسرے قرآن کی حقیقی مراد کو بھی نہیں پہنچ سکے گا۔فہم قرآن کے لیے صرف عربی لُغت ہی کافی نہیں،یہ تو اوّل بنیادی شرط ہے بلکہ ضروری یہ ہے کہ عربی زبان وادب سے بھرپور واقفیت رکھتا ہو اور عربی زبان پر اس طرح عبور رکھتا ہو کہ اس کو عربی کلام پڑھتے ہوئے وہی لذت وسرور حاصل ہو جو اس کو اپنی مادری زبان میں کوئی بہت اچھا شعر سُن کر یا بہت اچھی تحریر پڑھ کر حاصل ہوتا ہے،بول چال،لکھنے،پڑھنے میں ایک عربی نژاد شخص کی طرح روانی ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن کے ترجمے یا تفسیر کے لیے قلم اُٹھائے۔اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ ائمہ مفسرین پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی کاوشوں سے استفادہ کرے جنہوں نے اس سلسلے میں تمام بنیادی شرائط اور آداب کو ملحوظ رکھا ہے۔

اُردو زبان میں قرآن پاک کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں مگر ہر ترجمہ قرآن محفوظ نہیں اس کے باوجود جو کچھ تاریخ نے محفوظ رکھا،اس کو دیکھا جائے تو بھی ایک کثیر تعداد ہو جاتی ہے۔ترجمہ قرآن میں مترجم کے علم کی عکاسی ضرور ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ترجمہ میں اگر کوئی نقص موجود پایا گیا تو وہ دراصل مترجم کی اپنی فکر کا نتیجہ ہوگا اور یہ مترجم کو خود سوچنا چاہیے کہ اگر وہ خود کو اس قابل نہ سمجھتا ہو تو اس عمل سے پرہیز کرے۔اس لیے کہ اگر ترجمہ میں سہواً ہی غلطیاں رہ گئیں اور عام مسلمانوں نے اس کو صحیح جانتے ہوئے اس پر عمل کیا

تو پھر نسلاً بعد نسلٍ قیامت تک وہ غلط فکر قائم ہو جائے گی. جو ہو سکتا ہے عقیدہ ہی بن جائے
اس غلطی کی وجہ سے جو لوگ گمراہ ہوں گے ان کا وبال بھی اسی مترجم قرآن کے ذمّے رہے گا۔

اُردو زبان میں قرآن مجید کے مکمل ترجمے ایک سو سے زیادہ ہوئے ہیں۔ ان سب کا مطالعہ تو نہیں کیا جا سکا کہ اکثر تو ناپید ہیں، البتہ جو عوام میں مقبول ہیں اور آسانی کے ساتھ دستیاب ہیں ان کا مطالعہ کرنے کے بعد محسوس ہوا کہ بیشتر مترجمین نے کلام اللہ کی صحیح ترجمانی نہیں کی ہے اور اکثر حضرات سے غیر دانستہ لغزش سرزد ہوئی ہے جن کو اگلے ابواب میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

باب دوم

ترجمہ قرآن

تاریخ ترجمہ قرآن

قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا جو اہلِ عرب کی مادری زبان تھی تاکہ وہ اس کو آسانی سے سمجھ سکیں جس کو قرآن نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ (یوسف:۲)

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اُتارا تاکہ تم سمجھو۔[1]

ابتداء میں قرآن کی کسی دوسری زبان میں ترجمہ کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ خود صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں اور جب اسلام سرزمین عرب سے نکل کر دوسری اقوام و ممالک میں پہنچا تو پھر قرآن کے مطالب کی دوسری زبان میں شدت سے ضرورت محسوس ہونے لگی اور اس وقت قرآن کا فارسی، عبرانی، چینی، ہندی زبان میں وہاں آباد اصحاب ایمان کو سمجھانے کے لیے ترجمہ کیا جاتا ہوگا۔

امام سرخسی (المتوفی ۴۸۳ھ/۱۰۹۰ء) کی رائے کے مطابق[2] سب سے پہلے قرآن کا

---

[1] "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۳۲۴

[2] "مناھل العرفان فی علوم القرآن" ص ۵۱

ترجمہ فارسی زبان میں ہوا جو عجم کی مقبول زبان تھی اور یہ ترجمہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ المتوفی ۳۵ھ/۶۵۵ء[3] نے صرف سورہ فاتحہ کا کیا تھا۔ لیکن غالب گمان یہ ہے کہ قرآن پاک کا ترجمہ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جزوی طور پر یقیناً دوسری زبانوں میں ہوا ہوگا۔ خصوصاً اس وقت جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی خطوط دوسرے فرماں رواؤں کے پاس جاتے ہوں گے[4] اور یقیناً عجم کے لوگ عربی سے نابلد ہونے کی صورت میں اس کا ترجمہ وتشریح اپنی زبان میں سنتے ہوں گے۔ تاریخ نے اس کو محفوظ نہ رکھا لیکن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام لوگوں کے لیے رسول وبنی بن کر آئے تھے جس کا قرآن نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۔ (اعراف:۱۵۸)

ترجمہ: تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔[5]

اس لیے دوسروں تک اس مصحف کو ان کی اپنی زبان میں پہنچانا نہایت ضروری تھا، ورنہ پھر غیر عرب اسلام کے حقیقی مفہوم سے محروم رہ جاتے جس کے باعث امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تعلیم سے قطعاً محروم رہ جاتے اور جب تک عربی زبان نہ سیکھ لیتے اسلام سے بہرہ مند نہ ہو پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ کتب احادیث میں یہ کہیں ثابت نہیں کہ ترجمہ قرآن کو کسی دوسری زبان میں منتقل نہ کیا جائے۔ جبکہ دوسری طرف بکثرت احادیث تعلیم قرآن کی ترغیب پر مبنی ہم کو ملتی ہیں کہ قرآن پڑھو، سیکھو اور سکھاؤ۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے

عن عثمان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

۳ے "کرامات صحابہ" ص ۱۶۹

۴ے "رسول اکرم کی سیاسی زندگی" ص ۱۳۲

۵ے "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۲۴۵

خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ۔[6]

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔[7]

سب سے افضل عمل یہی ہے کہ قرآن پڑھا جائے اور پڑھایا جائے۔ یہ بات قطعی ناممکن ہے کہ ہر مسلمان عربی زبان کا ماہر ہو، لیکن ہر دور میں اور ہر جگہ مسلمانوں کا ایک گروہ ضرور عام مسلمانوں کو ان کی اپنی زبان میں قرآن و حدیث کی تعلیم دیتا ہے اور حدیث میں اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ قرآن کو ہر زبان والے کی طرف پہنچاؤ اور اس کو اس کی مادری زبان میں قرآن سکھاؤ، یعنی اس کے احکام بتاؤ۔ اسی اشارہ کی طرف مندرجہ ذیل حدیث شریف بھی مددگار ثابت ہو سکتی ہے جس کو امام بخاری (المتوفی ۲۵۵ھ/۸۶۹ء) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (المتوفی ۵۶ھ/۶۷۶ء) سے روایت کیا ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال کان اہل الکتاب یقرؤن التوراۃ بالعبرانیۃ ویفسرونھا بالعربیۃ لاھل الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم وقولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیکم الایۃ۔[8]

---

[6] (الف) امام مسلم بن الحجاج القشیری "صحیح مسلم" جلد دوم ص ۵۸۲

(ب) امام داؤد سلیمان بن اشعث سنن ابوداؤد جلد اول ص ۵۲۸

[7] "ترجمہ ابوداؤد شریف" ص ۵۲۸

[8] "الجامع الصحیح المختصر" جلد دوم ص ۵۵۱

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل کتاب توریت کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور اس کی تفسیر مسلمانوں سے عربی زبان میں بیان کرتے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ اہل کتاب کی تصدیق نہ کرو اور نہ تکذیب بلکہ کہہ دیا کرو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا اور جو تمہاری طرف نازل ہوا۔[9]

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ یہود توراۃ کا ترجمہ عربی زبان میں کر کے مسلمانوں کو سناتے تھے۔ اگرچہ تورات بھی آسمانی کتاب ہے لیکن عرب کیونکہ اس کے اصلی اور حقیقی متن اور زبان سے واقف نہ تھے اس لیے منع کیا گیا کہ نہ اس کی تکذیب کرو، کیونکہ جس متن کا ترجمہ بتایا جا رہا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ہی قول ہو اور نہ اس کی تصدیق کرو کہ کیا معلوم انہوں نے کن الفاظ کو حذف کر دیا ہو اور کس عبارت میں کیا کچھ اضافہ کیا ہو۔ اس لیے عام صحابہ کو یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ تم ادھر کان نہ دھرو بلکہ جو کچھ تم کو قرآن سے تعلیم دی جا رہی ہے اس کو بغور سنو اور اسی پر عمل کرو۔ یہاں اصلاً ترجمہ سے منع نہیں کیا گیا۔ جب کہ تورات کا دوسری زبان میں ترجمہ جائز ہے تو پھر قرآن کا بھی دوسری زبانوں میں ترجمہ جائز ہو گا۔ اگرچہ ترجمہ ہرگز اصل قرآن نہ ہو گا کیونکہ لفظ کے مرادی معنی اللہ اور رسول ہی جانتا ہے جبکہ مترجم ظاہری لفظ کا ترجمہ کرتا ہے، کیونکہ ترجمۂ قرآن کسی بھی زبان میں آسان کام نہیں۔ البتہ تلاوت کے اعتبار سے اس کو آسان بنا دیا۔ چنانچہ ارشاد قدسی ہے:

فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ… ۝ (المریم: ۹۷)

ترجمہ: تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں یونہی آسان فرما دیا۔[10]

---

[9] "صحیح بخاری شریف" (اردو ترجمہ) جلد سوم ص ۸۲۵

[10] "کنز الایمان ترجمۃ القرآن" ص ۴۴۱

اس آیت کریمہ کا اکثر مترجمین نے یہی ترجمہ کیا ہے اور سب ہی نے حرف "ب" کو جو کہ علیٰ کے معنی دیتا ہے "فی" کے معنی میں استعمال کیا ہے اور یہ اکثر عربی قواعد میں ہوتا ہے۔ مثلاً سورۃ بقرہ کی ۱۸۴، اور ۱۸۵ آیت میں (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ ۱۸۴) تو تم میں سے جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو۔[11] یہاں بھی علیٰ بمعنی فی لئے گئے ہیں ورنہ لغوی اعتبار سے ترجمہ سفر پر کیا جائے گا جس سے اُردو زبان کی سلاست متاثر ہو گی۔ عام عربی قواعد جاننے والے سمجھتے ہیں کہ کب "علیٰ" "بمعنی" "فی" لیا جائے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ "علیٰ" "بمعنی" "فی" "مراد لیے جاتے ہیں تو پھر آیت کا مطلب یہ ہوا کہ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے اس قرآن کے ہر ہر لفظ اور حرف کو آپ کی زبان میں اُتار کر آسان کر دیا اور اگر اس کے معنی یہ مراد لیے جائیں کہ آپ کی زبان پر آسان کر دیا تو اس طرح قرآن کے معنی و مفہوم مشکل ہو جاتے ہیں کہ اب سوائے زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ قرآن کسی کے لیے بھی آسان نہ ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد جتنے مسائل پیدا ہوتے، ان کا حل ناممکن تھا، کیونکہ قرآن زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آسان تھا اور اس طرح قرآن پاک کا مفہوم غیر عرب سمجھنے سے قاصر رہتے بلکہ خود عرب بھی اس کے محتاج ہوتے، لیکن یہاں معنی یہی ہیں کہ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جو زبان آپ بولتے ہیں اس زبان میں ہم نے قرآن آسان کر دیا تاکہ آپ کے لیے اور آپ کے بتانے سے دوسرے مسلمانوں کے لیے یہ آسان ہو جائے اور جو کوئی علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ عربی زبان پر عبور حاصل کرے اس کے لیے بھی آسان ہو جائے تاکہ وہ بعد میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل تلاش کر سکے۔

قرآن پاک کے تبلیغی مشن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے ورثہ یعنی

---

[11] "کنزالایمان ترجمۃ القرآن" ص ۴۱-۴۲

علماء اُمت نے سنبھالا۔ قرآن کا پیغام جو تمام عالم کے لیے ہے جس میں ایک دو نہیں ہزاروں بولیاں اور سینکڑوں زبانیں بولی سمجھی جاتی ہیں اور ان سب لوگوں تک "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کا پیغام علماء اُمت نے ان کی اپنی اپنی مادری زبان میں پہنچایا، ورنہ وہ اسلام کی تعلیم سے محروم رہتے۔ بایں صورت قرآن کا ہر دوسری زبان میں ترجمہ ضروری ہوگیا کیونکہ دین کی تعلیمات کسی ایک طبقہ، قوم، ذات کے لیے مخصوص نہیں بلکہ ہر نسل اور ہر ایک زبان بولنے والوں کا حق ہے۔

ائمہ اسلام نے قرآن کے ترجمہ کو جائز رکھا اور دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کی تائید بھی کی، مگر اختلاف صرف اس میں رکھا کہ آیا ترجمہ قرآن اپنی اپنی مادری زبان میں نماز کے اندر بوقت ضرورت پڑھنا جائز ہے یا ناجائز، اس سلسلے میں چاروں ائمہ کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ (المتوفی ۱۵۰ھ/۷۶۷ء) اور صاحبین یعنی امام یوسف (المتوفی ۱۸۲ھ/۷۹۸ء) اور امام محمد (المتوفی ۱۸۹ھ/۸۰۴ء)[۱۲] نے شاید کسی مصلحت کے پیش نظر اور تعلیمات قرآنی عام کرنے کی خاطر نماز میں ترجمہ قرآن کی تلاوت کو اس وقت تک جائز رکھا جب تک وہ عربی زبان نہ سیکھ لے، تاکہ نومسلم جو اس وقت اسلام قبول کر رہے تھے وہ نماز جیسی عبادت سے محروم نہ رہیں اور زبان عبادت میں رکاوٹ نہ بنے۔

"وقد اجاز الامام ابوحنیفہ فی البدایۃ قرأۃ الترجمۃ فی الصلاۃ، وکان تلمیذہ الامام محمد والامام ابویوسف متفقین فی الرای علی ان یقرأ المسلم الترجمۃ فی الصلاۃ مالم یعرف العربیۃ[۱۳]

---

[۱۲] "تاریخ فقہ اسلامی" ص ۳۰۲ - ۳۰۴

[۱۳] (الف) "میزان الشعرانی" (اردو ترجمہ مولوی محمد حیات سنبھلی) جلد اول ص ۳۷۰
(ب) "کتاب الاصل" ... "المبسوط" جلد اول ص ۳۶ [illegible]

لیکن بعد میں اپنے فتوے سے رجوع اس لیے کرلیا کہ کہیں نو مسلم آسانی کی خاطر قرآن کے اصل متن سے دُور نہ ہو جائیں اور صرف ترجمہ پڑھ لینا کافی نہ سمجھنے لگیں۔

"وقد ذکرت بعض المصادر ان الامام ابو حنیفہ رجع عن رأیہ هذا فیما بعد"[۱۴]

لیکن نماز کے علاوہ اس کا ترجمہ پڑھنا دوسری زبانوں میں جائز رکھا اور نماز میں عربی زبان سیکھنے تک بس دُعا کو جائز رکھا۔

"وروی ان القدر الذی سمع بقراته انما ینحصر فی الدعا"[۱۵]

بعض شوافع حضرات نے نماز میں قرآن کی تلاوت کسی بھی دوسری زبان میں قطعاً ممنوع قرار دی۔

"ویمیل بعض علمأ الشافعیة الی عدم اجانة قرأة القرآن فی الصلاة بغیر العربیة"[۱۶]

مگر امام شافعی (المتوفی ۲۰۴ھ/ ۸۲۰ء) نے جو فتویٰ دیا اس کے تحت اس شخص کو تو اجازت حاصل ہو سکتی ہے جو عربی قطعی نہ جانتا ہو، مگر ابو اسحاق الشیرازی (المتوفی ۴۷۶ھ/ ۱۰۸۳ء) نے اس کو بھی قطعی ممنوع قرار دیا۔

"ویری الامام الشافعی نفسه الصلاة فی حالة قراة القرآن بغیر العربیة لمن یعرفونها"[۱۷]

---

[۱۴] "الھدایۃ شرح البدایۃ" جلد اوّل ص

[۱۵] "المعجزة الکبریٰ" ص ۵۱۹

[۱۶] "المجموع شرح المہذب" ص ۳۴۴

[۱۷] "کتاب الام" جلد اوّل ص ۲

"امام ابواسحاق ابراھیم بن علی بن یوسف
الشیرازی فیقول بعدم جواز قراۃ القران فی الصلاۃ
بلسان غیر العربیۃ"[18]

مالکی حضرات اور حنبلی حضرات کے نزدیک نماز میں ترجمہ قرآن کا پڑھنا ممنوع ہے
مگر ابن حزم الظاہری (المتوفی ۵۶۷/۱۰۶۴ء) نے اگرچہ نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور
آیت کا ترجمہ پڑھنا حرام قرار دیا ہے مگر اس مسلمان کو وقتی اجازت دی ہے جو مسلمان
ہونے کے بعد عربی سے واقف نہ ہو نماز میں ترجمہ پڑھ سکتا ہے

"وقد قال علماء المالکیۃ ھم لا اخرون بعدم جواز
قرأۃ الترجمۃ فی الصلاۃ"[19]

"وذھب الحنابلۃ نفس المذھب"[20]

"ولم یقبل ابن حزم الظاھری بقرأۃ الترجمۃ فی
الصلاۃ بحال الا قول بجواز ان یقرأ من لا یعرفون
القرآن بالعربیۃ وعبادات ذکر اللہ بلغاتھم
وفی رأیہ ان ترجمۃ الفاتحہ او سورۃ اخری القرآن
وقرأتھا فی الصلاۃ حرام"[21]

امام حسن بن احمد علی الشرنبلالی (المتوفی ۱۰۶۹ء/۱۶۵۹ء) نے قرآن کو فارسی خط

---

[18] "المھذب فی فقہ مذھب الامام الشافعی" جلد اوّل ص ۷۳

[19] "حاشیہ علی شرح اقرب المسالک" جلد اوّل ص ۲۲۷

[20] "المغنی" جلد اوّل ص ۳۶۲

[21] "المحلی" جلد ۳ ص ۳۲۸

میں لکھنے کو تو حرام قرار دیا مگر اس کے معنی فارسی میں پیش کرنے کی اجازت دی اور ان کے نزدیک نماز میں جو شخص عربی نہ جانتا ہو وہ بغیر تلاوت قرآن کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

"وکتب الشرنبلالی رسالۃ حول کتابۃ القرآن بالفارسیہ وقراٗتہ بھا خلاصتھا إن کتابۃ القرآن بالفارسیۃ حرام وانہ لا یجوز إلا کتابۃ تفسیر وترجمۃ کل حرف مع العربیۃ، وإنہ یصح لمن لا یعرفون العربیۃ أن یصلوا بغیر قراءۃ" [۲۲]

ائمہ کرام کی آراء کی روشنی میں یہ بات واضح طور سے سامنے آئی کہ نماز میں قرآن کی تلاوت کسی اور زبان میں جائز نہیں سوائے چند بہت ہی غیر معمولی نوعیت کے وجوہ سے وہ بھی کچھ عرصے کے لیے مگر سوائے نماز کے، وہ ہر زبان میں قرآن کے معنی و مطالب پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ وہ معنی قرآن سے قریب تر ہوں۔

امام زمخشری (المتوفی ۵۳۹ھ/۱۱۴۴ء) سورۃ ابراہیم کی چوتھی آیت شریفہ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۚ (ابراہیم ۴)

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایک فیصلہ اس بحث کے سلسلے میں رقم کیا کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نوع انسان کی ہدایت کے لیے تشریف لائے ہیں مگر اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ قرآن تمام انسانوں کی اپنی اپنی زبانوں میں نازل کیا جائے کیونکہ ترجمہ کے ذریعہ اس آیت کے معانی کو دوسروں تک پہنچایا جا سکتا ہے۔

"وقد ذکر الزمخشری وھو یفسر الایۃ الکریمۃ (وما ارسلنا من رسول...) (ابراھیم) إن النبی ارسل الی

---

[۲۲] "النفحۃ القدسیہ فی احکام قراءۃ القرآن" ص ۱۵۶

کافۃ البشر و فی ھذہ الحالۃ فھو یجیب علی مسالۃ
تبلیغ الدعوۃ الی من لا یعرفون العربیۃ فیقول لاحاجۃ
لنزول القرآن بکافۃ اللغات، و تبلیغۃ الی الناس یمکن ان
یکون بطریقہ الترجمۃ" [۲۳]

اسی آیت کی تفسیر امام قرطبی (المتوفی ۶۶۸ھ/۱۲۶۹ء) یوں فرماتے ہیں کہ اسلام کی دعوت ترجمہ ہی کے ذریعہ اتمام پذیر ہو سکتی ہے۔

"و یشیر القرطبی عند تفسیرہ لنفس الایۃ الی أنہ یمکن
تبلیغ الدعوۃ بواسطۃ الترجمۃ" [۲۴]

ابو اسحاق کا قول اس سلسلے میں ملاحظہ کیجئے:

"و یتفق کافۃ العلماء علی أنہ لا یجوز استنباط الاحکام
من الترجمۃ" [۲۵]

تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ ترجمہ اگرچہ جائز ہے مگر ترجمہ دلیل قطعی نہ ہوگا یعنی شرعی معاملات اس ترجمہ پر منحصر نہ ہوں گے بلکہ اس کے لیے فقیہہ کو اصل متن ہی سے استنباط کرنا ہوگا۔ کیونکہ قرآن پاک کے ہر ہر لفظ میں جو معنوی گہرائی ہے اس کو ترجمہ میں نہیں ڈھالا جا سکتا۔ اس أمر کو وہ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں، جنہیں اس بات کا تجربہ ہے کہ قرآن جیسی کتاب کا ترجمہ اس کی مراد کو پیش نہیں کر سکتا۔ البتہ اصل روح کے قریب تر ہو سکتا ہے اور یہ عام آدمی کو سمجھانے کے لیے کافی ہے مگر اس ترجمہ سے شرعی احکام

---

۲۳ "تفسیر الکشاف" جلد ۳، ص

۲۴ "الجامع البیان فی احکام القرآن" جلد ۹، ص ۳۴۰

۲۵ "الموافقات فی اصول الاحکام" جلد اوّل، ص ۱۷

استنباط کرنے میں غلطی کا احتمال بڑھ جاتا ہے اور حسنِ اتفاق سے یہ عمل کثرت سے جاری ہے
مولانا نعیم الدین مراد آبادی بھی سورۃ ابراہیم کی اسی آیت کے ضمن میں عام لوگوں تک اس
کی رسائی کو ترجمے کے ذریعے ہی آسان سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حاشیہ میں رقمطراز ہیں

"کہ جب اس نبی کی قوم اپنی زبان میں اچھی طرح سمجھ لے تو دوسری قوموں
کو ترجمے کے ذریعے وہ احکام پہنچا دیئے جائیں۔"[٢٦]

پس ترجمہ قرآن کا اصل مقصد یہی سامنے آیا کہ عام عجمی کو اس کی اپنی زبان میں اس کے اپنے اسلوب میں قرآنی رموز بتائے جائیں تاکہ وہ خدا کی ذات میں فکر کرنے کی بجائے اس کی نشانیوں میں فکر کرے جو بندگی کے لیے نہایت ضروری ہے، اس طرح وہ قرآن کے ظاہری معنی کے ساتھ ساتھ کسی حد تک اس کے باطنی معنوں سے بھی آگاہ ہو سکے گا اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ قاری کی اپنی زبان میں سادہ اور سلیس ترجمۂ قرآن موجود ہو، غالباً اسی عظیم مقصد کے پیشِ نظر قرآن پاک کے اب تک دُنیا کی ٦٥ مختلف زبانوں میں سینکڑوں مکمل تراجم کیے جا چکے ہیں۔[٢٧] جو خاص کر پچھلی چار صدیوں میں نمایاں طور سے سامنے آئے ہیں اور طبع ہوتے رہے ہیں۔ نامکمل مطبوعہ تراجم کی بھی ایک بڑی تعداد موجود ہے جبکہ کثیر غیر مطبوعہ تراجم اس کے علاوہ ہیں۔

سب سے زیادہ جس زبان میں تراجم قرآن، مکمل طور پر ہوئے ہیں وہ اُردو اور انگریزی زبانیں ہیں۔ اُردو زبان کی تاریخ اگرچہ کئی صدیوں پر محیط ہے اور مختلف زمانوں اور علاقوں میں یہ جُدا جُدا ناموں سے پہچانی جاتی رہی[٢٨] مگر انگریزی زبان سے بہت بعد میں یہ وجود

٢٦۔ "تفسیر خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" ص ٤٠٨

٢٧۔ Ekmeleddin Ihsan Oglu (editor) "World Bibliography of Translation of the Meanings of The Holy Quran" Page L. Istanbul R.C.I.H. Art & Culture, Turkey.

٢٨۔ "اُردو زبان کے مختلف نام اور اُن کی تاریخ" نوائے ادب، حصہ اوّل۔

میں آئی۔ اردو میں تقریباً سو سے کچھ زیادہ مکمل طور پر قرآن کے ترجمے ہوئے ہیں اور بیشتر طبع بھی ہو چکے ہیں۔ جبکہ انگریزی زبان کی ترجمہ کی تعداد ۴۵ کے لگ بھگ ہے۔

اس کے علاوہ وہ زبانیں جن میں قرآن پاک کے تراجم ہو چکے ہیں ان کی تعداد کچھ یوں ہے: فارسی میں ۱۰۷ اور ترکی میں ۱۰۷ تراجم موجود ہیں۔ اس کے بعد ۱۰ سے زیادہ اور ۱۰۰ سے کم تعداد میں جن زبانوں میں قرآن کا ترجمہ ہوا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

فرنچ (۴۲)، فارسی (۲۰)، ترکی (۱۴) قابلِ ذکر ہیں اس کے علاوہ وہ زبانیں جن میں ۱۰ سے کم ترجمے ہوئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

جرمنی، بنگلہ، انڈونیشی، ہسپانوی، ڈچ، سندھی، اطالوی، روسی، پنجابی، پشتو، ملائی، چینی، تامل، سربوکروشین اور گجراتی، یونانی، جاپانی، پرتگالی، ہندی، ڈینش، لاطینی، سواحیلی، سویڈش، ٹیلگو، یوروبا، ہربیو، چیک، ملاوک، آرمینین، فی نش، تھائی، سنسکرت، مراٹھی، کردش، کشمیری، ہنگیرین، افریقین، ام فیرک، ایس پرنٹو۔

اور جن زبانوں میں صرف ایک ہی ترجمہ اب تک سامنے آیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے آسامی، بلوچی، بروہی، بوگی نیزی، بلغارین، برمی، البانی، کیردی، جاوانیزی، کنا ریز، کورین، لوگانڈا، مکاسر، ملائم، نوردیگین، پولش، رومانین، سن ہالیز، سوڈانیز[۲۹]

اب تاریخی طور پر یہ جائزہ لیا جائے گا کہ کون سا ترجمہ کب اور کہاں کیا گیا اور کس طرح ترجمہ قرآن کا مختلف زبانوں میں آغاز ہوا۔ اس بات پر تمام محققین متفق ہیں کہ ترجمہ قرآن ہر مترجم نے صرف اس ایک ہی مقصد کے لیے کیا کہ اسلام کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ قرآن کے معنی اور مفہوم کو وہاں کی مقامی زبان میں

۲۹۔ Ekmeleddin Jhsan Oglu (editor) 1986. "World Bibliography of Translation of the Meanings of The Holy Quran" P. (XLVII – L) Istanbul Research Centre Islamic History, Art and Culture. Turkey.

ترجمہ تشریح یا تفسیر کے ذریعہ پہنچایا جائے۔ چند ابتدائی تراجم قرآن کے سلسلے میں ڈاکٹر حمید اللہ رقمطراز ہیں:

"حجاج بن یوسف کے زمانے میں غیر مسلموں نے سوریانی زبان میں پہلی صدی ہجری کے بقیہ نصف حصے میں قرآن پاک کے ترجمے کیے تھے اور اس بات کی بھی قوی امید ہے کہ بربری زبان میں کیا ہو (۱۲۷ھ) کا ترجمہ قرآن بھی موجود رہا ہو۔ ۲۵۵ ہجری سے قبل اس زمانے میں فارسی زبان کا ترجمہ بھی موجود تھا جو موسیٰ بن سیار الاسوری نے کیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ ہندی زبان کا ترجمہ جو ۲۷۰ھ میں ہوا تھا وہ بھی موجود رہا ہو۔"[30]

آرنلڈ کے قول کے مطابق[31] پہلی صدی ہجری میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ چینی زبان میں بھی ترجمۂ قرآن ضرور موجود رہا ہو۔ کیونکہ چینی ماہر کے قول کے مطابق ۷۴۲ء-۷۱۳ء کے عرصے میں مسلمان تجارت کے لیے مسلسل چین میں آتے رہے ہیں اور وہ یقیناً اپنے ساتھ آسمانی کتاب ضرور لائے ہوں گے اور اس پر عمل کرتے ہوئے اس قرآن کی چینی زبان میں تبلیغ کی ہوگی۔ اس لیے ضروری ہے کہ قرآن کا مکمل یا جزوی ترجمہ چینی زبان میں پہلی صدی ہجری ہی میں ہو گیا ہو۔

فارسی زبان میں ترجمہ قرآن سلطان ابو صالح منصور بن نوح بن نصر احمد بن اسمعیل ــــ (۳۴۸-۳۶۴ھ/۹۶۱-۹۷۶ء) نے اپنے عہد حکومت میں ابن جریر طبری کی تفسیر "جامع البیان فی تفسیر القرآن" کا ترجمہ مختصراً فارسی ترجمہ کے ساتھ کر دیا تھا اور یہ فارسی زبان میں پہلا ترجمۂ قرآن ہے جو لفظی تھا اور اس بات کا اس میں اہتمام نہیں کیا گیا کہ فارسی ادب کی رُو سے

۳۰۔ Hamidullah M., 1980. "Le Saint Quran - Traduction Intégrale et Notes" 10th edition P. LII - LIII Beruit.

۳۱۔ Arnold T.W. 1968. "The Preaching of Islam" Lahore.

صحیح ہے یا غلط، بس لفظ کے نیچے لفظ کا ترجمہ لکھ دیا گیا تھا۔ پھر یہی فارسی ترجمہ بعد کے مترجمین کے لیے سنگ میل بنا رہا اور سب نے اس کو اپنا ماخذ بنایا۔[۳۲]

ترکی زبان کا پہلا ترجمہ پروفیسر محمد فواد کوپرنو (م ۱۹۶۶ء)[۳۳] اور پروفیسر عبدالقادر انیان (المتوفی ۱۹۷۶ء)[۳۴] کی تحقیق کے مطابق پانچویں صدی ہجری میں ہوا تھا، لیکن یہ نسخہ ناپید ہے البتہ مشرقی ترکی زبان میں (۷۳۴ھ/۱۳۳۲ء) کیا ہوا ترجمہ آج بھی موجود ہے۔ یہ ترجمہ فارسی سے ترکی زبان میں منتقل کیا گیا تھا اور یہی ترکی زبان کا قدیم ترین ترجمہ شمار ہوتا ہے۔

ترکی زبان میں پہلی طبع ہونے والی تفسیر قرآن "تفسیر التبیان" ہے جو (۱۸۴۲ء) میں قاہرہ سے شائع ہوئی جبکہ بیسویں صدی میں کئی تراجم ترکی زبان میں ہوئے ہیں۔[۳۵]

بنگالی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ ایک برہمن گارش چندرہ سن نے (۱۸۸۱-۱۸۸۶ء) کے دوران مکمل کیا تھا۔[۳۶]

ہندی زبان کا قدیم ترین ترجمہ اور پاک و ہند میں پہلا ترجمہ قرآن پنجاب و کشمیر کے راجہ مہ رُخ نے کروایا تھا۔ راجہ نے سندھ کے مسلم فرماں روا عبداللہ ابن عمر کے ذریعہ عراقی عالم کی خدمات حاصل کی تھیں جنہوں نے (۲۷۰ھ/۸۸۳ء) میں سورہ یٰسین تک ترجمہ کیا۔[۳۷]

ہندی زبان میں پہلا مکمل ترجمہ قرآن ایک پادری ڈاکٹر احمد شاہ مسیحی نے ۱۹۱۵ء میں

۳۲۔ "ترجمہ تفسیر طبری بزبان فارسی" جلد اوّل، ص ۵

۳۳۔ Koprulu, M.F. "Turk Edebiyut Torikhi" P_129 Istanbul Turkey.

۳۴۔ Inan Abdul Qadir, "Kuran-i-Kerim in Turkey" P.8 Ankara, Turkey

۳۵۔ Hamidullah M., 1965. "Kuran-i-Kerim" Istanbul Turkey

۳۶۔ Mofakhkhar H. 1982. "A history of Bengali Translation of Quran" P. 123-136

۳۷۔ "کتاب عجائب الہند" ص ۲-۳

کیا تھا جو بغیر متن کے شائع ہوا۔[۳۸]

سندھی زبان میں بھی قدیم ترین ترجمہ (۲۷۰ھ/۸۸۲) کا ہی کہا جاتا ہے کہ یہ کسی عرب نے کیا تھا۔ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ وہی ترجمہ ہو جو کشمیر کے راجہ نے عراقی عالم سے کروایا تھا لیکن یہ ترجمہ اب ناپید ہے۔ البتہ اخوند عزیز اللہ مٹیاری کا سندھی زبان کا ترجمہ قرآن ۱۸۷۰ء میں گجرات سے شائع ہوا تھا۔[۳۹]

پشتو زبان کا پہلا ترجمہ مولانا صوفی مراد علی نے کیا تھا۔ ساتھ میں تفسیر بھی ہے۔ یہ نسخہ ۱۹۰۶ء میں لاہور سے شائع ہوا۔[۴۰]

پنجابی زبان میں کئی ترجمے ہوئے مگر حافظ مبارک اللہ کا ترجمہ جو انہوں نے ۱۸۷۰ء میں مکمل کیا، شاہ ولی اللہ کے ترجمہ فتوح الرحمٰن کے ساتھ ۱۹۰۳ء میں لاہور سے شائع ہوا۔[۴۱]

ملائی زبان میں پہلا ترجمۂ قرآن عبدالرؤف الفانسوری نے کیا جو ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔[۴۲]

انڈونیشین زبان جو ملایا زبان کی نئی شکل ہے اسی میں پہلا ترجمہ عبدالمراد نے کیا تھا جو ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا۔[۴۳]

قدیم چینی زبان کا سب سے پہلا ترجمہ (Malian Yuan) نے کیا تھا، جو کومنگ (Kumming) سے ۱۸۸۸ء میں شائع ہوا جبکہ جدید چینی زبان میں (Li Tiez-

---

۳۸۔ سیارہ ڈائجسٹ "قرآن مجید کے ہندی تراجم" قرآن نمبر جلد نمبر ۱۴، شمارہ ۴، ص ۱۹۹

۳۹۔ "سندھی زبان میں قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر" سیارہ ڈائجسٹ، جلد ۱۴، شمارہ ۴، ص ۹۵ء

۴۰۔ "پشتو ادب میں تفاسیر کا تذکرہ" " " " " ص ۱۸۷

۴۱۔ "پنجابی میں قرآن کے مطبوعہ تراجم" " " " " ص ۳۵۷

۴۲۔ Ekmeleddin Ihsan Oglu 1986 'World Bibliography of Translation of the Meaning of the Holy Quran' Page-(xxxii) - Turkey

۴۳۔ Ibid. P. xxxii

(Kamoto-G نے ۱۹۲۷ء میں ایک جاپانی زبان کے ترجمہ قرآن سے ترجمہ کیا -Heng.)
(Ken'ichi نے (Rod well) کے انگریزی ترجمہ سے نقل کیا تھا۔ [۴۴]

جاپانی زبان میں سب سے پہلے ۱۹۲۰ء میں ایک بدھسٹ (Ken Lchi Sakam-
oto) نے انگریزی ترجمہ سے جاپانی زبان میں منتقل کیا اور ۱۹۲۹ء میں دوبارہ (Kurano
Kyo) کے نام سے شائع ہوا۔ [۴۵]

لاطینی زبان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یورپ میں بولی جانے والی مختلف زبانوں میں
سب سے پہلے اس زبان میں قرآن کا ترجمہ ہوا جو (Robertus Kelensis) نے
۱۱۴۳ء میں مکمل کر لیا تھا مگر ۱۵۴۳ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ [۴۶]

اسپینی زبان میں سب سے پہلے (Abraham Toledo) نے ۱۷ سورتوں
کا ترجمہ کیا تھا مگر اسپینی زبان میں مکمل ترجمہ ۱۸۴۴ء میں میڈرڈ سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ
(De Jose Garber de Robles) نے کیا تھا۔ [۴۷]

افریقی زبان میں پہلا ترجمہ ایک سواحیلی زبان میں ہوا، جس کو ۱۹۲۳ء میں ——
(GOD Frey Dale) نے کیا تھا جبکہ یوربا زبان کا پہلا ترجمہ (M.S. Cole)
نے ۱۹۰۶ء میں لاگوس میں کیا۔ [۴۸]

اطالوی زبان میں سب سے پہلے (Andrea Arrivabene) نے ترجمہ

۴۴۔ Yiijn Jin, 1982. "The Quran in China" Vol. 17 P. 95-101 Leiden

۴۵۔ Saitoh, Abdul Karim, 1979. "The historical Journey of Islam Eastword and The Muslim Community in Japan today" Vol. 1 P-102-110 Saudi Arabia

۴۶۔ Blachere R. 1959. "Introduction to Curan" P-264 Paris, France.

۴۷۔ Ekemeleddin I.O. 1986. Worldbibliography of Translation of the Meanings of The Holy Quran" P-XXXIV Turkey.

۴۸۔ Ibd. P-XXXIV

کیا جو ۱۵۴۷ء میں شائع ہوا۔ اسی ترجمہ کو (solomon schweigger) نے جرمن زبان میں منتقل کیا جو ۱۶۱۶ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد یہ جرمنی زبان کا ترجمہ ڈچ زبان کے لیے ماخذ بنا چنانچہ ڈچ زبان کا ترجمہ ہمبرگ سے ۱۶۴۱ء میں شائع ہوا۔[۴۹]

فرنچ زبان میں (Andre du Ryer) نے براہ راست قرآن سے ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ قرآن (Alcoran de Mahumet) کے نام سے پیرس میں ۱۶۴۷ء میں شائع ہوا۔[۵۰]

انگریزی زبان کا پہلا ترجمہ (ALexander Rose) کا بتایا جاتا ہے جو فرنچ ترجمہ کو بنیاد بنا کر کیا گیا تھا۔ یہ (Andre du Reyer) نے فرنچ زبان میں کیا تھا۔ یہ ترجمہ ۱۶۴۸ء میں لندن سے شائع ہوا تھا۔[۵۱]

کورین زبان کا ترجمہ قرآن ۱۹۷۱ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا جو (Young sun Kim) نے کیا تھا۔[۵۲]

گجراتی زبان کا ترجمہ قرآن عبدالقادر بن لقمان کا بتایا جاتا ہے جو ۱۸۷۹ء میں بمبئی سے شائع ہوا۔ کشمیری زبان میں ایک نامکمل ترجمہ محمد یحییٰ شاہ کا ہے جو ۱۸۸۷ء میں کیا گیا۔[۵۳]

اُردو زبان میں ترجمہ قرآن کا تاریخی جائزہ تفصیل کے ساتھ اگلے باب میں لیا جائے گا۔ یہاں صرف ضمناً اوّلیں ترجمہ قرآن کے متعلق ذکر کیا جا رہا ہے کہ تاریخی اعتبار سے شاہ

۴۹۔ Ibd. P XXXV

۵۰۔ Ibd P. XXXVI

۵۱۔ Ibd P XXXVI

۵۲۔ Ibd P XXXVII

۵۳۔ Ibd P XXXVIII

رفیع الدین کے ترجمہ قرآن کو محققین حضرات کے نزدیک اوّلیت حاصل ہے جبکہ بعض کے نزدیک شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمۂ قرآن شرف اوّلیت حاصل ہے۔ دونوں تراجم ۱۲ ویں صدی کے پہلے عشرہ یعنی ۱۲۰۱ اور ۱۲۰۴ ہجری میں بالترتیب مکمل کیے گئے تھے اور پھر اس کے بعد ایک طویل سلسلہ ترجمہ قرآن کا شروع ہو گیا جو آج تک جاری وساری ہے ان دو صدیوں میں ایک سو سے زیادہ مکمل تراجم قرآن اُردو زبان میں منتقل کیے گئے ہیں جُزوی تراجم کی تعداد کا تعین تو ممکن ہی نہیں البتہ تاریخی اعتبار سے ان کی تعداد بھی سینکڑوں سے کم نہیں۔

فن ترجمہ اور اس کے بُنیادی اُصول

ترجمہ قرآن کی تفصیلی بحث سے قبل ضروری ہے کہ فن ترجمہ کے بنیادی اصول اور اس کے مفہوم کی وضاحت کی جائے۔ یہ بحث قرآن کے تراجم کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ ساتھ ہی ساتھ مترجم قرآن کے لیے جن قوانین کی پابندی ناگزیر ہے اس کا بھی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔ اس بحث کے بعد اس بات کا اندازہ لگانا آسان ہو گا کہ آئندہ صفحات میں جن مترجمین قرآن کا ذکر ہو گا انہوں نے ترجمہ قرآن کا کس حد تک حق ادا کیا ہے، کیونکہ تراجم قرآن کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ زیادہ تر مترجمین قرآن صرف الفاظ کے تقدم تاخر کی بنیاد پر مترجمین کی صف میں شامل ہو گئے ہیں، اس لیے ان کا ترجمہ قرآن کسی انفرادیت کا حامل نہ ہو سکا، نہ ہی وہ کوئی اپنا اسلوب بیان اپنے ترجمہ میں اُجاگر کر سکے، مثلاً مولوی۔ محمود الحسن دیوبندی کے ترجمہ قرآن کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معدودے چند مقامات کے علاوہ مکمل ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی ہی کا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اوّلاً ترجمہ کے فن اور اصول کا جائزہ لیا جائے۔

لفظ ترجمہ

ترجمہ عربی زبان کا لفظ ہے جو ایک اسم مذکر ہے۔ لغت عربی میں ترجمہ کا لفظ دو معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کو ڈاکٹر ذہبی نے اپنی کتاب میں اس طرح بیان کیا ہے۔

الاول: "نقل الکلام من لغة إلی أخری بدون بیان لمعنی أ لاصل المترجم، وذلك کوضع ردیف مکان ردیف من لغة واحدة"

الثانی: "تفسیر الکلام و بیان معناه بلغة أخری"[۵۴]

ترجمہ: کسی کلام کو ایک سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں بجز اس کے کہ جس کلام کا ترجمہ کیا گیا ہو اس کے معانی کی وضاحت کی جائے مثلاً جیسے ایک ہی زبان کے ردیف کو بدل کر اس کی جگہ اسی زبان کا دوسرا ردیف استعمال کیا جائے

(۲) ترجمہ کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ ایک زبان کا مطلب دوسری زبان میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے۔

اس سلسلے میں صاحب تاج العروس رقمطراز ہیں

"والترجمان المفسر للسان، وقد ترجمه و ترجم عنه إذا فسر کلامه بلسان أخری: قال الجوهری، وقیل نقله من لغة إلی لغة أخری"[۵۵]

ترجمہ: کسی زبان کی تشریح و توضیح کرنے والے کو "ترجمان" کہتے ہیں جبکہ ایک زبان کے کلام کو دوسری زبان میں تبدیل کرنے کا نام ترجمہ ہے۔ امام جوہری کا قول ہے کہ کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں نقل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں۔

---

۵۴ "التفسیر والمفسرون" جلد اول، ص ۲۳

۵۵ "تاج العروس من جواہر القاموس" الجزء الثامن، ص ۲۱۱

مولوی عبدالحفیظ بلیاوی نے ترجمہ کے معنی "ترجمہ کرنا" کسی کے معاملے کو واضح کرنا کیے ہیں۔[56] فرہنگ آصفیہ[57] نے بھی قریب قریب یہی معنی بیان کیے ہیں۔

فیروز اللغات میں لفظ "ترجمہ" کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں؛

"ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کیا ہوا۔"[58]

ماہرینِ لغات کی آراء کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ ترجمہ سے مراد ایک کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں بدل دینا ہے مگر ایسے لفظ کے ساتھ کہ اصل زبان کا مفہوم اور مقصد مکمل طور سے دوسری زبان میں واضح ہو رہا ہو۔ اس مقصد کے لیے مترادفات سے بھرپور استفادہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اب اصول ترجمہ کی تفصیلات سے آگاہی کے لیے اصول فنِ ترجمہ کے ماہرین کی آراء پیش کی جاتی ہیں۔

جناب مظفر علی سید لفظ "ترجمہ" کے متعلق رقمطراز ہیں؛

"اُردو اور فارسی میں ترجمے کا لفظ جس کا اشتقاق رابطہ ہے، ترجمان اور مترجم دونوں سے ہے اور عربی زبان سے آیا ہے۔ علماء لغت اس کے کم از کم چار معنی بتاتے ہیں۔

(۱) زبان میں نقل کلام (۲) تفسیر و تعبیر (۳) دیباچہ یا کسی شخص کا احوال (۳) دیباچہ یا کسی شخص کا احوال (۴) تذکرہ۔ یہ چاروں معنی باہم مربوط ہیں۔"[59]

اُردو ادب کے معروف محقق اور ادیب شان الحق حقی "ادبی تراجم کے مسائل" کے سلسلے

56ے مولوی عبدالحفیظ بلیاوی "مصباح اللغات" ص ۸۳ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء

57ے مولوی سید احمد دہلوی "فرہنگ آصفیہ" ج اوّل ص ۶۰۱ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء

58ے فیروز اللغات اُردو جدید نیا ایڈیشن، ص ۲۰۰

59ے "فن ترجمہ کے اصولی مباحث" "اردو زبان میں ترجمے کے مسائل" ص ۳۱

میں رقمطراز ہیں۔

"ترجمہ کی تعریف حتمی طور پر شاید آسان نہیں کیونکہ کچھ لوگ خیال کی منتقلی کو کافی سمجھتے ہیں جبکہ کئی حضرات ہیئت اور اسلوب پر بھی زور دیتے ہیں" ؂۶۰

آگے چل کر حقی صاحب لکھتے ہیں۔

"اس پر سب متفق نظر آتے ہیں کہ ایک زبان کا اسلوب دوسری زبان میں منتقل کرنا ناممکن ہے کیونکہ ترجمہ میں خیال اور زبان دونوں کو اہمیّت حاصل ہے اور ترجمے میں مقصد کا تعین ضروری ہے کیونکہ مقصد کے تعیّن کے بغیر تراجم اس کی اصل غایت کو پہنچ ہی نہیں سکتے جس کی وجہ سے ترجمہ بے جان محسوس ہوگا اور پھر اصل کے مطابق ادبی بھی نہ رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی صحائف کو جو عالمی ادب کا اہم جُز ہوتے ہیں اور جن میں اس زبان کا اعلیٰ ترین ادب ملتا ہے اکثر ناقابلِ ترجمہ قرار دیا گیا ہے اور بعض اوقات ان کے ترجمے کی کوشش کو ایک طرح کی بے حرُمتی بھی کہا گیا ہے"۔ ؂۶۱

پروفیسر رشید امجد اپنے مقالے میں اس طرح رقمطراز ہیں:

"اصل معاملہ طریقہ کار کا ہے کہ کسی ترجمہ کے معیار کی پابندی کن اصول پر کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ترجمہ صحیح ہو، عام فہم ہو اور خوبصورت ہو لیکن یہ شرائط کس طرح پوری ہوں جبکہ ہر ترجمہ اپنا ایک الگ ضابطہ رکھتا ہے اور یوں تو پھر ہزاروں لاکھوں اصول بنائے جائیں جو کہ ناممکن ہے اور یہ ترجمہ کرنے والا ہی جانتا ہے کہ وہ کس طرح اصل سے انصاف کر سکتا ہے اور بنیادی

؂۶۰ ادبی تراجم کے مسائل (اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل) ص ۲۱۲

؂۶۱ " " " " ص ۲۱۳

بات بھی یہی ہے کہ جس زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے اس کے ساتھ ترجمہ نگاری کی جذباتی علمی واقفیت اور ہم آہنگی بھی نہایت ضروری ہے۔[۶۲]

ڈاکٹر سہیل احمد خان نے مترجم کے مزاج کے سلسلے میں جو بات ضروری اور اہم قرار دی وہ مندرجہ ذیل ہے۔

"مترجم کے مزاج میں اطاعت ہو تاکہ وہ اصل متن سے اتفاق کر سکے اور یہ انکساری کے بغیر ممکن نہیں، اس کے ساتھ ساتھ ترجمہ کرنے والے کو اس صنف ادب یا شاخ علم سے واقف کار ہونا چاہیے جس میں متعلقہ متن موجود ہے۔ ایک شرط یہ بھی لازم ہے کہ مترجم جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے وہ اصل زبان کے ہم پلہ ہو، کیونکہ ترجمہ کا تعلق اصل تصنیف سے تقریباً وہی ہوتا ہے جو شہاب ثاقب کو نجم و کواکب سے۔"[۶۳]

ڈاکٹر سہیل کی رائے کی روشنی میں اگر مترجم کی اطاعت متن سے سو فی صد نہ ہوگی یا کم از کم متن کے قریب نہ ہوگی تو وہ یقیناً صحیح ترجمہ یا ترجمانی نہ ہوگی، جبکہ مذہبی صحیفے میں عقائد سے ہم آہنگی یا اطاعت اشد ضروری ہے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ مترجم اپنے ذاتی خیالات اور رجحانات کو ترجمہ میں جگہ نہ دے۔ دوسری اہم بات کی نشاندہی ڈاکٹر سہیل نے یہ کی ہے کہ ترجمہ والی زبان اصل کے ہم پلہ ہو۔ اگر ہم پلہ نہ ہو تو کم سے کم اس زبان میں مافی الضمیر بیان کرنے کی صلاحیت تو ضرور ہو ورنہ حقیقتاً ترجمہ میں وہ چاشنی نہ ہوگی جو اصل میں ہے۔

مظفر علی سیّد متن اور موضوع سے متعلق رقمطراز ہیں:

"متن اور اپنی زبان میں تو مہارت ہونا ہی چاہیے اس کے ساتھ ساتھ موضوع

۶۲؎ "ترجمہ کے اصولی مباحث" اُردو زبان میں ترجمہ کے مسائل، ص ۴۵

۶۳؎ "اُردو زبان میں ترجمہ کے مسائل" ص ۴۵

پر مہارت زبان سے بھی زیادہ ضروری ہے بلکہ سب سے زیادہ مہارت موضوع پر ہی چاہیے۔ ساتھ ہی ساتھ مترجم کی مماثلت بھی مصنف سے ضروری ہے۔"[۶۴]

اس لحاظ سے مترجم قرآن کو خصوصیت کے ساتھ علوم قرآن پر گہری نظر ہونا چاہیے اور علوم قرآن بغیر علم حدیث، فقہ، تفسیر، منطق قواعد عربیہ، عربی ادب و تاریخ اور عربی زبان پر مکمل دسترس کے سمجھنا ناممکن ہے اس لیے یہ ضروری ہوگا کہ جب کوئی مترجم ان علوم پر مہارت تامہ حاصل کرلے، تب قرآن جیسی کتاب کا ترجمہ کرنے کے لیے قلم اٹھائے۔

مترجم کے اپنے خیالات اور مصنف کے خیالات کی ہم آہنگی کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے احمد فخری صاحب ترجمے کی تعریف اس کرتے ہیں:

"ہمارے نزدیک ترجمہ کی تعریف یہ ہے کہ کسی مصنف کے خیالات کو لیا جائے ان کو اپنی زبان کا لباس پہنایا جائے، ان کو اپنے الفاظ و محاورات کے سانچے میں ڈھالا جائے اور اپنی قوم کے سامنے اس انداز سے پیش کیا جائے کہ ترجمے اور تالیف میں کچھ فرق معلوم نہ ہو۔"[۶۵]

اس تعریف کی روشنی میں ترجمہ متن کی ترجمانی ضرور کرے گا لیکن ترجمہ نہیں ہوگا متن اور ترجمے میں جتنا قریبی رابطہ ہوگا اتنی ہی اس ترجمہ کی زیادہ پذیرائی ہوگی۔

ڈاکٹر سید عابد حسین اس سلسلے میں اپنے ایک مکتوب مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۴ء میں بنام سید زوار حسین رقمطراز ہیں:

"ادبی قدر و قیمت ترجمے کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب ایک زبان سے دوسری زبان میں مفہوم کے ساتھ وہ آب و رنگ، وہ چاشنی، وہ خوشبو، وہ مزہ

---

[۶۴] "فن ترجمہ کے اصولی مباحث" ص ۳۸ (اردو زبان میں ترجمہ کے مسائل)

[۶۵] (مضمون) "دو تراجم" رسالہ اردو، شمارہ اکتوبر ۱۹۲۹ء، بحوالہ ترجمے کا فن، ص ۸۵

بھی آجائے جو اصل عبادت میں موجود تھا۔[٦٦]

فن ترجمہ میں متن، موضوع، مترجم کی مصنف سے ذہنی ہم آہنگی کے ساتھ ترجمے میں مقصد کا تعین بھی ضروری ہے تب ہی ترجمہ عام فہم اور اصل موضوع سے قریب تر ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کو سلیس، بامحاورہ اور آسان بنانے کے لیے ضروری ہے کہ مصنف اس زبان پر جس میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ کامل دسترس رکھتا ہو، اس کے علاوہ مترجم کے لیے مزید شرائط جو ترجمہ کی نسبت سے زیادہ ضروری ہیں مثلاً؛

(۱) اچھا مترجم ہونے کی ایک شرط اچھا انشاء پرداز ہونا بھی بیان کی جاتی ہے۔[٦٧]

(۲) مترجم کے لیے جہاں دونوں زبانوں سے خاص واقفیت ضروری ہے وہاں لفظی اشتقاق کی واقفیت بلکہ انشائی استعداد بھی ضروری ہے، ورنہ اصل کی رُوح ترجمے میں کُلی طور پر منتقل نہ ہو سکے گی۔[٦٨]

(۳) ترجمہ نگاری ایک مشکل فن ہے، اگرچہ لفظوں کا ترجمہ مشکل کام نظر نہیں آتا لیکن یہی ترجمہ جب کوئی دونوں زبانوں کا جاننے والا پڑھتا ہے تو وہی صحیح تجزیہ کر سکتا ہے کہ مترجم نے کہاں اصل سے انحراف کیا یا کس قسم کی لغزش سے وہ دوچار ہوا ہے۔ جس کی جتنی عمیق وسعت نظری ہوگی وہ اتنا ہی اس بات سے آگاہ ہو سکے گا کہ اصل اور ترجمے میں کتنی ہم آہنگی ہے۔

صلاح الدین احمد صاحب کامیاب مترجم کے لیے جو اہم شرائط لازم کرتے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

"ترجمہ بجائے خود ایک مشکل فن ہے۔ اس میں کامیابی کی سب سے اہم شرط یہ

---

[٦٦] "بیاضِ مبارک" ص ٥٦

[٦٧] "ترجمہ کے چند پہلو" ص ۴۲، 'ماہِ نو' کراچی ۱۹۵۲ء

[٦٨] " " " " ص ۴۴ " " " "

ہے کہ مترجم صاحب ذوق ہو اور دونوں زبانوں کے مزاج سے اچھی طرح
واقف ہو۔ یوں ترجمہ کرنے کو جیسا آپ چاہیں کریں لیکن ایک زبان کے
فنکار کی رُوح کو دوسری زبان میں اس طرح داخل کرنا کہ ترجمے پر تصنیف کا
گمان ہو، بہت کم اہل قلم کو ارزانی ہوا ہے۔[۶۹]

ڈاکٹر جمیل جالبی (سابق شیخ الجامعہ جامعہ کراچی)، ترجمے کے تین اقسام بتاتے ہیں۔

(۱) اصل متن کا صرف لفظی ترجمہ کر دیا جائے۔

(۲) مفہوم لے کر آزادی کے ساتھ اپنی زبان کے روایتی و مقبول انداز و بیان کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ کیا جائے۔

(۳) ترجمہ اس طور پر کیا جائے کہ اس میں مصنف کے لہجے کی کھنک بھی باقی رہے۔ اپنی زبان کا مزاج بھی باقی رہے اور ترجمہ اصل متن کے بالکل مطابق ہو۔ ترجمہ کی یہ شکل سب سے زیادہ مشکل ہے۔[۷۰]

شان الحق حقی ادبی تراجم کے سلسلے میں ڈاکٹر جمیل جالبی کے مقابل تراجم کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں اور یہ تقریباً وہ قسمیں ہیں جو ڈاکٹر جمیل جالبی نے بھی اپنائی ہیں مگر حقی صاحب تیسرے قسم کے ترجمے کو یا تو ترجمہ تصوّر نہیں کرتے یا کم از کم ادبی اور بالخصوص عالمی ادب کی کتب یعنی صحائف آسمانی کو صرف دو قسموں کے تحت ترجمہ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تراجم تین اقسام پر مشتمل ہیں جو ڈاکٹر جمیل جالبی کی تقسیم سے قریب تر ہیں مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا تینوں اقسام میں ترجمۂ قرآن مناسب بھی ہے یا نہیں کیونکہ اوّل دوم اقسام تو منشاء الٰہی کے قریب تر ممکن ہیں لیکن تیسری قسم میں ترجمۂ قرآن منشاء الٰہی سے

---

[۶۹] صلاح الدین احمد "میراجی کے چند منظوم تراجم" رسالہ ادبی دنیا، ۱۹۵۵ء

[۷۰] ڈاکٹر جمیل جالبی "ترجمے کے مسائل" (نیا دور) کراچی، شمارہ ۱۵، ۱۹۶۰ء

دُور ہو جاتا ہے۔ لیکن تاریخ تراجم قرآن میں تینوں اقسام کی ہیں ترجمہ ملتا ہے اور تیسری قسم کے تراجم پچھلے ۸۰ سال میں زیادہ ہوئے ہیں۔ شان الحق حقی نے ادبی تراجم کے مسائل کے سلسلے میں جو اقسام بیان کی ہیں وہ یہ ہیں:

"ترجمے کی غایت متعین ہو جانے کے بعد اگر علمی یا افادی ترجمہ مقصد ہو تو وہ دو طرح کا ہو سکتا ہے، ایک کم و بیش لفظی اور دوسرا وہ جس میں محاورہ بدل جائے۔ نثری ترجمے میں اصل محاورے کی ترجمانی بھی اپنی جگہ ایک افادی پہلو رکھتی ہے لیکن ایک صُورت یہ بھی ہے کہ عبارت کو تمام تر اپنے محاورے میں ڈھال لیا جائے۔ کون سا طریقہ موزوں ہو گا یہ کتاب کی نوعیت پر منحصر ہے۔ لفظی ترجمے کی موٹی سی مثال مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا عبدالقادر دہلوی کے ترجمۂ قرآن ہیں جن کی تحریر پر عربی نحو کا اثر غالب ہے چنانچہ اُردو کی ترکیب لغوی میں اُلٹ پلٹ ہو گئی ہے۔ جبکہ مولوی نذیر احمد دہلوی نے اپنے ترجمۂ قرآن میں ایسے محاورات کو راہ دی جو علمی تحریر سے میل نہیں کھاتے ہیں"[۱]

حسن الدین احمد مترجم کے لیے دونوں زبانوں پر دسترس کو لازم قرار دیتے ہیں اور اس کے علاوہ ترجمے کی ریاضت پر بھی زور دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:

"ترجمہ ایک باقاعدہ اور مستقل فن ہے۔ ترجمے کے فن میں مہارت اور قدرت پیدا کرنے کے لیے اور دوسرے ہُنروں کی طرح شوق اور صلاحیت کے ساتھ تربیت اور ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ترجمہ محنت طلب کام ہے ایک طرف وہ سنجیدگی کا مطالبہ کرتا ہے اور دوسری طرف اس فن کے اُصول سے واقفیت بھی لازم ہے۔ اس فن کو برتنے اور اس میں مہارت تامہ پیدا کرنے کے

---

[۱] شان الحق حقی "ادبی تراجم کے مسائل" سیمپوزیم بہ اہتمام مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۵ء

لئے کم ازکم دو زبانوں کی ساخت اور ان کی ادبیات سے واقفیت ضروری ہے ایک طرف وہ زبان یا زبانیں جس سے ترجمہ کرنا مقصود ہو اور دوسری طرف وہ زبان جس میں ترجمہ کرنا ہو، دونوں زبانوں کے مزاج کو پہچاننا بھی لازم ہے۔ جس زبان میں ترجمہ کرنا ہو اس سے صرف واقفیت ہی کافی نہیں بلکہ اس زبان کی لُغت، اصطلاحات، محاوروں اور خاص طور پر مترادفات پر ماہرانہ عبور از بس ضروری ہے۔"[۴۲]

نیاز فتحپوری صاحب اُردو زبان میں ترجمے سے متعلق چند اصول کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"یہ بحث کبھی نہ کبھی ضرور دیکھنے میں آتی ہے کہ غیر زبانوں کے الفاظ کا ترجمہ کس اصول سے کیا جائے۔ کوئی کہتا ہے کہ ٹھیٹھ ہندی کے الفاظ استعمال کیے جائیں اور کوئی عربی و فارسی سے مدد لینا ضروری سمجھتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جس حد تک صرف معمولی قصّے کہانی کی کتابوں کا تعلق ہے، آپ بہ آسانی ہندی بھاشا سے کام نکال سکتے ہیں لیکن جس وقت سوال علمی کتابوں کا آئے گا تو آپ مجبور ہوں گے کہ یا تو فارسی سے مدد لیں یا سنسکرت سے۔"[۴۳]

ان تمام ابحاث سے جو نتیجہ برآمد ہوا اس کی روشنی میں ایک عام مترجم کو مذہبی صحائف کے علاوہ عام کتابوں کا ترجمہ کرنے کے لیے بھی ایک مشکل اور کٹھن راستے سے گزرنا پڑتا ہے مثلاً

(۱) دونوں زبانوں اور ان کے ادب پر کامل دسترس رکھنا۔

(۲) ترجمے کے مقصد کا تعین ہونا۔

(۳) ترجمہ نگار کا اس زبان سے جس میں ترجمہ کیا جا رہا ہے جذباتی اور علمی واقفیت اور

[۴۲] حسن الدین احمد، مقدمہ "ساز مغرب اُردو آہنگ میں" جلد دوم، ص ۲۰، ولا اکیڈمی حیدر آباد دکن ۱۹۷۹ء

[۴۳] نیاز فتحپوری "ترجمہ کے متعلق چند اصولی باتیں" رسالہ نگار شمارہ جولائی ۱۹۲۲ء، بحوالہ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ "ترجمے کا فن" ص ۴۳

ہم آہنگی کا ہونا۔

(۴) زبان کے ساتھ ساتھ جس موضوع پر کتاب کا ترجمہ مقصود ہو اس موضوع پر بھی مکمل دسترس حاصل ہونا۔

(۵) دونوں زبانوں کے ساتھ ادبی مساوات اور ہم پائیگی ہونا۔

(۶) ترجمہ میں ادبی رنگ برقرار رکھنا۔

(۷) مصنف کے لہجے کی کھنک کا باقی رہنا۔

(۸) مترجم میں انشائی استعداد ہونا وغیرہ۔

یہ وہ ضروری عوامل ہیں کہ اس کے بغیر ترجمہ ممکن ہی نہیں اور جب آسمانی صحائف میں سے قرآن کے ترجمہ کی بات آتی ہے تو پھر ان ضروری عوامل کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے اصول و شرائط سامنے آتے ہیں جن کو پورا کرنا از حد ضروری ہے۔

قرآنی تراجم اور دیگر مذہبی صحائف جو عالمی ادب کا اہم جُز ہوتے ہیں، جن میں اس زبان کا اعلیٰ ترین جُز بھی ملتا ہے، اکثر ناقابلِ ترجمہ قرار دیئے گئے ہیں اور بعض اوقات ان کے ترجمہ کی کوشش کو ایک طرح کا سوءِ ادب بھی کہا گیا ہے[۴۲]۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آسمانی صحائف بالخصوص ترجمۂ قرآن کسی دوسری زبان میں کتنا کٹھن کام ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کلامِ ربانی کا ترجمہ انسان کے لیے ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے۔ البتہ تمام تر کوششوں سے ترجمہ منشاءِ الٰہی کے قریب تر ہو سکتا ہے جس کے لیے بہت زیادہ استعداد کی ضرورت ہے اس کا اندازہ تفسیرِ قرآن سے لگایا جا سکتا ہے جو بجائے خود ایک آسان کام نہیں۔ آغازِ کلام سے تفسیر کے سلسلے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ ترجمہ کے مقابلے میں آسان کام بھی ہے مگر اس کے لیے بھی اتنی زیادہ شرائط ہیں کہ بہت کم مفسرین ان شرائط پر پورے اُترتے ہیں۔

---

[۴۲] شان الحق حقی "اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل" مرتبہ، اعجاز راہی، ص ۲۱۳، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۵ء

تفسیر جس کے معنی علماء لغت نے "کھول کر بیان کرنا"، "چھپی شئے کو ظاہر کرنا"، "معنوی صفت کو ظاہر کرنا" وغیرہ بیان کیے ہیں[75]۔ یہ ایک ایسا علم ہے جس کے تحت قرآنی الفاظ کے معنی تفصیل کے ساتھ عام فہم لفظوں میں بیان کیے جاتے ہیں تاکہ قاری کے ذہن میں پورا مفہوم آجائے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کی خاطر ایک لفظ کی تفسیر کے لیے مفسّر کئی کئی صفحات استعمال میں لاتا ہے لیکن مترجم کو اس لفظ کے معنی سمجھانے کے لیے چند حروف ہی پر صبر کرنا پڑتا ہے جس میں اصل بات کو واضح کرنا ہوتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ترجمۂ قرآن کس قدر مشکل کام ہے۔

علامہ جلال الدین السیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) مفسر قرآن کے لیے مندرجہ ذیل شرائط نہایت ضروری قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مفسّر قرآن کم از کم مندرجہ ذیل علوم پر دسترس ضرور رکھتا ہو۔

> عِلم اللغہ، علم نحو، علم صرف، علم اشتقاق، علم معانی، علم بیان، علم بدیع، علم قرأت، علم اصول دین، علم اصول فقہ، علم اسباب نزول، علم قصص القرآن، علم الحدیث، علم ناسخ و منسوخ، علم محاورات عرب، علم التاریخ اور علم اللدنی وغیرہ[76]۔

مندرجہ بالا شرائط سے یہ ظاہر ہے کہ تفسیر القرآن کوئی آسان کام نہیں کیونکہ ان شرائط کو تو مفسر کو پورا کرنا ہی ہے، اس کے ساتھ ساتھ مفسر کو بہت زیادہ وسیع النظری اور بصیرت تامہ کے ساتھ ساتھ تفسیر کے وقت بہت احتیاط درکار ہے کیونکہ ذرا سی کوتاہی سے یہ تفسیر بالرائے ہوسکتی ہے جس کا ٹھکانا پھر جہنم کی آگ ہے، کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

من قال فی کتاب اللہ برأیہ فاصاب فقد اخطاء[77]

---

[75] علامہ حسین بن محمد بن مفضل بالراغب الاصفہانی "المفردات فی غریب القرآن" اہل حدیث اکادمی لاہور، ۱۹۷۱ء مترجم محمد عبدہ ص ۹۹،

[76] علامہ جلال الدین السیوطی "الاتقان فی علوم القرآن" جلد ۲، ص ۱۸۵، سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۸۰ء

[77] امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سنن ابوداؤد (مترجم عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری) جلد سوم، ص ۲۵۱، فرید بک اسٹال لاہور

ترجمہ: جس نے اللہ کی کتاب میں اپنی رائے سے کچھ کہا، خواہ وہ ٹھیک ہو پھر بھی اس نے غلطی کی۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

"ومن قال فی القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار" [۴۸] (جامع ترمذی)

ترجمہ: اور جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے اسے بھی چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ (حدیث حسن)

ان احادیث اور علامہ سیوطی کی بیان کردہ شرائط کی روشنی میں مترجم قرآن کی ذمہ داری مفسر قرآن سے بھی زیادہ قرار پاتی ہے۔ مترجم قرآن کو بہت ہی محتاط رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کو محدود الفاظ میں وہی کچھ کہنا ہے جو منشاء الٰہی ہے اور یہ کام ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے۔ تمام احتیاط کے ساتھ ترجمہ جب ہی ممکن ہے کہ مترجم قرآن تمام تفاسیر، کتب حدیث، تاریخ فقہ پر دستگاہی کے ساتھ ساتھ عربی زبان وادب پر بھی مکمل عبور رکھتا ہو۔ ساتھ ہی وہ ایک عبقری شخصیت کا مالک ہو۔ علاوہ ازیں مترجم اصل ماخذ کو عربی زبان میں سمجھنے کی حد درجہ صلاحیت سے بھی بہرہ ور ہو۔ یہ نہیں کہ مترجم قرآن تفاسیر و حدیث کے ترجمے پڑھ پڑھ کر تفسیر یا ترجمہ کرنے لگے جیسا کہ موجودہ دور میں عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے اور موجودہ دور میں اس کام کو اتنا آسان سمجھ لیا گیا ہے جیسے کسی عام کتاب کا ترجمہ کرنا۔

قرآن پاک کا کسی بھی دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مترجم علم تفسیر کے ساتھ ہی ساتھ علم تاویل سے بھی اچھی طرح آگاہ ہو کیونکہ ترجمہ کے لیے علم تاویل بھی نہایت ضروری ہے۔ علم تاویل میں یہ بات پیش نظر ہوتی ہے کہ ایک لفظ میں معانی کی جس قدر گنجائش موجود ہے ان میں صحیح معنی کا انتخاب کس طرح ہو یعنی کس لفظ کو ترجیح دی جائے۔ اس ترجیح کا

---

[۴۸] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی "جامع ترمذی" جلد ۲، باب ۸۰، حدیث ۸۶۱، ص ۳۵۱ (مترجم محمد صدیق ہزاروی) فرید بک اسٹال لاہور ۲۰۰۴ء

انحصار اجتہاد پر ہوتا ہے اور مترجم کو یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کسی مفرد لفظ کے معنی لغت عرب میں کیا ہیں اور سیاق و سباق کے اعتبار سے کون سے معنی وہاں موزوں رہیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ اسالیب کلام کو دیکھ کر بھی معنی کا انتخاب کیا جاتا ہے۔[۷۹]

قرآن پاک کے معنی و مطالب سمجھنے کے لیے ہر ایک تفسیر و تاویل کا محتاج ہوتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ تفسیر جتنی قدیم ہوگی اتنی ہی زیادہ معتبر و مستند ہوگی کیونکہ اس کا زمانہ نزول قرآن سے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے، اسی لیے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کی تفاسیر یا ان کے نقل کیے ہوئے اقوال متاخرین علماء کی تفاسیر سے نہ صرف زیادہ مستند بلکہ ہمارے لیے حجت ہیں، قرونِ اولیٰ اور عہد وسطیٰ میں علماء کو جو علم حاصل تھا، الّا ماشاء اللہ آج وہ ناپید ہے۔ ان کو اعتقاد و یقین میں درجہ کمال حاصل تھا اور ساتھ ہی ساتھ اہم اور بنیادی اعتقادات میں اہلسنت و جماعت میں کوئی ٹکراؤ بھی نہ تھا، اس لیے ترجمہ قرآن کرتے وقت ضروری ہوگا کہ اُن تمام تفاسیر سے مدد لی جائے۔

وقت کے ساتھ ساتھ اعتقادات کا ٹکراؤ بڑھتا گیا جس کے باعث مختلف فرقے جنم لینے لگے اور مختلف فکری رجحان بٹنے لگے تو پھر تفاسیر پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے اور تفاسیر میں ان کی مختلف آراء جا بجا سامنے آنے لگیں۔ جب دوسری زبانوں میں ترجمہ و تفاسیر کا سلسلہ شروع ہوا تو ترجمہ میں ان عقائد کی خاص کر اشاعت ہونے لگی خصوصاً برصغیر پاک و ہند میں اُردو ترجمہ قرآن پر جب نظر ڈالیں تو تراجم میں عقائد کا پرتو واضح نظر آتا ہے۔ ان اُردو تراجم قرآن کا اگر غائر مطالعہ کیا جائے تو قاری اس نتیجے پر پہنچے گا کہ مترجم اپنے خیالات کے مطابق الفاظ کے معنی ڈھالتا ہے جس سے ایک نیا پہلو نکلتا ہے یا نیا عقیدہ جنم لیتا محسوس ہوتا ہے اور یہی معنی اس مترجم کے اعتقادی اور فکری رجحان کا تعین بھی کرتے

۷۹۔ "الاتقان فی علوم القرآن" (ترجمہ مولانا حلیم انصاری) جلد ۰۲ ص ۱۳۸

ہیں۔ مثلاً

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا

(طٰہٰ: ۱۱۴)

ترجمہ: اور اس سے (بہت زمانہ پہلے) ہم آدم کو ایک حکم دے چکے تھے سو ان سے غفلت (اور بے احتیاطی) ہو گئی اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی۔[۸۰]

اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ﴿یوسف: ۸﴾

ترجمہ: البتہ ہمارا باپ (یعقوب) خطاء میں ہے صریح۔[۸۱]

ان دونوں آیات کے ترجمے سے قاری کے ذہن میں جو مفہوم آسکتا ہے وہ یہ کہ انبیاء غافل بھی رہتے ہیں اور ان سے خطائیں بھی سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ (معاذ اللہ) اس طرح تو نبی اور غیر نبی میں کوئی فرق ہی باقی نہیں رہتا۔ ذہن میں ایک سوال اور ابھرتا ہے کہ جب تعلیم دینے والا ہی غافل اور خطا کار ہے تو وہ اُمت کو کس طرح راہ راست پر لا سکتا ہے، جبکہ نبی اپنے دَور میں اُمت کے لیے اعلیٰ نمونہ بن کر آتا ہے اور وہ کامل نمونہ جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ وہ ہمیشہ کے لیے خطا سے پاک ہو۔ یہ عقیدہ درحقیقت عصمت انبیاء کا متقاضی بھی ہے۔

ان جیسے تراجم کو اگر قرون اولیٰ کی تفاسیر کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ پچھلے مفسرین عصمت انبیاء کے عقیدے میں پختہ تھے اور انبیاء کے لیے ان کی شایان شان الفاظ استعمال کرتے۔ چونکہ ان کے نزدیک انبیاء معصوم عن الخطا ہیں۔ مندرجہ بالا آیات میں ترجمین کو ایسے مترادف الفاظ استعمال کرنے چاہییے تھے کہ عصمت انبیاء مجروح نہ ہوتی۔

ترجمۂ قرآن دوسری زبان میں ہی کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ بدعت ہے، مگر

---

۸۰ مولوی اشرف علی تھانوی "ترجمۂ قرآن" ص ۳۶۰

۸۱ شاہ عبدالقادر دہلوی "ترجمۂ قرآن" ص ۲۸۷

یہ عمل بدعت ہے یا مستحسن، یہاں ہم اس بحث میں اُلجھنا نہیں چاہتے۔ مطالعے سے یہ بات سامنے آئی کہ اس عمل کو کثیر علماء کرام نے احسن سمجھا ہے مگر ترجمۂ قرآن تیز دھار پر چلنے کے مترادف ہے اس لیے اس میں بہت احتیاط چاہیے۔

باب سوم

برصغیر پاک و ہند میں
اُردو زبان میں قرآنی تراجم کا تاریخی جائزہ

قرآن کریم خطۂ عرب کو اپنی ضیا پاشیوں کی یمن و برکات سے نوازتا ہوا برصغیر پاک و ہند میں پہلی صدی ہجری ہی میں سندھ کے راستے پہنچ چکا تھا[1] مگر تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کی مقامی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ سندھ کے ایک عراقی النسل عالم عبداللہ بن عمر نے جس کی نشو و نما اسی خطے میں ہوئی تھی، ۲۷۰ھ میں کیا[2] یہ ترجمہ گو ناپید ہو چکا ہے مگر اولیت کا سہرا اس کے سر رہے گا۔ پھر جب اسلام رفتہ رفتہ پورے برصغیر میں پھیل گیا تو یہاں کے باشندوں کو قرآنی تعلیمات سے روشناس اور اس کے اسرار و رموز کی تفہیم کی خاطر ناگزیر تھا کہ علاقائی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم سے اعراض برتا جاتا۔ ابتداء میں گو عجمی زبان میں قرآن مجید کے تراجم کی جسارت کی شدت سے مخالفت کی گئی اور بعض مترجمین کرام کو اس راہ میں مصائب سے بھی دوچار ہونا پڑا، مگر یہ فضا زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کے ابتدائی دَور میں ہی محمد بن قاسم کی شاندار فتح کے بعد

---

[1] مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی: بیاض ہاشمی (قلمی)، ج ۲، ص ۱۲، بحوالہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد: آخری پیغام ص ۱۸۱، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء

[2] ابوالحسن مدائنی: "فتوح الہند و السند" سندھی ترجمہ (چچ نامہ)، ص ۹۸، مطبوعہ حیدرآباد سندھ ۱۹۶۶ء

یہاں (۹۳ھ/۷۱۲ء) اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔[3] عربی زبان یہاں کی مقامی زبان کے ساتھ بولی جاتی رہی اور پھر جلد ہی فارسی نے عربی زبان کی جگہ لے لی اور تقریباً ہزار برس تک مقامی لوگوں کو قرآنی تعلیم ان کی مقامی بول چال کی زبان میں دی جاتی رہی۔

علماء کرام نے قرآن شریف کی ان گنت تفاسیر عربی اور فارسی زبان میں لکھیں۔ ساتھ ہی ساتھ مقامی زبان میں بھی جزوی یا مکمل تراجم قرآن کیے جانے کا سلسلہ جاری رہا۔ سب سے زیادہ قرآن کریم کی تفسیر یہاں عربی زبان میں لکھی گئیں۔[4]

عربی اور فارسی تراجم اور تفاسیر

قرآن پاک کی پہلی عجمی تفسیر فارسی زبان میں لکھی گئی تھی جو دراصل محمد بن جریر الطبری المتوفی (۳۱۰/۹۲۲ء) کی عربی تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن کا فارسی ترجمہ ہے۔ اس تفسیر کو ابو صالح منصور بن نوح حاکم خراساں کے حکم پر (جن کا دور حکومت سن ۳۵۰-۳۶۶ھ تھا) بخارا، بلخ اور فرغانہ کے علماء نے عربی سے فارسی میں منتقل کیا۔[5]

برصغیر پاک و ہند میں قرآن پاک کے فارسی زبان میں ترجمہ کے آغاز کو ساتویں صدی ہجری میں بتایا جاتا ہے جو شیخ سعدی کی طرف منسوب ہے۔ اسی نسخے کو قرآن پاک کا پہلا ترجمہ بھی قرار دیا جاتا ہے۔ مگر مؤرخین نے اس سے اختلاف کیا ہے۔[6] اس کے علاوہ قدیم تراجم قرآن میں ملک العلماء شہاب الدین بن شمس الدین (المتوفی ۸۴۹ھ) استاد شیر شاہ سوری کا ترجمہ/تفسیر قرآن کا بھی تاریخ میں سراغ ملتا ہے۔ آپ نے یہ تفسیر سلاطین جونپور کے زمانے

---

[3] (الف) مخدوم امیر احمد "چچ نامہ سندھی" ص ۱۲۵، مطبوعہ حیدر آباد سندھ ۱۹۶۶ء
(ب) عبید اللہ قدسی "منکرین اسلام" ص ۱۴۳، انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۸۴ء

[4] ڈاکٹر سالم قدوائی "ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں" ص ۱۶، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۱۹۷۳ء

[5] ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا "تاریخ ادبیات در ایران" جلد اوّل، ص ۲۲۳ مطبوعہ تہران ۱۳۳۵ھ

[6] شیخ محمد اکرام "رود کوثر" ص ۵۱۸، فیروز سنز کراچی ۱۹۵۸ء

میں تفسیر "بحرِ موّاج" کے نام سے لکھی تھی جس میں تفسیر کے ساتھ ساتھ ترجمہ کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔[7]
ایک اور قدیم فارسی ترجمہ قرآن مخدوم نوح ہالائی (المتوفی ۹۸۹ھ) کا بھی تاریخ میں پایا جاتا ہے جس کا ایک پارہ حیدر آباد سندھ سے شائع ہوا ہے۔[8] ان تراجم کے علاوہ بھی فارسی تراجم وتفاسیر کا بھی تاریخ میں ذکر ملتا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں ان تراجم وتفاسیر کو خاص مقبولیت بھی حاصل رہی۔ ان میں چند مترجمین کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) آقا نعمت اللہ طہرانی۔
(۲) شاہ عبدالعزیز دہلوی۔
(۳) شاہ ولی اللہ دہلوی۔
(۴) مرزا خلیل اصفہانی۔
(۵) شمس الدین۔
(۶) ابو محمد وغیرہ[9]

فارسی ترجمۂ قرآن میں جو مقبولیت شاہ ولی اللہ دہلوی کے ترجمۂ قرآن کو حاصل ہوئی وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی اور اکثر مؤرخین شاہ ولی اللہ دہلوی کے ترجمۂ قرآن کو اوّل مکمل فارسی زبان کا ترجمہ قرار دیتے ہیں کیونکہ اس سے قبل کے فارسی تراجم کو صرف ترجمہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ تشریحی یا توضیحی ترجمے کہے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالحق (بابائے اُردو) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ترجمہ کو، برصغیر پاک وہند میں اوّل ترجمہ قرار دیتے ہیں۔[10]

---

[7] (الف) شیخ عبدالحق محدث دہلوی "اخبار الاخیار" (ترجمہ مولانا محمد فاضل) ص ۴۹۰، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
(ب) میر غلام علی آزاد بلگرامی "مآثر الکرام" (ترجمہ شاہ محمد خالد میاں فاخری) ص ۲۹۲، دائرۃ المصنفین کراچی ۱۹۸۳ء
[8] مخدوم نوح ہالائی "ترجمہ قرآن" مطبوعہ حیدر آباد سندھ ۱۳۸۱ھ
[9] جمیل نقوی "اُردو تراجم قرآن مجید" ص ۴۴، اُردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۴۰۵ھ
[10] مولوی عبدالحق "تذکرہ علماء ہند" (ترجمہ ڈاکٹر ایوب قادری) ص ۵۴۲، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء

شاہ ولی اللہ دہلوی (پ ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء۔م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) ابن شاہ عبدالرحیم العمری الحنفی النقشبندی الدہلوی (پ ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء۔م ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۸ء)[11] نے فارسی ترجمۂ قرآن ۱۱۵۱ھ میں مکمل کیا جو "فتح الرحمٰن" کے نام سے مقبول ہوا۔ آپ نے ترجمہ کے ساتھ مختصر تفسیر بھی تحریر فرمائی۔ یہ ترجمہ تفسیر سب سے پہلے دہلی سے (۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء) میں شائع ہوا تھا۔

شاہ وَلی اللہ کے ترجمۂ قرآن کا پس منظر

شاہ ولی اللہ دہلوی نے بارہویں صدی ہجری میں شمالی ہند میں خصوصاً اور پورے برصغیر (پاک و ہند) میں عموماً یہ دیکھتے ہوئے کہ عربی زبان یہاں سے رُخصت ہو رہی ہے اور فارسی زبان عام لوگوں تک رسائی رکھتی ہے، مسلمانوں کی فلاح کی خاطر اور قرآنی تعلیمات کی اہمیت کے پیش نظر قرآن پاک کے معانی فارسی زبان میں منتقل کیے۔ لیکن ان کی اس محنت پر موشگافیاں کی گئیں اور علماء وقت نے فارسی ترجمۂ قرآن کی سختی سے مخالفت کی۔ برصغیر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور علمی حلقوں میں ایک بھونچال سا آگیا۔ یہاں تک کہ علماء تلواریں کھینچ کر باہر نکل آئے اور اس کو بے ادبی قرار دیا۔[12] بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس ہنگامہ آرائی کی وجہ سے شاہ صاحب کی جان خطرے میں پڑ گئی اور انہیں دہلی چھوڑنا پڑا، کیونکہ علماء دہلی اُن کے قتل کے درپے ہو گئے تھے۔[13]

شاہ ولی اللہ دہلوی کی یہ خدمت اگرچہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے تھی لیکن ایسا کیوں ہوا، کس لیے اتنی سخت مخالفت کی گئی اور ہنگامہ آرائی کی وجوہات کیا تھیں اور کیوں علمأ

---

[11] مولوی رحمٰن علی "تذکرہ علماء ہند" (ترجمہ ڈاکٹر ایوب قادری)، ص ۵۴۲، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی۔ ۱۹۸۰ء

[12] شیخ محمد اکرام "رودِ کوثر" ص ۵۱۹،

[13] ابو یحییٰ امام خان نوشہروی "تراجم علمائے حدیث ہند" (۱۳۵۶ھ) جلد اوّل، ص ۴۰، جید برقی پریس دہلی

نے اتنا سخت رویہ اختیار کیا کہ شاہ صاحب کو دہلی چھوڑنا پڑا. جبکہ اس سے قبل کے جزوی فارسی ترجمے موجود تھے. ساتھ ہی ساتھ ہندی یا قدیم اُردو زبان میں بھی توضیحی تراجم/تفاسیر موجود تھیں. ممکن ہے کہ علماء وقت توضیحی ترجمے/تفسیر سے خواہ وہ کسی زبان میں بھی ہو متفق ہوں مگر خالص ترجمہ کو وہ ایک فعل مستحسن نہ سمجھتے ہوں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ علماء شاہ صاحب کے ترجمے سے متفق نہ ہوں۔

شاہ صاحب کے فارسی ترجمۂ قرآن پر علماء کی ہنگامہ آرائی کی دو اہم وجوہ شیخ محمد اکرام نے "رودِ کوثر" میں بیان کی ہیں[14]

(i) علماء نے تلواریں اس لیے نیام سے باہر نکالیں کہ ان کے نزدیک یہ کلام مجید کی سخت بے ادبی ہے کہ اس کو ترجمہ کی صورت میں کسی دوسری زبان میں لکھا جائے۔

(ii) بیشتر علماء کی شاہ صاحب کے ترجمہ سے مخالفت تقلید اور امور مذہب میں مغز کو چھوڑ کر استخوان کے پیچھے دوڑنے کی وجہ سے تھی۔

مندرجہ بالا وجوہات کے باوجود جلد ہی شاہ صاحب نے لوگوں اور علماء کو ترجمہ کی اہمیت سے آگاہ کر دیا اور لوگوں نے بعد میں اس کی تائید بھی کی، چنانچہ اس کے بعد ترجمۂ قرآن کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ آج تک جاری ہے اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اگر علماء حق ترجمۂ قرآن کی مسلسل مخالفت کرتے تو کبھی بھی ترجمۂ قرآن کا یہ تسلسل فروغ نہیں پاتا جبکہ شاہ صاحب کے بعد خود ان کے فرزندوں نے بھی یکے بعد دیگرے تیرھویں صدی ہجری یا اٹھارھویں صدی عیسوی میں اُردو زبان میں ترجمۂ قرآن کا اہم فریضہ انجام دیا. جبکہ اُردو زبان کو سرکاری زبان کی حیثیت ۱۸۳۰ء میں حاصل ہوئی۔[15] اگرچہ ابتدائی اُردو میں ترجمۂ قرآن کا آغاز دسویں صدی

۱۴؎ شیخ محمد اکرام "رود کوثر" ص ۵۲۰

۱۵؎ عبیداللہ قدسی "مفکرین السلام" ص ۱۲۶، انجمن ترقی اُردو کراچی ۱۹۸۴ء

ہجری سے ملتا ہے۔[۱۶]

اس سے قبل کہ اُردو زبان میں ترجمۂ قرآن کا تاریخی جائزہ لیا جائے، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اُردو زبان کی تاریخ کے اجمالی خاکے پر نظر ڈالی جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اُردو زبان کو کن کن مراحل سے گزرنا پڑا اور اُردو زبان میں یہ صلاحیت کب پیدا ہوئی کہ اس میں قرآن جیسی الہامی کتاب کا ترجمہ کیا جائے۔

اُردو زبان کا ارتقائی جائزہ

زبان کے بارے میں قطعی کوئی بات کہنا کہ کسی زبان کا مولد فلاں جگہ ہے ذرا مشکل مسئلہ ہے کیونکہ زبان نہ فرد واحد کی کوشش سے پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی ایک وقت اور کسی جگہ کو متعین کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے لسانیات کے محققین کے نزدیک جب کسی مخصوص زمانے کے حوالے سے کسی زبان کی شکل یا اس کی حیثیت کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب اس زمانے میں اس زبان کی ارتقائی منزل سے ہوتا ہے۔[۱۷]

اُردو زبان کی ابتداء کو برصغیر (پاک و ہند) میں مسلمانوں کی سندھ کے راستے سے محمد بن قاسم کی فتوحات کے ساتھ (۹۳ھ/۷۱۲ء) آمد اور افغانستان کے راستے سے سلطان محمود غزنوی کی فتوحات (۳۹۲ھ/۱۰۰۱ء) کے بعد ان کے یہاں توطن اختیار کرنے کے دور سے وابستہ کیا جا سکتا ہے جن کے افراد عربی، فارسی اور ترکی زبانیں بولتے تھے۔[۱۸] اور مقامی زبان کے ساتھ مل کر ایک نئی زبان وجود پانے لگی۔ اُردو زبان نہ تو باہر سے لائی گئی اور نہ ہی یہاں کی بولی تھی

---

[۱۶] جمیل نقوی "قرآن مجید کے اُردو تراجم" ص ۴۲

[۱۷] ڈاکٹر وحید قریشی "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" جلد ششم، پنجاب یونیورسٹی لاہور

[۱۸] ڈاکٹر جمیل جالبی "تاریخ ادب اردو" جلد اوّل، ص ۸، مجلس ادب لاہور ۱۹۸۲ء

بلکہ یہ ہند کے فاتحین اور مفتوحین کے ملاپ سے وجود میں آئی۔ قدیم اُردو دراصل ایک مخلوط زبان تھی جو علماء کرام اور صوفیائے عظام اپنے تبلیغی مواعظ میں (جس کا مقصد مقامی لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنا تھا) استعمال کیا کرتے تھے۔ تبلیغ دین کے نتیجے میں ہی یہ مخلوط زبان وجود میں آئی جس نے اپنی ارتقائی منزلیں طے کرنے کے بعد موجودہ اُردو زبان کی شکل اختیار کی جس کی نشوونما میں صوفیائے کرام نے اہم کردار ادا کیا۔[19]

اُردو زبان اپنے ابتدائی دَور میں مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے یاد کی جاتی رہی۔ ملتان میں ملتانی، گجرات میں گجراتی، دکن میں دکنی، دہلی میں دہلوی ریختہ اور پھر اُردوئے معلےٰ کے نام سے یاد کی جانے لگی۔[20] آخر کار ۱۸۳۰ء میں اسے سرکاری حیثیت حاصل ہوگئی۔

اُردو زبان کو اگرچہ سب سے پہلے حیدر آباد دکن میں سلطنت بہمنی (۷۴۸ھ ۔ ۹۳۲ھ / ۱۳۴۷ء ۔ ۱۵۲۶ء) کے زمانے میں سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہوگیا تھا مگر اس وقت عرف عام میں وہ ہندی کہلاتی تھی۔[21] اس وقت کی ہندی ہرگز موجودہ ہندی زبان نہیں ہے، کیونکہ اس کا رسم الخط مختلف ہے جبکہ اس وقت کی ہندی کہلانے والی زبان کا رسم الخط وہی تھا جو آج موجودہ اُردو زبان کا ہے۔

اُردو زبان کی اوّل تصنیف

اُردو تصانیف میں سب سے پہلی تصنیف عظیم صوفی بزرگ سیّد اشرف جہانگیر سمنانی

---

[19] ڈاکٹر حامد حسن قادری "تاریخ داستان اُردو" ص ۱۶، اُردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۶۶ء

(ب) مولوی عبد الحق "اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام" انجمن ترقی اُردو پاکستان ۱۹۸۴ء

[20] اے۔ حمید "اُردو نثر کی داستان" ص ۲۵۔ شیخ غلام علی لاہور

[21] ڈاکٹر حامد حسن قادری "تاریخ داستان اُردو" ص ۳۸

(المتوفی ۸۰۸ھ/۱۴۰۵ء) مؤلف مشہور زمانہ تصنیف "لطائف اشرفیہ" بزبان فارسی[۲۲] کا تصوف پر رسالہ ہے جو آپ نے (۸۰۸ھ/۱۴۰۸ء) میں شمالی ہند میں تبلیغ دین کے سلسلے میں تصنیف فرمایا تھا۔[۲۳] خیال ہے کہ آپ نے ۱۲۰ برس کی عمر پائی۔ اُردو زبان کی کوئی نثری تحریر اس سے پہلے ثابت نہیں۔ اس کا ایک اقتباس نمونۃً ملاحظہ ہو جو آپ نے اس وقت کی مخلوط بولی یا عوام الناس سے رابطہ کی بولی یعنی قدیم ہندی زبان میں تحریر فرمایا تھا۔

"اے طالب! آسمان زمین سب خدا میں ہے۔ ہور سب خدا میں ہے جو تحقیق جان اگر تجھ میں کچھ سمجھ کا ذرّہ ہے تو صفات کے باہر بہتر سب ذات ہی ذات"[۲۴]

سید اشرف جہانگیر سمنانی کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ مخلوط بولی شمالی ہند پہنچتے پہنچتے ایک زبان بن چکی تھی۔ آپ کے تصوف کے اس رسالے کو اُردو زبان میں تصنیفی اعتبار سے اوّلیت کا درجہ حاصل ہے لیکن افسوس آج تک یہ اوّل تصنیف زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔

برصغیر میں دکن کی سلطنت بہمنی کے عہد حکومت میں ایک اور تصنیف کا پتہ چلتا ہے اور یہ تصنیف بھی صوفی بزرگ سید محمد ابن سید یوسف الحسنی الدہلوی المعروف بہ خواجہ بندۂ نواز سید محمد گیسو دراز (المتوفی ۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء) کا رسالہ "معراج العاشقین" ہے جس کا موضوع بھی تصوّف ہے۔ یہ غالباً ۱۴۲۱ء کے قریب لکھا گیا تھا۔[۲۵] البتہ اس رسالے کو انجمن ترقی اُردو نے سے شائع کیا ہے۔

۲۲ے ڈاکٹر ظہور الحسن شارب "تذکرہ اولیائے پاک و ہند" ص ۱۵۳، الفیصل پبلشنگ کمپنی لاہور ۱۹۶۶ء

۲۳ے ڈاکٹر حامد حسن قادری "داستان تاریخ اُردو" ص ۲۴

۲۴ے اے۔ حمید "اُردو نثر کی داستان" ص ۱۷

۲۵ے مولوی عبدالحق "اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ"

خواجہ صاحب بندہ نواز گیسو دراز کے نام سے ایک واقعہ کی نسبت سے مشہور ہوگئے جب آپ کے پیرو مرشد حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی (المتوفی ۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء)[۲۶] نے آپ کے لیے ایک دفعہ آپ کی شان میں یہ شعر پڑھا۔

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد

واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد[۲۷]

(جو کوئی سید گیسو دراز کا مرید ہو گیا بخدا بلا تکلف وہ عشق باز ہو گیا)

حضرت گیسو دراز کے عربی، فارسی کے علاوہ ہندی زبان میں تصوف و اخلاق پر اور بھی رسائل ہیں مثلاً دارالاسرار، شکارنامہ، تمثیل نامہ، ہشت مسائل وغیرہ۔[۲۸]

ابتدائی تصانیف میں صوفیائے کرام کی خدمات

صوفیائے کرام کی تصنیفات کا سلسلہ تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ برابر جاری رہا۔ پاک و ہند کے کم و بیش تمام ہی علاقوں میں تصنیف کا یہ سلسلہ پایا جاتا ہے لیکن موضوع ابتداء میں ہر جگہ تصوف اور اخلاق ہی رہا اور اس موضوع پر بیشتر صوفیائے کرام نے متعدد تصنیفات اپنی یادگار چھوڑی ہیں اور تصنیفات و تالیفات کا یہ سلسلہ گیارہویں ہجری تک جاری رہا۔ اس دور کی مذہبی ادبی خدمات کا ڈاکٹر معین الدین عقیل نے بھی اعتراف کیا ہے۔

"گیارہویں ہجری اور اس سے پہلے کی اردو کی تاریخ زیادہ تر صوفیا و مشائخ کے اقوال و فرمودات سے مرتب ہے۔ یہ بزرگ اپنے اپنے زمانے میں علم و ادب

---

۲۶ مولوی رحمٰن علی "تذکرہ علمائے ہند" (ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری) ص ۵۱۹

۲۷ شیخ عبدالحق محدث دہلوی "اخبار الاخیار" اردو ترجمہ ص ۲۸۵ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

۲۸ ڈاکٹر حامد حسن قادری "داستان تاریخ اردو" ص ۳۹

کے رہنما تھے ان کے سلسلوں سے جو ادیب اور شاعر وابستہ رہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ نتیجتہً ان کے افکار و خیالات، نظریات و عقائد، شعر و ادب پر اس حد تک اثر انداز ہوئے کہ انہیں روایات کا درجہ حاصل ہوا۔"[۲۹]

آگے چل کر مزید رقمطراز ہیں:۔

"صوفیائے کرام و مشائخ عظام نے اصلاح معاشرہ اور احیائے دین کا کام روحانیت کی راہ سے شروع کیا تھا۔ انہوں نے اسلام کو باطنی رنگ میں بلکہ بڑی حد تک روحانی نظام کے طور پر پیش کیا۔ بعض بزرگوں نے قرآن کریم کی آیات کو اُردوئے قدیم میں نظم کیا۔ حمد و نعت میں توحید و رسالت کے نکات بھی بیان کیے۔"[۳۰]

اُردو زبان میں مذکورہ تصنیف و تالیف کے علاوہ سب سے پہلا ترجمہ جو کسی کتاب کا پاک و ہند میں کیا گیا وہ عربی زبان کی کتاب "تمہیدات عین القضات" ہے جس کا ترجمہ سید میراں حسینی المعروف بہ شاہ میراں جی خدا نما (المتوفی ۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴ء) نے ۱۰۱۲ھ میں "شرح تمہید ہمدانی" کے نام سے تحریر کیا۔[۳۱] شاہ میراں جی کی کتاب کو اوّل ترجمہ بزبان اُردو قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ اس سے پہلے کسی بھی کتاب کا (خواہ عربی یا فارسی تصنیف ہو) ترجمہ نہیں کیا گیا۔ یہ رسالہ بھی تصوّف، عقائد اور سلوک کی تعلیمات پر مشتمل ہے جو اس بات کی شہادت پیش کرتا ہے کہ مذہبی رجحان ان ہی عنوانات کی طرف ہے کیونکہ تبلیغ دین کے لیے یہ نہایت ضروری تعلیمات ہیں۔

---

۲۹ ڈاکٹر معین الدین عقیل "تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ" ص ۱۵۷، انجمن ترقی اُردو پاکستان ۱۹۷۶ء

۳۰ " " " " " "

۳۱ ڈاکٹر حامد حسن قادری "تاریخ داستان اُردو" ص ۴۴

فارسی زبان سے اُردو زبان میں پہلا ترجمہ شاہ میراں یعقوب نے (۱۰۷۸ھ/۱۶۶۷ء) میں شیخ برہان الدین اورنگ آبادی کی تصنیف "شمائل الاتقیا" نامی کتاب کا کیا۔[۳۲] لیکن طارق محمود کی تحقیق کے مطابق فارسی سے اُردو زبان میں پہلا ترجمہ ملک خورشید نے ۱۰۵۶ء میں امیر خسرو (المتوفی ۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء) کی مثنوی "ہشت بہشت" کے چند ابواب کا کیا تھا اور دوسرا ترجمہ ۱۰۸۱ھ میں طبعی نے نظامی گنجوی کی مثنوی "ہفت پیکر" کا "بہرام و گل اندام" کے نام سے کیا تھا۔[۳۳]

برصغیر میں ترجمہ کا آغاز

برصغیر پاک و ہند میں ترجمہ کا آغاز اگرچہ گیارہویں ہجری میں ہو چکا تھا اور عربی و فارسی کتب کے تراجم کا سلسلہ جاری و ساری رہا لیکن ان تراجم کا دائرہ اکثر و بیشتر تصوف، عقائد، سلوک، اخلاق اور فقہی رسائل تک محدود رہا جبکہ مذکورہ صدی میں ترجمۂ قرآن کا باقاعدہ آغاز نظر نہیں آتا ہے، البتہ تراجم قرآن سے قبل اُردو زبان میں تفسیر کا سلسلہ یقیناً شروع ہو چکا تھا۔ دسویں صدی ہجری میں اگرچہ تفسیر کا پتہ ملتا ہے مگر گیارہویں صدی ہجری تک اس کو فروغ نہ ملا اور قرون مابعد کی جتنی بھی جزوی تفاسیر دستیاب ہیں، کسی ایک پر بھی مؤلف کا نام موجود نہیں ہے اور یہ بیشتر قلمی مسوّدات یعنی مخطوطات محفوظ بھی ہیں۔ ان میں سے بعض مخطوطے انجمن ترقیٔ اُردو کی لائبریری میں موجود ہیں۔ یہاں ان میں سے ایک ترجمہ کا اقتباس نمونتاً پیش کیا جا رہا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۞ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۞ (سورۃ الرحمٰن)

ترجمہ: اے لوگو تم کرو بکھاں جس کا میٹھا نام رحمان۔ جن سکھایا ہے قرآن جن

۳۲؎ ڈاکٹر حامد حسن قادری "تاریخ داستان اُردو" ص ۴۷

۳۳؎ طارق محمود "اُردو کی سائنسی اور فنیاتی تراجم کا جائزہ" بحوالہ "اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل" ص ۴۷، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد

سا جو ہے انسان۔[۳۴]

اُردو کی ابتدائی نشو و نما میں چونکہ ذخیرہ الفاظ محدود تھا اسی لیے قرآن مجید کا اُردو زبان میں ترجمہ کا کام انتہائی مشکل اور دقّت طلب تھا لیکن شروع دَور کی چند تفاسیر ضرور ملتی ہیں۔ تفسیر میں دراصل بات کا سمجھانا مقصود ہوتا ہے اس لیے زبان کا ادبی ہونا ضروری نہیں یا کم از کم بنیادی شرط نہیں کیونکہ تفسیر میں مفسّر ہر طرح اصل متن کو سمجھنے کے بعد متن قرآن کو آسان اور عام فہم لفظوں میں پیش کرتا ہے جبکہ ترجمۂ قرآن میں لفظوں کا استعمال محدود ہوتا ہے۔ قرآن کے ترجمے کے لیے لفظوں کا موضوع اور فصیح ہونا دونوں بہت ضروری ہیں اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ جس زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے اس زبان کا ایک وافر ذخیرۂ الفاظ موجود ہو۔ یہ اَمر پوشیدہ نہیں کہ کسی زبان یا بولی میں الفاظ کی تعداد یکبارگی نہیں بڑھتی بلکہ اس کے لیے خاصا طویل وقت درکار ہوتا ہے۔ پس ان ہی مسائل سے اُردو زبان بھی دوچار رہی۔ یہی وجہ ہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں اُردو تصنیف کا سلسلہ شروع ہو جانے کے باوجود گیارہویں صدی ہجری تک مکمل ترجمۂ قرآن نہ کیا جا سکا، البتہ جزوی تفسیر کی ابتداء کافی پہلے ہو گئی تھی۔

اُردو زبان میں ترجمہ کی ابتدائی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دکن کی اسلامی ریاستوں میں عرصۂ دراز تک زیادہ تر توجہ عقائد، تصوّف، اخلاقیات اور فقہی کتب کے تراجم تک محدود رہی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موضوعات کی نوعیت خالصتاً تبلیغی ہے۔ صوفیائے کرام عقائد، توحید و رسالت کی تعلیم کے بعد سب سے زیادہ توجہ ان ہی موضوعات پر دیتے رہے ہیں، تاکہ اپنے معتقد راسخ العقیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب کا اعلیٰ نمونہ بنا سکیں۔ یہ اس لیے ممکن ہے کہ صوفیائے عظام شریعت و طریقت دونوں کی تعلیم یکسوئی کے ساتھ دیتے ہیں کیونکہ شریعت اور طریقت کوئی دو الگ الگ راہیں نہیں بلکہ شریعت اصل اور طریقت

---

[۳۴] "ترجمہ سورۃ رحمٰن" ورق ۶، نمبر الف ۵/۱ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اُردو (قلمی نسخہ)

اس کی فرع ہے[35]۔ بلکہ ایک دوسرے سے اسی طرح تعلق رکھتی ہیں جس طرح جسم کا تعلق رُوح سے ہے۔ شریعت و طریقت کے درمیان خط فاصل کبھی بھی بہت نمایاں اور واضح نہیں رہا۔[36]

برصغیر سے فارسی زبان کی رخصت

بارہویں صدی ہجری میں اُردو زبان نہ صرف ادبی رنگ اختیار کر چکی تھی بلکہ کثیر تصنیفات تالیفات اور تراجم کے باعث وہ ایک عام فہم زبان بن چکی تھی۔ دوسری طرف عربی کے بعد فارسی زبان بھی یہاں سے رخصت ہو رہی تھی اور اس خلا کو اُردو زبان پُر کر رہی تھی، لیکن اس کے باوجود علماء اور صوفیاء نے قرآن مجید کے ترجمہ کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ ان حضرات کو عربی زبان و ادب یا علوم دینیہ پر دسترس نہ تھی جبکہ اس زمانے میں مدارس کی سطح پر تمام علوم درسیہ فارسی و عربی ہی میں پڑھائے جاتے تھے۔ ان حضرات کے نزدیک ترجمۂ قرآن نہ کرنے کے کئی وجوہ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً (۱) علماء قرآن کے ترجمہ کو خواہ وہ کوئی زبان ہو بدعت سیئہ سمجھتے ہوں کیونکہ عوام الناس کو بغیر تشریح کے معنی و مطالب نہیں سمجھائے جا سکتے۔ شاہ ولی اللہ کا ترجمۂ قرآن ان کے سامنے تھا جس پر ایک ہنگامہ برپا ہوا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے ہی برصغیر پاک و ہند میں ترجمۂ قرآن کا دروازہ کھولا تھا جس کی افادیت آج ہم مسلمان محسوس کر سکتے ہیں لیکن یہ بات بھی ایک خاص حد تک درست ہے کہ اس سے بہت سے مضر اثرات بھی مرتّب ہوئے جب مترجمین اور مفسرین نے نامناسب اور غیر ضروری تاویلات کو بروئے کار لا کر مسلمانوں کو قرآن کی اصل رُوح سے دُور کر دیا۔[37]

---

[35] مولانا احمد رضا خان بریلوی "مقال عرفا باعزاز شرع علماء" ص ۲۹، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۵ء

[36] حسن عبدالحکیم (اگائی این) اسلام اور تقدیر انسانی" (مترجم فضل قدیر) ص ۲۶۰، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۹ء

[37] مولانا سعید احمد اکبر آبادی "فہم القرآن" ص ۱۱، ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۲ء

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس وقت کے مترجمین قرآن اُردو زبان کو ایک مکمل زبان نہ سمجھتے ہوں جس کے باعث قرآن کریم جیسی الہامی کتاب کا ترجمہ کرنے سے گریز کرتے رہے اور یہ وجہ قلتِ الفاظ ہی کی ہو سکتی ہے۔ اگرچہ انہوں نے اپنی دیگر تصنیفات اور تالیفات میں جگہ جگہ قرآن و حدیث کے ترجمے پیش کیے مگر وہ عموماً توضیحی یا تشریحی نوعیت کے ہیں، لیکن وہ تمام قرآن مجید کو اُردو زبان کے قالب میں ڈھالنے سے گریز کرتے رہے۔ ایک اور وجہ مولوی عبدالحق کی زبانی بھی نظر آتی ہے کہ "قرآن مجید کا ترجمہ آسان کام نہیں"۔[۳۸]

یہ درست ہے کہ ترجمۂ قرآن جس زبان میں بھی کیا جا رہا ہو وہ زبان ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہو کیونکہ عقائد اور احکام کا دار و مدار لفظوں کے معانی اور مفہوم ہی پر ہے اور لفظوں کے معانی بعض اوقات زمانے کے ساتھ ساتھ بدل بھی جاتے ہیں۔ اس لیے مترجم کو لازم ہے کہ وہ اس بات سے آگاہ ہو کہ قرآن کے جن لفظوں کا ترجمہ کر رہا ہے اس کے معنی اس وقت کیا تھے اور لفظ کن کن معنوں میں مستعمل تھا۔ اسی طرح اگر کوئی لفظ ذو معنی ہو یا کثیر المعانی، تو کون سا مترادف لفظ ترجمے کے وقت استعمال کیا جائے مثلاً قرآن میں لفظ "مَكَرَ" ایک ہی آیت شریفہ میں تین دفعہ استعمال ہوا ہے مثلاً سورۃ آلِ عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۔ (آلِ عمران: ۵۴)

اس آیت شریفہ میں لفظ "مکر" تین دفعہ استعمال ہوا ہے پہلے "مکر" کے حامل وحامل منافقین، یہود و نصاریٰ ہیں کہ ان کی عادت ہی مکر کرنے کی ہے کیونکہ وہ مکار، فریبی دغاباز، چالباز اور دھوکے باز ہی ہیں۔ جبکہ آیت میں دوسرے اور تیسرے "مکر" کی نسبت خود باری تعالیٰ کی طرف ہے مگر عام لفظی معنی اس کی شان میں ہرگز ہرگز استعمال نہ ہوں

۳۸۔ مولوی عبدالحق "قدیم اُردو" ص ۱۲۰

گے۔ لیکن تعجب ہے کہ اکثر مترجمین قرآن نے ان دونوں 'مکر' کا بھی وہی ترجمہ کیا ہے جو کفار اور منافقین کے لیے کیا تھا۔[۳۹]

بیشتر مترجمین نے 'مکر' کے ترجمہ کے وقت صرف لغت سے مدد حاصل کی اور عربی ادب کو ملحوظ نہیں رکھا ورنہ ذات باری تعالیٰ کے لیے یقیناً کوئی دوسرا مترادف لفظ استعمال کرتے۔ اگرچہ آیت میں 'مکر' کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی نسبت کر رہا ہے۔

ممکن ہے ایسے ہی مقامات کے پیش نظر اور لفظوں کی قلت اور ان کا مترادف نہ ملنے کے باعث بارہویں صدی تک قرآن کا ترجمہ اُردو زبان میں نہیں کیا جا سکا کیونکہ صوفیا یہ سمجھتے تھے کہ ذرا سی بھی غلطی ترجمے میں ہو گئی تو اللہ کے یہاں سخت پکڑ ہو گی۔

حقیقت میں ایسے ہی مقامات کے استقصا اور تحقیق کے بعد ہی کسی مترجم کے متعلق یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ اس نے حق ترجمہ ادا کیا یا کم فہمی کے باعث ٹھوکر کھائی۔ راقم الحروف ایسے ہی مقامات کے مطالعے کے بعد اس طرف متوجہ ہوا کہ اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ کون کون سے مترجم اس قسم کے مقامات پر کامیابی سے گزرے ہیں اور کن مترجمین کے قلم بہکے اور قدم ڈگمگائے ہیں۔

قرآن پاک کے بیشتر اُردو تراجم میں سینکڑوں مثالیں ایسی موجود ہیں کہ جب مترجمین نے قرآن کے ذو معنی الفاظ سے ایسے مختلف معنی اخذ کیے جو بعض دفعہ لغوی اعتبار سے بھی غلط ثابت ہوتے ہیں۔ اس کا احساس مترجمین کو ترجمہ کرتے وقت نہیں ہو سکا مگر مسلمان اس کو پڑھنے کے بعد مختلف گروہوں میں بٹنے لگے۔ بہت ممکن ہے ان ہی حالات کے پیش نظر فی زمانہ علماء نے ترجمۂ قرآن سے نہ صرف گریز کیا بلکہ ابتدا میں مخالفت بھی کی کیونکہ بہت سے قرآن کے الفاظ ایسے بھی ہیں جن کا ہماری زبان میں ترجمہ ممکن ہی نہیں، اسی لیے ترجمہ نہیں کیا صرف

۳۹؎ رفیع الشان قرآن عظیم 'دس ترجموں والا'، ص ۲۰۰، تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، سن مرقوم نہیں۔

توضیح اور تشریح پر اکتفا کیا۔

قرآن مجید کا پہلا اُردو ترجمہ

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب زبان میں مزید وسعت پیدا ہوئی تو پھر علماء کی ہمتیں ترجمۂ قرآن کے لیے بڑھیں اور آخر کار شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خانوادے کے جلیل القدر فرزندوں نے اس کا بوجھ دوبارہ اپنے کندھوں پر اُٹھایا کیونکہ یہ خانوادہ پہلے ہی اپنے نورِ بصیرت سے دیکھ چکا تھا کہ اُمّتِ مسلمہ کے لیے اس خطّے میں فلاح جب ہی ممکن ہے کہ مسلمان قرآن سے تعلق جاری رکھیں اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ قرآنی تعلیمات ان کی مادری زبان میں فراہم کی جائیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے عربی زبان کو جب یہاں سے رخصت ہوتے دیکھا تو انہوں نے فارسی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا اور جب فارسی زبان بھی مغلیہ سلطنت کے زوال اور انگریزوں کے تسلّط کے بعد تیزی سے روبہ زوال ہوئی اور عوامی طبقہ فارسی زبان سے دُور ہونے لگا تو شاہ ولی اللہ کے صاحبزادوں نے شمالی ہند کو ایک دفعہ پھر یہ شرف بخشا کہ جہاں سے اُردو زبان کی پہلی تصنیف منظرِ عام پر آئی تھی وہیں سے اس زبان میں اللہ کی آخری کتاب کا ترجمہ بھی پیش کر دیا۔ چنانچہ شاہ محمد رفیع الدین دہلوی (پ ۱۱۶۳/۱۷۵۰ء) (م ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء) ابن شاہ ولی اللہ دہلوی نے قرآن مجید کا اُردو میں پہلا لفظی ترجمہ (۱۲۰۰ھ/۱۷۷۶ء) میں مکمل کیا۔[40]

شاہ رفیع الدین دہلوی کو اُردو زبان میں ترجمۂ قرآن کا اوّلیں مترجم کہا جا سکتا ہے آپ

---

[40] (الف) دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۰، ص ۳۱۸، دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۳ء

(ب) ڈاکٹر جمیل جالبی "تاریخ ادب اُردو" جلد دوم حصہ دوم، ص ۱۰۵۳، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۸۲ء

(ج) مولوی رحمان علی "تذکرہ علمائے ہند" مترجم ڈاکٹر ایوب قادری، ص ۱۹۶

کا ترجمۂ قرآن ایک لفظی ترجمہ ہے۔ آپ نے بہت ممکن ہے لفظی ترجمہ کرنے کو اس لیے ترجیح دی ہو کہ وہ خود اس عملِ خیر میں ابتدا کر رہے تھے۔ اگرچہ یہ شوق ان کو یقیناً اپنے والد کے ترجمۂ قرآن کو دیکھ کر پیدا ہوا ہوگا مگر جو چیز ان کے پیشِ نظر رہی ہوگی وہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود ہوگی۔ چونکہ عوامی طبقہ عربی، فارسی دونوں زبانوں سے دُور ہو رہا تھا اور مسلمانوں کو قرآن فہمی میں مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے قرآن مجید کا تحت اللفظی اُردو ترجمہ کیا۔ اگرچہ وہ خود بھی اس بات سے آگاہ تھے کہ قرآن کی معجز نما فصیح و بلیغ عبارت ترجمہ کی گرفت میں نہیں آ سکتی۔[۴۱]

شاہ رفیع الدین نے بہت ممکن ہے اس بات کے پیشِ نظر کہ اُردو زبان ابھی اپنی ارتقائی منزل سے گزر رہی ہے اور زبان میں فصاحت و بلاغت بھی پوری طرح پیدا نہیں ہوئی ہے۔ قرآن کا بامحاورہ ترجمہ کرنے سے گریز کیا مگر وقت کی ضرورت کو مدِنظر رکھا کہ اگر اُردو ترجمہ پیش نہ کیا گیا تو مسلمان قرآن کی معرفت سے محروم رہ جائیں گے، لہٰذا ہندوستان کے سیاسی حالات میں انگریزوں کا بڑھتا ہوا اثر دیکھ کر انہوں نے ترجمہ کر کے دوسرے علماء کے لیے بھی راہ ہموار کر دی، چنانچہ جلد ہی آپ کے چھوٹے بھائی شاہ عبدالقادر دہلوی ——— (پ ۱۱۶۷ھ/۱۷۲۵ء) (م ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء) ابن شاہ ولی اللہ دہلوی نے اردو زبان کی تاریخ میں پہلا بامحاورہ ترجمہ مختصر حاشیہ کے ساتھ "موضوعِ قرآن" کے نام سے (۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء) میں مکمل کیا۔[۴۲]

شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن اپنے بڑے بھائی کے ترجمۂ قرآن کی طرح لفظی نہیں بلکہ

---

[۴۱] حسن عبدالحکیم (ڈاکٹر) ایں، "اسلام اور تقدیر انسانی" ص ۲۶۰

[۴۲] (الف) دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۲، ص ۹۳۵ دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۳ء

(ب) ڈاکٹر جمیل جالبی، تاریخ ادب اُردو، جلد دوم، حصہ دوم، ص ۱۰۵۲، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۸۲ء

محاوراتی کہا جاسکتا ہے کیونکہ آپ کے ترجمۂ قرآن میں جملے کی ساخت پر شاہ رفیع الدین کے ترجمۂ قرآن کے برخلاف اُردو جملے کا مزاج حاوی ہے۔ اس میں روزمرہ کی بول چال اور محاوروں کا خیال رکھا گیا ہے، عربی لفظ کے لیے موزوں اُردو لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمۂ قرآن اُردو ہندی لغت کا ایک عظیم گنجینہ ہے۔[۴۳] آپ نے زیادہ تر دیہی زبان استعمال کی ہے جو عوام میں بولی جاتی تھی۔ شاہ عبدالقادر دہلوی نے دراصل عوامی زبان اور محاوروں کو قرآن جیسی کتاب کے ترجمے کے لیے استعمال کر کے اس کو ایک نئی رفعت عطا کی جس سے اُردو زبان میں اظہار کی غیر معمولی قوت کا اندازہ ہوتا ہے۔

شاہ برادران کے ترجموں نے حقیقت میں برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں پر احسان عظیم کیا، کیونکہ اس وقت مسلمان بدترین سیاسی حالات سے دوچار تھے اور اُن کا علمی میدان بھی زوال آشنا تھا لیکن یہ صوفیائے کرام اور علماء حق کی بصیرت تھی کہ انہوں نے مستقبل کو دیکھ لیا اور قرآنی تعلیمات کو جاری رکھنے کی خاطر اس کو اُردو کے قلب میں ڈھال کر عوام کے لیے قرآنی تعلیمات کا راستہ کھلا رکھا، بلکہ اُردو ادب میں ایک جدت پیدا کی۔ ادب کو ایک نئے انداز سے اسلوب قرآنی سے آشنا کروایا۔ اس کے علاوہ اُردو ادب کو لفظوں کا ایک بڑا ذخیرہ بھی بہم پہنچا دیا۔

اُردو ادب کا اسلوب جو ابھی تک فارسی ادب کا مرہون منت تھا اس نے قرآن سے استفادہ کے بعد اپنا رستہ خود متعین کیا اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ کئی اسالیب پیدا ہو گئے۔ اس لیے قرآن مجید کے اُردو زبان میں لفظی اور بامحاورہ ترجموں کے بعد نثری اُردو ادب کا نیا دور شروع ہوتا ہے جس کو اسلامی، مذہبی یا دینی ادب کا دَور کہا جاسکتا ہے۔ بقول ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (المتوفی ۱۹۸۱ء) یہ نہ صرف ایک جرأت مندانہ قدم تھا بلکہ اس کے دُور رس

۴۳۔ ڈاکٹر جمیل جالبی "تاریخ ادب اُردو" جلد دوم حصہ دوم ص ۱۰۵۵

نتائج برآمد ہوئے اور آج کے تمام مذہبی، اسلامی ادب اسی نئے دَور کا مرہونِ منت ہے۔[44]

تراجم قرآن کے ساتھ ساتھ تیرہویں صدی ہجری میں مذہبی کتابوں کی تالیف و تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ خاص کر تصوف، سلوک، اخلاقیات اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب لکھا گیا اور اُردو نثر کے اسالیب وضع ہوتے چلے گئے۔ اس دَور کی لکھی گئی مذہبی تصانیف کا اسلوب سادہ اور صاف ہے۔ تیرہویں صدی کے یہ اسالیب چودھویں صدی ہجری میں پختہ اور مستحکم ہو جاتے ہیں۔[45]

شاہ برادران کے تراجم قرآن تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں ہی منظر عام پر آ گئے تھے اور دونوں بھائیوں کو اس بات کا اعزاز حاصل ہے کہ ایک لفظی ترجمہ کا بانی ہے تو دوسرا بامحاورہ ترجمہ کا موجد ہے[46] مگر تاریخ میں شاہ برادران سے قبل کے بھی تراجم قرآن اُردو زبان میں ملتے ہیں جو عموماً تفسیر نما ہیں اور نامکمل۔ ایسا ہی ایک تفسیر نما نامکمل ترجمۂ قرآن شاہ مراد اللہ انصاری سنبھلی قادری حنفی (المتوفی   ) کا ہے جو انہوں نے (۱۱۸۴ھ/۱۷۷۱ء) میں شاہ رفیع الدین دہلوی سے ۱۵ سال قبل مکمل کر لیا تھا مگر یہ تفسیر مرادیہ "خدائی نعمت" کے نام سے مشہور ہے اور صرف آخری "عم یتساءلون" پر مشتمل ہے۔ کئی بار کلکتہ، کانپور اور بمبئی سے چھپ چکی ہے۔[47]

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی کتاب "تاریخ ادب اُردو" میں شاہ مراد اللہ انصاری قادری کی تفسیر مرادیہ کے دیباچہ کا ایک اقتباس نقل کیا ہے جس میں شاہ انصاری نے تفسیر لکھنے کی وجہ بیان کی ہے۔

"جن لوگوں نے متن قرآن پڑھا اُن کو قرآن کی آیتوں کی تفسیر ہندی زبان میں

---

[44] ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی "برصغیر پاک و ہند میں ملت اسلامیہ" ص ۲۲۵۔ مطبوعہ کراچی

[45] ڈاکٹر جمیل جالبی "تاریخ ادب اُردو" جلد دوم، حصہ دوم، ص ۹۹۲

[46] مولوی عبدالحق "پرانی اُردو میں قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر" ص ۱۷۷، سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر جلد دوم لاہور ۱۹۷۰ء

[47] ″ ″ ″ ″

معنی سنادُنا تھا..... اللہ تعالیٰ نے اُن کے سچے شوق اور اخلاق کی برکت میں اس عاجز بندے خاکسار کے دل میں یہ بات ڈال دی جو اس ہندی تقریر کو، وہی بات جو عربی، فارسی تفسیروں کے بیان میں زبان سے نکلتی ہے۔ اوس ہی تقریر کو کاغذ کے اوپر قلم بند کر، لکھ کر اون کو پڑھا دیجئے تو دین کے علم کی باتیں اون کے اوپر خوب طرح سے معلوم ہو جاویں، یاد رہیں، کام آویں، اچھے عمل کرنے کا شوق بڑھ جاوے"[۴۸]

شاہ مراد اللہ انصاری قادری حنفی کی تفسیر "خدائی نعمت" کی وجہ تالیف سے یہ بات سامنے آئی کہ انہوں نے قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا، اس کے لیے انہوں نے وہی زبان استعمال کی جو ان کے چاروں طرف بولی جاتی تھی اور دیکھا جائے تو چند مخصوص مقامات کے علاوہ اس دور کی اُردو اور آج کی اُردو میں زیادہ فرق بھی نہیں ہے

بارہویں صدی ہجری میں اس کے علاوہ بھی نامکمل تراجم نما تفسیری تراجم مخطوطات کی شکل میں ملتے ہیں۔ یہ ترجمہ کی شکل ہی ہے صرف جگہ جگہ تفہیم کی خاطر تفصیل آجاتی ہے اس قسم کے ایک اور ترجمہ نما تفسیر کا ذکر ڈاکٹر حامد حسن قادری نے بھی کیا ہے۔ یہ ترجمہ اشرف الحکماء حکیم محمد شریف خان (المتوفی ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء)[۴۹] ابن محمد اکمل خان حاذق الملک نے شاہ رفیع الدین دہلوی سے کافی عرصے پہلے کیا تھا لیکن مشہور نہ ہو سکا۔ ترجمہ کا مکمل مسودہ حکیم محمد احمد خان دہلوی المتوفی ۱۹۲۷ء کے پاس دیکھا گیا تھا جو خود مترجم کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا لیکن تاریخ میں وہ محفوظ نہ رہ سکا اور اب اسے کوئی نہیں جانتا۔[۵۰] حکیم محمد شریف خان نے جہاں

۴۸۔ ڈاکٹر جمیل جالبی "تاریخ ادب اردو" جلد دوم، حصہ دوم، ص ۱۰۴۴

۴۹۔ " " " " " ص ۱۰۶۰

۵۰۔ ڈاکٹر حامد حسن قادری "تاریخ داستان اُردو" ص ۱۴۴

بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں، وہاں ان کو قرآن کا ترجمہ کرنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اگر تاریخ ان کے ترجمے کو محفوظ رکھتی تو اولیت کا سہرا آپ ہی کے سر ہوتا۔ البتہ حدیث شریف کی مشہور کتاب "مشکوۃ شریف" کا اُردو زبان میں "کاشف المشکوۃ" کے نام سے پہلا ترجمہ کر کے اولیت کا اعزاز حاصل کیا۔ یہ ترجمہ آپ نے ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۹ء میں مکمل کیا تھا۔[۵۱]

حکیم شریف خان کا ترجمہ جو ابوالکلام آزاد کی وساطت سے مولوی عبدالحق کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اپنی رائے میں اشرف الحکماء محمد حکیم شریف کے ترجمے کو شاہ عبدالقادر کے ترجمے سے زیادہ آسان اور صاف قرار دیتے ہیں کیونکہ بقول ان کے حکیم صاحب کے ترجمۂ قرآن میں لفظی پابندی اتنی زیادہ نہیں کی گئی ہے اور اُردو زبان کی ترکیب کا نسبتاً زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ نیز یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی کی طرح ہندی کے بجائے ریختہ میں کیا گیا ہے۔[۵۲]

شاہ برادران کے بعد قرآنی تراجم کا اُردو زبان میں باقاعدہ آغاز ہو جاتا ہے اور یکے بعد دیگرے کئی ترجمے تیرہویں صدی ہجری میں منظر عام پر آئے لیکن کسی ترجمۂ قرآن کو بھی کوئی خاص شہرت حاصل نہ ہوئی۔ ان میں سے اکثر جو موجود ہیں وہ لائبریریوں کی زینت ہیں۔ البتہ ان تراجم میں اگر کسی ترجمۂ قرآن کو تھوڑی بہت شہرت اس صدی میں ملی تو وہ سر سید احمد خان کے ترجمہ/تفسیر کو حاصل ہوئی جو انہوں نے ۱۵ پارے تک مکمل کیا تھا۔

تیرہویں صدی ہجری کا ادبی جائزہ

تیرہویں صدی ہجری میں جو ترجمۂ قرآن شاہ برادران کے بعد سب سے پہلے منظر عام پر آیا وہ مولوی عزیز اللہ ہمرنگ اورنگ آبادی (دکن) کا جزوی ترجمہ "چراغ ابدی" تھا ۱۲۱۶ھ

۵۱ے ڈاکٹر حامد حسن قادری "تاریخ داستان اُردو" ص ۱۶۷

۵۲ے مولوی عبدالحق دہلوی "قدیم اُردو" ص ۳۶

میں لکھا گیا یہ صرف آخری پارے کا ترجمہ ہے۔[۵۳]

تیرہویں صدی ہجری میں اُردو زبان کو قرآن کے ساتھ ساتھ دوسری مذہبی کتابوں کے تراجم سے بالخصوص حدیث، فقہ کی کتابوں کے ترجمے سے بہت فروغ حاصل ہوا۔ خاص کر فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد جس کی بنیاد کلکتہ میں ۷ ذی الحجہ ۱۲۱۴ھ/۴ مئی ۱۸۰۰ء کو لارڈ ویلزلی گورنر جنرل ایسٹ انڈیا کمپنی نے رکھی تھی۔[۵۴]

اُردو ادب کو پہلی دفعہ اجتماعی فوائد اس وقت حاصل ہوئے جب برصغیر پاک و ہند میں پہلا عربی حروف کا مطبع قائم ہوا۔ جہاں مختصر عرصے میں ہی ۵۰ سے زیادہ مختلف موضوعات پر کتابیں شائع ہوئیں جن میں بیشتر مذہبی کتابوں کے ترجمے تھے۔[۵۵] اُن تراجم کا اسلوب زیادہ تر سادہ ہے۔ محاورات پر خاص توجہ نہیں کی گئی۔ البتہ قصہ کہانیوں کی تصانیف میں عبارت مقفیٰ اور مسجع نظر آتی ہے۔ اسی کالج میں جہاں انجیل مقدس کا پہلی دفعہ اُردو زبان میں ترجمہ کیا گیا وہیں کالج میں متحدہ کوششوں سے ترجمۂ قرآن کا بھی آغاز ہوا۔ ترجمہ کے لیے ۵ افراد کی ایک جماعت تشکیل پائی جو ڈاکٹر گل کرائسٹ کی نگرانی میں قرآن کو اُردو زبان میں منتقل کر رہے تھے۔ ان ۵ صاحبان میں مولوی امانت اللہ شیدا، میر بہادر علی حسینی، مولوی فضل اللہ، مرزا کاظم علی اور حافظ محمد غوث نے لگ بھگ ۲ سال کی جدوجہد کے بعد تیرہویں صدی کا تیسرا مکمل ترجمۂ قرآن اُردو زبان میں (۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴ء) میں مکمل کر لیا اور یہ انیسویں صدی عیسوی کا پہلا ترجمۂ قرآن ہے جو اُردو زبان میں سامنے آیا۔[۵۶]

۵۳۔ جمیل نقوی "قرآن مجید کے اُردو تراجم" ص ۴۵

۵۴۔ ڈاکٹر حامد حسن قادری "تاریخ داستان اُردو" ص ۹۵

۵۵۔ " " " ص ۴۷

۵۶۔ جمیل نقوی "قرآن مجید کے اُردو تراجم" ص ۴۵

تیرہویں صدی ہجری میں اس کے علاوہ اور بھی انفرادی کوششیں کی گئیں جس کے نتیجے میں کئی ترجمۂ قرآن اُردو زبان میں منظر عام پر آئے لیکن کسی ترجمہ کو بھی شہرت دوام نصیب نہ ہوئی مگر اب یہ تراجم مختلف لائبریریوں کی زینت ہیں۔ جزدی تراجم کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ اسی طرح ممکن ہے قلمی تراجم قرآن اُردو زبان میں اور بھی ہوں مگر تاریخ ان کو محفوظ نہ رکھ سکی۔ تیرہویں صدی کے چند تراجم قرآن کی فہرست پیش کی جا رہی ہے جن کو تاریخ نے محفوظ رکھا ہے۔[۵۷]

۱۔ عبداللہ ہوگلی ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء

۲۔ عبداللہ سید ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء

۳۔ امام الدین مسیحی ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء

۴۔ کرامت اللہ جونپوری ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء

۵۔ انور علی لکھنوی ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء

۶۔ کہنیا لال کھزری ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء

۷۔ محمد ہاشم علی ۱۲۸۹ھ/۱۸۶۱ء قلمی

۸۔ ظہور الدین بلگرامی ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء قلمی

۹۔ مترجم نامعلوم الاسم ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۵ء قلمی

(۷–۹: برٹش میوزیم)

تیرہویں صدی ہجری کے اختتام سے قبل اُردو تفسیر میں ایک اہم اضافہ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں ہوا جب سر سید احمد خان (المتوفی ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء)[۵۸] کی ۷ جلدوں پر مشتمل اُردو تفسیر القرآن مع ترجمہ کے ساتھ سامنے آئی۔ اس کی آخری جلد جو ۱۵ویں پارے پر مشتمل ہے

---

[۵۷] جمیل نقوی "قرآن مجید کے اُردو تراجم" ص ۴۵

[۵۸] ڈاکٹر حامد حسن قادری "داستان تاریخ اُردو" ص ۱۳۱

(۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء) میں منظرِ عام پر آئی، یہ علیگڑھ انسٹی ٹیوٹ پریس سے شائع ہوئی۔[۵۹] اس صدی میں محتاط اندازے کے مطابق کل ۲۵ ترجمہ/تفسیر اُردو زبان میں پائے جاتے ہیں۔[۶۰] لیکن چند کے علاوہ سب غیر مشہور اور غیر معروف ہیں۔

سر سید احمد خان کے ترجمہ/تفسیر سے قرآنی تراجم اور تفسیر کے ایک جدید دَور کا آغاز ہوتا ہے کیونکہ کئی مقامات پر سر سید نے عام روایات سے ہٹ کر ترجمہ اور تفسیر بیان کی ہے جس کو ان کے قریبی ساتھی مولوی الطاف حسین حالی نے اپنی کتاب حیات جاوید میں ذکر بھی کیا ہے۔ مولوی الطاف حسین نے ۵۲ سے زیادہ مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں سر سید احمد خان نے جمہور علماء کی آراء سے اختلاف کیا ہے۔[۶۱]

سر سید احمد کے ہم خیال علماء نے ترجمۂ قرآن اور تفسیر لکھنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مثلاً مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ (قادیانی) کی تفسیر/ترجمہ میں بیشتر مقامات پر سر سید احمد خان کی فکر ہی کی ترجمانی ہے۔[۶۲] سر سید احمد کی تفسیر اور ترجمۂ قرآن نے درحقیقت اسلام میں ایک نیا نیچری ( ) رجحان پیدا کیا جس کے نتیجے میں کئی فرقوں نے نئے خیالات کے ساتھ جنم لیا۔[۶۳]

سر سید احمد خان کی اُردو ادب کے حوالے سے خدمات کا ہر کوئی معترف ہے کیونکہ جدید اُردو ادب کے فروغ کے سلسلے میں آپ نے جو اہم خدمات انجام دی ہیں، تاریخ

---

۵۹ جمیل نقوی "قرآن مجید کے اُردو تراجم" ص ۴۴

۶۰ ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم شرف الدین "قرآن حکیم کے اُردو تراجم" ص ۱۰۱، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۶۱ شیخ محمد اکرام "موج کوثر" ص ۱۶۷/۱۶۸، فیروز سنز لمیٹڈ کراچی

۶۲ " " " " "

۶۳ محمد طیب داناپوری "تجانب اہل سنۃ عن اہل الفتنۃ" ص ۲۸، بریلی الیکٹرک پریس، انڈیا

اُردو ادب اس پر جتنا فخر کرے وہ کم ہے۔یہی وجہ ہے کہ جدید اُردو ادب کے عناصر خمسہ اس کا لازمی جزو قرار دیئے جاتے ہیں[۶۴] اور اگر آپ کو جدید اُردو کا بانی کہا جائے تو بھی غلط نہ ہوگا کیونکہ اُردو ادب میں انہوں نے کئی تصنیفات و تالیفات کے علاوہ سینکڑوں مضامین کا ایک عظیم ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔اس لیے سرسید کے دَور کو جدید اُردو کے اسالیب سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا لیکن مذہب کے بنیادی اصولوں میں جدت پسندی نے انہیں مسلمانوں میں ایک متنازعہ شخصیت بنا دیا۔[۶۵]

چودھویں صدی ہجری کا اُردو ادب

چودھویں صدی ہجری اُردو زبان کی ارتقائی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ جدید اُردو ادب کو جتنا فروغ اسی صدی میں نصیب ہوا اس سے پہلے کبھی حاصل نہ ہوا۔اس صدی کے ابتدائی ۵۰ سالوں میں جتنا لکھا گیا ہے اس سے قبل پچھلی دو تین صدیوں میں بحیثیت اجتماعی بھی اُردو زبان میں اتنا نہیں لکھا گیا۔مختلف موضوعات پر تصنیفات کے ساتھ ساتھ مصنفین کی تعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا۔خاص کر دینی ادب کے حوالے سے مترجمین قرآن اور مفسرین کی تعداد میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا اور اگر نامکمل تفاسیر اور تراجم بھی شامل کر لیے جائیں تو دینی ادب میں مصنفین کی ایک بہت بڑی تعداد سامنے آتی ہے۔اس دَور کے کئی مصنفین کی وجہ شہرت صرف اس وجہ سے ہے کہ اس دَور میں اُردو ادب پر مذہب کا غلبہ تھا۔

سرسید احمد خان کی تحریروں میں از خود مذہب کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ سرسید احمد خان کی توجیحات کو علماء قبول نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی ان سے ہر کسی کا متفق ہونا

۶۴۔ ڈاکٹر حامد حسن قادری "داستان تاریخ اُردو" ص ۶۳۲

۶۵۔ شیخ محمد اکرام "موج کوثر" ص ۷۶

ضروری ہے[۶۶]۔ان کے علاوہ تیرھویں صدی کے آخری عشرہ سے لے کر چودھویں صدی ہجری کے نصف تک لکھنے والوں کی کثیر تعداد موجود رہی۔ان میں بہت سے ایسے نام آتے ہیں جنھوں نے اُردو ادب کی خدمت خالصتاً مذہب کے حوالے سے کی ہے جس طرح اس سے پہلے بھی صوفیائے کرام اُردو ادب کی خدمات انجام دیتے چلے آئے تھے۔ان مصنفین میں مختلف الخیال علماء کرام ہیں جنھوں نے ترجمۂ قرآن، تفسیر القرآن، فقہ، حدیث، تصوف، اخلاق، تاریخ اسلام اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ایک ضخیم ذخیرہ تصانیف یادگار چھوڑا ہے۔

دینی اُردو ادب کے فروغ سے اُردو ادب کی غیرارادی خدمات جاری رہیں اور اُردو زبان اپنی ارتقائی منزل طے کرتی رہی اور جلد ہی ۱۹ ویں صدی عیسوی میں اُردو سرکاری زبان بھی بن گئی۔ مذہبی مصنفین نے کبھی بھی اپنی تحریریں مذہب کا دامن نہ چھوڑا۔ یہ اور بات ہے کہ اُردو ادب کے مؤرخین نے تاریخ لکھتے وقت اس دور کے اکثر مذہبی مصنفین کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ اکثر اُردو ادب کے مؤرخین حضرات مذہبی کتب کے مصنفین کو اپنے یہاں جگہ نہیں دیتے، چاہے ان میں کوئی کتنا ہی بہترین ادیب اور انشاپرداز ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اہم مصنفین تاریخ اُردو ادب میں اپنا صحیح مقام حاصل نہ کر سکے۔ مثلاً ذاکر حسین، غلام السیدین، سید عبداللہ، مولانا احمد رضا وغیرہ۔[۶۷]

حیرت ہے کہ تاریخ ادب اُردو کی مستند تصانیف میں بھی حد درجہ جانبداری برتی گئی، اور اس کا شکار بعض دفعہ ایسے عظیم مصنف ہوئے جو حقیقت میں اُردو نثر میں تحقیق و تدقیق کی راہ دکھا گئے اور بساط ادب کو اپنے نثری شہ پاروں سے اتنا سجا دیا کہ ان کے معاصرین بھی ان سے کہیں پیچھے دکھائی دیتے ہیں جو اپنے رشحات قلم مختلف موضوعات پر مبنی تصانیف کا ایک عظیم سرمایہ

---

۶۶ مولانا سعید احمد اکبر آبادی "فہم القرآن" ص ۱۴

۶۷ مجید اللہ قادری "اردو ادب کی تاریخی فروگذاشت" سالنامہ "معارف رضا" شمارہ ہفتم، ص ۱۵۹ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا رجسٹرڈ کراچی ۱۹۸۷ء

یادگار چھوڑ گئے جو اُردو ادب کے لیے انمول خزانے سے کم نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان حضرات کا ذکر کیے بغیر تاریخ ادب اُردو نامکمل ہے۔

ایک ایسی ہی باکمال شخصیت جس کو تاریخ ادب اُردو کے مستند مؤرخین ڈاکٹر حامد حسن قادری، ڈاکٹر نسیم قریشی، رام بابو سکسینہ، عبدالسلام ندوی، ڈاکٹر محمود شیرانی، ڈاکٹر وحید قریشی ڈاکٹر جمیل جالبی وغیرہ نے درخور اعتنا نہیں سمجھا[۶۸] جس کی وجہ سے ان کی علمی کاوشوں پر دبیز پردے پڑے رہے اور جن کے افکار عالیہ سے اُردو ادب کو نصف صدی سے زیادہ محروم رہنا پڑا، نہ تو خود استفادہ کیا اور نہ دوسروں کو مستفیض ہونے کا موقع فراہم کیا اور اکثر ادب دوست حضرات کو ان سے محروم رکھا مگر اُردو ادب کے ہی ایک محقق عصر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ابن مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی نقشبندی مجددی امام و خطیب شاہی مسجد فتحپوری دہلی (المتوفی ۱۳۸۶/ ۱۹۶۶ء)[۶۹] نے تاریخ کا دوسرا رُخ دکھایا اور چودھویں صدی ہجری کے اس ادیب کو جو علم اور ذہانت کے اعتبار سے بھرپور صلاحیتوں سے بہرہ ور اور عالم اسلام کی قدآور شخصیت یعنی مولانا احمد رضا خان قادری محدث بریلوی کو دُنیائے علم و ادب میں روشناس کرایا اور ثابت کیا کہ آپ اپنے وقت کے عظیم ادیب بھی تھے۔[۷۰]

برصغیر پاک و ہند میں مولانا احمد رضا خان قادری نے اُردو ادب کی بحیثیت انشا پرداز ایسی خدمت انجام دی ہے کہ اُردو ادب کے عناصر خمسہ کی مجموعی خدمات کے مقابلے میں فرد واحد کی خدمات کہیں زیادہ ہیں جس کی مثال برصغیر میں شاید ہی ملے۔ آپ نہ صرف السنہ شرقیہ کے رمز شناس تھے بلکہ اُردو ادب پر دستگاہ کامل کے مالک بھی تھے جن

۶۸؎ مجید اللہ قادری، "اردو ادب کی تاریخی فروگذاشت" ص ۱۶۳

۶۹؎ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد "حیات مظہری" ص ۴۲، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۳۹۴ء

۷۰؎ ، ، "حیات مولانا امام احمد رضا خان بریلوی" ص ۱۵۰، اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ ۱۹۸۱ء

کی تصانیف کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک ہزار سے زیادہ ہے[۷۱]۔ ان کی صرف ایک تصنیف "العطایا النبویۃ فی الفتاوٰی الرضویۃ" المعروف بہ فتاوٰی رضویہ ۱۲ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے جو فقہ سے قطع نظر اردو نثر نگاری کا ایک عظیم شاہکار بھی ہے۔ آپ کی انہی علمی و ادبی کاوشوں کے اعتراف میں اُردو زبان و ادب کے بزرگ محقق، پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان نقشبندی سابق صدر شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی رقمطراز ہیں:

"مولانا احمد رضا اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں کہ جن کے فضل و کمال، ذہانت و فطانت، طباعی اور درّاکی کے سامنے بڑے بڑے علما فضلا جامعات کے اساتذہ، محققین مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔ مختصر یہ کہ وہ کون سا علم ہے جو انہیں نہیں آتا اور کون سا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں"[۷۲]

ایک اور مقام پر وہ تمام مؤرخین کو ان الفاظ کے ساتھ توجہ دلانا چاہتے ہیں:

"اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک "عاشق رسول" یعنی مولانا احمد رضا خان بریلوی کا بھی ذکر کر دیا جائے جس سے ہمارے ادبا نے ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے حالانکہ یہ غالباً واحد عالم دین ہیں جنھوں نے نظم و نثر دونوں میں اُردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں اور اپنی علمیت سے اُردو شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں"[۷۳]

جدید اُردو ادب میں عناصر خمسہ سر سید احمد خان، مولوی محمد حسین آزاد، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، مولوی شبلی نعمانی اور مولوی الطاف حسین حالی[۷۴]، جن میں ہر ایک انگریز حکومت

۷۱؎ مفتی اعجاز ولی خان "ضمیمہ المعتقد" ص ۶۶۶، مکتبہ حامدیہ لاہور

۷۲؎ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان نقشبندی "مولانا احمد رضا خان کا علمی مقام" ہفت روزہ افق کراچی شمارہ ۲۲-۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء

۷۳؎ " " " اُردو شاعری اور تصوف" ص ۵۶۸، رسالہ فکر و نظر مطبوعہ اسلام آباد

۷۴؎ ڈاکٹر حامد حسن قادری "داستان تاریخ اُردو" ص ۱۳۲

کی طرف سے "شمس العلماء" کا خطاب یافتہ ہے۔ اُردو ادب کا نہ صرف معمار بلکہ ادب کے ایوان کے مرجع کار سمجھے جاتے ہیں۔ اُردو ادب کا کوئی ایسا موضوع نہیں جن پر ان حضرات کی قلمی یادگار نہ ہو۔ اگرچہ ان میں سے ہر کوئی ایک دوسرے پر بعض انفرادی خصوصیت کے باعث فوقیت رکھتا ہے لیکن ان سب میں ایک پہلو مشترک ہے یعنی دینی یا مذہبی ادب میں گوناگوں آزادخیالی اور ان میں سے ہر ایک کے قلم سے کہیں نہ کہیں اعتدال کا دامن چھوٹ گیا ہے اور اعتدال سے ہٹ کر بہت کچھ لکھ گئے ہیں۔ ان میں سے دو حضرات یعنی سرسید احمد خان اور ڈپٹی نذیر احمد کی بے اعتدالیاں ان کے ترجمۂ قرآن کے حوالے سے آگے پیش کی جائیں گی۔ مگر مولوی الطاف حسین حالیؔ، مولوی شبلی نعمانی اور مولوی محمد حسین آزاد جو مترجمین قرآن نہیں ہیں مگر ان کی علمی و ادبی کتابوں میں بے اعتدالیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً مولوی شبلی نعمانی جو ایک مؤرخ کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں اور تاریخ کے حوالے سے کئی کتابوں کے مصنف ہیں ان کی تحریر میں بے اعتدالیوں کا تعاقب مولوی عبدالرؤف داناپوری نے "اصح السیر" میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

"اُردو میں سیرت پر بہتر کتاب صرف ایک ہی لکھی گئی ہے یعنی مولانا شبلی کی سیرت نبوی، مگر انھوں نے مغازی پر جو کچھ لکھا ہے بادل نخواستہ۔ اس میں جو کچھ خامیاں ہیں اہل علم سے مخفی نہیں ہے خصوصاً غزوہ بدر کے حالات میں تو انھوں نے عجیب وغریب جدّت کی ہے۔ تمام واقعات کو پلٹ دیا ہے تمام روایت صحیحہ کو ترک کر دیا ہے۔ قرآن پاک سے غزوہ کے حالات کو مرتّب کرنے کا دعویٰ کیا ہے اور قرآن پاک کے مطالب ایسے لیے ہیں اور اس سے وہ باتیں پیدا کی ہیں جو اب تک کسی نے نہ کی تھیں۔ مولانا کی نیّت خراب نہ تھی واقعات میں اُلٹ پھیر اور مطالب میں ردّ و بدل انھوں نے اس

لیے کیا کہ عیسائیوں کا جواب دیا جائے اور بتایا جائے کہ غزوہ بدر اس لیے نہیں
ہوا کہ رسول اللہ قریش کے قافلہ تجارت پر حملے کی نیت سے نکلے تھے بلکہ اس
لیے ہوا کہ خود قریش مدینہ پر حملہ کرنے آئے تھے مگر مولانا کی یہ تکلیف بے کار
ہے۔ صرف بدر کے واقعات بدلنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔"[75]

مولوی الطاف حسین حالی نے اگرچہ 'حیات جاوید' میں سرسید احمد خان کی تفسیر القرآن میں کی گئی لغزشوں کا ذکر کیا ہے اور اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ سرسید سے کئی مقامات پر بے اعتدالیاں ہوگئیں مگر وہ خود بھی اس محفوظ نہ رہ سکے، چنانچہ ان کی 'مسدس حالی' میں سے چند اشعار نمونتاً پیش کیے جا رہے ہیں جن میں ان کے عقائد کا بھی اظہار ہے مثلاً

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
میری حد سے رُتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انسان ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اِک اسی کا بندہ
بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا مری قبر پر سَر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی[76]

---

۷۶ ـــ مولوی الطاف حسین حالی "مسدس حالی" ص ۱۷ - ۱۸ مطبوعہ لاہور

۷۵ ـــ مولوی عبدالرؤف دانا پوری "اصح السیر" ص ۲-۳ مطبوعہ صمد بک ڈپو انڈیا

ان اشعار میں مولوی الطاف حسین حالی نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جیسے بندے ہم ہیں ویسے ہی بندے افضل الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔ جیسے ہم عاجز و مجبور ہیں ویسے ہی آپ بھی اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بس صرف اتنی ہی بزرگی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے بھی ہیں اور اس کے ایلچی بھی۔ مولوی الطاف حسین حالی شاید یہ بھول گئے کہ ہم صرف عبد ہیں اور وہ عبدہٗ اور وہ صرف رسول ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی جمیع صفات کے مظہر کل ہیں۔ الحاصل عناصر خمسہ کے تمام ہی افراد سے کہیں نہ کہیں بے اعتدالی ضرور ہوئی ہے جس نے بعد میں ایک باقاعدہ گروہ کی شکل اختیار کرلی اور جن سے متاثر ہو کر بعض دانشوروں اور روشن خیال علماء نے ان خیالات کی نہ صرف تائید کی بلکہ کئی قدم آگے بڑھ کر حصہ لیا ان میں نمایاں مولوی عنایت اللہ مشرقی، غلام احمد پرویز، مرزا غلام قادیانی اور حسن نظامی (مصنف کرشن بتی) وغیرہ سرفہرست ہیں۔

ان تمام افراد کی تحریروں میں جو بات مشترک ہے وہ یہ کہ ہر کسی نے بلا جھجک اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ کلمات لکھ ڈالے، ساتھ ہی اسلام کے بنیادی ارکان کو سائنس سے منطبق کرنے کی کوشش کرنے لگا اور اسلاف کی خدمات کو کم مایہ ثابت کرنے میں زبان درازی کرنے لگا۔ راقم یہاں اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتا۔ یہاں صرف اجمالاً آزاد خیالی کی نشاندہی کرنا مقصود تھی کہ جس کے مضر اثرات نے مذہب سے برگشتگی کے نت نئے راستے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ احادیث کا انکار ہونے لگا[77] اور آخر کار مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۰۰ء میں نبوت کا رستہ کھلا سمجھ کر جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔[78]

---

[77] غلام احمد پرویز "مفہوم القرآن" جلد اوّل، صفحہ "ت" ادارہ طلوع اسلام لاہور

[78] مرزا البشیر الدین محمود قادیانی "حقیقت نبوت" ص ۷، مطبوعہ ربوہ

عناصر خمسہ اور دیگر ادباء کی اُردو ادبیات سے متعلق خدمات کا جہاں تک تعلق ہے ہر کوئی اس کا معترف ہے لیکن تاریخ ادبیات اُردو کے مؤرخین و محققین نے کتنی بڑی ناانصافی کی کہ مولانا احمد رضا خان قادری کی ادبی خدمات کو خواہ نثری ہوں یا منظوم، یکسر نظر انداز کر دیا جبکہ صرف ضخامت کے اعتبار سے مولانا احمد رضا کی تصانیف اُردو ادب میں عناصر خمسہ کی مجموعی تصانیف سے بھی کہیں زیادہ ہیں اور پھر انفرادیت کا یہ عالم کہ تبحر علمی اور دقوف علوم و فنون کے باعث گراں مایہ بھی ہیں۔ مگر محسوس یہ ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا چونکہ انگریز کے سخت خلاف تھے اور جدید اردو ادب کو فروغ بھی آزاد خیال علماء اور دانشوروں سے ہی ملا اور بعد کے مؤرخین کا بھی وہی مزاج تھا، اس لیے اکثر و بیشتر مؤرخین نے ان کو اپنی تصانیف میں جگہ نہیں دی جبکہ تمام شمس العلماء کا خطاب پانے والے علماء اور دانشوروں کو سراہا گیا۔ تعجب ہے کہ پاکستان بننے کے بعد کے مؤرخین نے بھی انھی کی تقلید کرتے ہوئے مولانا کو اہمیت نہیں دی۔ البتہ علماء عرب و عجم نے ان کی دینی خدمات کے پیش نظر آپ کو اس صدی کا مجدد ضرور قرار دیا۔[79]

مولانا احمد رضا کو اُردو ادب میں شہرت دوام نہ ملنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے تحریر کو آزاد خیالی سے پاک رکھا اور افسانہ، ناول، ڈرامہ، قصہ کہانیاں اور خیالی شاعری جیسے غیر سنجیدہ موضوعات و فنون درخور اعتنا، نہ سمجھتے ہوئے کوئی تصنیف یادگار نہیں چھوڑی کیونکہ آپ کا منشاء آپ کے ہی نعتیہ غزل کے ایک شعر میں یوں نمایاں نظر آتا ہے۔

کروں مدح اہل دول رضاؔ، پڑے اس بلا میں مری بلا
مَیں گدا ہُوں اپنے کریم کا، مرا دین پارہ ناں نہیں[80]

---

[79] السید اسمٰعیل بن السید خلیل تقریظ "حسام الحرمین" ص ۵۱، مکتبہ نبویہ لاہور
[80] مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی، "حدائق بخشش" حصہ اوّل، ص ۴۸، اظہر بک ڈپو کراچی

ادب میں مولانا احمد رضا خاں کی خصوصیات میں سے ایک انفرادی خصوصیت یہ ہے کہ السنہ شرقیہ کے علم سے ہٹ کر سائنسی موضوعات پر بھی بہت لکھا اور عناصر خمسہ کے بالمقابل آپ نے اسلام کو ہمیشہ سربلند رکھا اور سائنسی خیالات کو ہمیشہ اسلام کے زیرنگیں رکھا[81] جبکہ دیگر مصنفین نے حقیقت میں یہی ٹھوکر کھائی ہے کیونکہ وہ اسلام کو سائنس کا مرہون منت جان کر اسلام کو سائنس کی مدد سے سمجھ رہے تھے جس کے باعث سینکڑوں اختلافی مسائل سامنے آئے جس نے پھر نئے نئے مذہب اور فرقوں کی بنیاد فراہم کی۔[82]

برصغیر پاک و ہند میں چودھویں صدی ہجری کے دوران اُردو ادب میں قرآن مجید کے تراجم، تفاسیر اور دوسری مذہبی دینی کتابوں کے تراجم اور تصنیفات سے گراں قدر اضافہ ہوا۔ اس صدی میں اُردو زبان میں قرآنی تراجم کی تعداد ۱۰۰ سے زیادہ ہے اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں تفاسیر بھی لکھی گئی ہیں۔ جزوی یا نامکمل تراجم قرآن کی تعداد علیحدہ ہے۔ لیکن تراجم قرآن میں چند ہی تراجم کو شہرت حاصل ہو سکی جن کے شروع سے اب تک برابر ایڈیشن شائع ہو رہے ہیں، ان میں معروف تراجم کی تعداد ۲۰-۲۵ سے زیادہ نہیں اور اگر عوام میں مقبولیت کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ تعداد گھٹ کر ۱۵-۲۰ رہ جاتی ہے۔ معروف تراجم قرآن کی مقبولیت کا دائرہ بھی اپنے اپنے حلقوں میں محدود ہے۔ کسی کا دائرہ وسیع ہے اور کئی بہت ہی محدود دائرے میں مقبول ہیں مثلاً شیعہ اور قادیانیوں کے تراجم جن کو باقاعدہ تقابل میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔ باقی معروف قرآنی اُردو تراجم کا تقابل مولانا احمد رضا کے اُردو ترجمہ قرآن کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن (۱۳۳۰ھ) سے آئندہ ابواب میں کیا جائے گا۔

---

[81] مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" ص ۲۵، یونائیٹڈ پریس لکھنؤ

[82] مولانا ظاہر شاہ میاں [illegible] ص ۲۰، [illegible] اکیڈمی، [illegible]

باب چہارم

معروف اُردو قرآنی تراجم اور مترجمین (کنزالایمان سے قبل)

معروف اُردو قرآنی تراجم سے مُراد وہ تراجم قرآن ہیں جو پاک و ہند میں خصوصًا اور دیگر ممالک میں عوامی طبقے میں قبولیت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ معروف اور مقبول تراجم قرآن کی تعداد بہت زیادہ تو نہیں مگر ان کا تعین کرنا مشکل کام ہے کیونکہ بہت سے تراجم قرآن ایک مخصوص اور محدود حلقے میں تو مقبول ہیں، جیسے شیعہ حضرات کے تراجم قرآن اور قادیانیوں کے تراجم قرآن وغیرہ، مگر عام مسلمانوں میں ان کی پذیرائی نہیں پائی جاتی۔ عوامی سطح پر مقبول تراجم کی تعداد ۱۵ - ۲۰ سے زیادہ نہیں لہٰذا ان تراجم کا تقابل کنزالایمان سے کیا جائے گا لیکن اس سے قبل ان تمام معروف تراجم قرآن کا تعارف اس کے مترجم کے تعارف کے ساتھ دو ابواب میں کیا جائے گا۔ پہلے چوتھے باب میں کنزالایمان سے قبل یعنی (۱۳۳۰ھ) سے قبل کیے گئے تراجم قرآن کا تعارف پیش کیا جائے گا اور پھر چھٹے باب میں کنزالایمان کے بعد ہونے والے معروف اُردو قرآنی تراجم کا تعارف پیش کیا جائے گا۔ معروف تراجم قرآن کے علاوہ بھی جن مختلف مکتبۂ فکر کے اُردو تراجم سے استفادہ کیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مولوی فیروزالدین روحی ۲۔ مولوی محمد حسین جوناگڑھی

۳۔ ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی
۴۔ مولانا سید احمد سعید کاظمی
۵۔ مولوی محمد نعیم دہلوی
۶۔ مرزا بشیر الدین محمود قادیانی
۷۔ سید مقبول احمد دہلوی
۸۔ مولوی فرقان علی
۹۔ مرزا حیرت دہلوی
۱۰۔ پیر کرم شاہ الازہری
۱۱۔ مولوی عبدالرحمٰن ابن احمد قادیانی
۱۲۔ مفتی مظہر اللہ دہلوی

اس باب میں جن مترجمین قرآن کو شامل کیا گیا ہے وہ حسب ذیل حضرات ہیں:

۱۔ مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی
۲۔ شاہ عبدالقادر دہلوی
۳۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی
۴۔ مولوی فتح محمد جالندھری
۵۔ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی
۶۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی
۷۔ سر سید احمد خان
۸۔ مولوی مرزا وحید الزمان
۹۔ مولوی عبدالحق حقانی
۱۰۔ مولوی اشرف علی تھانوی

مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی

مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی (پ ۱۱۶۲ھ/۱۷۵۰ء) (م ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء)[1] ابن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا پورا نام شاہ رفیع الدین عبدالوہاب تھا۔[2] آپ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء)[3] سے چھوٹے تھے اور شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی دہلوی سے بڑے تھے۔ شاہ صاحب نے دہلی کے ایک علمی خانوادے میں آنکھ کھولی۔ تحصیل علم پہلے

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۰، ص ۳۱۸، دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۳ء

[2] مولوی حکیم عبدالحئی لکھنوی، "نزھۃ الخواطر" الجز سابع ص ۱۸۲، کراچی ۱۹۷۶ء

[3] مولوی رحمان علی "تذکرہ علمائے ہند" (مترجم ڈاکٹر ایوب قادری) ص ۳۰۲

والد سے اور تکمیل بڑے بھائی سے کی۔ جب کبرسنی کی وجہ سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی درس و تدریس کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے تو ان کی جگہ شاہ صاحب درس دینے لگے۔ آپ کو معقولات و منقولات دونوں پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ عربی اور فارسی زبانوں پر پورا عبور حاصل تھا۔ عربی میں کئی قصائد کے علاوہ اُردو، عربی اور فارسی میں کم و بیش بیس[20] کتابیں ان سے منسوب کی جاتی ہیں[4] مثلاً

① مقدمۃ العلم ② رسالہ عروض ③ کتاب التکمیل ④ تفسیر رفیعی
⑤ رسالہ دفع الباطل ⑥ رسالہ اسرار المحبہ ⑦ ترجمہ قرآن مجید

برصغیر پاک و ہند میں ان کی شہرت استاد، عالم اور ادیب کی حیثیت سے آج بھی مسلم ہے۔ اُردو ادب کی تاریخ میں ان کی اصل شہرت قرآن پاک کا پہلا لفظی اُردو ترجمہ ہے جو آپ نے ۱۲۰۰ھ میں مکمل کیا۔ ترجمہ قرآن کے علاوہ ان کی مختصر تفسیر بھی ہے جو "تفسیر رفیعی" کے نام سے موسوم ہے۔ ایک مصدقہ روایت کے مطابق ترجمہ و تفسیر آپ نے اپنے شاگرد سید نجف علی خان کو املا کروائی تھی[5] جس کی تفصیل نجف علی خان کے بیٹے میر عبدالرزاق نے تفسیر رفیعی کے دیباچے میں بیان بھی کی ہے۔

"کمترین خاکسار میر عبدالرزاق بن سید نجف علی خان المعروف فوجدار خان کہ والد بزرگوار نے بخدمت جناب عالم باعمل و فاضل بے بدل، واقف علوم معقول و منقول، خلاصۂ علمائے متاخرین مولوی رفیع الدین سے عرض کیا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ ترجمہ کلام اللہ تحت اللفظ آپ سے پڑھ کر زبان اُردو میں لکھوں۔ پھر اُس کو آپ ملاحظہ فرما کر اصلاح دے کر

---

[4] مولوی رحمان علی، "تذکرہ علمائے ہند"، (مترجم ڈاکٹر ایوب قادری) ص ۲-۳

[5] ڈاکٹر جمیل جالبی، "تاریخ ادب اُردو"، جلد دوم، حصہ دوم، ص ۱۰۴۹

درست فرمادیا کریں۔ چنانچہ آپ نے قبول فرمایا اور تمام کلام اللہ اسی طرح مرتب ہوا اور رواج پایا۔ اسی صورت سے تفسیر سورۃ بقرہ کی موسوم بہ "تفسیر رفیعی" کیا۔ [٦]

برصغیر پاک و ہند میں شاہ رفیع الدین دہلوی کو اُردو زبان میں لفظی ترجمۂ قرآن کا بانی تصوّر کیا جاتا ہے۔ اس ترجمہ کا پہلا ایڈیشن دو جلدوں پر مشتمل پہلی دفعہ اسلام پریس کلکتہ سے ۱۲۵۴ھ/۱۸۴۰ء میں نستعلیق ٹائپ میں طبع ہوا تھا۔ [٧] یہ قدیم طبع شدہ نسخہ راقم حاصل نہ کر سکا البتہ قدیم ترین مسوّدہ جو حاصل ہوا وہ نسخہ (۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء) کا طبع شدہ ہے جس کو نور محمد مالک کارخانہ تجارت کتب دہلی نے شائع کیا تھا۔ اس کے پہلے ہی صفحہ پر یہ پڑھ کر تعجب ہوا کہ شاہ صاحب کے اس سے قبل شائع ہونے والے ترجمہ قرآن میں کتب فروشوں نے بربنائے بغض اور اپنے مفاد کی خاطر کئی مقامات پر لفظوں کا ردّ و بدل کر دیا تھا جس کی وجہ سے شاہ صاحب کے ترجمے کی صحت بہت زیادہ متاثر ہوئی لیکن بعد میں اس کو صحت کے ساتھ نور محمد کارخانے سے شائع کیا گیا اسی پر بطور تقدیم طباعت جو عبارت تحریر ہے وہ اس طرح ہے:۔

"معجز نما متوسط قرآن شریف مترجم بدو ترجمہ جس کی نقل و صحت منشی ممتاز علی صاحب دہلوی کے قرآن شریف مطبوعہ ۱۳۰۵ کے مطابق ہوئی ہے اس لیے اس کی صحت بینظیر ہے اس کے دو ترجمے ہیں ترجمہ اول رئیس الفقہا و المحدثین شاہ رفیع الدین دہلوی کا ہے جو سب سے پرانے مطبوعہ مترجم قرآن شریف سے نقل کیا گیا ہے جو بالکل اصلی ہے اور موجودہ زمانے کے کتب

---

[٦] شاہ رفیع الدین دہلوی "تفسیر رفیعی" (سورۃ بقرہ) ص ۲۔ دہلی ۱۲۷۲ھ

[٧] مولوی عبدالحق بمقالہ "پرانی اُردو میں قرآن مجید کے تراجم و تفسیر" سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم صفحہ ۱۷۷

فروشوں کی ترمیم و تصرف سے پاک ہے اور یہ ترجمہ ہندوستان کے تمام عقائد کے مسلمانوں میں بلا اختلاف مقبول ہے۔ ترجمہ دوم مولوی اشرف علی تھانوی قادری چشتی کا ہے جو تقریباً تحت اللفظ ہونے کے باوجود بامحاورہ نہایت سلیس اور صحیح ہے۔ یہ ہر دو ترجمے ان اغلاط و خلل لفظی سے پاک ہیں جو آزاد پسند اصحاب کے ترجموں میں موجود ہیں"۔[۸]

اس اقتباس سے کئی باتوں کا علم حاصل ہوا مثلاً

۱۔ شاہ رفیع الدین کا ترجمہ جو ۱۳۴۵ھ میں دوبارہ صحت کے ساتھ شائع ہوا وہ اصل مسودہ دیکھے بغیر اب بھی مشکوک رہے گا۔

۲۔ مولوی اشرف علی تھانوی نہ صرف چشتی سلسلے وابستہ تھے بلکہ سلسلہ قادری میں بھی ان کو ادارت حاصل تھی۔

۳۔ یہ دونوں تراجم جدت پسند مترجمین کی اغلاط سے پاک ہیں یعنی آزاد پسند حضرات کے تراجم قرآن اغلاط سے پُر ہیں۔

۴۔ جب شاہ رفیع الدین کا ترجمہ اصلی حالت میں نہ رہ سکا تو یقیناً شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن بھی تحریف سے محفوظ نہ رہا ہوگا۔ کیونکہ اس کی بھی اشاعت ان ہی کتب فروشوں کے ذریعہ ہوئی جنھوں نے شاہ رفیع الدین کا ترجمہ شائع کیا تھا۔

شاہ رفیع الدین دہلوی کا ترجمہ قرآن چونکہ لفظی ہے اس لیے معنی و مفہوم واضح نہیں مگر ترجمہ میں متن قرآن کی پابندی کا اہتمام بڑے نظم و ضبط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ شاہ

---

[۸] شاہ رفیع الدین / مولوی اشرف علی تھانوی "قرآن شریف مترجم"، ص۔۱

نور محمد کارخانہ تجارت کتب دہلی ۱۳۴۵ھ

صاحب نے ہر لفظ کے نیچے عموماً اُردو کا یا پھر فارسی، ہندی اور بعض وقت عربی کا ہی لفظ لکھ دیا ہے۔ وضاحت کے لیے الفاظ بڑھانے یا ترجمہ کو بامحاورہ بنانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ شاہ صاحب عموماً متن قرآن سے بالکل نہیں ہٹے البتہ چند مقامات پر اضافی الفاظ استعمال کئے ہیں اس کے باوجود ترجمے سے مربوط جملے حاصل نہیں ہوتے لہٰذا ترجمے کو سوائے لفظی اسلوب کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

عربی قواعد کے اعتبار سے ہر کوئی واقف ہے کہ پہلے مضاف اور پھر مضاف الیہ آتا ہے اور اُردو میں اس کے برعکس ہے مگر شاہ صاحب نے ترجمہ میں بھی عربی گرامر کے مطابق ہی ترجمہ کیا ہے۔ یہ ہی اصول فعل، فاعل اور مفعول کے ترجمے میں بھی رکھا گیا ہے۔ اس التزام کے باوجود بہت کم ایسے لفظ ملیں گے جو عام فہم نہ ہوں البتہ زبان ۲۰۰ سالہ قدیم ہونے کے باعث اس میں متروک الفاظ بڑی تعداد میں ملتے ہیں۔ سر سید احمد خاں نے شاہ صاحب کے اسی اسلوب ترجمہ کے باعث آپ کے ترجمۂ قرآن کو تراکیب نحوی کے اعتبار سے ایک بہت بڑی دستاویز قرار دی ہے۔ [۹]

ڈاکٹر جمیل جالبی شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن سے متعلق خیالات کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> "شاہ رفیع الدین کے ترجمے کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ یہ اُردو زبان کا پہلا ترجمہ ہے۔ جن کو اسی وقت سے قبولیت حاصل ہوئی جب سے یہ مکمل ہوا اور اس ترجمے نے بند دروازے کھول کر قرآن کے اُردو ترجمے کی ایسی

۹؎ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی "مقالات سر سید"، جلد ہفتم ص۔ ۲۵۵
مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء

روایت قائم کی ہے کہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ لفظی ترجمہ ہونے کے باوجود یہ وہ ترجمہ ہے جو قرآن کی روح اس کے مزاج کے مطابق اور قریب ترین ہے۔"[۱۰]

ڈاکٹر مولوی عبدالحق شاہ رفیع الدین کے ترجمہ قرآن پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:۔

"شاہ رفیع الدین نے ترجمہ میں عربی جملہ کی ترکیب اور ساخت کی بہت زیادہ پابندی کی ہے۔ ایک حرف ادھر سے ادھر نہیں ہونے پایا۔ ہر عربی لفظ بلکہ ہر حرف کا ترجمہ خواہ اُردو زبان کے محاورے میں کھپے نہ کھپے انہیں کرنا ضرور ہے۔"[۱۱]

ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے تبصرے کا جواب مولوی محمود الحسن دیوبندی نے ان الفاظ میں دیا:۔

"شاہ رفیع الدین کا یہ کمال ہے کہ تحت اللفظی ترجمہ کا التزام کر کے ایک ضروری حد تک سہولت اور مطلب خیزی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔"[۱۲]

شاہ رفیع الدین دہلوی کے ترجمہ قرآن کے اسلوب نگارش سے آگاہی کے لیے

---

[۱۰] ڈاکٹر جمیل جالبی "تاریخ ادب اُردو" جلد دوم حصہ دوم ص ۔ ۱۰۵۴

[۱۱] ڈاکٹر مولوی عبدالحق مقالہ "پرانی اُردو میں قرآن مجید کے تراجم و تفسیر" سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم ص ۱۷۷

[۱۲] مولوی محمود الحسن دیوبندی "مقدمہ موضح القرآن" ص ۔ ۱، دارالتصنیف لمیٹڈ کراچی ۱۹۷۵ء

ان کے ترجمہ قرآن سے چند آیات کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔
یہاں شاہ رفیع الدین دہلوی کے ترجمہ قرآن کے جس ایڈیشن کو استعمال کیا جا رہا ہے وہ ۱۳۴۵ھ کا طبع شدہ ہے۔[۱۳]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

۱۔ اللہ ٹھٹھا کرتا ہے ان سے اور کھینچتا ہے ان کو بیچ سرکشی ان کی کہ بہکتے ہیں۔ (البقرۃ: ۱۵)

۲۔ اور مکر کرتے تھے وہ اور مکر کرتا تھا اللہ اور اللہ تعالیٰ نیک مکر کرنے والوں کا ہے۔ (الانفال: ۳۰)

۳۔ پس ٹھٹھا کرتے ہیں ان سے ٹھٹھا کرتا ہے اللہ ان سے اور واسطے ان کے عذاب ہے درد دینے والا۔ (التوبہ: ۷۹)

۴۔ تحقیق باپ ہمارا البتہ بیچ غلطی ظاہر کے ہے۔ (الیوسف: ۸)

۵۔ پاکی ہے اس شخص کو لے گیا بندے اپنے کو رات کو مسجد حرام سے طرف مسجد اقصیٰ کے۔ (بنی اسرائیل: ۱)

۶۔ اور نافرمانی کی آدم نے رب کی پس گمراہ ہو گیا۔ (طٰہٰ: ۱۲۱)

۱۳۔ شاہ رفیع الدین دہلوی "قرآن شریف مترجم" نور محمد کارخانہ تجارت کتب دہلی ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء

۷۔ نبی بہت شفقت کرنے والا ہے مسلمانوں پر جانوں ان کی۔

(الاحزاب: ۵)

۸۔ البتہ تحقیق ہے واسطے تمہارے بیچ رسول خدا کے پیروی اچھی۔

(الاحزاب: ۲۱)

۹۔ اے نبی تحقیق ہم نے بھیجا ہے تجھ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ (الاحزاب: ۴۵)

۱۰۔ نہ جانتا تھا تو کیا ہے کتاب اور نہ ایمان۔

(الشوریٰ: ۵۲)

۱۱۔ اور بخشش مانگ واسطے گناہ اپنے کے اور واسطے ایمان والوں کے۔

(محمد: ۱۹)

۱۲۔ تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں تیرے سے اور کچھ پیچھے ہو۔ (الفتح: ۲)

۱۳۔ تو کہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ کے اور رسول اس کے اور قوت دو اس کو تعظیم کرو اس کی۔ (الفتح: ۹)

۱۴۔ اور پایا تجھ کو راہ بھولا پس راہ دکھائی۔ اور پایا تجھ کو فقیر پس غنی کیا۔

(الضحیٰ: ۷، ۸)

۱۵۔ کہ اے محمد وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔

(الاخلاص: ۲)

ترجمہ قرآن مادری زبان میں عام لوگوں کی فہم و ادراک کے لیے کیے جاتے ہیں کیونکہ وہ عربی زبان سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کی حقیقی تعلیمات سے محروم رہتے

ہیں اس لیے ترجمہ قرآن اپنی مادری زبان میں پڑھ کر یا سن کر وہ اس کے رموز سے کسی حد تک بہرہ ور ہوتے ہیں۔

شاہ رفیع الدین کے ترجمہ قرآن میں اُردو زبان کا اسلوب صرف (لفظی) ہے جس سے ایک بڑا فائدہ یہ ضرور ہوا کہ کسی حد تک قرآن پاک کی اُردو زبان میں لغت تیار ہو گئی۔ یہاں شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن سے چند آیات کا ترجمہ بطور نمونہ پیش کیا گیا۔ خیال رہے کہ زمانہ اور زبان دونوں قدیم ہیں اور اُردو زبان کے الفاظ بھی محدود، اس ترجمہ قرآن پر نظر ڈالنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوا کہ لفظی ترجمہ سمجھنا ایک عام آدمی کے لیے کتنا مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن کو پڑھ کر چند سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں جو عام آدمی کے عقائد کو متاثر بھی کر سکتے ہیں مثلاً اللہ ٹھٹھا کرتا ہے، مکر کرتا ہے، اس کی ذات شخصی ہے، رسول صریح غلطیاں کرتے ہیں، رسول گمراہ بھی ہیں گناہوں کے بھی مرتکب ہوتے رہتے ہیں، نہ ایمان سے واقف ہوتے ہیں نہ کتاب اللہ سے...... وغیرہا۔

شاہ رفیع الدین دہلوی کے ترجمۂ قرآن کے مطالعہ کے بعد ان کی نیّت پر تو کوئی شک نہیں کیونکہ اُردو زبان میں اس وقت الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ موجود نہ تھا مگر پھر بھی احتیاط برتی جاتی اور مترادفات سے کام لیا جاتا تو شائد ترجمہ پڑھنے کے بعد پھر اس قسم کے سوالات ذہن میں نہیں اُبھرتے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن میں اب بھی وہ اغلاط موجود ہیں جو کتب فروشوں نے یا کچھ مخصوص لوگوں نے اپنی طرف سے بڑھا دیے تھے اگرچہ ۱۲۴۵ھ کے ایڈیشن میں ان اغلاط کو نکالا گیا مگر غالباً کچھ اب بھی باقی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ذمہ دار افراد اس کے متروک الفاظ بدل دیں اور ایسے مقامات کی بھی تصیح کریں جن کو پڑھنے کے بعد عام مسلمان کا

بنیادی عقیدہ متزلزل یا متاثر ہوتا ہے۔ جن مترجمین نے شاہ صاحب کے ترجمے سے اُردو ترجمے کیے ہیں انھوں نے وہی غلطیاں دہرائی ہیں جن مقامات پر شاہ صاحب کے ترجمے میں سہو پایا گیا ہے۔

۲۔ شاہ عبدالقادر دہلوی شاہ عبدالقادر دہلوی (پ ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء) (م ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء) (۱۴) ابن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، دہلی کے علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالقادر دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ رفیع الدین دہلوی سے عمر میں چھوٹے تھے جبکہ شاہ عبدالغنی دہلوی (المتوفی ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۱ء) (۱۵) سے عمر میں بڑے تھے۔ شاہ عبدالقادر دہلوی اپنے وقت کے جید عالم، محدث اور متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور تکمیل شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کی جو خود اپنے وقت کے عالم باعمل اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب تصنیف بزرگ تھے جن کی شہرہ آفاق کتاب "تحفۂ اثناء عشریہ" آج بھی اتنی ہی مقبول ہے۔ آپ کی علمی خدمات کے باعث علماء نے آپ کو تیرھویں صدی کا مجدد بھی مانا ہے (۱۶)

شاہ عبدالقادر دہلوی تحصیل علم سے فارغ ہو کر اکبر آبادی مسجد کے حجرے میں قرآن و حدیث کا درس دیتے رہے۔ درس و تدریس کے بعد بھی زیادہ وقت عبادت یا مطالعہ میں صرف کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سے زیادہ تصانیف یادگار نہیں ہیں۔ لیکن

۱۴؎ دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۲ ص ۔ ۹۲۵ دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۳ء

۱۵؎ ابویحیٰی امام خاں نوشہروی "تراجم علمائے حدیث ہند" جلد اول ص ۔ ۶۳ جدید ترقی پریس دہلی ۱۳۵۱ھ

۱۶؎ مولانا یٰسین اختر مصباحی "امام احمد رضا اور ردّ بدعات و منکرات" ص ۔ ۲۵۳ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۵ء

اُردو زبان میں سب سے پہلا مکمل با محاورہ ترجمہ اور مختصر حاشیہ / تفسیر موسوم بہ "موضح قرآن" ۱۲۰۵ھ میں لکھ کر جو اہم ترین خدمت انجام دی ہے اس کا کوئی نعم البدل نہیں۔

سرسید احمد خاں آپ کی علمی استعداد کے متعلق رقمطراز ہیں :۔

"آپ کے علم وفن کا بیان کرنا ایسا ہے کہ کوئی آفتاب کی تعریف فروغ فلک کی مدح بلندی کے ساتھ کرے" (۱۷)

شاہ عبدالقادر پر تصوف کا رنگ غالب تھا اور گیارہ برس تک تصوف اور سلوک میں شاہ عبدالعدل دہلوی نقشبندی کی خدمت میں رہے جبکہ اُردو ادب میں خواجہ میر درد سے استفادہ کیا (۱۸) آپ کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے جن میں چند معروف نام یہ ہیں۔ علامہ فضل حق خیر آبادی (اسیر جزیرہ انڈمان) (المتوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء)، شیخ عبدالحئی (المتوفی ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۸ء)، شاہ محمد اسحاق دہلوی (المتوفی ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء)، مرزا حسن علی شافعی (المتوفی ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء)، شاہ احمد سعید، شاہ اسمٰعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) اور مولانا صدر الدین آزردہ وغیرہ[19]

۱۷ے سرسید احمد خان علیگڑھی "تذکرہ اہل دہلی" ص۔ ۷۵

۱۸ے ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین "قرآن حکیم کے اُردو تراجم" ص۔ ۳۸۴، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۸۸ء

۱۹ے حکیم محمود احمد برکاتی "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" ص۔ ۱۶۵، مجلس اشاعت اسلام لاہور

شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان میں جہاں چاروں صاحبزادوں[ف۱] نے شہرت حاصل کی وہیں شاہ عبد الغنی دہلوی کے صاحبزادے اور شاہ عبد القادر دہلوی کے بھتیجے شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی جن کو تاریخ میں "اسمٰعیل شہید"، کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اپنی مشہور زمانہ گمراہ کن تصنیف "تقویت الایمان[ف۲]"، کے باعث پاک و ہند میں بہت مشہور ہوئے۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی کی کتاب "تقویت الایمان"، جب پہلی بار ہندوستان سے شائع ہوئی تو اس پر خود ان کے چچاؤں کی طرف سے اور دوسرے اہل خانہ کی جانب سے صدائے احتجاج بلند ہوئی اور اس کتاب کی سخت مخالفت کی گئی چنانچہ شاہ

ف۱ نوٹ: مولوی حکیم محمود احمد برکاتی ابن مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی (المتوفی ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء) کئی تاریخی حوالوں سے شاہ ولی اللہ کے فرزندوں کی تعداد ۵ بتاتے ہیں اور سب سے بڑے فرزند شاہ محمد دہلوی تھے جو شاہ ولی اللہ کی پہلی بیوی کے بطن سے تھے۔ شاہ صاحب کا پہلا عقد ۱۴ سال کی عمر میں آپ کے ماموں شیخ عبید اللہ پھلتی کی صاحبزادی فاطمہ سے ہوا تھا۔ شاہ محمد دہلوی عمر میں شاہ عبد العزیز سے کافی بڑے تھے مگر آپ پر جذب کی کیفیت طاری رہتی۔ آپ کا وصال ۱۲۰۸ھ بتایا جاتا ہے۔

(شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان ص۔ ۱۴۴ - ۱۴۹)

ف۲ نوٹ: مولانا احمد رضا نے اس کتاب سے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا وہ ملاحظہ کیجیے:

"تقویۃ الایمان ایک گمراہی اور بے دینی کی کتاب ہے علمائے حرمین شریفین نے اس گروہ کو گمراہ بے دین لکھا ہے اور فرمایا ہے اولٰئک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطان هم الخسرون ۰ یہ لوگ شیطان کے گروہ میں خبردار رہو شیطان ہی کے گروہ نقصان میں ہیں۔ اس کتاب اور اس کے مصنف کے کلمات کفرہ کو کبہ شہابیہ" میں بطور نمونہ ۷۰ کے قریب بیان کیے ہیں"۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۲)

عبدالعزیز محدث دہلوی نے جو اس وقت حیات تھے فرمایا" میں نے ابھی اسے دیکھا ہے اس میں عقائد صحیح نہیں بلکہ بے ادبی اور بے نصیبی سے بھری ہوئی ہے۔ میں آج کل بیمار ہوں اگر صحت ہوگئی تو میں اس کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں"۔ (۲۰)

شاہ عبدالقادر دہلوی نے "تقویت الایمان،، کی اشاعت کے بعد مولوی عبدالیعقوب کی معرفت شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی سے کہلوایا تھا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو اس پر شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی نے اپنے چچا سے سوال کیا کہ چچا اس حدیث کے کیا معنی" من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد،، شاہ صاحب نے جواب دیا ہم تو سمجھتے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھتا (۲۱)

شاہ مخصوص اللہ ابن شاہ رفیع الدین الدہلوی (المتوفی ۱۲۷۳ھ/۱۸۶۵ء) نے شاہ اسمٰعیل دہلوی کے عقائد اور غیر مقلدانہ معاملات کا عالمانہ جواب اور تقویۃ الایمان کا رد "معید الایمان،، اور" الحجۃ العمل فی الابطال الجمل،، لکھ کر خاندان دہلوی کے عقائد کا دفاع کرتے ہوئے اس کتاب سے لاتعلقی کا اظہار بھی کیا۔ (۲۲)

شاہ اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تقویت الایمان کی اشاعت کے فوراً بعد ردِ عمل کے طور پر آپ کے افراد خاندان کے علاوہ اس وقت کے مشاہیر علماء کی طرف سے بھی متعدد کتابیں رد میں لکھی گئیں جن میں ایک مشہور تصنیف علامہ فضل حق خیر آبادی کی " تحقیق

۲۰ے فضل احمد قاضی" انوار آفتاب صداقت" جلد اوّل ص ۔ ۵۱۶، مطبوعہ انڈیا

۲۱ے مولوی اشرف علی تھانوی" نوادر النوادر" ص ۔ ۳۶۹ مطبوعہ دیوبند انڈیا

۲۲ے سید محمد اشرف حسن کچھوچھوی" محضر جہانگیر" حصہ اول ص ۔ ۱۴ مطبوعہ انڈیا

الفتویٰ فی البطال التقویٰ،، بھی ہے (۲۳)۔ علامہ فضل حق خیرآبادی جن کا تعلق ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے ہے ان کی ایک اور مشہور تصنیف ،،الثورۃ الہندیہ،، (۲۴) بھی ہے جس کو بجا طور پہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ڈائری کہا جا سکتا ہے۔ اس کتاب میں جنگ آزادی کے ان کوائف کا ذکر ہے جن سے یا تو آپ دوچار ہوئے یا آپ کے مشاہدہ میں آئے۔ یہ تصنیف عربی زبان میں ہے جس کا اُردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے۔

شاہ صاحب کا ترجمہ قرآن تاریخ کی روشنی میں

شاہ صاحب کو اُردو ترجمۂ قرآن سے بڑی شہرت حاصل ہوئی جو آپ نے کئی سالوں کی محنت کے بعد ۱۲۰۵ھ/ ۷۹۰ا ء میں مکمل کر لیا تھا۔ ترجمہ کے ساتھ آپ نے کچھ فوائد کا بھی اضافہ فرمایا جو تاریخ میں ،موضح قرآن، کے نام سے موسوم ہے اور یہ تاریخی نام بھی ہے جس کے ۱۲۰۵ عدد بنتے ہیں۔ شاہ صاحب کا ترجمۂ قرآن اُردو زبان کا انتہائی شہرت یافتہ ترجمۂ قرآن ہے جو مسلسل ۲۰۰ سال سے شائع ہو رہا ہے لیکن مؤرخین حضرات شاہ رفیع الدین کے ترجمہ کی طرح شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن کو بھی تحریفات سے اصلاح شدہ قرار دیتے ہیں اور ابھی بھی غالباً محققین حضرات موجودہ ایڈیشنوں سے مطمئن نظر نہیں آتے ہیں یہاں صرف دو رائے پیش کر رہا ہوں جنھوں نے اپنے طور اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ اس میں کی گئی تحریفات کا کھوج لگائیں لیکن یہ عجیب اتفاق

۲۳۔ علامہ محمد فضل حق خیرآبادی ،،تحقیق الفتویٰ فی البطال التقویٰ،، ص۔ ۲۳۷
شاہ عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی، سرگودھا ۱۹۷۹ء

۲۴۔ ایضاً ،،الثورۃ الہندیہ،، صفحات ۲۲۸ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۴ھ

ہے کہ شاہ ولی اللہ کی کتابوں میں جن حضرات نے تحریفات کی کوششیں کی تھیں[ف] وہی گروہ ان دونوں برادران کی ترجمۂ قرآن میں بھی اس بات کا کوشاں رہا کہ اس میں ردّ و بدل کر دیا جائے وہ کہاں تک کامیاب ہوئے محققین کی رائے سنئے :

حکیم محمود احمد برکاتی ابن حکیم مولوی سیّد برکات احمد ٹونکی (م ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۷ء) (۲۵) نے اپنی تالیف "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتب میں تحریفات کے ساتھ ساتھ شاہ برادران کی کتب اور ترجمۂ قرآن بھی پبلشروں کی جانب سے تحریفات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ یہاں صرف شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمۂ قرآن میں تحریف کا ذکر کیا جا رہا ہے چنانچہ آپ صفحہ ۵۸ پر لکھتے ہیں۔

> "شاہ رفیع الدین نے بھی اردو، فارسی اور عربی میں متعدد رسائل و کتب تالیف فرمائی مگر ان میں سے متعدد ابھی تک مخلوط صورت میں برصغیر کے صرف دو ایک کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ کئی رسائل و کتب کا نام کے سوا کوئی نشان نہیں ملتا۔

---

۲۵ ؎ حکیم محمود احمد برکاتی "مولانا سید برکات احمد، سیرت و علوم) ص۔ ۹۷ برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۹۳ء

ف : شاہ برادران کے والد ماجد شاہ ولی اللہ دہلوی کی اکثر کتابوں میں تحریفات کا گمان ہوتا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ)

ہے اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اکثر تصانیف بعض علماء نے اپنی جانب سے لکھ کر شاہ صاحب یا ان کے باکمال فرزندوں سے منسوب کر دیتے ہیں۔ اس حقیقت کا انکشاف فاضل مؤلف مولانا حکیم محمود احمد برکاتی اپنی کتاب "شاہ ولی اللہ اوران کا خاندان" میں تفصیل سے کرتے ہیں چنانچہ صفحہ ۵۷ پر رقمطراز ہیں:۔

"جو معاملہ شاہ ولی اللہ اوران کے خاندان کی تالیفات کے ساتھ ہوا وہ اپنی نظیر آپ ہے، کہا جا سکتا ہے کہ سقوط دہلی ۱۸۵۷ء کے اثرات کو اس میں دخل ہو گا مگر یہ بات اس لیے قرین صحت نہیں کہ ان حضرات کی تالیفات کی کم یابی و نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوط دہلی سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا ۱۸۳۴ء میں سید عبداللہ بن بہادر علی نے مطبع احمدی ہوگلی سے الفوز الکبیر شائع کی تو انہیں اس کتاب کا صرف ایک نسخہ ملا تھا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ سقوط دہلی سے ۲۳ سال قبل شاہ صاحب کی کتابیں کم یاب تھیں"۔

آگے چل کر صفحہ ۵۸ پر مزید انکشاف کرتے ہیں۔

"شاہ صاحب کی کتابوں کی نایابی کا یہ عالم ہے کہ تقریباً ۱۲ رسائل و کتب ایسے ہیں جن کے صرف ناموں ہی کی حد تک دنیا ان سے واقف ہے مثلاً شفا القلوب، عوارف، نہایت الاصول، الانوار المحمدیہ، اسرار فقہ، کشف الانوار وغیرہ وغیرہ"۔

مزید اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:۔

"شاہ صاحب کی مصنفات کو نایاب کر کے دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ اپنے مصنفات

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ)

کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اپنے نظریات کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام سے کی گئی مثلاً

۱۔ البلاغ المبین پہلی بار ۱۳۰۷ھ مطبع محمدی لاہور سے ایک اہل حدیث عالم مولانا فقیر اللہ نے شائع کی۔

۲۔ تحفۃ الموحدین سب سے پہلے ایک اہل حدیث بزرگ حاجی عبدالغفار دہلوی نے شائع کی۔

۳۔ قول سدید کے نام سے بھی ایک رسالہ شاہ صاحب کے نام سے شائع ہوا جس میں عدم تقلید کی تلقین و تائید کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ یہ بھی اہل حدیث حضرات نے شائع کیا ہوگا۔ (حکیم محمود احمد برکاتی "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" ص ۵۷۔۵۹ مجلس اشاعت اسلام لاہور۔

حال ہی میں ایک اور نایاب کتاب القول الجلی فی ذکر آثار ولی" تالیف شاہ محمد عاشق پھلتی (م ۱۱۸۷ھ) دریافت ہوئی ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مستند ترین سوانح حیات ہے جسے ۲۰۰ سال تک شائع کرنے سے اغماض برتا گیا اس کے منظر عام پر آنے سے سلسلہ ولی اللہ سے متعلق خود ساختہ تاریخ کا رُخ تبدیل ہو گیا۔ رضا اکیڈمی لاہور نے اس کتاب سے متعلق دو گرانقدر مقالے شائع کئے ہیں یہ مقالے مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی اور حکیم سید محمود احمد برکاتی نبیرہ سید برکات احمد ٹونکی (م ۱۳۴۷ھ) نے تحریر کئے ہیں۔ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ان دونوں مقالات پر مقدمہ تحریر فرمایا جس میں وہ "القول الجلی" سے آگاہ کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے مگر عبدالرحیم ضیاء جو اسی خاندان کے خدام میں سے ہیں، کا بیان

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ)

"القول الجلی، کا ایک نسخہ بصورت مخطوط خانقاہ کاکوری لکھنو میں موجود تھا مولانا تقی انور علی نے اس کا اردو ترجمہ کر کے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا جس پر محقق عصر حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی فرزند شاہ ابوالخیر دہلوی (م ۱۳۴۴ھ) سجادہ نشین خانقاہ میرزا مظہر جانجاناں شہید (دہلی) نے مبسوط مقدمہ لکھا اور خاص خاص مقامات کی نشاندہی کی۔ چونکہ اس کتاب سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بارے میں قائم کئے ہوئے بہت سے نظریات کی نفی ہوتی ہے اس لیے ممکن تھا کہ مترجم پر حسب منشا تغیر و تبدل کا الزام عائد کیا جاتا۔ مولانا زید ابوالحسن فاروقی نے ۱۹۸۹ میں فارسی مخطوطے کا عکس بھی شائع کر دیا۔ حکیم محمود احمد برکاتی نے بھی اس سلسلے میں ایک پر مغز مقالہ تحریر فرمایا ہے"

مولانا شرف صاحب مزید رقمطراز ہیں۔

"ایک محقق فاضل نے القول الجلی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے معمولات وہی تھے جنہیں آج عرف عام میں بریلویت کہا جاتا ہے۔ تب یہ عقدہ کھلا کہ ایک طبقہ ان سے ناخوش کیوں ہے اور ایک طبقے نے ان کی طرف جعلی کتابیں منسوب کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی" (عبدالحکیم شرف قادری "القول الجلی کی بازیافت" ص ۷۔۸ رضا اکیڈمی لاہور ۱۴۱۱ھ

ہے کہ ترجمۂ قرآن تحت لفظی بعض کہتے ہیں کہ آپ نے شروع کیا تھا مگر نامکمل رہا دوسروں نے تمام کر کے آپ کے نام سے شہرت دی۔" (۲۶)

حکیم برکاتی صاحب شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمۂ قرآن سے متعلق انکشاف فرماتے ہیں۔

"اسی طرح شاہ صاحب کے تیسرے فرزند شاہ عبدالقادر دہلوی جنہوں نے اردو زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا تھا اس کا سب سے پہلا ایڈیشن سید عبداللہ ہوگلی مطبع احمدی سے ۱۸۲۸ء میں شائع کیا تھا مگر یہ ترجمہ "موضح القرآن" کے نام سے اور اضافات کے ساتھ ۱۳۰۸ھ میں دہلی سے شائع کیا گیا۔ مشہور اہل حدیث عالم میاں نذیر حسین دہلوی کے داماد سید شاہ جہان نے اس پر تقریظ لکھی تھی اور اس کے ملنے کا پتہ بھی "مدرسہ میاں نذیر حسین" تھا۔ مولوی سید احمد ولی اللہ نے "انفاس العارفین" کے صفحہ آخر پر جن جعلی کتابوں کی نشاندہی کی تھی ان میں "تحفۃ الموحدین"، "البلاغ المبین"، وغیرہ کے ساتھ تفسیر "موضح القرآن" مطبوعہ خادم الاسلام دہلی منسوب بطرف مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی مرحوم بھی تھی (۲۷)

حکیم برکاتی صاحب کی تحقیق کے مطابق شاہ رفیع الدین کا ترجمۂ قرآن جو تحت لفظی

۲۶ے حکیم محمود احمد برکاتی "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" ص ۵۸ مجلس اشاعت اسلام لاہور (بحوالہ مقالات طریقت ص ۱۸)

۲۷ے ایضاً ص ۵۹۔

ہے وہ مکمل آپ کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ آپ نے شروع ضرور کیا تھا لیکن تکمیل بعد میں دوسروں نے کی تھی مگر آپ کی طرف منسوب کر دیا گیا ایسے ہی شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ پر تفسیر سے متعلق خدشہ کا اظہار کر رہے ہیں کہ یہ فوائد آپ کی طرف منسوب ہیں۔ حکیم برکاتی صاحب اس سلسلے میں ٹھوس دلائل نہیں دے سکے۔ شاہ رفیع الدین کے ترجمہ سے متعلق راقم بتا چکا ہے کہ یہ ترجمہ کس طرح وجود میں آیا اور شاہ عبدالقادر کے ترجمہ اور تفسیر سے متعلق اتنی کثیر تعداد میں اقوال ملتے ہیں کہ ان سب کو رد نہیں کیا جا سکتا ہاں یہ ممکن ہے کہ بعد میں تحریفات کی گئی ہوں جو عموماً پبلشرز اپنے مفاد کی خاطر کرتے رہتے ہیں۔ شاہ صاحب کے ترجمہ سے متعلق ایک اور تجزیہ ملاحظہ کیجئے۔

مولوی اخلاق حسین دہلوی موضح قرآن میں شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمۂ قرآن میں اصلاح و ترمیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ (۲۸)

حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کا پہلا مطبوعہ ایڈیشن باوجود کوشش کے ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکا۔

شاہ صاحب کا پہلا ایڈیشن سید عبداللہ لاہوری والا موجود ہے جسے ہم جزوی طور پر اصلاح شدہ قرار دیتے ہیں۔ یہ ۱۲۴۵ھ میں طبع ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصلی غیر اصلاح شدہ ترجمہ جو سید احمد علی صاحب کے پاس تھا وہ اس کے بعد چند سال کے اندر ہی طبع ہوا۔

اس وقت تک موضح قرآن کے جو قدیم سے قدیم نسخے ہمیں دستیاب ہوئے ہیں

۲۸۔ مولوی اخلاق حسین قاسمی دہلوی "محاسن موضح قرآن"، ص ۸۲۔۸۳ ذون النورین اکاڈمی سرگودھا ۱۴۰۴ھ

ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عبداللہ والے نسخے کو عام طور پر اہل علم نے قبول نہیں کیا بلکہ سید احمد علی صاحب والے مسودہ کو چھپوا کر شائع کرایا گیا اور پھر اسی کے مطابق دوسرے ایڈیشن چھپنے شروع ہوئے۔

مولوی اخلاق حسین دہلوی آگے چل کر سید عبداللہ والے ایڈیشن کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں (۲۹)

"سید عبداللہ کا نسخہ راقم کے پاس کرم خوردہ حالت میں ہے اور مولانا حضرت شاہ ابوالحسن فاروقی مجددی کے کتب خانے میں بالکل صحیح حالت میں موجود ہے اس نسخہ کا بالاستعاب مطالعہ کرنے سے چند باتیں سامنے آتی ہیں۔

تمام مؤرخین نے اسی نسخہ کو موضح قرآن کا پہلا مطبوعہ ایڈیشن قرار دیا ہے اور مجموعی حیثیت سے بلاشبہ یہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا 'موضح قرآن' ہے۔

اس نسخہ میں دس گیارہ جگہ ترجمہ کے اندر لفظی ردو بدل کیا گیا ہے کہیں محاورہ بدلا گیا ہے اور کہیں ہندی الفاظ کو عربی فارسی میں تبدیل کیا گیا ہے۔

ترجمہ اور حواشی پر جو اصلاحات اور اضافے کئے گئے ہیں وہ لفظی ردو بدل اور الفاظ کی تشریح کی حد تک ہیں"

مولوی اخلاق آگے چل کر سید عبداللہ کی اصلاحات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔ (۳۰)

"حاصل شدہ قدیم و جدید نسخوں کو سامنے رکھ کر ہم نے سید عبداللہ والے نسخہ کا جائزہ لیا اور جن محاوروں اور جن الفاظ کو عبداللہ صاحب

۲۹؎ ایضاً ص ۸۴ ـ ۸۵

۳۰؎ ایضاً ص ۸۶

نے جزوی طور پر بدلا ہے شاہ صاحب کے اصلی الفاظ و محاورات
سے اس کا موازنہ کیا اس سلسلے میں ایک مثال یہاں پیش کی جاتی
ہے۔

مثال سورۃ الانعام آیت (۷۸)	(اصلی ترجمہ)	(عبداللہ ایڈیشن)
فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا	پھر جب دیکھا چاند چمکتا	پھر جب دیکھا چاند چلکتا
فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً	پھر جب دیکھا سورج جھلکتا	پھر جب دیکھا سورج چلکتا

یعنی سید عبداللہ والے ایڈیشن میں دونوں جگہ چلکتا لکھا ہے۔

شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمۂ قرآن کا مخطوطہ

دونوں مؤرخین شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن میں لفظی ردوبدل کا اقرار کر رہے ہیں۔ مولوی اخلاق حسین دہلوی نے صرف ۱۱ مقامات پر یہ تبدیلی محسوس کی اور مولوی حکیم برکاتی حاشیہ کو منسوب شدہ مانتے ہیں مگر اس سے شاہ صاحب کے ترجمہ پر بہت زیادہ اثر نہیں پڑتا ہاں اگر دونوں حضرات کو اصل مسودہ یا مخطوطہ حاصل ہو جاتا تو پھر ساری ہمت ختم ہو جاتی۔ الغرض شاہ برادران کے ترجمۂ قرآن کے پہلے ایڈیشن میسر نہیں اور جو بعد کے ایڈیشن ملتے ہیں وہ اصلاح شدہ قرار دیے جاتے ہیں اس لحاظ سے یہ تراجم اس وقت تک قابلِ اعتماد قرار نہیں دیے جا سکتے جب تک پہلا ایڈیشن یا اصل مخطوطہ دستیاب نہ ہو۔ خوش قسمتی سے راقم کو تحقیق کے دوران شاہ عبدالقادر دہلوی کے اُردو ترجمۂ قرآن کا مخطوطہ حاصل ہو گیا۔ یہ مخطوطہ استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی ذاتی لائبریری سے برآمد ہوا۔ پروفیسر صاحب کا غالباً جب ۱۹۸۸ میں ٹھٹھہ گورنمنٹ کالج سے سکھر کے کالج میں تبادلہ ہوا تو پروفیسر

صاحب نے اپنی بہت سی کتب امانتہً راقم کے گھر پر رکھوا دی تھیں ان میں کئی قدیم مخطوطات بھی تھے جن میں چند انتہائی مخدوش اور بوسیدہ حالت میں تھے ان ہی میں شاہ صاحب کا ترجمۂ قرآن کا مخطوطہ بھی تھا جس کو دیکھ کر طبیعت کو مسرت حاصل ہوئی لیکن رکھے رکھے مخطوطہ پتھر کی طرح سخت ہو رہا تھا فقیر دوسرے ہی دن تمام مخطوطات کو جامعہ کراچی کی لائبریری لے گیا انھوں نے تمام مخطوطات کی صفائی کی یہاں تک کہ ایک ایک ورق الگ ہو گیا۔ لائبریری کے شعبۂ مخطوطات نے ان سب کی مائیکرو فلم بنالی اور اس سے فقیر نے فوٹو کاپی بنوالی جو ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔

پروفیسر صاحب نے اس ترجمۂ قرآن کے مخطوطے سے متعلق جو کچھ بتایا وہ یہاں رقم کیا جا رہا ہے آپ نے فرمایا:۔

"یہ نسخہ حضرت والد ماجد مفتی اعظم دہلی حضرت مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی نقشبندی علیہ الرحمہ کی لائبریری کی زینت تھا فقیر جب پاکستان ہجرت کرنے لگا تو والد ماجد کی اجازت سے جہاں اور کتابیں اور مخطوطات لانے کی اجازت دی وہیں یہ ترجمۂ قرآن کا نسخہ بھی ساتھ لانے کی اجازت عطا فرمائی چنانچہ ۱۹۴۸ سے یہ نسخہ میری ذاتی لائبریری میں رہا۔ فقیر نے تمام مخطوطات کی بھرپور دیکھ بھال رکھی مگر بار بار تبادلے کی وجہ سے کتابوں کی دیکھ بھال پر اثر پڑا اور کچھ مخطوطات دیمک کی وجہ سے جزوی خراب بھی ہو گئے مگر اکثریت کافی بہتر حالت میں ہیں۔ شاہ صاحب کا ترجمۂ قرآن بھی کافی حد تک دیمک سے محفوظ رہا پھر بھی جگہ جگہ سے خراب ہو گیا ہے۔"

اب چند معلومات شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن کے مخطوطے سے متعلق تحریر کی جا

رہی ہیں ملاحظہ کیجئے۔

— و مخطوطے کے کاغذ کا سائز ۷" × ۱۱" ہے اور متن کا حوض ۴" × ۷½" ہے۔

— و حوض لال اور کالی لائنوں سے بنایا گیا ہے۔

— و ہر صفحہ پر ۱۱، ۱۱ لائنیں قرآنی متن کی کالی روشنائی سے لکھی گئی ہیں۔

— و ترجمہ سُرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے اور آخری لائن کا ترجمہ حوض سے نیچے لکھا گیا ہے۔

— و یہ ترجمۂ قرآن الحمد سے لے کر سورہ زخرف کی ۱۹ ویں آیت تک کا ہے بقیہ سورہ ڈاکٹر صاحب کی یادداشت میں نہیں کہاں سے تلف ہو گیا یا دہلی سے اتنا ہی لائے تھے۔

— و ٹائٹل صفحہ دستیاب نہیں ہے مخطوطہ سورۃ فاتحہ سے شروع ہو جاتا ہے۔

— و مخطوطے پر صفحہ نمبر نہیں ڈالے گئے تھے کیونکہ سورہ قصص کے بعد کوئی نمبر نہیں لکھا ہے البتہ شروع صفحہ سے سورہ قصص تک ۶۴۲ نمبر کسی مطالعہ کرنے والے نے اپنے قلم سے ڈالے ہیں۔

— و مخطوطہ جس نے کتابت کیا ہے اس کا نام بھی کہیں نہیں مل سکا۔

— و سورہ کا نام بھی سُرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے مگر آیات پر نمبر نہیں ڈالے گئے بلکہ دائرہ بنا کر اس میں گولڈن رنگ بھر دیا گیا ہے۔

— و رکوع، ربع، نصف، ثلثہ بھی سرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔

— و پارہ کا نام یا نمبر، اسی طرح سورہ کا نام اور نمبر حوض کے اوپر جیسا کہ قاعدہ ہے نہیں لکھا گیا ہے۔

— و حاشیہ موضح قرآن کالی روشنائی سے لکھا گیا ہے۔

۔۔۔ ٹائیٹل صفحہ محفوظ نہ ہونے کے باعث کتابت کا بھی اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ ۱۲۰۵ھ ہی ہے یا اس کے بعد کتابت کرایا گیا۔

۔۔۔ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کے علاوہ دیگر سورتوں کے ساتھ بسم اللہ شریف کا ترجمہ نہیں لکھا گیا ہے۔

۔۔۔ مخطوطے میں 'ھ' کا استعمال قطعی نہیں ہے اور تھا کو تہا لکھا گیا ہے اسی طرح

۔۔۔ 'ے' کا استعمال بھی نہیں اس جگہ 'ی' استعمال ہوئی ہے گ کی بجائے ک اور 'ہیں' کی بجائے ہین لکھا گیا ہے۔ ان کو اون سے کو سی لکھا گیا ہے۔

راقم نے اس مخطوطے کے ۲۵ پاروں کا بالاستیعاب تو نہیں مگر کئی مقامات سے تاج کمپنی لیمیٹڈ سے شائع شدہ ترجمۂ قرآن کا تقابل کیا تو دونوں کو سوائے املے کے واضح فرق کے ایک ہی پایا کیونکہ نفس مضمون میں کوئی فرق نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاہ صاحب کے ترجمے سے متعلق جتنی بھی بحث ہے وہ اب ختم ہو جانی چاہیے کیونکہ اب اصل مخطوطہ سامنے ہے اور بہتر حالت میں ہے۔ تاج کمپنی نے جس پرانے ایڈیشن کو سامنے رکھ کر شاہ صاحب کا ترجمۂ قرآن شائع کیا ہے ممکن ہے اس ایڈیشن میں بھی یہی املا استعمال ہوا ہو یا پھر تاج کمپنی نے ترجمہ شائع کرتے وقت جب اپنی کتابت کرائی ہو تو انھوں نے اپنے طور پر جدید املا میں کتابت کرائی ہو تاکہ پڑھنے والے کثیر تعداد میں اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں اور یہ عموماً پبلشرز پرانی رسم الخط کتابوں کے ساتھ جدید ایڈیشن چھاپتے وقت عمل کرتے ہیں کیونکہ ان کا مقصد زیادہ سے زیادہ عوام تک ان کی زبان میں لٹریچر پہنچانا مقصود ہوتا ہے اس لیے میرے نزدیک شاہ صاحب کا مرجحہ ایڈیشن تقریباً وہی ہے جو اصل مخطوطہ ہے اس لیے اب اس میں تحریف، تنسیخ، اضافہ اور رد و بدل کے الزامات بے معنی سی چیز ہے جو کچھ بھی کہیں تبدیلی محسوس کی گئی وہ

املے کا فرق ہے۔ اب چند مقامات سے آیات کا ترجمہ شاہ صاحب کے مخطوطے سے ملاحظہ کیجیے۔ ساتھ ہی تاج کمپنی کا ترجمہ بھی لکھا جارہا ہے تاکہ دونوں کا تقابل بھی ہو جائے اور شاہ صاحب کا ترجمۂ قرآن بغیر کسی شک و شبہ کے مطالعہ کیا جاسکے۔

مخطوطے کی چند آیات

شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن میں جو املا لکھا گیا ہے اس کو سورہ فاتحہ میں ملاحظہ کیجیے۔

(تاج کمپنی کا ایڈیشن)	سورہ فاتحہ (مخطوطہ)
شروع اللہ کے نام جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ○ سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا ○ بہت مہربان نہایت رحم والا ○ مالک انصاف کے دن کا ○ تجھی کو ہم بندگی کریں، اور تجھی سے ہم مدد چاہیں ○ چلا ہم کو راہ سیدھی ○ راہ ان لوگوں کی، جن پر تو نے فضل کیا ○ نہ وہ جن پر غصہ ہوا اور نہ بہکنے والے ○ (ص ۲) یہ سورت اللہ صاحب نے بندوں کی	شروع اللہ کی نام سی جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ○ سب تعریف اللہ کو ہی جو صاحب ساری جہانکا ○ بہت مہربان نہایت رحم والا ○ مالک انصاف کی دن کا ○ تجھی کو بندگی کرین اور تجھی سی مدد چاہین ○ چلا ہمکو راہ سیدہی ○ راہ اونکی جن پر تو نی فضل کیا ○ نہ جن پر غصہ ہوا، اور نہ بہکنی والی ○ ف حاشیہ موضع قرآن یہہ سورت اللہ صاحب نی بندون کی زبان سی فرمائی کہ اس طرح کہا کرین (منہ رح) (مخطوطہ ص:۱)

	زبان سے فرمائی کہ اس طرح کہا کریں۔
	حاشیہ (ص ۲)
مخطوطے کا آخری صفحہ پر سورہ زخرف کی ۱۹ ویں آیت کا ترجمہ بھی ملاحظہ کریں ۔	
وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ ...اَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ط	اور ٹھہرایا فرشتوں کو جو بندے میں رحمن
اور ٹھرایا فرشتوں کو جو بندی ہین رحمن کے عورت کیا دیکھتی تھی اونکا بنا (مخطوطہ ص ۸۲۲)	کے عورت، کیا دیکھتے تھے ان کا بنا ○ (ص ۸۱۔)

ان کے علاوہ چند اور آیات کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے ملاحظہ کریں

— اللہ ہنسی کرتی ہی اونسی اور بڑھاتا ہی اونکو اونکی شرارت مین بہکی ہوی (سورہ لبقرہ آیت: ۱۵ ص ۳)	اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے، اور بڑھاتا ہے ان کو ان کی شرارت میں بہکے ہوئے (ص ۲)
— وہی ہی جسنی بنایا تمہاری واسطی جو کچھ زمین مین ہی سب۔ پہر چڑھ کیا آسمان کو تو ٹھیک کیا اونکو سات آسمان اور وہ ہر چیز سے واقف ہی ○ (سورہ البقرہ: ۲۸ ص ۴)	وہی ہے، جس نے بنایا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب، پھر چڑھ گیا آسمان کو، تو ٹھیک کیا ان کو سات آسمان اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (ص ۸)
— اور فریب کیا اون کافروں نی اور فریب کیا اللہ نی اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے (سورہ ال عمران آیت ۵۴ ص ۸۵)	و اور فریب کیا ان کافروں نے، اور فریب کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ (ص ۹۰)
— اور ابھی معلوم نہیں کی اللہ نی، جو لڑنی والی ہین تم مین، اور معلوم کری ثابت رہنی والی۔ (ال عمران: ۱۴۲ ص ۱۰۱)	و اور ابھی معلوم نہیں کئے اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم کرے ثابت رہنے والے ○ (ص ۱۰۹)

و منافق جو ہین، دغا بازی کرتی ہین اللہ سے اور وہی اونکو دغا دیکا۔

(النسآء: ۱۴۲ ص ۱۴۷)

و منافق جو ہیں، دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے، اور وہی ان کو دغا دے گا۔

(ص ۱۶۴)

و اللہ نے اون سے ٹھٹھا کیا ہي، اور اون کو دکھہ کے مار ہي۔

(التوبۃ: ۷۹ ص ۳۰۷)

و اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے، اور ان کو دکھ کی مار ہے

(ص ۳۲۶)

و لوگ بولی، قسم اللہ کی تو ہی اپنی اوسی غلطی مین قدیم کی (یوسف: ۹۵ ص ۳۸۵)

و لوگ بولے قسم اللہ کی! تو ہے اپنی اسی غلطی میں قدیم کی ○ (ص ۴۰۵)

و یہاں تک کہ جب نا امید ہونی لگی رسول، اور خیال کرنی لگی کہ اون سی جہوٹھہ کہا تہا، پہنچی اونکو مدد ہماری: (یوسف: ۱۱۰ ص ۳۸۸)

و یہاں تک کہ جب نا امید ہونے لگے رسول، اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا تھا، پہنچی ان کو مدد ہماری... ○

(ص ۴۰۸)

و پاک ذات ہي، جو لی گیا اپنی بندی کو راتی رات ادب والی مسجد سے پرلی مسجد تک۔

(اسریٰ: ۱ ص ۴۴۲)

و پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندے کو راتی رات، ادب والی مسجد سے پرلی مسجد تک۔

(ص ۴۶۴)

و اور مچہلی والے کو جب چلا گیا غصہ سے لڑکر پہر سمجہا کہ ہم نہ پکڑ سکین گے۔

(الانبیآء: ۸۷ ص ۵۲۵)

و اور مچھلی والے کو، جب چلا گیا غصہ سے لڑکر، پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے

(ص ۵۲۵)

و اور پایا تجہ کو بہٹکتا، پہر راہ دی ○ اور پایا تجہ کو مفلس پہر محفوظ کیا۔ (الضحیٰ ۷، ۸ ص ...۱ تاج کمپنی لیمٹڈ)

شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن کے مطالعہ کے بعد ذہن میں بہت سارے سوالات ابھرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ اجمعین کی ذات وصفات سے متعلق جو عقیدۂ اہلسنت ہے اور خود ان کے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیزؒ اور والد شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالرحیم کا جو عقیدہ ہے وہ اس تراجم سے بہت زیادہ متاثر ہو رہا ہے اور یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ شاہ عبدالقادر نے ایسا ترجمہ کیوں کیا جس سے شان اولوہیت اور شان رسالت پر زک پہنچ رہی ہے۔ شاہ صاحب کا کیونکہ اس ترجمۂ قرآن کے علاوہ اور کوئی قلمی اور تحریری کام سامنے نہیں ہے اس لیے اس پر بہت زیادہ تبصرہ نہیں کیا جا سکتا البتہ آپ کے اسلاف کے عقائد کی روشنی میں یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ شاہ صاحب کی نیت تو صاف ہے مگر جس زمانے میں ترجمہ کیا اس وقت الفاظ اور مترادفات کا بڑا ذخیرہ اردو زبان میں مروج نہیں تھا جس کے باعث اس قسم کا ترجمہ ممکن ہوا لیکن آج کا پڑھنے والا یقیناً تذبذب کا شکار ہوگا اور ممکن ہے وہ ترجمہ کی روشنی میں اس کو اپنا عقیدہ بنالے۔ یہاں اپنی رائے سے قبل مولانا احمد رضا کا شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن پر تبصرہ پیش کر رہا ہوں جو آپ نے ایک استفسار پر لکھا تھا۔ یہ استفسار لاہور سے مولوی حکیم غلام محی الدین لاہوری نے بھیجا تھا اعلیٰ حضرت نے شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن پر تبصرہ کرتے ہوئے جو کلمات قلمبند کیے وہ ملاحظہ کیجیے:

"فقیر کی رائے قاصر یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ پیش نظر رکھا جائے اور اس میں چار تبدیلیاں ملحوظ رہیں۔

۱۔ وہ الفاظ کہ متروک یا نامانوس ہو گئے، فصیح وسلیس ورائج الفاظ سے بدل دیے جائیں۔

۲۔ مطلب اصح جس کے مطالعہ کو جلالین کہ اصح الاقوال پر اقتصار کا جن کو التزام ہے، ہاتھ سے نہ جائے۔

۳۔ اصل معنی لفظ اور محاورات عرفیہ دونوں کے لحاظ سے ہر مقام پر اس کے کمال پاس رہے مثلاً غیر المغضوب علیھم، کا یہ ترجمہ کہ جن پر غصہ ہوا، یا تو نے غصہ کیا، فقیر کو سخت ناگوار ہے۔ غصہ کے اصل معنی اچھوں کے ہیں۔ یعنی کھانے کا گلے میں پھنسنا۔ جیسے وطعام ماذا غصہ، فرمایا۔ اس سے استفادہ کر کے ایسے غضب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے آدمی کسی خوف یا لحاظ سے ظاہر نہ کر سکے۔ گویا دل کا جوش گلے میں پھنس کر رہ گیا۔ عوام کہ دقائق کلام سے آگاہ نہیں، فرق نہ کریں، مگر اصل حقیقت یہی ہے کہ علماء پر اس کا لحاظ لازم ہے۔ ترجمہ یوں ہوا نہ ان کی جن پر تو نے غضب فرمایا، یا جن پر تیرا غضب ہے، یا جن پر غضب ہوا، یا جو غضب میں ہیں، خیال کرنے سے ان کے ترجمے میں اس کی بہت سی نظائر معلوم ہو سکتی ہیں۔

۴۔ سب سے اہم واعظم واقدم والزم مراعات و متشابہات ہیں، کہ ان میں ہمارے ائمہ کرام سے دو مذہب ہیں (اول)، ہم نصوص پر ایمان لائیں، نہ تاویل کریں نہ اپنی رائے کو دخل دیں: امنا بہ کل من عند ربنا، معنی ہمیں معلوم ہی نہیں ان سے اگر قولہ تعالیٰ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ کا ترجمہ کرائیے تو وہ فرمائیں گے "پھر استویٰ فرمایا آسمان کی طرف، اگر پوچھیے کہ استویٰ کے کیا معنی تو ولا ندری، سے جواب ملے گا۔

(دوم) تاویل کے متاخرین نے تفہیم جہال کے لیے اختیار کیا کہ کسی خوبصورت معنی کی طرف پھیر دیں جس کا ظاہر شان عزت پر محال نہ ہو اور طرف تجویز و تجارب میں لفظ کریم سے قرب بھی رکھتا ہو ان سے اگر آیۂ کریمہ کا مذکورہ ترجمہ کرائیے تو وہ کہیں گے "پھر آسمان

کی طرف قصد فرمایا، مگر یہ کہ تفویض چھوڑیں اور تاویل بھی نہ کریں بلکہ معنی ممال و ظاہر صریح ادا کرنے والا لفظ قائم کر دیں جیسے آیہ کریمہ مذکورہ (شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن) کا ترجمہ 'پھر چڑھ گیا آسمان کو، کہ چڑھنا اور اُترنا شان عزت پر محال قطعی اور جہال کے لیے معاذ اللہ موہم بلکہ مصرح بہ جسمانیت ہے۔ یہ ہمارے آئمہ متقدمین کا دین نہ متاخرین کا مسلک۔ اس سے احتراز فرض قطعی ہے (۳۱)

مولانا احمد رضا کے تبصرہ کے بعد مزید اظہار خیال کی ضرورت تو نہیں رہتی لیکن شاہ صاحب کے ترجمے سے متعلق اتنا ضرور عرض کروں گا کہ یہ ترجمہ ان کے اسلاف کے عقائد سے ہٹ کر ہے کیونکہ شاہ عبدالقادر دہلوی کے والدِ محترم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کئی معرکۃ الارا تصنیفات آج بھی موجود ہیں ان کتب میں اس قسم کے نظریات کی عکاسی کہیں نہیں ملتی ہے کہ جس میں اللہ کو (معاذ اللہ) دغا باز بتایا جائے یا ٹھٹھا مارتا جیسا انسانی فعل جو غیر مہذب ہوتا ہے اس کو اللہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ اسی طرح (رسول کے خیال میں) اللہ کا جھوٹ بولنا (معاذ اللہ) شاہ صاحب کی فکر کے بالکل خلاف ہے البتہ یہ نظریہ اور اس کی تائید کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا یا اللہ جھوٹ بول سکتا ہے یعنی امکان کذب پر خلیل احمد انبیٹھوی (۳۲) اور رشید احمد گنگوہی (۳۳) کی تحریریں ضرور ملتی ہیں جو انھوں نے اپنی کتابوں میں خود

۳۱ے مولانا امام احمد رضا "فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ ص ۳۴ - ۳۵ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۴ء

۳۲ے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی "براہین قاطعہ" ص - ۴ مطبوعہ دیوبند انڈیا

۳۳ے مولوی رشید احمد گنگوہی "فتاویٰ رشیدیہ" (کامل) ص - ۹۶، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۹۸۸ء

تحریر کی ہیں اور پھر غیر ضروری تاویلات سے اس کا دفاع کیا ہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کی کتب میں کہیں اس قسم کی بات نہیں ملتی ہے جس میں انھوں نے نبی کو (معاذ اللہ) راہِ راست سے بھٹکتا ہوا خیال کیا ہو یا معاذ اللہ، اس کو اپنا جیسا گنہگار بندہ سمجھا ہو وغیرہ تو پھر کیسے ممکن ہے کہ ایسا گستاخانہ پہلو قرآن سے شاہ برادران استنباط کریں۔ یقیناً یہی وہ عقائد ونظریات ہیں جو بعد میں مخصوص گروہ نے شاہ برادران کے تراجم میں اصلاح کے بہانے اپنی طرف سے گھڑ کر شائع کرا دیے ہیں اور پھر خود ایسے ہی ترجمے وہ بھی پے در پے کر کے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو عقائد ولی اللہ خاندان کے ہیں وہی ہمارے بھی نظریات ہیں۔ لہٰذا ان تراجم پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے وہ اس لیے کہ شاہ برادران نے جس زمانے میں اُردو تراجم کیے ہیں وہ انتہائی قدیم زبان ہے جس وقت الفاظ کا ذخیرہ بھی محدود تھا اور زبان اپنے ارتقائی ملول سے گزر رہی تھی اور شاہ برادران کے ہرگز یہ عقائد نہ تھے جو ترجمہ کی وجہ سے محسوس ہو رہے ہیں۔ کیونکہ شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، فاروقی حنفی نقشبندی (المتوفی ۱۱۳۱ھ/۱۸/۱۷ء) (۲۴) والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہ کی تصنیفات میں اس قسم کے عقائد ونظریات کا دور دور شائبہ تک نہیں اور نہ مطالعہ کے دوران راقم کی نظر سے گزرے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ شاہ برادران کے تراجم کو بنیاد بنا کر مخصوص گروہ نے اپنے عقائد کی پرچار شروع کر

۲۴؎ مولوی رحمان علی "تذکرہ علمائے ہند"، ص۔ ۲۹۶ (مترجم ڈاکٹر ایوب قادری) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی

دی. چاہیے یہ تھا کہ جس طرح مولنا احمد رضا خان بریلوی نے شاہ صاحب کے ترجمے سے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے چند تبدیلیوں کی رائے دی تھی تاکہ عقائد اہلسنت متاثر نہ ہوں یہ حضرات بھی اس پر عمل کرتے لیکن ان کو موقعہ ملا اور پے در پے ترجمے بھی کیے اور اس میں وہی ترجمے کیے جو شاہ برادران کے ترجمے تھے تاکہ اس کو سند بنا سکیں یہ نازک مسئلہ یہاں زیر بحث نہیں لایا جا سکتا بس اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ شاہ اسمٰعیل دہلوی کی کتاب "تقویت الایمان" کی اشاعت کے بعد مسلمان ہند دو گروہ میں بٹ گئے (۴۵)

ایک نے اس کتاب میں تحریر شدہ غلط نظریات اور گستاخیوں کو درست اور بجا تسلیم کیا اور اس کے نتیجے میں وہابی یا دیوبندی گروہ پروان چڑھا۔ دوسرا گروہ اسی کتاب کے غلط نظریات کا رد کرتا رہا جس میں خود ان کے خاندان کے افراد بھی شامل تھے خصوصیات کے ساتھ شاہ مخصوص اللہ جنھوں نے اس کے رد میں "معید الایمان" کتاب بھی لکھی۔

۴۵؎ عبید اللہ سندھی "شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک" ص۔ ۱۱۰،

مطبوعہ دین محمدی پریس، لاہور، ۱۹۴۲ء

؎ نوٹ: مولوی سید انظر شاہ کشمیری استاد تفسیر دار العلوم دیوبند نے اپنے ایک مضمون میں مسلک دیوبند کی تعریف اور تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا: "میرے نزدیک دیوبندیت خالص ولی اللہی فکر بھی نہیں اور نہ کسی خالص خانوادہ کی لگی بندھی فکر۔ اس لیے دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے کرنے کے بجائے میں دو عظیم انسان مولانا قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے کرتا ہوں کیونکہ دیوبندیت کے امام تو صرف یہی دو امام وقت ہیں"
(ماہنامہ البلاغ ج ۲ شمارہ ۱۲ ص۔ ۴۸ دار العلوم کراچی ۱۹۴۹ء)

شاہ صاحب کا ترجمۂ قرآن اُردو ادب کے مؤرخین کی نظر میں

شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن کو نظریات سے ہٹ کر دیکھا جائے تو یہ ترجمہ اردو ادب میں گراں قدر اضافہ تھا کیونکہ شاہ صاحب نے ترجمۂ قرآن میں سنسکرت، ہندی، عربی اور فارسی الفاظ استعمال کر کے اردو زبان کو ۲۰۰ سال قبل دوامی زندگی بخشی جو بعد کے مترجمین کے لیے بالخصوص اور عام اردو ادب کے لکھنے والوں کے لیے سنگِ میل ثابت ہوئی یہی وجہ ہے کہ اُردو ادب کے مؤرخین نے شاہ صاحب کے ترجمہ کو اردو ادب میں ایک اہم مقام عطا کیا ہے اور سب ہی نے اُردو زبان کی اس تحریر کی پذیرائی کی ہے۔ سر سید احمد خاں جو خود جدید اردو ادب کے ہیرو قرار پاتے ہیں اپنی منفرد اور تاریخی تصنیف "آثار الصنادید" میں شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن کو سراہتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"شاہ عبدالقادر کا اُردو ترجمہ کلام اللہ کا اُردو لغات کے لیے ایک بڑی سند ہے۔" (۳۶)

بابائے اُردو مولوی عبدالحق شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن کو بہترین بامحاورہ ترجمہ قرار دیتے ہیں۔ آپ کا لکھا ہوا ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"شاہ عبدالقادر کے ترجمے میں لفظوں کی اس قدر پابندی نہیں کی گئی ہے بلکہ وہ مفہوم کی صحت اور لفظ کے حُسن کو برقرار رکھنے کے علاوہ اردو زبان کے روزمرہ محاوروں کا بھی خیال رکھتے ہیں۔

۳۶۔ سر سید احمد خان، "آثار الصنادید"، ص ۲۶۲۔ کیپٹل کو آپریٹو پرنٹنگ لاہور ۱۹۴۹ء

دوسری خوبی ان کے ترجمے میں ایجاز ہے۔شاہ صاحب کا ترجمہ
دوسرے ترجموں کے مقابلے میں اس قدر بہتر اور افضل ہے کہ
سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے ہوتے ہوئے چند سال بعد دوسرے
مترجموں کی ضرورت کیوں سمجھی گئی۔(۴۷)

اردو ادب کے ایک اور نامور مؤرخ ڈاکٹر جمیل جالبی (ستارۂ امتیاز) نے بھی شاہ صاحب کے ترجمہ کو اُردو لغت کا بڑا خزانہ قرار دیا اور ساتھ ہی لسانی نقطۂ نظر سے بھی ایک اہم کارنامہ انجام دیا۔

چنانچہ شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمۂ قرآن پر اُردو زبان کے حوالے سے اپنی تاریخی تصنیف "تاریخ اردو ادب" میں سیر گفتگو کی ہے۔آپ رقمطراز ہیں :۔

"شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن لفظی کے بجائے بامحاورہ ہے اور وہ ان کے جملے کی ساخت پر اردو جملے کا مزاج حاوی ہے۔ اس میں جگہ جگہ روزمرہ محاوروں کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ عربی لفظ کے لیے عموماً اردو لفظ استعمال کیے گئے ہیں جس کی وجہ سے ترجمہ اردو/ہندی لغت کا ایک بڑا خزانہ بن گیا ہے۔آپ نے وہی زبان استعمال کی ہے جو اس وقت عوام میں رائج تھی اور شاہ صاحب نے اس عوامی زبان ومحاورہ کو قرآن جیسی کتاب میں استعمال کر کے ایک نئی رفعت بخشی ہے۔شاہ صاحب نے ترجمہ میں مروجہ اردو

۴۷ے مولوی عبدالحق دہلوی ماہنامہ "اردو اشاعت" جنوری ۱۹۲۷ء بحوالہ القاموس الکتب ۱۹۶۱ انجمن ترقی اردو پاکستان

زبان کے الفاظ، مترادفات اور مرکبات استعمال کر کے ایسا بنیادی
کام کیا ہے جس میں ایک طرف دینی خدمت انجام دی اور دوسری
طرف اردو زبان میں اظہار کی غیر معمولی قوت پیدا ہو گئی اور یہ
ترجمہ لسانی نقطۂ نظر سے بھی ایک اہم کارنامہ ہے۔ (۲۸)

مولوی رحیم بخش دہلوی شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمۂ قرآن میں محاورات کے استعمال کو غلو کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے بشری کمزوریوں کو بھی بھول جاتے ہیں اور بشری فعل کو معبود کے کلام کا قائم مقام تصور کرنے لگے ہیں۔ موضح قرآن کی پذیرائی کرتے ہوئے "حیات ولی" میں یوں رقمطراز ہیں:۔

"اگر اردو زبان میں قرآن مجید نازل ہوتا تو انہیں محاورات کے لباس
میں آراستہ ہوتا جن کی رعایت مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی نے
اس ترجمہ میں پیش نظر رکھی۔" (۲۹)

مولوی عبدالحئی استاد تفسیر ناظم دینیات جامعہ ملیہ دہلی لکھتے ہیں:۔

"حضرت شاہ ولی اللہ کو یہ اولین فخر حاصل ہے کہ انہوں نے ہند
میں ترجمہ القرآن کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کو پھر اس چشمہ حیات
کی طرف لے آئے۔ اس کے بعد ان کے مایہ روزگار فرزند حضرت
شاہ عبدالقادر نے اس کو اُردو جامہ پہنا کر بقائے دوام کا زرین

---

۲۸ ۔ ڈاکٹر جمیل جالبی "تاریخ اردو ادب" جلد دوم حصہ دوم ص ۱۰۵۵

۲۹ ۔ مولوی رحیم بخش دہلوی "حیات ولی" ص ۔ ۲۵۲ بحوالہ تراجم علماء اہلحدیث جلد اول
ص ۔ ۶۴ جید برقی پریس دہلی ۔

تاج اپنے سر پر رکھا۔ آج سرزمین ہند میں جس قدر تراجم قرآن ملتے ہیں سب اسی 'موضح قرآن' کے خوشہ چیں ہیں۔" (۴۰)

اس سے قبل کہ شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن کے ان نکات کو بیان کروں جن امور کے پیشِ نظر ترجمہ کیا گیا ہے ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی محمود الحسن دیو بندی نے جو ترجمۂ قرآن کے ساتھ ایک مقدمہ تحریر کیا ہے اس میں سے موضح قرآن سے متعلق ان کی رائے قلمبند کروں۔

"مولانا عبدالقادر کا یہ کمال ہے کہ با محاورہ ترجمہ کا پورا پابند ہو کر پھر نظم و ترتیب کلمات قرآنی اور معانی لغویہ کو اس حد تک نباہا ہے کہ زیادہ کہتے ہوئے تو ڈرتا ہوں مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہم جیسوں کا ہرگز کام نہیں۔ اگر ہم ان کے کلام کی خوبیوں کو اور ان اغراض و اشارات کو جو ان کے سیدھے سادے مختصر الفاظ میں ہیں سمجھ جائیں تو ہم جیسوں کے فخر کے لیے یہ امر بھی کافی ہے۔" (۴۱)

آگے چل کر مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"شاہ صاحب ترتیب قرآنی کا بہت خیال رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ ترجمہ میں کوئی لفظ مختصر بڑھا بھی دیتے ہیں جس سے مطلب

۴۰۔ مولوی عبدالحیٰ بحوالہ "قرآن کریم کے اردو تراجم" مولفہ ڈاکٹر صالحہ ص ۱۹۱۔

۴۱۔ مولوی محمود حسن دیوبندی "مقدمہ موضح قرآن" ص۔ ۴ اور ۵، مدینہ بک ڈپو اردو بازار جامع مسجد دہلی

واضح ہو جائے ایسے ہی بعض الفاظ کو چھوڑ بھی جاتے ہیں اور ترجمے
میں کبھی ایسا لفظ بھی لاتے ہیں جس کی وجہ سے اگر کسی قسم کا اجمال
اور اشکال ہو تو زائل ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ
ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں اور دوسری جگہ کچھ جس سے قرآن کی غرض
اور مراد سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اسی سہولت اور رعایت کی
وجہ سے کبھی مضمون ایجابی کو عنوان سلبی میں ادا کرتے ہیں اور اکثر
مواقع پر نفی اور استثناء کی جدا جدا ترجمہ نہیں کرتے بلکہ حصر جو اس
سے مقصود ہوتا ہے اس کو مختصر ہلکے لفظوں میں محاوروں کے
موافق بیان کر جاتے ہیں۔" (۴۲)

آخر میں شاہ عبدالقادر دہلوی نے ترجمۂ قرآن میں جن امور کو پیش نظر رکھا
ان کو شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی نے دیباچہ موضح قرآن سے جمع کیا ہے۔ ملاحظہ
کیجیے :-

۱۔ ترجمہ لفظ بلفظ ضروری نہیں کیونکہ ترکیب ہندی ترکیب عربی سے
بہت بعید ہے اگر بعینہ وہی ترکیب رہے تو معنی و مفہوم نہ ہوں۔

۲۔ اس میں زیادہ ریختہ نہیں بولی بلکہ ہندی کو متعارف کرایا تاکہ عوام
کو بے تکلیف دریافت ہو۔

۳۔ ہر چند ہندوستانیوں کو معنی قرآن آسان ہوئے لیکن اب بھی استاد
سے سند کرنا لازم ہے۔

۴۲۔ ایضاً ص ۴۔۵

۴۔ اوّل فقط ترجمۂ قرآن ہوا تھا بعد اس کے لوگوں نے خواہش کی تو بعض فوائد بھی متعلق تفسیر داخل کیے۔ (۴۳)

شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمۂ قرآن پر ابھی آپ نے اردو ادب کے نقطۂ نظر سے کئی آرا پڑھیں، سر سید احمد خاں اس ترجمۂ کو اردو لُغت کے لیے سند قرار دے رہے ہیں (۴۴) بابائے اردو اس ترجمے کو محاوروں کا سب سے بہتر اور افضل قرار دے رہے ہیں (۴۵) ڈاکٹر جمیل جالبی اردو/ ہندی لغت کا بڑا خزانہ تسلیم کرتے ہیں اور اُردو ادب میں اس کو بنیادی کام سمجھتے ہیں۔(۴۶) مولوی عبدالحئی تمام اُردو تراجم قرآن کا اصل مآخذ شاہ صاحب کے ترجمے کو قرار دیتے ہیں۔ (۴۷) مولوی محمود حسن دیوبندی شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن کے سامنے ترجمہ کرنے کو بھی گستاخی سمجھتے ہیں[۴۸] مولوی رحیم بخش دہلوی نے غلو کی بھی انتہا کر دی اور یہاں تک لکھ گئے کہ اُردو زبان میں اگر قرآن نازل ہوتا تو شاہ صاحب کے محاورات سے ہی مزیّن ہوتا۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ شاہ صاحب نے اردو ترجمہ کرنے میں پہل کی اور اگرچہ زبان ابھی محاورات، مترادفات اور فصاحت و بلاغت کے

۴۳۔ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی، دیباچہ موضح قرآن، ص ۴۳۲ نقوش شمارہ ۱۰۲ لاہور ۱۹۶۵

۴۴۔ سر سید احمد خاں آثار الصنادیہ ص ۲۶۲

۴۵۔ مولوی عبدالحق اردو اشاعت ص ۱۷

۴۶۔ ڈاکٹر جالبی تاریخ اردو ادب جلد دوم حصہ دوم ص ۱۰۵۵

۴۷۔ مولوی عبدالحئی قرآن حکیم کے اردو تراجم ص ۱۹۱

۴۸۔ مولوی محمود حسن دیوبندی مقدمہ ص ۴

مراحل سے گزر رہی تھی اس وقت ترجمہ کیا لیکن یہ سنجیدہ محققین اور علماء کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ترجمۂ قرآن میں جہاں جہاں شاہ صاحب زبان کی کمزوری کے باعث شان الوہیت اور عظمت رسالت کا تحفظ نہیں کر سکے ان کو آج کی زبان سے بدل دیا جائے چہ جائیکہ ان پیدا شدہ خیالات ہی کو عقائد کا حصہ بنالیا جائے اور اس کے دفع میں غیر معمولی قلابازیاں کھائی جائیں۔ مولانا احمد رضا خان کی نظر سے جب یہ ترجمہ گزرا تو آپ نے فوراً تنبیہہ فرمائی کہ اس میں وقت کے لحاظ سے الفاظوں کو درست کرنے کی ضرورت ہے ورنہ قوم بگڑ جائے گی کیونکہ عامۃ المسلمین اول عربی زبان سے تو واقف ہوتے نہیں اس لیے جو بھی ترجمۂ قرآن ان کے سامنے پیش کیا جائے گا وہ اسی کو صحیح جان لیں گے دوم ان کو کیا خبر کہ ترجمہ قواعد وضوابط کے مطابق کیا گیا یا مترجم اپنے خود ساختہ عقیدے کی پرچار کر رہا ہے۔ سوم، نہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ مترجمین جب اور جس زمانے میں ترجمہ کر رہے ہیں اس وقت الفاظوں کا اتنا وافر ذخیرہ موجود تھا یا نہیں اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ شاہ صاحب چونکہ بامحاورہ ترجمہ کرنے والے پہلے مترجم ہیں وہ بھی ۲۰۰ سال قبل زمانے کے تو ان کو یہ رعایت ضرور دی جاسکتی ہے کہ ان کی ترجمہ کرتے وقت نیت وہ نہ تھی جو ترجمہ سے ظاہر ہو رہی ہے بلکہ اس زمانے کی اردو زبان کی کمزوری کے باعث ترجمے میں سہو کا پہلو نکل رہا ہے۔ البتہ جو بعد کے مترجمین ہیں اور خاص کر شاہ صاحب کو مکمل طور پہ ماخذ بنانے والے اور وہ بھی ان سے ۱۰۰ سال کے بعد ترجمہ کرنے والے کو زبان کی رعایت نہیں مل سکتی کیونکہ شاہ صاحب کے ۱۰۰ سال کے بعد اردو زبان مکمل نکھر چکی تھی اور اس زبان میں مترادفات کی کثیر تعداد جمع ہو چکی تھی جن کا سہارا لے کر ترجمہ کیا جاسکتا تھا۔

تاریخ ثابت یہ کر رہی ہے کہ ہند میں کچھ مخصوص گروہ نے شاہ برادران کے تراجم اور ان کے والد ماجد کی کتابوں کا سہارا لے کر اپنے دین و مسلک کی پرچار کی اس کے لیے انہوں نے شاہ صاحب کی کتابوں میں تحریفیں کیں اور شاہ برادران کے ترجمۂ قرآن کی بعض عبارات کا سہارا لے کر بھرپور فائدہ اٹھایا لیکن حقیقت پھر حقیقت ہوتی ہے حکیم محمود برکاتی صاحب کی کاوش نے تاریخ کا دوسرا رخ دکھا کر تاریخ پر احسان کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ شاہ برادران کے ترجموں کو ۲۰۰ سال قدیم اردو کے ماحول میں دیکھا جائے تو وہ نظریات جو اہلسنت سے مختلف نظر آرہے ہیں ان کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے اور مولانا احمد رضا کی رائے کی روشنی میں ان کو آج کی زبان سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

مولوی نذیر احمد دہلوی ابن سعادت علی بمقام ریٹرہ ضلع بجنور کے ایک علمی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سن ولادت افتخار عالم مارہروی نے ۱۸۳۶ء بتایا ہے (۴۹) جب کہ افتخار احمد صدیقی نے پیدائش کا سال ۱۸۳۰ء قرار دیا ہے۔ (۵۰) ناظرہ قرآن مجید ختم کرنے کے بعد ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی سعادت علی سے حاصل کی اور فارسی کی متداول کتابیں پڑھیں ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۴ء مولانا صوفی نصر اللہ خان خورجوی (المتوفی ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) سے عربی صرف و نحو، فلسفہ اور منطق کی تعلیم حاصل کی (۵۱) اسی اثناء میں مولوی عبدالخالق کے مدرسے اورنگ آباد مسجد دہلی میں بھی ۱۸۴۲ء تا ۱۸۴۴ء زیر تعلیم رہے اور پھر ۱۸۴۵ء تا ۱۸۵۴ء قدیم دہلی کالج کے شعبہ مشرقی علوم میں تعلیم حاصل کی۔ (۵۲) یہ کالج شمالی ہند میں جدید علوم کی نشر و اشاعت اور ترجمہ و تالیف کا

۴۹۔ افتخار عالم مارہروی "حیات النذیر" ص۔۳، مطبوعہ انڈیا۔

۵۰۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" جلد چہارم ص۔ ۳۳۵، پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۷۲ء

۵۱۔ مولوی رحمان علی "تذکرہ علمائے ہند"، ص۔ ۱۲۵، طبع دوم نول کشول پریس، لکھنو ۱۹۱۴ء

۵۲۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی "ڈپٹی نذیر احمد" ص۔ ۱ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۷ء

اولین مرکز تھا۔ یہاں نذیر احمد دہلوی جدید علوم کی قدر و قیمت اور نئے دور کے تقاضوں سے آشنا ہوئے۔ کالج کے ان اثرات کا ذکر وہ فخریہ طور پر اپنے لیکچروں میں کیا کرتے تھے۔ (۵۳)

مولوی نذیر احمد دہلوی صدیقی شیوخ کے ایک بزرگ خانوادے سے تعلق رکھتے تھے ان کے اجداد سولہویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی تک تصوّف کی مسند رشد و ہدایت اور حکومت کے مناسب قضا اور افتا پر فائز رہے (۵۴) نذیر احمد کا سلسلہ آٹھ واسطوں سے حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوری (المتوفی ۹۸۵ھ / ۱۵۷۷ء) (۵۵) تک پہنچتا ہے جو حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی (المتوفی ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء) (۵۶) کے جلیل القدر خلیفہ اور مشاہیر وقت میں سے تھے۔ ڈپٹی نذیر احمد بعد میں دہلی کالج کے دوران نئے دور کے تقاضوں سے متعارف ہوئے۔ درحقیقت آپ کی ذہنی تربیت ان کے محبوب استاد پروفیسر رام چندر کے زیر اثر ہوئی جو اُردو میں جدید علم کے سب سے بڑے مبلغ اور ایک سادہ

۵۳؎ مولوی بشیر الدین احمد "لیکچروں کا مجموعہ"، جلد دوم ص۔ ۴۱۹، جی اینڈ سنز برقی پریس دہلی ۱۹۱۸ء

۵۴؎ مولانا اعجاز الحق قدسی "شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات"، ص۔ ۵۷۳، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء

۵۵؎ عبدالقادر بدایونی "منتخب التواریخ"، ص۔ ۲۱۴، مطبوعہ انڈیا۔

۵۶؎ شیخ عبدالحق محدث دہلوی "الاخبار الاخیار"، (مترجم محمد فاضل) ص۔ ۴۶۳، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

علمی اسلوب نثر نگاری کے بانی تھے۔(۵۷) تعلیمی زندگی کے آخری زمانے میں مولوی نذیر احمد دہلوی نے برادری کے رسوم وقیود سے بغاوت کر کے مولوی عبدالخالق دہلوی کی پوتی سے عقد کیا اور دہلی ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۱۸۵۴ء سے معلمی کا پیشہ اختیار کر کے اپنی معلمانہ زندگی کا آغاز کیا اور ۱۸۶۳ء میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر فائز ہوئے۔(۵۸) ۱۸۷۷ء میں ڈپٹی نذیر احمد نے سر سید احمد خاں کی وساطت سے ریاست حیدر آباد دکن میں سالار جنگ کے ہاں ملازمت اختیار کی اور ۱۸۸۳ء کو سر سالار جنگ کی وفات کے بعد جب وہاں وزارت واقتدار کی جنگ شروع ہوئی آپ ۱۸۸۴ء میں استعفیٰ دے کر دہلی چلے آئے۔(۵۹) چھ سو روپے ماہوار پنشن حاصل رہی۔

انگریز حکومت کی طرف سے کئی دفعہ مختلف ادبی تصانیف پر نقد انعام حاصل کیا۔ ۱۸۹۴ء میں حکومت کی طرف سے "شمس العلماء" کا خطاب حاصل کیا اور ۱۹۰۲ء میں ایڈنبرا یونیورسٹی نے ایل ایل ڈی (L.L.D) کی اعزازی ڈگری عطا کی اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ایل ایل او (L.L.O) کی اعزازی ڈگری بھی حاصل کی اور ۱۸۸۸ء سے ۱۹۹۵ء تک وہ قومی اسٹیج کے ہیرو بنے رہے۔(۶۰)

۵۷۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی "ڈپٹی نذیر احمد"، ص۔۷

۵۸۔ ایضاً "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند"، جلد ۴، ص۔۳۳۶

۵۹۔ مولوی محمد اکرام اللہ خاں ندوی "وقار حیات"، ص۔۷۵، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۵ء

۶۰۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند" جلد ۴، صفحہ ۳۳۷

ادبی خدمات

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی جنہوں نے ادبی تصانیف کا سلسلہ ملازمت کے ساتھ جاری رکھا اور ۱۸۷۲ء تا ۱۸۷۷ء کا دَورانِ کی ادبی زندگی کا سب سے کامیاب دور تھا۔ ڈپٹی صاحب کا مذہبی تصانیف کا سلسلہ ۱۸۹۲ء سے قرآن مجید کے اردو ترجمے کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ جو ۱۸۹۵ء میں مکمل ہوا۔ آپ کا ترجمہ قرآن پہلی دفعہ مطبع قاسمی دہلی سے شائع ہوا۔ ڈپٹی صاحب کی تصانیف کی تعداد ۲۰ کے لگ بھگ ہے۔ جس میں قانون کی کتب کے تراجم بھی شامل ہیں اور درسیات واخلاقیات اور مذہبیات پر بھی علمی یادگاریں چھوڑی ہیں۔ ڈپٹی صاحب کا اصلی جوہر ان کی ناول نگاری میں سامنے آتا ہے جس کے وہ بانی بھی قرار دیئے جاتے ہیں۔ انگریز حکومت نے آپ کو "مراۃ العروس" "بنات النعش"، "توبۃ النصوح" اور "مبادی الحکمت" پر نقد انعامات سے نوازا۔ یہ تمام ناول خاص کر مسلم خواتین کی اصلاح و تربیت کے لیے لکھے گئے تھے جس میں انہوں نے خالص دہلی کی زبان اور کثرت سے عورتوں کے روزمرّہ محاورات کا استعمال کیا ہے۔ ان کی تحریر میں خاص بات ان کی ظرافت ہے جس میں ان کا کوئی ہم سر نہیں۔ (۶۱)

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کی مذہبی کتب میں "الحقوق والفرائض" (۱۹۰۵ء) الاجتہاد (۱۳۲۴ھ) ادعیۃ القرآن (۱۳۲۱ھ) اور مطالب قرآن (۱۹۰۹ء) بہت مشہور ہیں۔ ڈپٹی صاحب نے ایک کتاب "امہات المومنین" بھی تحریر فرمائی جو

---

۶۱ ۔ ڈاکٹر حامد حسن قادری، "داستان تاریخ اردو"، ص۔ ۵۵۱

۱۹۰۸ء میں شائع بھی ہوئی۔ یہ کتاب دراصل پادری احمد شاہ شوق کی کتاب "امہات مومنین" کا جواب تھی مگر ڈپٹی صاحب نے اپنی کتاب "امہات المومنین" بھی اپنی ظرافت اور محاوروں کا کثرت سے بیجا استعمال کیا. اس کے علاوہ غیر متعلق مواد کی کثرت، بزرگان دین کے ذکر میں غیر محتاط زبان و بیان سے کتاب کے خلاف تکفیر کا ہنگامہ برپا ہوا اور اس کتاب کی تمام جلدیں ۱۹۱۰ء میں جلا دی گئیں۔(۶۲)

ترجمہ قرآن کا تاریخی پس منظر

ڈپٹی نذیر احمد کی دینی خدمات میں "ترجمہ القرآن" کو اولیت حاصل ہے۔ آپ کا ترجمہ قرآن اس زمانے میں سامنے آیا جس وقت سرسید احمد خاں کی تفسیر/ترجمہ بھی عوام الناس میں مقبولیت حاصل کر رہا تھا۔ سرسید احمد خاں اس کی تکمیل نہ کر سکے مگر ڈپٹی نذیر صاحب نے مکمل ترجمہ قرآن کرنے میں کامیاب ہو گئے اور جلد ہی اس کو شہرت حاصل ہوئی اور بقول بشیر الدین دہلوی کے ان کی زندگی میں ہی گیارہ ایڈیشن شائع ہو چکے تھے۔ ڈپٹی صاحب کے ترجمہ قرآن سے متعلق ایک عجیب انکشاف سامنے آیا جس کو پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے جو خود بھی دہلی کے علمی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جن کے والد ماجد مولانا مفتی مظہر اللہ دہلوی نے شاہ ولی اللہ دہلوی کے فارسی ترجمہ قرآن کو اردو میں منتقل کیا جو راقم کے پاس موجود ہے۔ (۶۳) بیان کیا کہ جب

۶۲ے ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی "ڈپٹی نذیر احمد" ص۔ ۷

۶۳ے مفتی مظہر اللہ دہلوی "قرآن شریف ترجمہ معہ آسان تفسیر" صفحات ۷۶۲، اقبال پرنٹنگ پریس، دہلی ۱۳۶۱ھ

وہ اگست ۱۹۶۲ء میں دہلی گئے تو ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے پوتے مسلم احمد دہلوی نے ڈپٹی صاحب کے ترجمہ قرآن سے متعلق ایک روایت بیان کی جس کو ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے میں ڈپٹی صاحب کے پوتے کے حوالے سے نقل بھی کی ہے اس سلسلے میں آپ رقمطراز ہیں:۔

مولوی نذیر احمد دہلوی کی ہمشیرہ ام عطیہ بڑی عالمہ و فاضلہ تھیں۔ جنھیں دیوان حماسہ ازبر یاد تھا اور قرآن کریم پر خاص عبور تھا۔ ایک مرتبہ مولوی نذیر احمد صاحب نے ایک آیت شریفہ کا ترجمہ لکھ کر اپنی صاحبزادی سکینہ بیگم کو یاد کرنے کو دیا وہ یہ پرچہ لے کر ام عطیہ کے پاس آئیں اور ان کو دکھایا، موصوفہ نے اپنی بھتیجی کو مولوی صاحب کے پاس واپس بھیجا اور فرمایا کہ ترجمہ صحیح لکھیں مولوی صاحب نے پھر وہی ترجمہ لکھ کر واپس کر دیا چنانچہ اس کے بعد موصوفہ نے مولوی صاحب کو مشورہ دیا کہ تراجم و تفاسیر قرآن اور احادیث سے متعلق یہ کتابیں دیکھیں اور فرمایا کہ مطالعہ کے بعد پھر ترجمہ لکھیں مولوی صاحب کو جب اپنی کم علمی کا احساس ہوا تو انہوں نے ترجمہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا مگر جب اس کا علم ام عطیہ کو ہوا تو مولوی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ ترجمہ ضرور کریں۔ چنانچہ طے پایا کہ مولوی صاحب روزانہ ترجمہ کر کے اپنی ہمشیرہ کے پاس بھیج دیں اور وہ نظر ثانی کریں۔ مولوی صاحب نے ترجمہ لکھوانے کے لیے پانچ آدمی مقرر کیے جن میں مولوی فتح محمد جالندھری بھی تھے۔ مولوی فتح محمد صاحب ترجمہ کا مسودہ ام عطیہ کے پاس لے جاتے

تھے اور وہ اس کی تصحیح فرماتیں۔ جب یہ کام مکمل ہوگیا تو ڈپٹی صاحب نے پورہ مسوّدہ مولوی فتح محمد کو نقل کے لیے دے دیا کہ وہ اس کو صاف صاف لکھ لائیں۔ مگر مولوی فتح محمد صاحب نے چھ ماہ تک کوئی خبر نہ لی اور بالآخر معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ ترجمہ اپنے نام سے چھپوا دیا۔ مولوی صاحب کو اس واقعہ سے سخت تکلیف پہنچی اور ان کی ہمت ٹوٹ گئی لیکن ان کی ہمشیرہ نے پھر ہمّت بندھائی اور فرمایا کہ دوبارہ ترجمے کا کام شروع کیا جائے انشاء اللہ یہ ترجمہ پہلے سے بہتر ہوگا چنانچہ کام شروع ہوا اور اس دفعہ ترجمہ لکھنے کے لیے دس آدمی مقرر ہوئے اور نظرثانی ام عطیہ نے فرمائی۔ اس طرح یہ ترجمہ مکمل ہوا۔ تو یین میں اکثر و بیشتر عبارات مولوی صاحب کی نہیں ان کی ہمشیرہ ام عطیہ کی ہیں"۔ (۶۴)

اسی ترجمہ قرآن سے متعلق ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی نے بھی ایک بورڈ کا ذکر کیا ہے چنانچہ آپ رقمطراز ہیں :۔

"اس ترجمہ قرآن کے سلسلے میں نذیر احمد نے مولویوں کے ایک بورڈ کا تعاون بھی حاصل کیا اور اس طرح ڈھائی برس کی شبانہ روز محنت و کاوش سے ۱۸۹۵ء میں ترجمہ قرآن مکمل ہوا"۔ (۶۵)

۶۴؎ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد "قرآنی تراجم و تفاسیر ایک تاریخی جائزہ" ص۔ ۶۰۰ (غیر مطبوعہ)

۶۵؎ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی "تاریخ مسلمانان پاکستان و ہند" جلد ۴ صفحہ ۲۵۹

ترجمۂ قرآن علما کی نظر میں

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے ترجمہ / تفسیر پر جو "غرائب القرآن"، کے نام سے مشہور ہے کئی علما نے تنقید کی ہے اس سلسلے میں مولوی اشرف علی تھانوی نے "اصلاح ترجمہ دہلویہ"، کے نام سے ۴۴ صفحات پر مشتمل رسالہ لکھا۔ (۶۶) جس میں اس ترجمہ پر اعتراضات ہیں۔ اسی طرح ابو محمد عبداللہ چھپراوی نے ڈپٹی صاحب کے ترجمہ غرائب القرآن پر اعتراضات کیے جیسے "رفع الغواشی عن وجوہ الترجمہ والحواشی"، کے نام سے چھاپا۔ (۶۷) اس کے علاوہ بھی ڈپٹی صاحب کے ہم عصر اور مابعد کے کئی علماء نے دبی زبان سے ان کے ترجمہ پر اعتراضات کیے ہیں۔

ترجمے میں کہیں کہیں عامیانہ لہجہ یا سوقیانہ الفاظ و محاورات استعمال کیے گئے ہیں جو ذوق سلیم پر نہایت گراں گزرتے ہیں۔ زبان کے علاوہ مطالب کے لحاظ سے بھی بعض مقامات پر خامیاں موجود ہیں۔ ان لغزشوں کے باوجود محاسن کا پلہ بھاری ہے۔ اس ترجمے کی مقبولیت دیکھ کر بہت سے مترجم پیدا ہو گئے اور یکے بعد دیگرے متعدد ترجمے شائع ہوئے لیکن اس دور کے بیشتر مترجمین نذیر احمد کے خوشہ چیں ہیں۔ (۶۸) مولوی عبدالحق دہلوی نے ڈپٹی صاحب کے ترجمۂ قرآن کو اُردو ادب کی

۶۶۔ مولوی اشرف علی تھانوی "اصلاح ترجمہ دہلویہ" مطبعہ بلالی ساڈھورہ، انبالہ انڈیا

۶۷۔ ڈاکٹر صالحہ اشرف الدین "قرآن حکیم کے اُردو تراجم" ص۔ ۲۴۴۔ قدیمی کتب خانہ کراچی

۶۸۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" جلد ۲، ص۔ ۲۵۹

ایک بڑی خدمت قرار دیا ہے۔ (۶۹)

محاورات کی کثرت

ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ قرآن معہ مختصر حواشی "غرائب القرآن" شاہ برادران کے تراجم کے لگ بھگ ۱۰۰ سال کے بعد ۱۳۱۴ھ میں سامنے آیا جس میں ڈپٹی صاحب نے اُردو محاورات شاہ برادران کے ترجموں کے برخلاف کثرت سے ترجمے میں استعمال کیے ہیں۔ ڈپٹی صاحب اس سے قبل خواتین کے لیے کئی ناول لکھ چکے تھے مگر عربی زبان سے لگاؤ کی وجہ سے انہوں نے ترجمہ قرآن کی طرف توجہ کی اور اس کا بھی اردو زبان میں بامحاورہ ترجمہ کر دیا۔ یہ پہلا ترجمہ قرآن ہے جس میں قرآنی متن کی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اس ترجمہ قرآن کو دراصل محاوراتی ترجمہ یا توضیحی و تشریحی ترجمہ کہا جائے تو بہتر ہوگا اور اگر اس کو قرآن کا مفہوم کہا جائے تو یہ بھی غلط نہ ہوگا اور قرآنی مفہوم کو ڈپٹی صاحب نے محاوراتی انداز میں پیش کیا ہے۔ بعض جگہ محاورات بے موقعہ اور بے محل بھی ہیں اور غیر ضروری بھی، یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر قرآن کے اصل مفہوم سے بھی بہت دور معلوم ہوتے ہیں مثلاً سورۃ اعراف کی ۲۲ ویں آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

> "ان کے پروردگار نے ان کو ڈانٹا کہ کیا ہم نے تم کو اس درخت (کے کھانے) کی مناہی نہیں کی تھی۔" (۷۰)

۶۹؎ مولوی افتخار عالم مارہروی "حیات النذیر" مقدمہ از مولوی عبدالحق ص ۵۔ مطبوعہ دہلی

۷۰؎ مولوی حافظ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی "غرائب القرآن" ص ۲۷۔ مطبع قاسمی دہلی ۱۳۲۲ھ

سورۃ الفجر کی ۱۲ ویں اور ۱۴ ویں آیات کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو:۔

"تو (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار نے ان (سب) پر عذاب کا کوڑا پھٹکارا۔ بے شک تمہارا پروردگار نافرمانوں کی تاک میں لگا رہتا ہے۔"(۷۱)

سورۃ البقرہ کا ایک مقام ملاحظہ ہو:۔

"وہ تمہارے دامن (کی جگہ) ہیں اور تم ان کی چولی (کی جگہ) ہو ... (۷۲)

ان تینوں مقامات کے ترجمے بے جا محاورات کی وجہ سے غیر مناسب پہلو اختیار کر گئے جس طرح "امہات المومنین" کی طباعت کے بعد اس کتاب پر فتوے لگائے گئے تھے۔ اس ہنگامہ آرائی کی وجہ یہ تھی کہ ڈپٹی صاحب باوجود وضع قدیم کے بہت کچھ آزاد خیال تھے اور اس سے بڑھ کر اپنے آپ کو مجتہد سمجھتے تھے اسی لیے ان کے عقائد میں بعض وہ باتیں بھی شامل تھیں جو مذہب کے خلاف ہیں اور حقیقت میں یہی بنائے فساد نہیں۔ (۷۳)

ہمارے نقاد اور محققین حضرات بے لاگ تبصرہ تو ضرور کرتے ہیں لیکن اصل حقیقت سے وہ آشنا ہونا نہیں چاہتے۔ ادبی کتب میں ڈپٹی صاحب کو ناول نگار کی حیثیت کے علاوہ بحیثیت مترجم قرآن ان کی مذہبی ادبی حیثیت کو بھی بہت سراہا گیا ہے اور ہر ایک ان کی زبان دانی کی تعریف میں رطب اللسان ہے مگر ترجمۂ قرآن میں ان کی بے اعتدالیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے آگے بڑھ

۷۱۔ ایضاً ص۔ ۱۰۹۵

۷۲۔ مولوی حافظ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی "غرائب القرآن" ص۔ ۲۷۷

۷۳۔ ڈاکٹر حامد حسن قادری "داستان تاریخ اردو" ص۔ ۵۹۳

جاتا ہے یا زیادہ سے زیادہ وہ اتنا لکھتا ہے کہ علماء کا یہ اختلاف ازل سے ہوتا چلا آیا ہے وغیرہ۔ حقیقت میں یہ مذہبی ادب کے ساتھ صریح ناانصافی ہے اور محققین کی غیر ذمہ داری کیونکہ اگر ڈپٹی صاحب سے بے اعتدالیاں ہو ہی گئیں تھیں تو محققین کو چاہیے کہ ان کی نشاندہی کر کے عوام کو مزید کسی الجھن میں پڑنے سے بچائیں۔ اب ڈپٹی صاحب کے ترجمہ قرآن "غرائب القرآن" سے چند اقتباسات بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ ان آیات کا ترجمہ مطبع قاسمی والے ایڈیشن سے لیا گیا ہے۔ (۷۴)

۷۴؎ مولوی نذیر احمد دہلوی "قرآن مجید مترجم معہ غرائب القرآن" صفحات ۱۱۱۲ مطبع قاسمی دہلی ۱۳۲۲ھ

ترجمۂ قرآن سے چند اقتباسات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(شروع) اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان (ہے)

۱۔ اور (اے پیغمبر) اگر تم اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم (یعنی قرآن) آچکا ہے، ان کی خواہش پر چلے تو (پھر) تم خدا کے غضب سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔ (البقرۃ : ۱۲۰)

۲۔ کافر (اپنا) داؤ کر رہے تھے اور اللہ (اپنا) داؤ کر رہا تھا اور اللہ سب داؤ کرنے والوں سے بہتر داؤ کرنے والا ہے۔ (الانفال : ۳۰)

۳۔ اور (اے پیغمبر) ہم نے تم کو لوگوں کی طرف پیغام پہنچانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔ (النساء : ۷۹)

۴۔ وہ لگے کہنے کہ بخدا تم تو (وہی) اپنے قدیم خبط میں (مبتلا) ہو۔

(یوسف : ۹۵)

۵۔ (لوگو!) تمہارا پروردگار وہی اللہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا کیا پھر عرش پر جا براجا (کہ وہیں سے) ہر ایک کام کا انتظام کر رہا ہے۔ (یونس : ۳)

۶۔ اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور (راہ صواب سے) بھٹک گئے۔ (طٰہٰ : ۱۲۱)

۷۔ اور (اے پیغمبر) ہم نے تم کو دنیا جہاں کے لوگوں کے حق میں رحمت (بنا کر)

بھیجا ہے اور بس ۔ (الانبیآء : ۱۰۷)

۸۔ اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے اور پیدا کرنے (کے ہنر) میں ہم کچھ اناڑی نہ تھے ۔ (المومنون : ۱۷)

۹۔ موسیٰ نے کہا میں ان دنوں وہ (حرکت) کر بیٹھا اور میں غلطی پر تھا ۔ (الشعرا : ۲۰)

۱۰۔ تو (اے پیغمبر) تم خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارنے لگنا ورنہ (اور مشرکوں کی طرح) تم بھی مبتلائے عذاب ہو جاؤ گے ۔ (الشعرا۔ ۲۱۳)

۱۱۔ مسلمانوں تمہارے لیے (یعنی) ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور روز آخرت سے ڈرتے اور کثرت سے یاد الٰہی کرتے تھے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا عمدہ نمونہ موجود تھا ۔ (الاحزاب : ۲۱)

۱۲۔ لوگو محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں (تو زید کے کیوں ہوں) وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور (خطوں کی مہر کی طرح) سب پیغمبروں کے آخر میں ہیں ۔ (الاحزاب : ۴۰)

۱۳۔ اس کو غیب کی خبر ہے تو وہ اپنی غیب کی باتیں کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر ہاں (اپنے) برگزیدہ پیغمبروں پر (مصلحتاً کوئی بات ظاہر کرنا چاہتا ہے) تو وہ (بھی اس احتیاط سے کہ) ان کے آگے اور ان کے پیچھے (فرشتوں کا) پہرہ (ان کے ساتھ) رکھتا ہے تاکہ دیکھ لے کہ پیغمبروں نے اپنے پروردگار کے پیغام کو (لوگوں میں ٹھیک ٹھیک) پہنچا دیا ۔ (الجن : ۲۸)

۱۴۔ اے پیغمبر تم جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپٹے پڑے ہو ۔ (المزمل : ۱)

۱۵۔ اور تم کو دیکھا کہ (راہ حق کی تلاش میں) بھٹکے بھٹکے (پھر رہے) ہو تو (تم کو دین اسلام کا) سیدھا راستہ دکھا دیا۔ (الضحیٰ : ۷)

ان چند مقامات کا ترجمۂ قرآن ڈپٹی صاحب کی فکری نشاندہی کے لیے کافی ہے یہ ترجمۂ قرآن کئی لحاظ سے انفرادی حیثیت کا حامل بھی ہے مثلاً

۱۔ بہت کثرت کے ساتھ محاورات کا استعمال کیا گیا ہے اس لیے اس ترجمہ کو محاوراتی مفہوم کہا جا سکتا ہے۔

۲۔ کثرت محاورات کے استعمال کے باعث بعض وقت روح قرآن متاثر ہو جاتی ہے اور مفہوم اصل متن سے دُور ہو جاتا ہے۔

۳۔ ڈپٹی صاحب نے کثرت کے ساتھ آیات کی ابتدا میں قوسین کے ساتھ (اے پیغمبر) لکھا ہے انہوں نے اس بات کو بھی مدِ نظر نہ رکھا کہ ان آیات میں مخاطب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا کوئی عام انسان یا کوئی گروہ یا جماعت۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا خطاب انسان کے مختلف گروہوں سے ہے کہیں وہ پوری جماعت یا گروہ کو عمومی نام کے ساتھ مخاطب کرتا ہے مثلاً یَآ اَیُّھَا النَّاس، یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ، یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ، یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْل، یَآاَیُّھَا الْکٰفِرُوْن وغیرہ اور جہاں یہ خاص خطاب نہ ہو وہاں موقع محل، شان نزول اور اگلے پچھلے اسباق کی روشنی میں ضمائر کی مدد سے معلوم کیا جاتا ہے کہ اس آیت کا مخاطب دراصل کون سا فرد یا گروہ ہے۔ اب اگر سیاق وسباق سے مخاطب کفّار، مشرکین ہوں لیکن ترجمہ میں (اے پیغمبر) یا اے گروہ انبیاء استعمال کیا جائے تو یہ کتنی بڑی ناانصافی اور نادانی ہوگی۔ عام مسلمان

سوچ بھی نہیں سکتا کہ نبی یا رسول کو اللہ تعالیٰ عذاب سے ڈرائے جب کہ تمام انبیاء معصوم عن الخطاء ہیں اور خود "نذیر" بن کر آئے۔ وہ عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں مگر افسوس ڈپٹی صاحب نے ان جیسی آیات کا مخاطب انبیاء کرام خصوصاً سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو قرار دے کر تمام کفار و مشرکین کو خطاب سے مستثنیٰ ٹھہرایا۔ ڈپٹی صاحب نے اس طرح نہ صرف غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا بلکہ احادیث مبارکہ اور مستند تفاسیر کی روشنی میں منشاء قرآن کے خلاف لکھ کر تحریف معنوی کے مرتکب ہوئے جس کی طرف خود ان کی ہمشیرہ ام عطیہ نے توجہ دلائی تھی۔

۴۔ ڈپٹی صاحب کے نزدیک رسول اور نبی میں کوئی فرق نہیں اس لیے دونوں کا ترجمہ پیغمبر کیا ہے جو کہ لغوی اعتبار سے بھی غلط ہے اس لیے کہ پیغمبر کا مفہوم پیغام رسانی تک محدود ہے جس کو انگریزی میں" (Messenger) کہا جاتا ہے جس کا کام صرف اور صرف پیغام رسانی ہوتا ہے کہ ایک جگہ کا پیغام دوسری جگہ مِن وعَن ان ہی الفاظ میں پہنچا دیا جائے اور یہ کام دراصل فرشتوں کا ہے کہ وہ اللہ کا پیغام اس کے رسولوں تک ٹھیک ٹھیک پہنچا دیتے ہیں اسی لیے قرآن نے فرشتوں کو بھی رسول کہا ہے:۔

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (التکویر: ۱۹)

ترجمہ:۔ بیشک یہ (قرآن) عزت والے رسول (جبریل) کا پڑھنا[۷۵] ہے ○

---

[۷۵] مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۔ ۲۰

قرآن پاک نبی کی نسبت رسول کی تعریف اور اس کی ذمہ داری کی نشاندہی اس طرح فرماتا ہے :۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط....

(سورۃ البقرۃ : ۱۲۹)

ترجمہ :۔ اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرما دے ۔ (۷۶)

سورۃ البقرۃ میں ہی ایک اور مقام پر رسول کی تعریف اس طرح فرمائی،

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ط (البقرۃ : ۱۵۱)

ترجمہ :۔ جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا ۔ (۷۷)

ان قرآنی تشریحات سے ظاہر ہے کہ لفظ "پیغمبر" کسی طرح بھی "رسول" کا صحیح بدل نہیں ہو سکتا۔ یہ بات ہر فرد جانتا ہے کہ ہر رسول نبی ضرور

۷۶ے مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان" ص ۔ ۳۰

۷۷ے ایضاً ص ۔ ۳۵

ہوتا ہے لیکن اصطلاح شرع میں، رسول، اس ذات کو کہا جاتا ہے جو نبوت کے ساتھ ساتھ صاحب شریعت یعنی صاحب قانون خداوندی ہو۔

۸۔ ڈپٹی صاحب عموماً آیت کا مفہوم لے کر محاورے کی مدد سے ترجمہ کرتے ہیں جس کے باعث وہ اکثر اصل مطلب سے دور چلے جاتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں پیچھے دی جا چکی ہیں۔ بعض مقامات پر ڈپٹی صاحب اپنی طرف سے ایسے الفاظ اور معانی کا اضافہ کرتے ہیں جو اکثر تفسیری قول یا لغت میں بھی نہیں ملتے ہیں مثلاً اے پیغمبر جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو سورۃ المدثر/المزمل۔

ڈپٹی صاحب نے المدثر اور المزمل کی آیت کا ایک ہی ترجمہ کیا ہے اور قوسین میں "وحی کی ہیبت" کے اضافی الفاظ لکھے ہیں جو نبی کے لیے غیر مناسب ہیں اور نبی کو کیونکر وحی سے ہیبت ہوگی جبکہ اس کی تسکین کا سبب ہی کلام الٰہی ہے اس سلسلے میں وحی کی اقسام اور صورتیں جاننا ضروری ہیں تاکہ اس قسم کا خیال ذہن میں نہ آئے۔

وحی کی اقسام

وحی کی تین قسمیں جو قرآن نے بیان کی ہیں وہ یہ ہیں:۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۵۱

(سورۃ الشوریٰ: ۵۱)

ترجمہ:۔ اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے مگر (الف)

وحی کے طور پر (ب)، یا یوں کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو (ج) یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے ۰ (۷۸)

امام سہیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی سات صورتیں بیان کی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔ (۷۹)

(۱) رویائے صادقہ (۲) صلصلۃ الجرس: گھڑیال کی طرح آواز کا آنا یا جیسے سخت زمین پر لوہے کی چین کو گھسٹنے سے جو آواز آتی ہے اور پھر وہ آواز نبی کے ذہن میں الفاظ کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ (۳) القائے قلب (۴) طریق مکالمہ اس کی مزید چار قسمیں ہیں۔ مکالمات، مکاشفات، مناجات، محادثات وغیرہ اور ایک خصوصی مکالمہ کی صورت "فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی" جو معراج شریف میں مقام "اَوْ اَدْنٰی" میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرمائی (۵) تمثل: فرشتہ کا کسی شکل میں متشکل ہو کر آنا جیسا کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ صحابی کی شکل میں حاضر ہوتے تھے۔ (۶) فرشتہ کا اپنی اصلی شکل میں نمودار ہونا (۷) وحی اسرافیل: ابتدا میں تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السلام (قرآن کے علاوہ) وحی لاتے رہے۔

۷۸ے مولانا احمد رضا خاں بریلوی "کنز الایمان" ص۔ ۶۸۹

۷۹ے سید محمود احمد رضوی "فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری" حصہ اول پارہ اول صفحہ ۷۰ مکتبہ رضوان لاہور ۱۹۸۶ء

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حارث بن ہشام نے پوچھا ۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر وحی کس طرح آتی ہے : فرمایا کبھی گھڑیال کی
آواز کی طرح میرے پاس آتی ہے اور یہ مجھ پر زیادہ سخت ہوتی ہے اور پھر یہ حالت
دور ہو جاتی ہے یہاں تک کہ میں اس سے مفہوم اخذ کر لیتا ہوں اور کبھی وہ فرشتہ
میرے لیے انسان کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور مجھ سے باتیں کرتا ہے اور جو
وہ کہتا ہے میں اس کو محفوظ کر لیتا ہوں ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے فرمایا کہ وحی کے نزول کی حالت میں آپ کو دیکھا کہ جب یہ کیفیت ختم ہو جاتی
تھی تو سخت سردی کے دنوں میں بھی جبین مبارک سے پسینہ بہتا تھا ۔ (۸۰)

اس حدیث کی روشنی میں وحی صلصلۃ الجرس کی یہ خصوصیت معلوم ہوئی
کہ سخت سردی میں بھی نزول وحی کی کیفیت ختم ہونے کے بعد جبین مبارک سے
پسینہ بہتا اور دوران نزول وحی آپ کو اس قدر شدید بوجھ محسوس ہوتا کہ باوجود
سخت سردی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسینہ میں شرابور ہو جاتے اور جب وحی
الٰہی کا سلسلہ رُکتا تو وہ کیفیت ختم ہو جاتی اور پسینہ مبارک کی وجہ سے آپ کو
زیادہ ٹھنڈ محسوس ہوتی اور آپ اپنی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے کہ مجھے چادر دو، مجھ پر کمبل ڈالو۔ اللہ تبارک تعالیٰ
کو اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انداز اس قدر پسند آیا کہ آپ کو وحی
الٰہی کے نزول کے وقت "اے بالا پوش والے" اور "اے چادر والے" کے خطاب

۸۰؎ مولانا سید محمود احمد رضوی "فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری"
حصہ اول، ص ۔ ۶۰

سے یاد فرمایا :-

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ اور یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۝

اس سے ظاہر ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردی محسوس ہونے کے باعث فرماتے " زملونی" " زملونی" یعنی چادر اڑھاؤ خوف کی وجہ سے نہیں اس لیے کہ خوف کی وجہ سے چادر میں لپٹا نہیں جاتا بلکہ کہیں چھپا جاتا ہے۔ حقیقتاً وحی کے نزول کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو کوئی خوف تھا اور نہ کوئی ہیبت تھی جس کو ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے وحی کی ہیبت سے تعبیر کیا ہے۔ اس قسم کے اضافی جملوں سے نہ صرف نبی کی شان کی تنقیص ہوتی ہے بلکہ غیر مسلموں کو بھی کچھ نہ کچھ کہنے کا موقع میسر آتا ہے لہٰذا ایسے الفاظ کے استعمال سے قرآن کے ترجمہ میں پرہیز ضروری ہے اور ترجمہ کرنے کے لیے عظمتِ الٰہی اور شانِ نبوّت کے لائق مناسب الفاظ کا استعمال کرنا ازبس ضروری ہے ورنہ نہ صرف یہ کہ مسلمان کے بنیادی عقائد پر ضرب پڑتی ہے بلکہ غیر مسلموں اور صیہونی ذہن کو بارگاہ الوہیت اور دربارِ رسالت میں گستاخانہ اندازِ تخاطب پر ابھارتی ہے۔ اسی طرح " استوی علی العرش " کے ترجمے میں تو محاورے کے استعمال نے اور بھی غضب دکھایا ہے۔ ڈپٹی صاحب "استویٰ" کا ترجمہ "عرش پر جا براجا" کرتے ہیں جو شان الوہیت کے ہرگز لائق نہیں۔ ڈپٹی صاحب نے استویٰ کا ترجمہ براجا، کیا ہے جو دو لحاظ سے غلط ہے اول متشابہات کا ترجمہ ممکن ہی نہیں اور دوم متقدین نے اگر کیے بھی ہیں تو اس کی شان کے لائق۔ ڈپٹی صاحب نے سنسکرت لفظ کو محاورے میں استعمال کر کے ممکن ہے اپنی دانست میں اچھا ترجمہ کیا ہو لیکن یہ ترجمہ

اس کی شان الوہیت کے ہرگز لائق نہیں ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے سورۃ احزاب کی ۴۰ ویں آیت شریفہ کے ترجمے میں بھی اضافی جملے لکھ کر مقام ختم نبوت کو عجب معنی دیے ہیں۔ آپ اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:۔

"وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور (خطوں کی مہر کی طرح سب) پیغمبروں کے آخر میں ہیں۔

یہاں خَتَمَ النَّبِیّٖن کا کتنا بے محل ترجمہ کیا ہے۔ "خطوں کی مہر کی طرح" اگر ڈپٹی نذیر احمد دہلوی اس مقام پر ترجمہ کرنے سے قبل علم بیان کا "قاعدہ تشبیہہ" سامنے رکھتے تو شاید یہ صورت پیدا نہ ہوتی۔ کیونکہ علم بیان کی رو سے وہ صفت جو طرفین تشبیہہ کے درمیان مشترک ہوتی ہے اس کو "وجہ شبہ" کہتے ہیں۔ یہ صفت یا مشبہ بہ بہ نسبت مشبہ کے قوی اور مشہور ہونی چاہیے۔ (۸۱)

قاعدہ تشبیہہ

صفت مشبہ کا اشتقاق فعل لازم سے ہوتا ہے متعدی سے نہیں اس کی دلالت اسی ذات پر ہے جس کے ساتھ معنی مصدری بطور ثبوت قائم ہو نہ کہ بطور حدوث ثبوت کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کوئی خاص زمانہ ماضی مستقبل معتبر نہیں ہے اسی لیے اس کے عمل کے لیے حال و استقبال کی شرط نہیں ہے صرف اعتماد کی شرط ہے وہ اعتماد بھی چھ میں سے پانچ چیزوں پر ہوگا،

۸۱۔ علی الجارم و مصطفے امین "البلاغۃ البلاغۃ" (مترجم عبدالصمد صارم) ص۔ ۲۱، ادارہ علمیہ، انارکلی، لاہور، ۱۹۶۸ء

موصول پر اعتماد اس لیے ہوتا ہے کہ الف لام بمعنی الذی اسم فاعل اور اسم مفعول حدوثی پر آتا ہے۔ صفت مشبہ پر نہیں آتا اور اسے صفت مشبہ اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ واحد تثنیہ جمع، اور مذکر و مؤنث ہوتے ہیں اسم فاعل کے مشابہ ہے مثال کے طور پر "غلام زید حسن، زید کا غلام خوبصورت ہے۔ یہاں حسن صفت مشبہ قوی ہے اور مشہور بھی ہے۔ (۸۲)

اگر قواعد علم بیان کے تحت ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے ترجمہ (خطوں کی مہر کی طرح) دیکھا جائے تو منصب ختم النبوت کو خط کی مہر سے تشبیہہ دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ مشبہ بہ مشبہ یعنی منصب ختم النبوت کو خط کسی مہر کے مقابلے میں کمزور مانا گیا ہے جو قاعدہ کی رو سے بھی صراحتہً غلط اور منصب ختم النبوت کی توہین الگ ہے۔ ممکن ہے ایسی ہی لغزشوں کے باعث ان کے معاصرین نے ان کے ترجمہ قرآن پر سخت قسم کی تنقید کی ہے۔ اس سے پہلے 'امہات المومنین' پر تنقید کرنے کی وجہ سے اس کی دونوں ایڈیشن کی کاپیاں جلا دی گئی تھیں مگر ترجمہ قرآن میں بھی ڈپٹی صاحب سے متعدد مقامات پر قلم سے لغزشیں ہوئی ہیں جس کو غالباً بعد میں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

سر سید احمد خاں

سر سید احمد خاں (۱۲۳۲ھ/۱۸۱۷ء) کو دلی میں پیدا ہوئے۔ وہ باپ کی طرف سے حسینی سید ہیں اور ۲۰ واسطوں سے ان کا سلسلہ

---

۸۲ ۔ مرتبہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ۔ نحو میر مع اردو حواشی ، ص ۔ ۶۵
مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ۱۹۸۴ء

نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ (۸۳) آپ کے والد سید میر تقی (المتوفی ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۸ء) مشہور نقشبندی سلسلے کے بزرگ شاہ غلام علی دہلوی (المتوفی ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے مرید تھے (۸۴) جن کی صحبت میں بیشتر وقت گزارتے اور دنیاداری کے مشغلوں میں کم دلچسپی لیتے تھے۔ سر سید کے نانا دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خاں بہادر مصلح جنگ تھے اور صوفی منش آدمی تھے (۸۵)۔ سر سید کی تربیت زیادہ تر ان کی والدہ نے کی جو خود بھی شاہ غلام علی دہلوی سے بیعت تھیں جن کا انتقال (۱۸۵۷ء/۱۲۷۴ھ) میں ہوا۔ سر سید نے ابتدائی تعلیم قدیم طرز ہی پر حاصل کی تھی جس میں فارسی کی درسی کتابیں کریما، خالق باری، آمد نامہ گلستان بوستان وغیرہ اور عربی کی شرح ملاجامی، شرح تہذیب، مختصر معانی کا کچھ حصہ پڑھا مگر بے توجہی سے اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔ (۸۶) ریاضی کا علم اپنے ماموں زین العابدین سے حاصل کیا اور طب حکیم غلام حیدر خاں سے پڑھی اس کے بعد وہ اپنے طور پر مختلف کتابیں پڑھتے رہے۔

سر سید احمد خاں کی جامع سوانح حیات مولوی الطاف حسین حالی نے "حیات جاوید"، کے نام سے مرتب کی ہے جس میں سر سید احمد خاں اپنی سوانح

۸۳۔ مولوی الطاف حسین حالی "حیات جاوید" ص۔ ۲۹ ۔ نیشنل بک ہاؤس لاہور ۱۹۸۶ء

۸۴۔ مولوی رحمان علی "تذکرہ علمائے ہند" (مترجم ڈاکٹر ایوب قادری) ص۔ ۲۶۴ ، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی

۸۵۔ شیخ محمد اکرام "موج کوثر" ص۔ ۶۲ فیروز سنز لمیٹڈ کراچی ۱۹۵۸ء

۸۶۔ قمر احمد عثمانی "ہماری مذہبی جماعتوں کا فکری جائزہ" ص۔ ۱۰۶ مطبوعات مشرق کراچی ۱۹۶۲ء

حیات خود بیان فرماتے ہیں :۔

"اول اول جب کبھی سرسید احمد خاں کے سامنے ان کی لائف لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا جاتا تھا، تو وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے: میری لائف میں سوا اس کے کہ لڑکپن میں خوب کبڈیاں کھیلیں، کنکوے اڑائے، کبوتر پالے، ناچ مجرے دیکھے اور بڑے ہو کر نیچری، کافر اور بے دین کہلوائے اور رکھا ہی کیا ہے۔" (۸۷)

سرسید احمد خان ملازمت کے سلسلے میں ۱۸۴۱ء تا ۱۸۷۶ء تک بطور کلکٹر دہلی، بجنور، مراد آباد، غازی پور، علیگڑھ اور بنارس میں مقیم رہے اور پھر پنشن لے کر علیگڑھ آ گئے اور مولوی سمیع اللہ خاں کے مجوزہ کالج (M.A.O) میں اپنی زندگی کے باقی سال اپنے ارادوں کی تکمیل میں ہیں گزارے۔ سرسید نے سرکاری ملازمت کے ۳۵ سال کے دوران تصنیف و تالیف اور ترویج علوم کے لیے بھی خاصہ وقت صرف کیا، اس دور کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔ (۸۸)

(i) انتخاب الاخوین (ii) قول متین در ابطال حرکت زمین (iii) تسہیل فی جر الثقیل (iv) رسالہ اسباب بغاوت ہند (v) آثار الصنادید وغیرہ۔

دنیاوی خدمات

سرسید احمد خاں نے ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں ایک ابتدائی مدرسہ علی گڑھ میں قائم کیا اور جلد ہی ۱۸۷۶ء میں لارڈ لٹن کے ہاتھوں

۸۷۔ مولوی الطاف حسین حالی پانی پتی "حیات جاوید"، ص۔ ۲۶، نیشنل بک ہاؤس لاہور ۱۹۸۶ء

۸۸۔ شیخ محمد اکرام "موج کوثر"، ص۔ ۶۸

کالج کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اس کالج نے ۱۸۷۸ء سے کام شروع کر دیا تھا جسے ۱۸۸۲ء میں ایک یونیورسٹی کی حیثیت حاصل ہو گئی اس کے علاوہ سر سید احمد خاں نے ۱۸۵۹ء میں مراد آباد میں بھی مدرسہ قائم کیا تھا اور ۱۸۶۲ء میں غازی پور میں ایک سائنٹیفک سوسائٹی قائم کی تھی۔ ۱۸۶۶ء میں علی گڑھ میں سر سید احمد خاں نے ایک انجمن "برٹش انڈین ایسوسی ایشن" کے نام سے قائم کی جس کا مقصد اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے پارلیمنٹ سے تعلق پیدا کرنا تھا۔ سر سید احمد خان نے اسی سائنٹیفک سوسائٹی کے زیر اہتمام ایک اخبار "علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ" بھی ۱۸۶۶ء میں جاری کیا۔ (۸۹)

سر سید احمد خاں کی مذہبی اور ادبی خدمات کے اعتراف میں انگریز حکومت نے کئی اعزازات سے اُن کو نوازا بھی تھا۔ (۹۰)

- ۱۸۸۸ء میں گورنمنٹ نے (K.C.S.I) کا تمغہ عطا کیا۔
- ۱۸۸۹ء میں ایڈنبرا یونیورسٹی سے (L.L.D) کی اعزازی ڈگری دی گئی۔
- اس سے پہلے ۱۸۸۷ء میں پبلک سروس کمیشن کے ممبر بھی منتخب ہوئے تھے۔
- ۱۸۷۸ء میں وائسریگل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر مقرر ہوئے۔
- ۱۸۶۹ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے فیلو منتخب ہوئے۔

۸۹۔ ڈاکٹر حامد حسن قادری "داستان تاریخ اردو" ص۔ ۲۰۱/۲۰۵

۹۰۔ مولوی الطاف حسین حالی "حیات جاوید" ص۔ ۲۲۲/۲۲۷

سرسید احمد خان ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے کہ ان کا تعارف خود ایک مقالہ کا متحمل ہے یہاں ان کے مہتم بالشان کارناموں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اردو ادب کے حوالے سے پچھلے باب میں تفصیلی ذکر کیا جا چکا ہے یہاں ہم ان کی صرف دینی و مذہبی مشاغل کا ذکر کر رہے ہیں کیونکہ آپ کا شمار بھی مترجمین و مفسرین قرآن میں ہوتا ہے۔

تصانیف وتالیفات سرسید احمد خاں کی تصانیف کی تعداد ۵۰ کے لگ بھگ ہے جس میں مبسوط اور ضخیم کتابیں بھی شامل ہیں۔ ان میں اہم تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) جلاء القلوب بذکر المحبوب (۱۸۴۲ء) (مولود نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالہ)

(۲) آثار الصنادید، (۱۸۴۷ء) اردو میں (اپنی نوع کی) تاریخ کی عمدہ ترین کتاب۔

(۳) ، کلمۃ الحق، (۱۸۴۹ء) والدین کے مذہبی ماحول سے مخالفت کرتے ہوئے بیعت کے رد میں یہ رسالہ لکھا جبکہ آپ کے تمام اجداد دہلی کے ایک معروف بزرگ کے مرید تھے۔

(۴) "راہ سنّت در ردّ بدعت" ۱۸۵۰ء یہ رسالہ وہابیت کے حق میں لکھا ہے کیونکہ سرسید احمد بریلوی (المتوفی ۱۸۲۸ء) اور شاہ اسمعیل دہلوی کے زبردست حامی تھے اور ان کی تائید میں کئی کتابیں بھی تالیف کیں۔(۹۱)

۹۱۔ شیخ محمد اکرام "موج کوثر"، ص۔ ۷

(۵) "احکام طعام اہل کتاب": اس کتاب میں مسلمانوں کے دلوں سے انگریزی معاشرے سے نفرت دور کرنے اور انگریزوں کے ساتھ کھانے پینے کی عادت ڈالنے کے لیے یہ رسالہ لکھا جس میں انہوں نے اپنی مجتہدانہ ساعی کو بروئے کار لاتے ہوئے اہل کتاب کے کھانے کو جائز ثابت کیا ہے۔ اگرچہ اجتہاد کا حق انہیں حاصل نہیں تھا۔

(۶) "خطبات احمدیہ": سر ولیم کی کتاب "لائف آف محمد"، کے رد میں یہ رسالہ لکھا جس کو ایک انگریز سے انگریزی میں ترجمہ کروا کر لندن سے ۱۸۷۰ء میں شائع کرایا۔

اس کے علاوہ ان کی مشہور کتابوں میں سلسلۃ الملوک، تصحیح آئین اکبریٰ رسالہ اسباب بغاوت ہند، لائل محمڈنز آف انڈیا، تحقیق لفظ نصاریٰ، تصحیح تاریخ فیروز شاہی وغیرہ شامل ہیں ان سب کے علاوہ بھی مضامین کا ایک طویل سلسلہ رسالہ "تہذیب الاخلاق"، میں ملتا ہے جس میں اُن کے بے شمار چھوٹے چھوٹے مضمون چھپتے رہے جو بعد میں اردو ادب کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ثابت ہوئے۔

سر سید احمد کا ترجمۂ قرآن معہ تفسیر ابتدائی ۱۵ پاروں ہی تک مکمل ہو سکا اس کی پہلی جلد ۱۲۹۲ھ / ۱۸۸۰ء میں منظرِ عام پر آئی اور پھر وقتاً فوقتاً دوسری جلدیں شائع ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ ۱۸۹۵ء میں نصف قرآن کا ترجمہ مع تفسیر مکمل ہو سکا پھر زندگی نے وفا نہ کی اور ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۰ء میں علیگڑھ میں اُن کا انتقال ہو گیا اور کالج کے احاطہ ہی میں دفن کیے گئے۔ (۹۲)

۹۲۔ ڈاکٹر حامد حسن قادری، "داستان تاریخ اردو"، ص ۔ ۳۱۲ / ۳۲۱

فکر سرسید اور نیچریت

سرسید احمد خاں کا اپنی تمام تصانیف میں خصوصاً ۱۸۵۷ء کے بعد کے دور کی تصنیفات میں نیچریت کا رنگ غالب ہے وہ سمجھتے تھے کہ نوجوان مسلمان مغربی فلسفہ، سائنس پڑھ کر اسلام کے ہر عقیدے اور قانون کو عقل یعنی Nature (فطرت) سے جانچیں گے چنانچہ انہوں نے اسلام کے ہر عقیدے، قانون اور حکم کو عقل کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تفسیر میں تمام معجزات انبیاء کا انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش، شیطان، فرشتے، جنت دوزخ، حساب وکتاب، میزان صراط وغیرہ کا انکار کرتے ہوئے اپنی طرف سے ان کی تاویلات پیش کیں جس کے باعث اس وقت کے تمام علماء کرام نے ان کی سخت مخالفت کی اور ان پر کفر و الحاد کے فتوے جاری کیے۔ ایسے تمام اختلافات کو مولوی الطاف حسین حالی نے اپنی کتاب "حیات جاوید" میں تفصیل سے بیان بھی کیا ہے[۹۳]

اس میں شک نہیں کہ سرسید احمد خاں ایک ایسی صلاحیت کے حامل انسان تھے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور انہوں نے اپنی اس صلاحیت کو بھرپور طریقے سے استعمال بھی کیا اور کسی حد تک وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے مگر علوم دینیہ پر بے توجہی اور غیر ضروری اجتہاد کی وجہ سے وہ مذہب کے حوالے سے بلاضرورت ایسا کام کر گئے اور مسلمانوں کو ایک ایسی الجھن میں ڈال گئے جس میں وہ آج تک مبتلا ہیں۔ ان کے بعد ان کے متبعین نے مذہب ،

۹۳۔ مولوی الطاف حسین حالی "حیات جاوید" ص۔ ۵۳۲/۵۷۰

قرآن، حدیث کا دل کھول کر مذاق اڑایا، کسی نے حدیث کا انکار کر دیا کسی نے قرآن کے اصل متن کے معنی ہی بدل ڈالے۔ مولوی قمر احمد عثمانی نے اس دور کی اس جیسی تمام تحریکات کا تجزیہ اپنی کتاب "ہماری مذہبی جماعتوں کا فکری جائزہ" میں پیش کیا ہے۔ آپ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:۔

"ذہنی جمود کے خلاف بغاوت، مذہبی مسائل میں غور و فکر اور تحقیق و تفتیش، شرعی احکام و مسائل کے لیے عقلی بنیادیں مہیا کرنا، اور ان مسائل و احکام کو عقل و شعور سے ہم آہنگ بنانا وغیرہ۔ یہ سارے کام نہ علماء اہل حدیث انجام دے سکے اور نہ علمائے دیوبند مگر سر سید اور ان کے متبعین جن کو آزاد خیال مفکرین کہا جاسکتا ہے انہوں نے انجام دیے" (۹۴)

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

"یہاں ایک اور تحریک کا ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو علمی حلقوں میں "اہل قرآن" کے نام سے پکاری جاتی ہے یہ تحریک "اہل حدیث" کی خاکستر سے ابھری کیونکہ اس تحریک کے اولین داعی ابتدا گروہ 'اہل حدیث' ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ اہل حدیث نے فقہ سے اپنا رشتہ توڑا تو اس تحریک کے داعیوں نے حدیث سے بھی اپنا دامن جھٹک دیا۔ ان حضرات کا موقف یہ تھا کہ دینی مسائل کو سمجھنے کے لیے حدیث کی بھی کوئی ضرورت نہیں

۹۴؎ قمر احمد عثمانی "ہماری مذہبی جماعتوں کا فکری جائزہ" ص۔۱۱۷ مطبوعات مشرق کراچی ۱۹۶۲ء

بلکہ صرف قرآن ہی کافی ہے۔ اس نظریہ کی ابتدا مولوی عبداللہ
چکڑالوی سے ہوئی۔ جنہوں نے اپنے اس دعوے کی تفصیلات
میں بہت ہی مضحکہ خیز صورتیں پیدا کیں اور آگے چل کر مولانا محمد
اسلم جیراجپوری نے "مرکز ملت" کی ایک نئی اصلاح بھی وضع
فرمائی اور یہ مؤقف اختیار کیا کہ جن معاملات میں قرآن کریم اور
عمل متواتر کی تفاصیل نہ مل سکیں انہیں "مرکز ملت" متعین کرے
گا. اگرچہ احادیث نے ان کو متعین کر دیا ہو لیکن مرکز ملت کو
تبدیلی کا اختیار ہو گا"۔ (۹۵)

برصغیر پاک و ہند میں انگریز کے قدم جمانے سے قبل یہاں صرف دو فرقے
سُنی اور شیعہ آباد تھے۔ شیعہ فرقہ تناسب کے اعتبار سے بہت مختصر تھا سُنی
مسلمانوں میں صوفیائے کرام کی تعلیمات اور عملی اصلاحات بہت نمایاں تھیں
مگر انگریز کے قدم یہاں جب مضبوط ہونے لگے مسلمانوں کی وحدت ملی میں زوال
بڑھتا گیا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد کا مذہبی ماحول انیسویں صدی کے ابتدائی ماحول
سے یکسر بدل گیا۔ مذہبی رہنمائی صوفیائے کرام کی بجائے انگریز نما مسلمان رہنماؤں
کے ہاتھوں میں آگئی۔ خانقاہی نظام تعلیم و رشد و ہدایت کا سلسلہ منقطع ہو کر
اسکول و کالج کے ماحول سے تبدیل ہوتا چلا گیا۔ انگریز کو ان علماء کی حمایت
حاصل رہی جنہوں نے دین کے اندر عقلی دلائل کو فروغ دیا جس کے باعث جلد
ہی برصغیر میں مسلمانوں کی وحدت ملت کئی متفرقہ گروہوں اور فرقوں میں بٹ

۹۵ے قمر احمد عثمانی۔ ہماری مذہبی جماعتوں کا فکری جائزہ ص ۱۴۱ مطبوعات مشرق کراچی ۱۹۹۳ء

گئی۔ علماء کی صف میں شاہ اسمٰعیل دہلوی اور مصلحین ملت کی صفوں میں سرسید احمد خاں وحدت ملت کے آئینہ کو پاش پاش کرنے میں نمایاں کردار ادا کر گئے جس کے نتیجے میں فرقے در فرقے یہاں جنم لینے لگے۔

سرسید احمد خاں سمیت کئی مذہبی رہنماؤں اور انگریز نواز علماء نے نصاریٰ کو خوش کرنے کے لیے بڑھ چڑھ کر اجتہاد کا مظاہرہ کیا۔ یہ اجتہاد فقہ کے ساتھ ساتھ عقائد میں بھی تیزی سے دخل انداز ہوا۔ ہر کوئی دین اسلام کو داؤ پر لگاتا ہوا نظر آتا ہے۔ دین کے اندر زریں اصولوں سے دوسروں کو متاثر کرنے کے بجائے خود انگریز سے متاثر نظر آتا ہے۔ ان مصلحین نے دین کے ساتھ مذاق کی انتہا کر دی کہ کوئی اہل قرآن کہلوانے پر فخر کر رہا ہے اور کوئی اہل حدیث کوئی نیچری ہو رہا ہے اور کوئی قادیانی، کوئی دیوبندی بن رہا ہے اور کوئی ندوی مگر کسی نے پلٹ کر ہند ہی میں اپنی تاریخ پر نگاہ نہیں ڈالی کہ ہمارے اسلاف کس دین کے پیرو کار تھے۔ کیا ان میں کوئی وہ عقائد رکھتا تھا جو ان کے تھے یہ کسی نے بھی نہ سوچا اور ہر کوئی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد تعمیر کرتا چلا گیا۔

سرسید احمد خاں کے متبعین نے نماز اور روزے تک کا انکار کر دیا اور وہ وقت بھی آیا جو اس زوال کی انتہا تھی کہ جھوٹی نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا گیا۔ یہ سب کیوں ہوا، اگر سرسید احمد خاں اور ان سے قبل کے انگریز نواز علماء عقل اجتہاد کا مظاہرہ نہ کرتے تو ہر گز یہ نوبت نہ آتی مگر ہر کسی نے انگریز کو ضرور خوش کیا لیکن اللہ و رسول کو ناراض کیا، انگریز اپنی سازش میں کامیاب ہوا اور مسلمان ذلیل و خوار ہوا۔ یہ مصلحین اسی بات پر خوش رہے اور سرمایۂ افتخار سمجھتے رہے کہ ہم شمس العلماء ہیں، انگریز نے ہم کو خطاب دیا ہے مگر وہ قرآن کی اس

تعلیم کو بھول گئے کہ یہ تمام کفار و مشرکین جھوٹے ہیں کیونکہ ان کی گواہی اللہ کے یہاں ہرگز قبول نہیں۔ ان شمس العلماء نے اپنی اس گرمی سے دین کو جھلسا دیا۔

سر سید احمد خاں نے عقلی اجتہاد کی بنیاد ڈال کر جنت دوزخ، جن و فرشتہ، قضا و قدر اور انبیاء کرام کے معجزات کا انکار کیا لیکن وہ بھول گئے کہ ان کے اسلاف اور ماں باپ وہی عقیدہ رکھتے تھے جس سے وہ بغاوت کر رہے ہیں انہوں نے جو کچھ لکھا وہ اسلاف کے عمل نمونے سے مختلف تھا۔ اس کا اظہار خود انہوں نے کیا بھی کہ میں نے دین تقلید سے نہیں بلکہ معلومات جمع کر کے سیکھا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :۔

"میں نے اسلام کو ماں باپ کی تقلید سے نہیں بلکہ بقدر اپنی طاقت کے تحقیق کر کے تمام مذاہب معلومہ سے اعلیٰ اور عمدہ اور سچا یقین کیا ہے۔" (۹۶)

کاش سر سید اپنی تحقیق اسلاف کے آئینے میں دیکھ لیتے تو پھر ان کی کوششوں سے اسلام کو ایک بڑی قوت حاصل ہوتی۔

اب سر سید احمد خاں کے ترجمۂ قرآن (۹۷) سے چند اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں تاکہ ان کی دینی حمیت کا اندازہ لگایا جا سکے :۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان۔

---

۹۶ ۔ عشرت رحمانی "تہذیب اخلاق" لاہور ماہنامہ شمارہ ۱۰ جلد ۲۷ ص ۔ ۱۷، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء

۹۷ ۔ سر سید احمد خاں ۔ ترجمہ و تفسیر قرآن، جلد سوم، چہارم، پنجم، ششم، مطبوعہ انڈیا۔

(۱) کہ (اے پیغمبر) کیا دیکھا ہے تم نے اپنے لیے اگر تم پر اللہ کا عذاب آوے یا تم پر بُری گھڑی آوے کیا خدا کے سوا اور کسی کو پکارو گے اگر تم سچے ہو (الانعام ۴۰ جلد سوم ص۔ ۱۲)

(۲) اے آدم تو اور تیری جورو رہ اس جنت میں پھل کھاؤ دونوں جہاں سے چاہو اور نہ پاس جاؤ اس درخت کے پھر تم دونوں ہو گے ظالموں میں سے (الاعراف ۱۸، جلد سوم ص۔ ۷۵)

(۳) اور وہ (ترے ساتھ) مکر کرتے تھے اور خدا (ان کے ساتھ) مکر کرتا تھا اور اللہ سب مکر کرنے والوں میں بہتر ہے۔

(الانفال: ۲۰، جلد چہارم ص۔ ۲۰)

(۴) کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے اور ابھی نہیں ظاہر کیا اللہ نے ان لوگوں کو جو جہاد کرتے ہیں تم میں سے۔

(توبہ: ۱۴، جلد چہارم ص۔ ۷۹)

(۵) بیشک ہمارا باپ صریح گمراہی میں ہے۔ (یوسف: ۸، جلد پنجم ص۔ ۸۱)

(۶) ان لوگوں نے کہا کہ بخدا بیشک تو اپنی قدیمی گمراہی (یعنی غلط خیال اور الٹی سمجھ) میں پڑا ہوا ہے۔ (یوسف: ۹۵، جلد پنجم ص۔ ۸۵)

(۷) یہاں تک کہ جب ناامید ہو گئے رسول اور ان لوگوں نے گمان کیا کہ ان کے (یعنی رسولوں کی) طرف سے جھوٹ بولا گیا تو، آئی ان کے پاس ہماری مدد۔ (یوسف ۱۱۰، جلد پنجم ص۔ ۸۹)

(۸) اگر تو تابعداری کرے ان کی خواہش کی بعد اس کے کہ آگیا ہے تجھ کو علم تو نہیں ہے ترے لیے اللہ سے کوئی حمایتی کرنے والا اور نہ بچانے والا۔

(۹) یعنی کہہ دے اے پیغمبر اگر جمع ہو جاویں اس یعنی شہروں کے رہنے والے اور "جن یعنی بدو" ، جو خالص عربی زبان جاننے والے تھے اس بات پر کہ کوئی چیز اس قرآن کی مانند لاویں تو اس کی مانند نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں ۔

(سورۃ اسریٰ ، ۹۰ جلد ششم ص ۱۳۸)

(۱۰) کہہ دے (اے پیغمبر) پاک ہے میرا پروردگار نہیں ہوں میں مگر آدمی بھیجا ہوا ۔ (سورۃ اسریٰ ، ۹۵ جلد ششم ، ص ۱۴۱)

ترجمہ / تفسیر کا تنقیدی جائزہ

مولوی عبدالحق حقانی صاحب "تفسیر فتح المنان" نے سر سید احمد خان کے ترجمہ / تفسیر قرآن پر جو تنقید کی ہے اس کے بعد مزید تبصرے کی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔ آپ اپنی تفسیر کے مقدمے میں رقمطراز ہیں :-

"تفسیر القرآن آنریبل سید احمد خاں بہادر دہلوی کی تصنیف ہنوز نا تمام ہے اس شخص نے ترجمہ شاہ عبدالقادر کو ذرا بدل کر ترجمہ لکھا ہے اور باقی اپنے خیالات باطلہ کو جو ملحدین یورپ سے حاصل کیے ہیں اور جن کے اتباع کا ان کے نزدیک ترقی قومی اور فلاح اسلام ہے اور بے مناسب آیات و احادیث و اقوال علماء کو اپنی تائید میں لا کر الہام الٰہی کو تحریف کیا ہے ۔ در اصل یہ کتاب تحریف قرآن ہے اور خان بہادر کی اسی بے باکی اور الحاد کی وجہ سے تمام ہندوستان کے علماء نے تکفیر کا فتویٰ دیا

ہے۔" (۹۸)

عاشق الٰہی میرٹھی

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی ابن یاد الٰہی ابن رحیم الٰہی (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء) میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ۱۳۱۱ھ سے میرٹھ ہی میں شروع کی اور صرف دو سال میں کتب صحاح و دینیات ختم ہو گئی۔ ۱۳۱۵ھ میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور مولوی رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۹۰۵ء) سے بیعت کی۔ ۱۳۱۷ھ میں مدرس دوم کی حیثیت سے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ملازمت شروع کی۔ جلد ہی خیر المطابع کے نام سے ایک مطبع کھولا اور اپنا ترجمہ قرآن جو ۱۳۱۸ھ میں مکمل کیا تھا ۱۳۱۹ھ میں طبع کروایا۔ ۱۳۲۰ھ میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا اور اس کے ساتھ ہی اپنی تصنیف "اسلام" طبع کروائی۔ اس کاروبار سے اتنا نفع ہوا کہ تمام قرض اتر گیا اور حج فرض ہو گیا چنانچہ ۱۳۲۱ھ میں اپنے والد کے ساتھ پہلا حج کیا اس کے بعد مزید ۵ حج کیے اور پھر (۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) میں میرٹھ ہی میں انتقال ہوا۔ (۹۹)

عاشق الٰہی میرٹھی کے سوانحی خاکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسی معروف مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ ہی ان کے اساتذہ کا ذکر کہیں ملتا

۹۸۔ شیخ ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی "تفسیر فتح المنان" معروف بہ تفسیر حقانی جلد اول، ص۔ ۱۵۲ ، مکتبہ العزیزیہ ، لاہور

۹۹۔ قاری فیوض الرحمٰن "مشاہیر علماء دیوبند" جلد اول ، ص ۔ ۲۴۲ ۔ ۲۴۴ ۔ المکتبہ العزیزیہ ، لاہور ۱۳۹۶ھ

ہے۔ ترجمہ قرآن کی تالیف کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ سال کی عمر میں قرآن کا ترجمہ مکمل کر لیا تھا جو یقیناً ایک تعجب خیز امر ہے۔ اس کے علاوہ ان کی تصانیف میں دو چار نام تو تاریخ میں ملتے ہیں جیسے "الاسلام"، "تذکرہ خلیل" اور "ارشاد السلوک"، وغیرہ مگر اس کے علاوہ اور تصانیف کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی تصنیف میں صرف ترجمہ قرآن ہی سب سے اہم ہے جسے آپ نے صرف ۲۰ سال کی عمر میں مکمل کیا اور اپنے ہی مطبع سے چھپوا کر شائع کیا۔ اس طرح ترجمہ قرآن کی تاریخ میں سب سے کم عمر مترجم قرار دیے جا سکتے ہیں۔ اب ان کے ترجمہ قرآن (۱۰۰) سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ ان کے اسلوب نگارش کا اندازہ لگایا جا سکے :۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے

(۱) اللہ ہنسی کرتا ہے ان کے ساتھ اور ان کو ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بہکے پھریں۔ (البقرۃ : ۱۵)

(۲) اگر تو چلا ان کی خواہشوں پر ان کے بعد کہ آچکا ترے پاس علم تو بیشک تو بھی ایسی حالت میں نافرمانوں میں ہوگا۔ (البقرۃ : ۱۴۵)

(۳) کیا وہ اس کے منتظر ہیں کہ آجاوے ان پر اللہ ابر کے سائبانوں میں۔

(البقرۃ : ۲۱۰)

(۴) (اے محمدؐ) پوچھ بنی اسرائیل سے کہ کتنی کچھ دیں ہم نے ان کو کھلی

۱۰۰۔ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی "ترجمہ قرآن حمائل شریف"، تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

نشانیاں۔ (البقرۃ : ۲۱۱)

(۵) اور یہود نے داؤ کیا اور داؤ کیا اللہ نے اور اللہ داؤ کرنے والوں میں بہتر ہے۔ (ال عمران : ۵۴)

(۶) کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم چلے جاؤ گے جنت میں حالانکہ ابھی نہیں جانچا اللہ نے ان کو جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور نہ جانچا ثابت قدم لوگوں کو۔ (ال عمران : ۱۴۲)

(۷) اور محمد تو ایک رسول ہے کہ گزر چکے اس کے پہلے بہت رسول : اگر محمد مر جائے یا مارا جائے تو کیا تم پھر لوٹ جاؤ گے الٹے پیروں۔

(ال عمران : ۱۴۴)

(۸) اور تاکہ اللہ معلوم کرے ایمان والوں کو ، اور تاکہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے۔ (ال عمران : ۱۴۷)

(۹) اور (اے محمد) نہ خیال کرنا ان کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مرا ہوا : بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس ان کو روزی ملتی ہے۔

(ال عمران : ۱۴۹)

(۱۰) اور آدم نے نافرمانی کی پس گمراہ ہوئے۔ (طٰہٰ : ۱۲۱)

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کا کم سنی میں کیا ہوا ترجمہ قرآن زبان کے لحاظ سے سلیس اور خاصہ شستہ ہے۔ الفاظ بھی آسان اور سادہ استعمال کیے ہیں ، عبارت میں پیچیدگی بھی کم ہے ، محاورات کا استعمال کیا ہے مگر ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے مقابلے میں بہت کم لیکن اکثر عبارت کا ترجمہ ڈپٹی صاحب سے ملتا جلتا ہے بعض مقامات پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تھوڑے بہت ردوبدل کے

ساتھ ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ قرآن کو اپنے مطبع سے چھاپ دیا ہے۔

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کے ترجمہ قرآن میں بھی غیر محتاط اندازِ فکر موجود ہے۔ وہ نبی اور عام انسان کے منصب کا خیال نہ کرتے ہوئے آیات کا ترجمہ کرتے ہیں جس سے مقام رسالت مجروح ہوتا نظر آتا ہے۔ ان جملوں سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

"اگر محمدؐ مر جائے"، "پس گمراہ ہوئے"، "اے محمدؐ پوچھ بنی اسرائیل سے"، "اگر تو چلا ان کی خواہش پر" وغیرہ یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ ترجمہ قرآن کرتے ہوئے ایک مسلمان مترجم بلا خوف اللہ کے رسول کی شان میں ایسے ناروا کلمات استعمال کرے۔

اسی طرح شان الوہیت کا بھی لحاظ نہیں رکھا گیا اور بے دھڑک لکھتے چلے گئے۔ یہ خیال تک نہیں رکھا گیا کہ جو الفاظ اللہ تعالیٰ کی شان میں استعمال کیے جا رہے ہیں وہ اس کے شایانِ شان بھی ہیں یا نہیں مثلاً چند کلمات ملاحظہ ہوں:۔

"اللہ ہنسی کرتا ہے"، "آجائے اللہ ان پر ابر کے سائبانوں میں"، "اللہ داؤ کرتا ہے"، "حالانکہ ابھی اللہ نے نہیں جانچا"، "تاکہ اللہ معلوم کرے"، "اللہ ہی ان کو دغا دے گا" وغیرہ۔

مولوی فتح محمد جالندھری

مولوی فتح محمد جالندھری ایک مشہور مترجم قرآن ہیں مگر اس کے علاوہ ان کی کسی اور تصنیف کا کہیں ذکر نہیں ملتا سوائے "مصباح القواعد"، کے چنانچہ آپ کو بحیثیت ایک عالم کے مؤرخین نے اپنے

تذکروں یا کتب تاریخ میں جگہ نہیں دی ہے جس اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا شمار علماء کے کس طبقے میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزرا کہ مولوی فتح محمد ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے ترجمے کو مرتب کرنے والی جماعت میں شامل تھے اور ان کے مسودے کو نقل کی خاطر اپنے ساتھ لے بھی گئے تھے بہت ممکن ہے کہ، یہ وہی ترجمہ ہو، جس کو انہوں نے اپنے نام سے چھاپ دیا، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اور اہم تصنیف آپ کی طرف منسوب نہیں ہے۔

مولوی فتح محمد جالندھری نے ترجمۂ قرآن ۱۳۱۸ھ میں مکمل کر لیا تھا اور پہلی مرتبہ ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں "فتح الحمید" کے نام سے امرتسر سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ آپ کا ترجمۂ قرآن بلامتن "نور ہدایت" کے نام سے بھی جالندھر سے شائع ہوا جو تاج کمپنی سے ۱۹۶۹ء میں پہلی مرتبہ پاکستان میں شائع ہوا۔

مولوی فتح محمد جالندھری نے اپنے ترجمے کے متعلق خود جو رائے پیش کی ہے اس کو ملاحظہ کیجیے:۔

"اس ترجمۂ قرآن میں جس امر کی زیادہ کوشش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سلیس اور بامحاورہ ہو اور اس کے ساتھ مطالب قرآنی صحیح ادا ہوں۔ حق یہ ہے کہ قرآن مجید کا شستہ، شگفتہ، لطیف، شیریں، دلنشین اعلیٰ اور ادبی ترجمہ کرنا جوئے شیر کا لانا ہے اور میں نے جہاں تک میرے امکان میں تھا اسی طرح کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے، زبان ایسی اختیار کی گئی ہے جو شایانِ شان ذوالجلال والاکرام ہے صحت کے لحاظ سے اگر یہ ترجمۂ قرآن معتبر تفاسیر سے جانچا جائے گا تو کسوٹی پر کسا ہوا سونا نظر آئے گا... یوں سمجھیے کہ شاہ عبدالقادر

صاحب کا ترجمہ اگر مصری کی ڈلیاں ہیں تو یہ ترجمہ شربت کے گھونٹ'
نہایت آسان، سرایع الفہم کہ پڑھتے جائیے اور مطالب سمجھتے
جائیے۔" (۱۰۱)

میں سمجھتا ہوں کہ ان کلمات کے بعد مزید حضرات کی آراء فتح محمد جالندھری کے ترجمۂ قرآن کے لیے مناسب نہیں بلکہ چند مقامات سے بطور نمونہ ترجمۂ قرآن (۱۰۲) پیش کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

(۱) (اے پیغمبر یہ نیا قبلہ) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ (البقرۃ: ۱۴۷، ص ۔ ۲۳)

(۲) حالانکہ ابھی خدا نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھے طرح معلوم کیا ہی نہیں اور (یہ بھی مقصود ہے) کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔ (ال عمران: ۱۴۲، ص ۔ ۴۴)

(۳) (اے پیغمبر) کافروں کا چلنا پھرنا تمہیں دھوکا نہ دے۔
(ال عمران: ۱۹۶، ص ۔ ۴۷)

(۴) تو (اے محمدؐ) تم خدا کی راہ میں لڑو تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور مومنوں کو بھی ترغیب دو قریب ہے کہ خدا کافروں کی لڑائی کو بند کر

۱۰۱۔ ڈاکٹر صالحہ شرف الدین "قرآن حکیم کے اُردو تراجم" ص ۔ ۲۶۲

۱۰۲۔ مولوی فتح محمد جالندھری "ترجمۂ قرآن" صفحات ۵۸۵، تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

دے .... (النساء: ۸۴، ص۔ ۸۹)

(۵) منافق (ان چالوں سے) خدا کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو دھوکا دیں گے) اور وہ انہیں دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔

(النساء: ۱۴۲، ص۔ ۹۸)

(۶) (کافرو) اگر تم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) فتح چاہتے ہو تو تمہارے پاس فتح آچکی۔ (الانفال: ۱۹، ص۔ ۱۷۳)

(۷) (اے محمد) اس وقت کو یاد کرو جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار ڈالیں یا (وطن) سے نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور ادھر خدا چال چل رہا تھا اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔ (الانفال: ۳۰، ص۔ ۱۷۴)

(۸) اور تمہارے لیے چار پایوں میں بھی (مقام) عبرت (غور) ہے کہ ان کے پیٹوں میں جو گوبر اور لہو ہے اس سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔ (النحل: ۶۶، ص۔ ۲۶۴)

(۹) (اے محمد) سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب عشا) کی نمازیں اور صبح کو قرآن پڑھا کرو کیونکہ صبح کے وقت کا قرآن پڑھنا موجب حضور (ملائکہ) ہے۔ (اسریٰ: ۷۸، ص۔ ۲۷۹)

(۱۰) تم کو پیغمبر: خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے۔ (الاحزاب: ۲۱، ص۔ ۴۰۴)

(۱۱) اے پیغمبر تم بھی مر جاؤ گے اور یہ بھی مر جائیں گے۔ (الزمر: ۳۰، ص۔ ۴۴۴)

(۱۲) تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو۔ (الشوریٰ: ۵۲، ص۔ ۴۸۰)

(۱۳) اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے

لیے بھی .... (محمد: ۱۹، ص۔ ۴۸۹)

(۱۴) ق .... قرآن مجید کی قسم کہ محمدؐ پیغمبر خدا ہیں۔ (ق: ۱، ص۔ ۴۹۸)

(۱۵) اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا۔ (والضحیٰ: ۷، ص۔ ۵۷۸)

مولوی فتح محمد جالندھری کا ترجمہ قرآن زبان کے اعتبار سے سلیس اور آسان ہے اور اسلوب بیان ڈپٹی نذیر احمد دہلوی اور مولوی عاشق الٰہی میرٹھی سے قریب ہے اکثر مقامات میں ان تراجم میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا بس چند الفاظ کا ردّو بدل محسوس ہوتا ہے اور اگر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دہلوی کی پیش کردہ روایت درست ہے تو حقیقت میں فتح محمد جالندھری کا ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا پہلا ترجمہ ہے۔

مولوی فتح محمد جالندھری بھی رسول اور نبی کا ترجمہ پیغمبر کرتے ہیں اور اکثر آیات میں وہ قوسین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کو مخاطب کے صیغے میں (اے محمدؐ) لکھتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ رب ذوالجلال نے پورے قرآن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کو صرف ۴ مقامات پر استعمال کیا ہے۔ اس میں بھی سورۃ محمدؐ کے علاوہ سورۃ ال عمران، سورۃ الاحزاب اور سورۃ فتح کی آیات میں نام نامی کو کلمہ توحید و رسالت کے ترجمانی کو مختلف زاویوں سے پیش کیا گیا ہے اس لیے نام نامی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال ضروری ہوا مگر اس کے علاوہ کہیں اور نام پاک استعمال نہیں ہوا جبکہ جالندھری صاحب اس اسم محمدؐ کو کثرت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

بارگاہ رب العزت میں مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ قرآن میں آپ کو صرف صفاتی نام سے پکارا گیا مثلاً "یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ"،

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ ، "يَاَيُّهَا الْمُدَثِّرُ" . يَاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ" وغیرہ مگر فتح محمد جالندھری صاحب اکثر آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "اے محمد" لکھتے ہیں۔ بالفرض خطاب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہو مگر بارگاہ رسالت کا ادب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اسی بات کی متقاضی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک نہایت ادب سے لیا جائے "اے محمد" کی جگہ "پیارے محبوب"، "پیارے حبیب"، یا کم از کم "پیارے رسول" یا "اے رسول" استعمال کیا جانا چاہیے تاکہ ترجمہ پڑھنے والے کے دل میں صاحب قرآن کی عظمت کا سکہ بیٹھ سکے۔

سورۃ الحجرات میں رب العزت نے ان لوگوں کو جاہل اور گنوار قرار دیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے سے باہر آپ کا اسم ذاتی "اے محمد" پکار کر آواز دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں ان کو بارگاہ رسالت میں حاضری کے آداب سکھلائے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور باادب رہنے کی تعلیم دی ہے اور ساتھ میں تنبیہہ بھی کی کہ خبردار! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اپنی طرح نہ سمجھ لینا یہ ہمارے محبوب ہیں خبردار! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نہیں پکارنا جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۔ (الحجرات:۴)

ترجمہ:۔ بیشک وہ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔(۱۰۳)

۱۰۳۔ مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان" ص۔ ۷۲۶

مولوی فتح محمد جالندھری نے بھی بارگاہ رسالت اور شان الوہیت میں اہم مقامات پر وہی غیر مناسب اور غیر محتاط الفاظ اور مفہوم استعمال کیے ہیں جو ان سے پیشتر مترجم کر چکے تھے مثلاً اللہ کا دھوکا دینا، داؤ لگانا، چال بازی کرنا، کسی فعل کا اقدام کرنا، رسول کا اللہ کی طرف سے ناامید ہونا، گناہوں کی معافی مانگنا، رسول کی ہدایت سے بھٹکا ہوا ہونا وغیرہ۔

مولوی فتح محمد جالندھری سورۃ النحل کی ۶۶ ویں آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک عمل کی نشاندہی کرتے ہیں جس میں وہ دودھ بننے کے عمل کو گوبر اور لہو سے بتاتے ہیں۔

قرآن دراصل اسی مقام پر ایک بہت ہی نادر عمل کی نشاندہی کر رہا ہے کہ جب غذا مادہ جانور کے پیٹ میں جاتی ہے تو پروردگار عالم نے ایسا نظام قائم کیا ہے کہ اس غذا سے پیدا ہونے والے خون اور فضلہ (گوبر) کے درمیان میں دودھ بن جاتا ہے پھر خون اور گوبر اپنے اپنے مقامات پر چلے جاتے ہیں اور دودھ سینے میں جمع ہو جاتا ہے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ○ (النحل : ۶۶)

ترجمہ :۔ اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے۔ ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ۔ گلے

سے سہل اور ترتا پینے والوں کے لیے ہ (۱۰۴)

نواب وحید الزماں

مولوی وحید الزماں ابن مسیح الزماں ابن نور محمد
ابن شیخ احمد فاروقی ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء میں بمقام کانپور پیدا ہوئے اور ۱۳۳۸ھ/
۱۹۲۰ء میں حیدر آباد دکن میں انتقال ہوا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی مسیح الزماں
(المتوفی ۱۲۹۵ھ) سے حاصل کی بعد ازاں درس نظامی کی سند مدرسہ فیض عام
کانپور سے حاصل کی اور وہاں مندرجہ ذیل علماء سے اکتساب علم کیا۔ (۱۰۵)

مفتی عنایت احمد (مصنف علم الصیغہ)، مولوی محمد سلامت اللہ کانپوری،
مولوی بشیر الدین قنوجی (مصنف شرح مسلم الثبوت) مولوی عبد الحئی لکھنوی. مولوی
عبد الحق، سید محمد نذیر حسین عرف میاں صاحب (مصنف فتاوی نذیریہ) مولوی
محمد لطف اللہ علیگڑھی وغیرہ۔

نواب وحید الزماں ابتدا میں بڑے پکے حنفی تھے اور اپنے عصر کے دستور
کے مطابق سلسلہ قادریہ پھر نقشبندیہ میں مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمتہ
اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء) سے بیعت تھے، (۱۰۶) جن سے حدیث
مسلسل بالترجمہ کی سند بھی حاصل کی آپ کا اسی دور کا کتاب، نور الہدیہ،
اور شرح وقایہ، کا ترجمہ بھی ملتا ہے۔ اس کے دیباچہ میں نہ صرف یہ وجوب تقلید

۱۰۴ے مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان" ص ۔ ۲۸۸

۱۰۵ے مولوی حکیم عبد الحئی "نزہتہ الخواطر" جلد ۸ ص ۔ ۵۱۲

۱۰۶ے مولوی رحمان علی "تذکرہ علمائے ہند" (مترجم ڈاکٹر ایوب قادری) ص ۔ ۲۸۰

شخصی پر تفصیلی دلائل دیے ہیں بلکہ کئی ایک مقامات پر اہل حدیث کے مسائل پر تنقید و جرح بھی کی ہے لیکن اس کے بعد اپنے بڑے بھائی مولوی بدیع الزماں (المتوفی ۱۳۱۲ھ) جو واقعتہً بڑے واثق العقیدہ اہلحدیث تھے سے تبادلہ افکار و خیالات کے نتیجے میں آپ نے تقلید شخصی ترک کر دی تھی۔ (۱۰۷)

چنانچہ صاحب نزہتہ الخواطر رقمطراز ہیں:-

"كان شديدا فى التقليد فى بداية أمره، ثم رفضه و تحرر واختار مذهب اهل الحديث مع شذوذ عنهم فى بعض المسائل" (۱۰۸)

یعنی ابتداءً تقلید میں متشدد تھے پھر تقلید ترک کر کے آزاد فکر ہو گئے تھے اور مذہب اہل حدیث اصولاً اختیار کر لیا تھا تاہم بعض مسائل میں اہل حدیث سے تفرد بھی رکھتے تھے۔

مولوی وحید الزماں نے ایک سو کتابیں یادگار چھوڑی ہیں ان میں تراجم بھی ہیں اور تصنیفات و تالیفات بھی مگر زیادہ تر کتابیں فن حدیث ہی سے متعلق ہیں صحاح ستہ کی شروح کے علاوہ "موطا امام مالک" کا بھی ترجمہ کیا تھا۔ مسلک اہل حدیث کے اختیار کرنے سے قبل فقہ میں بھی کئی کتابوں کے ترجمے اور شروح لکھیں اس کے علاوہ لغت حدیث بھی مرتب کی۔ آپ کی ایک اہم کاوش قرآن پاک کا بامحاورہ ترجمہ اور تفسیر قرآن بھی ہے جس

۱۰۷۔ مولوی حکیم عبدالحئی "نزہتہ الخواطر" جلد ۸ ص ۔ ۵۱۴

۱۰۸۔ ایضاً ص ۵۱۵

کا انہوں نے "موضحتہ الفرقان" کے نام سے ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں تکملہ کیا۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں گیلانی پریس لاہور سے شائع ہوا جو آج کل نایاب ہے اس کے علاوہ آپ نے تبویب القرآن لضبط مضامین الفرقان مع "تفسیر وحیدی" بھی مکمل کی۔ اس کے بعد لغات القرآن اور "اشارۃ الاخوان بفضائل القرآن" بھی تالیف فرمائی۔ علاوہ ازیں عقائد، وظائف اور مسائل پر بھی کئی رسائل یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ نے اپنی خود نوشت سوانح عمری بھی لکھی تھی جو ۱۳۲۷ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ (۱۰۹)

اب مولوی وحید الزماں کے ترجمہ قرآن سے چند اقتباسات نمونے کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں یہ اقتباسات "تبویب القرآن" (۱۱۰) سے پیش کیے جا رہے ہیں: ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان ہے رحم والا

(۱) اللہ جل شانہٗ ان سے دل لگی کرتا ہے اور ان کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے شرارت میں بھٹکتے ہوئے۔ (البقرۃ: ۱۵)

(۲) مگر اس درخت کے پاس مت بھٹکو اگر ایسا کرو گے تو گنہگاروں میں شریک ہو گے۔ (البقرۃ: ۳۵)

۱۰۹۔ مولوی محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی: تعارف مولوی وحید الزماں (بحوالہ تبویب القرآن) ص۔ ۳۔ ادارہ محمدیہ لاہور

۱۱۰۔ مولوی نواب وحید الزماں "تبویب القرآن" صفحات ۹۲۷، ادارہ محمدیہ لاہور

(۳) اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے اقرار لیا (توریت پر عمل کرنے کا) اور طور (پہاڑ اکھیڑ کر) تمہارے سر پر لٹکا دیا۔ (البقرۃ: ٦۳)

(۴) اور (اے پیغمبر) جس قبلہ پر تو پہلے تھا (یعنی کعبہ) ہم نے اسی کو (دوبارہ) مقرر کر دیا اس کی غرض یہ تھی کہ ہم کو یہ بات کھل جائے کہ کون پیغمبر کی پیروی کرتا ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

(سورۃ البقرۃ: ۱۴۲)

(۵) اور تجھ کو جو علم (اللہ کی طرف سے پہنچا) اگر اس کے بعد تو ان کی خواہشوں پر چلے تو تیرا شمار بھی ظالموں میں ہوگا۔ (البقرۃ: ۱۴۵)

(٦) عورتیں کھیتی ہیں تمہاری اپنی کھیتی میں جس طرح سے (یا جہاں سے) چاہو آؤ.... (البقرۃ: ۲۲۳)

(۷) جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے (وقت پر) اپنی موت سے ماروں گا (یہ یہودی تجھ کو نہیں مار سکتے اور اپنے پاس تجھ کو اٹھالوں گا.

(ال عمران: ۵۵)

(۸) ابراہیم نہ تو یہودی تھا نہ نصرانی تھا وہ تو ایک پکا مسلمان تھا اور مشرک نہ تھا۔ (ال عمران: ٦۷)

(۹) اور محمدؐ تو صرف رسول ہے (یعنی اللہ کا بھیجا ہوا بندہ) اس سے پہلے اور کئی رسول ہو گزرے ہیں کیا اگر وہ مر جائے یا مارا جائے تو تم الٹے پاؤں (اسلام سے کفر کی طرف) پھر جاؤ گے۔ (ال عمران: ۱۴۴)

(۱۰) (اے پیغمبر) خدا تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کسی کو معبود نہ بنا پھر تو نکو (بدنام) اور خدا کی رحمت سے محروم ہو کر بیٹھے گا۔ (بنی اسرائیل: ۲۲)

(۱۱) تو (اے پیغمبر) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو (مشرکوں کی طرح) مت پکار پھر عذاب میں پڑ جائے۔ (الشعرآ: ۲۱۳)

(۱۲) اے پیغمبر کہدے میں تو تم سب لوگوں کی طرف (عرب ہوں یا عجم) اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی آسمان و زمین (سب جگہ) بادشاہت ہے۔ (الاعراف: ۱۵۸)

(۱۳) جیسے ہم نے اور پیغمبروں کو بھیجا (اسی طرح تجھ کو بھی) ایک گروہ کی طرف بھیجا جس سے پہلے کئی گروہ گزر چکے ہیں... (الرعد: ۳۰)

(۱۴) اے لوگو محمدؐ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں البتہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے اور پیغمبروں کا ختم کرنے والا۔ (الاحزاب: ۴۰)

(۱۵) تو (اے پیغمبر) ہم نے جو تجھ پر اتارا (یعنی قرآن) اس میں اگر تجھ کو شک ہو تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کی کتاب تورات پڑھتے ہیں۔ بے شک تیرے مالک کی طرف سے تجھ کو سچ کتاب پہنچ گئی۔ تو ہرگز شک کرنے والوں سے مت ہو ان لوگوں میں سے مت ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیت کو جھٹلایا (ایسا کرے گا تو پھر تو) ٹوٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔ (سورۃ یونس: ۹۴-۹۵)

(۱۶) اور (اے پیغمبر) تجھ کو یہ امید کہاں تھی کہ تجھ پر کتاب اُترے گی مگر یہ تو ترے مالک کی مہربانی ہوئی کہ تجھ پر قرآن شریف اترا۔ (سورۃ القصص: ۸۶)

(۱۷) کیا تو (اے پیغمبر) ان سے کچھ فیس مانگتا ہے (ہرگز نہیں) تیرے مالک کی فیس بہتر ہے اور وہ سب سے اچھی روزی دینے والا ہے۔

(سورۃ المومنون : ۲۷)

مولوی وحید الزمان جو عربی زبان کے ماہر سمجھے جاتے ہیں، کتب حدیث و فقہ کی کئی درجن کتابوں کے مؤلف و مترجم بھی ہیں جنہوں نے لغت القرآن بھی تالیف فرمائی ہے اور اصول و عقائد پر بھی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں مگر محسوس یہ ہوتا ہے کہ قرآن کے معانی و مطالب پر ان کی نظر کمزور تھی اس کا اندازہ نمونتہً پیش کی گئی آیات سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس میں واضح طور سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مولوی نواب وحید الزماں کے ترجمہ قرآن میں اپنے خیالات و افکار کی ترجمانی کا عنصر زیادہ غالب ہے جس کی وجہ سے سنجیدہ حلقہ اس ترجمہ قرآن پر اظہار اطمینان سے قاصر ہے۔ نواب صاحب کے ترجمہ قرآن میں غیر ضروری اضافے بہت زیادہ ہیں۔ کہیں کہیں آپ نے اسی قسم کی بھی ترجمہ قرآن میں کوشش کی ہے کہ رسول کو بھی عوام کی صف میں لے آئے مگر یہ بات یقیناً منصب رسالت کے منافی ہے مثلاً :۔

(۱) محمد تو صرف رسول ہے اللہ کا بھیجا ہوا بندہ (۲) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سوا اور کسی کو بھی معبود سمجھتے تھے (معاذ اللہ) (۳) کسی دوسرے خدا کو بھی پکارتے تھے (معاذ اللہ) (۴) صرف عرب و عجم کے لیے رسول بن کر آئے (۵) بلکہ صرف ایک گروہ کے لیے (۶) خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی (معاذ اللہ) قرآن پر شک تھا (۷) آپ کو معاذ اللہ یہ خبر نہ تھی کہ آپ نبی بھی ہیں اور کوئی کتاب بھی ملے گی۔ وغیرہ...

نواب صاحب نے ترجمۂ قرآن میں اکثر مقامات پر انبیاء علیہم السلام کے لیے بہت ہی غیر مہذب الفاظ استعمال کیے ہیں مثلاً :۔

(۱) ابراہیم نہ تو یہودی تھا نہ نصرانی تھا (۲) محمد تو کسی مرد کا باپ نہیں۔
(۳) اور اے پیغمبر جس قبلہ پر تو پہلے تھا۔ (۴) اے عیسیٰ میں تجھے اپنی موت سے ماروں گا۔

ان تراجم میں انبیاء کی تعظیم و تکریم کا مکمل فقدان ہے جب خود اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء سے اس طرح مخاطب نہیں ہوتا۔ وہ تو انبیاء کو مہذب تعلیم دینے کے لیے دنیا میں بھیجتا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سقیم و غیر مہذب الفاظ انبیاء علیہم السلام کے لیے وہ خود استعمال کرے یہاں یہ ترجمہ کتنا عجیب ہے کہ "اے عیسیٰ میں تجھے اپنی موت سے ماروں گا"

اس آیت کا ترجمہ اتنا غیر ادبی و غیر فطری ہے کہ انسانی عقل اس کو قبول کرنے سے گریز کرتی ہے۔ آیت کا صحیح ترجمہ جو مہذب بھی ہے اور روح قرآنی سے قریب بھی ہے ملاحظہ ہو۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ ۔

(آل عمران: ۵۵)

ترجمہ:۔ یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا.... ٥ (۱۱۱)

نواب صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن میں شک کرنے کی نسبت سے منسوب کر کے بھی بہت زیادہ غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے جبکہ قرآن خود فرما رہا ہے۔

۱۱۱ے مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی، کنز الایمان، ص ۔۸۴

"لَا رَيْبَ فِيْهِ"، تو یہ کب ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی قرآن میں شک کرنے لگیں اور پھر اس کی تصدیق یہود اور نصاریٰ سے کروائیں (معاذ اللہ) جب کہ قرآن توریت و انجیل کی خود تصدیق فرما رہا ہے نبی اگر غیر نبی سے اپنا شک رفع کرے تو یہ نبی کی توہین ہے یہاں بھی بات وہی ہے کہ نواب صاحب نے آیت شریفہ کی ضمیر پر توجہ نہیں کی ورنہ وہ دھوکا نہیں کھاتے۔

فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ : ۹۴:
وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ : ۹۵ : (سورہ یونس)

آیت مبارکہ میں کسی مخاطب کا نام نہیں لیا گیا اس لیے یہاں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد لینا صریح غلطی ہے اور نص قرآنی کی خلاف ورزی بھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۔ (البقرۃ : ۱۲۰)

اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو.... (۱۱۲)

۱۱۲ے مولانا احمد رضا خاں قادری "کنز الایمان"، ص ۔ ۲۷

غور طلب بات ہے کہ معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہود اور نصاریٰ سے اگر اپنے مؤقف یا قرآن کی تصدیق کرواتے تو یہود و نصاریٰ یہ پروپیگنڈہ کرتے کہ یہ نبی اپنے تمام مواقف کی تصدیق ہم سے کرتے ہیں۔ کیونکہ خود انہیں اپنے مؤقف اور قرآن پر یقین نہیں ہے۔ لہٰذا نبی اگر غیر نبی سے اپنے مؤقف کی تصدیق کرکے اس پر یقین کرے تو یہ نبی کی توہین ہے جو صریح غلطی ہے۔ ہاں یہ بات درست ہوسکتی ہے کہ مومنین میں سے یا نومسلم کو کسی قسم کا ابہام ہو تو وہ اپنا شک ان لوگوں کی مدد سے رفع کرسکتا ہے۔ اس لیے یہاں اُمت یا اُمت کا عام آدمی ہو تو مراد ہوسکتا ہے نبی ہرگز ہرگز مراد نہیں ہوسکتا۔

مولوی وحید الزماں نے ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کی طرح نبی اور رسول کا ترجمہ پیغمبر ہی کیا ہے اور کہیں کہیں پیمبر بھی کیا ہے۔ اکثر آیات میں ڈپٹی نذیر احمد کی طرح توضیحی ترجمہ (محاورات کے استعمال کے ساتھ) کیا ہے مگر بعض مقامات پر بہت ہی نامناسب محاورات استعمال کیے ہیں مثلاً (۱) اے پیغمبر ان لوگوں میں سے مت ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا ایسا کرے گا تو پھر تو ٹوٹا پانے والوں میں ہوگا (۲) مگر اس درخت کے پاس مت پھٹکو (۳) پہاڑ کو اکھیڑ کر سر پر لٹکا دینا وغیرہ۔

مولوی وحید الزماں نے ایک اور مقام پر نص قرآنی کے خلاف ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے جماع کو ہر جگہ سے جائز سمجھ لیا مثلاً سورۃ البقرہ میں یہ ترجمہ ملاحظہ ہو:۔ "اپنی کھیتی میں جس طرح سے (یا جہاں سے) چاہو آؤ۔"

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ فرج کے علاوہ دبر سے بھی جماع ان کے نزدیک جائز ہے جب کہ حدیث مبارکہ میں دبر سے جماع کی سخت مناہی موجود ہے۔ ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں :۔

"لا ینظر اللہ الی رجل جامع امراتہ فی دبرھا" (۱۱۳)

ترجمہ :۔ اللہ اس شخص کی جانب نہ دیکھے گا جو عورت سے لواطت کرے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں :۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ اللہ لا یستحیی من الحقّ ثلاث مرّاتٍ لا تاتوا النّسآء فی ادبارھنّ" (۱۱۴)

ترجمہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیا نہیں کرتا عورتوں سے ان کے پیچھے کی جگہ میں جماع نہ کرو آپ نے یہ بات تین بار فرمائی۔

مولوی وحید الزماں نے ترجمہ قرآن میں بیشتر مقامات پر اسلاف کی

---

۱۱۳ ابو عبداللہ محمد ابن یزید ابن ماجہ "سنن ابن ماجہ" جلد اول باب ۶۱۷ حدیث ۱۹۹۲ ص ۔ ۵۲۸ فرید بک اسٹال لاہور ۱۴۰۳ھ

۱۱۴ ایضاً حدیث ۱۹۹۳

روش سے ہٹ کر ترجمہ کیا ہے جس کی چند مثالیں اوپر پیش کی گئیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ ان کے پیروکار ترجمہ پر نظر ثانی کریں اور ایسی عبارت کو تبدیل کر دیں جن میں تاویلات کی قطعی گنجائش نہیں ہے

عبداللہ چکڑالوی

غلام نبی المعروف مولوی عبداللہ چکڑالوی فرقہ ''اہل قرآن'' کے بانی تصور کیے جاتے ہیں۔ (۱۱۵) آپ حدیث سے استدلال کے قطعی منکر ہیں جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے یہاں مختصراً ان کے ترجمہ قرآن کے متعلق کچھ عرض کیا جائے گا۔

عبداللہ چکڑالوی کا ''ترجمۃ القرآن بہ آیات القرآن'' تین جلدوں میں ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں اسٹیم پریس لاہور سے شائع ہوا تھا جو اب نایاب ہے البتہ مختلف کتب خانوں میں اس کے نسخے مل جاتے ہیں۔ مؤلف چونکہ ''اہل قرآن'' جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے وہ آیات کی تشریح و تفسیر کے سلسلے میں احادیث سے قطعاً استفادہ ضروری نہیں سمجھتے چنانچہ موصوف خود لکھتے ہیں:۔

> ''کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے انبیاء اور رسولوں پر اختراع کیے ہوئے اقوال اور افعال یعنی احادیث قولی، فعلی اور تقریری پیش کرنے کا مرض ایک قدیم مرض ہے اور جس طرح مختلف اسلامی فرقے آج کل قرآن مجید کے سامنے احادیث پیش کرتے

۱۱۵ے سید قاسم محمود ''اسلامی انسائیکلوپیڈیا''، ص ۔ ۱۲۷، شاہکار بک فاؤنڈیشن

ہیں اور ان کو محمد سلام اللہ علیہ کی طرف سے منسوب کرتے ہیں
یہی حال ان لوگوں کا تھا جو آپ کے زمانے میں موجود تھے"(۱۱۶)

مولوی عبداللہ چکڑالوی مترجمین قرآن میں پہلے مترجم ہیں جنہوں نے حدیث پاک سے قطعی انکار کرتے ہوئے ترجمہ قرآن کیا تھا جس کی وجہ سے ان کو کثرت کے ساتھ تاویلات سے کام لینا پڑا جس نے دین کی ہیئت کو ہی بدل ڈالا مثلاً سورۃ بقرۃ کی آیت : وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط : ۳۴ : کی تشریح بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ " اس جگہ سجدہ سے مراد صرف محض فقط خاص زبان سے معافی مانگنی ہے" (۱۱۷)

مولوی عبداللہ چکڑالوی کا ترجمہ قرآن تشریحی اور توضیحی زیادہ ہے اور آیات کی تشریح آیات ہی کی مدد سے کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہاں صرف سورۃ فاتحہ کا ترجمہ نمونتاً پیش کیا جاتا ہے :۔

"سب قسم اور ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے مختص ہے جو پروردگار ہے تمام مخلوقات کا اور عام بخشش کرنے والا (تمام مخلوق پر) اور بہت ہی مہربان (فرمانبردار بندوں پر) اور حاکم دن جزا اعمال ذوی العقول کا۔ اے اللہ خاص تیری ہی ہم تعظیم

---

۱۱۶ مولوی عبداللہ چکڑالوی "ترجمہ القرآن بہ آیات القرآن" جلد اول ص۔۱۰۳
اسٹیم پریس لاہور ۱۹۰۷ء

۱۱۷ ایضاً ص۔۲۹

کرتے ہیں اور صرف تجھی سے بلا اسباب ہم مدد مانگتے ہیں چلائے
رکھ ہم کو اوپر رستہ کہ جو ہر طرح سیدھا اور پختہ ہے۔" (۱۱۸)

مترجم نے یہاں "نعبد" یعنی عبادت کا ترجمہ عقلی تاویل کی روشنی میں "تعظیم" کیا ہے جس سے عبادت الہٰی کا مفہوم مکمل طور پر ساقط ہو جاتا ہے یقیناً جب قرآنی الفاظ کے اول مفسر اور شارح کے اقوال کا انکار کیا جائے گا تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ عبادت الہٰی کا مفہوم صرف تعظیم تک محدود ہو کر رہ جائے تعجب ہے ان کو قرآنی الفاظ میں کیونکر صداقت نظر آگئی کیونکہ قرآنی الفاظ بھی ان ہی افراد کے سینوں میں محفوظ رہے جنہوں نے احادیث کو بھی قرآن کی طرح سینوں میں محفوظ رکھا تھا۔ اگر احادیث کے مجموعے قابل قبول نہیں تو پھر قرآنی الفاظ بھی مشکوک ہو جاتے ہیں۔ مترجم نے پوری تفسیر میں کہیں بھی حدیث کے استعمال کو روا نہیں رکھا، صرف عقلی اور آزاد خیالی کے افکار کو زیادہ جگہ دی ہے۔

مولوی محمد عبدالحق حقانی دہلوی

مولوی عبدالحق بن محمد امیر حنفی دہلوی گمتھلا ضلع انبالہ میں ۱۲۶۷ھ میں پیدا ہوئے (۱۱۹)، ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی پھر کانپور پہنچے اور مولانا عبدالحق بن غلام رسول حسینی سے بعض درسی

۱۱۸۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی "ترجمۃ القرآن بہ آیات القرآن"، جلد اول،
ص۔ ۸

۱۱۹۔ مولوی حکیم عبدالحئی لکھنوی "نزہتہ الخواطر"، الجز الثامن ص۔ ۲۲۲

کتابیں پڑھیں اور بلند پایہ کتب مولانا لطف اللہ (المتوفی ۱۳۳۴ھ)
بن اسد اللہ علی گڑھی سے پڑھیں اس کے بعد دہلی جاکر سید نذیر حسین دہلوی
(المتوفی ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) (۱۲۰) سے بھی استفادہ کیا۔ فارغ التحصیل ہونے
کے بعد مدرسہ فتحپوری دہلی (ف) میں تدریس پر مامور ہوئے جہاں درس
افتاء کا سلسلہ ایک زمانے تک جاری رہا پھر وہیں سکونت اختیار کرلی تدریس
کو ترک کرکے تصنیف میں مشغول ہوئے اور حیدرآباد سے وظیفہ حاصل کرنے
کی کوشش کی جس میں کامیاب ہوئے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں جن کے باعث
ہند میں ان کی شہرت عام ہوئی۔

مولوی عبدالحق کو آخری عمر میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اراکین نے بلا
بھیجا جہاں پانچ سو روپے ماہانہ تنخواہ مقرر ہوئی۔ مولوی عبدالحق حقانی دہلوی
کو انگریز حکومت کی طرف سے "شمس العلماء" کا خطاب بھی ملا۔ آپ

---

۱۲۰ ۔ ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی "تراجم علمائے حدیث ہند" ص۔ ۱۳۳،

ف ۔ نوٹ: یہ مسجد ۱۶۵۰ء میں ملکہ فتحپوری بیگم (زوجہ شاہجہان بادشاہ) نے
بنوائی تھی (بحوالہ سرسید احمد خاں آثار الصنادید ص۔ ۵۶) مسجد فتحپوری میں مفتی شاہ محمد
مسعود (المتوفی ۱۸۹۲ء) نے ۱۸۷۸ء میں دالعلوم عربیہ (مدرسہ عالیہ) قائم کیا اور درس
حدیث کا سلسلہ شروع کیا یہ دارالعلوم آپ کے ہی فیضان کا مرہون منت ہے۔ (بحوالہ ڈاکٹر محمد
مسعود احمد، "حیات مظہری" ص۔ ۲۱، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ۱۳۹۴ھ)

کی تصانیف میں اصول فقہ کی کتاب "حسامی کی تعلیق"۔ "عقائد اسلام" "اصول دین" "البیان فی علوم القرآن" اور "تفسیر فتح المنان" معروف بہ "تفسیر حقانی" جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے بہت معروف ہیں۔ مولوی حقانی کی تفسیر اردو زبان میں ہی معروف ہے تفسیر کے ساتھ ترجمہ بھی آپ نے خود فرمایا۔ اگرچہ آپ مترجم سے زیادہ مفسر کی حیثیت سے تسلیم کیے جاتے ہیں مگر یہاں ہم ان کو مترجم کی حیثیت سے دیگر تراجم کے ساتھ ان کے ترجمۂ قرآن کا موازنہ کریں گے۔ آپ کا انتقال ۱۲ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ میں ہوا۔ (۱۲۰)

اب حقانی صاحب کے ترجمۂ قرآن سے چند آیات کا ترجمہ نمونۃً پیش کیا جائے گا۔ تاکہ آپ کی علمی بصیرت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ موصوف کی تفسیر ترجمہ کی طباعت ۱۳۰۵ھ میں شروع ہوئی اور آخری جلد ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں مجتبائی پریس دہلی سے پہلی بار شائع ہوئی پھر پاک و ہند کے مختلف شہروں میں برابر چھپتی رہی۔ یہاں آپ کا ترجمہ المکتبۃ العزیزیہ لاہور سے شائع ہونے والے نسخے سے لیا گیا ہے۔ (۱۲۱)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا بڑا مہربان ہے

(۱) یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں۔ (سورۃ بقرہ: ۲)

(۲) حالانکہ اللہ ان سے دل لگی کیا کرتا ہے اور ان کو ان کی گمراہی میں ڈھیل

۱۲۱؎ شیخ ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی "تفسیر حقانی" جلد الثانی ص۔ ۵۹، المکتبۃ العزیزیہ لاہور

دے رہا ہے۔ (سورۃ بقرہ : ۱۵)

(۳) اور اگر آپ نے علم حاصل ہو جانے کے بعد بھی ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو بے شک اس وقت آپ بھی ستمگاروں میں سے ہوں گے۔ (سورۃ البقرہ : ۱۴۵)

(۴) اور یہود نے داؤ کیا اور خدا نے ان سے داؤ کیا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ (سورۃ اٰل عمران : ۵۴)

(۵) اور ابھی تک تو خدا نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جانچا بھی نہیں۔ (سورۃ اٰل عمران : ۱۴۲)

(۶) اور محمدؐ بجز اس کے کہ رسول ہیں (اور) کیا ہیں ان سب سے پہلے بہت سے رسول گزرے ہیں۔ پھر اگر وہ (خود) مر گئے یا (اور کسی طرح) مارے گئے (تو) کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ (سورۃ اٰل عمران : ۱۴۴)

(۷) اے بنی آدم تم کو شیطان نہ بہکانے پائے جیسا کہ تمہارے ماں باپ کو جنّت سے کپڑے اُترواکر نکلوا دیا تھا ان کا ستر دکھانے کے لیے۔

(سورۃ اعراف : ۲۷)

(۸) اے لوگو تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ روز میں بنا دیا پھر عرش پر جا بیٹھا۔ (سورۃ اعراف : ۵۴)

(۹) اللہ کو بھول گئے سو اللہ بھی انہیں بھول گیا۔ (سورۃ توبہ : ۶۷)

(۱۰) (لوگو) بیشک تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آ گئے کہ جس پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے جس کا تمہاری بھلائی کا ہوکا ہے۔ وہ مسلمانوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں۔ (سورۃ توبہ : ۱۲۸)

(۱۱) یہاں تک کہ ڈھیل دی تھی کہ رسول بھی ناامید ہو چکے تھے اور خیال کرنے لگے تھے کہ ان سے غلط وعدے کیے گئے تھے تب فوراً ان کے پاس ہماری مدد پہنچی۔ (سورۃ یوسف : ۱۱۰)

(۱۲) البتہ تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی بہتر تھی۔ (سورۃ احزاب: ۲۱)

(۱۳) محمدؐ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں (زید کا بھی نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔ (سورۃ احزاب : ۴۰)

(۱۴) آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔ تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردے۔ (سورۃ الفتح : ۲)

مولوی عبدالحق حقانی جن کا شمار ہند کے چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے وہ صرف علوم دین ہی پر نہیں بلکہ دوسرے علوم پر بھی اچھی دسترس رکھتے تھے۔ منقولات اور معقولات پر ان کی ابحاث کو تفسیر حقانی میں دیکھا جاسکتا ہے۔ قرآن، حدیث، فقہ کے علاوہ بھی اپنی تفسیر میں مختلف علوم وفنون پر مدلل بحث کی ہے مگر یہاں صرف ان کے ترجمہ سے چونکہ غرض ہے اس لیے ان کے ترجمے کے متعلق اظہار خیال کیا جا رہا ہے۔

مولوی حقانی صاحب نے ترجمۂ قرآن میں تمام مترجمین سے ہٹ کر اسلوب اختیار کیا نہ تو ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کی طرح غیر ضروری محاورات استعمال کیے نہ فتح محمد جالندھری اور اشرف علی تھانوی کی طرح عبارت کو طول دیا۔ اسی طرح دہلوی برادران کی طرح لفظی یا انتہائی مختصر عبارت سے گریز کیا۔ البتہ جگہ جگہ مطلب واضح کرنے کے لیے بین قوسین عبارت بڑھا کر ربط اور تسلسل پیدا کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ زبان شستہ اور آسان ہے اسلوب

عالمانہ ہوتے ہوئے بھی واضح اور عام فہم ہے ترجمہ ایک بار ربط عبارت معلوم ہوتا ہے۔ جس سے پڑھنے والے کو یقیناً سیری حاصل ہوتی ہے مگر مولوی عبدالحق حقانی نے بھی وہی غیر محتاط طریقہ دہرایا ہے۔ جو ان سے پہلے کے مترجمین اپنے اپنے ترجمہ قرآن میں اختیار کر چکے ہیں۔ سب سے زیادہ افسوس کا پہلو یہ ہے کہ مولوی حقانی صاحب نے اس بات کا خیال ترجمہ کے وقت نہیں رکھا کہ جو الفاظ اور لہجہ ایک عام انسان کے لیے استعمال ہوتا ہے وہ کسی نبی یا رسول کے لیے کیسے مناسب ہے۔ بعض مقامات پر اتنا سخت لہجہ ہے کہ ترجمہ کے الفاظ پڑھتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے مثلاً "محمدؐ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں،" "تمہارے ماں باپ کو جنّت سے کپڑے اتروا کر نکلوا دیا تھا" "تمہاری بھلائی کا ہوکا ہے،" "رسول بھی ناامید ہو چکے" "اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے،" "اللہ ان سے دل لگی کیا کرتا ہے،" وغیرہ۔

آپ سے قبل چونکہ ان ہی کے ہم خیال کئی مترجمین کے تراجم کا تفصیلی تجزیہ کیا جا چکا ہے اس لیے یہاں مزید تجزیہ سے گریز کیا جا رہا ہے اور ان آیات کا جو صحیح ترجمہ ہو سکتا ہے وہ بھی بیان کیا جا چکا ہے اس لیے اب مزید تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ یہ کہنا آپ کے حق میں کافی ہے کہ آپ کی یہ کوشش قابل ستائش ہے اگر چند اہم مقامات پر ان کے پیروکار ترجمہ کی تصحیح کر دیں تو یہ اردو زبان کا ایک بہترین ترجمہ بن سکتا ہے جو عام اور آسان ہونے کے ساتھ ساتھ عبارت کی پیچیدگیوں سے مبرا ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی

مولوی اشرف علی تھانوی بن عبدالحق فاروقی ۵، ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء کو تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ عبدالغنی نام تجویز ہوا لیکن حافظ غلام مرتضیٰ مجذوب پانی پتی نے آپ کا نام اشرف علی تجویز کیا جو بعد میں معروف ہوا۔ (۱۲۲)

فارسی کی متوسطات اور عربی کی بعض ابتدائی کتابیں مولوی فتح محمد سے تھانہ بھون میں ہی پڑھیں۔ فارسی کی کچھ اعلیٰ کتابیں اپنے ماموں واجد علی صاحب سے پڑھیں اس کے بعد ۱۲۹۵ھ سے دارالعلوم دیوبند میں عربی کی متوسطات سے لے کر آخر تک کی کتابیں پڑھیں۔ دیوبند میں آپ نے مولوی یعقوب صدیقی نانوتوی (المتوفی ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۶ء) (۱۲۳) سے بعض علوم کی مصنفات پڑھیں۔ اس کے علاوہ آپ نے مولوی محمود الحسن دیوبندی (المتوفی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء) (۱۲۴) مولوی سید احمد دیوبندی، مولوی عبدالعلی میرٹھی (المتوفی ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۹ء) (۱۲۵) سے مختلف علوم پر کتابیں پڑھیں۔ مولوی اشرف علی نے ۲۱ سال میں فارغ التحصیل ہو کر کانپور میں ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء) سے بطور معلم اپنی زندگی کا آغاز کیا۔ اسی سال حج وزیارت کے لیے سفر کیا جہاں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (المتوفی ۱۳۱۷ھ /

۱۲۲۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب "اشرف السوانح" جلد اول ص۔ ۱۷، مطبوعہ لاہور

۱۲۳۔ مولوی فیوض الرحمٰن "مشاہیر علماء دیوبند" ص۔ ۶۲۸، المکتبۃ العزیزیہ لاہور ۱۳۹۶ھ

۱۲۴۔ مولوی فیوض الرحمٰن " ایضاً ص۔ ۵۶۸ ایضاً

۱۲۵۔ ایضاً ایضاً ص۔ ۲۰۶ ایضاً

۱۸۹۹ء) سے ملاقات ہوئی، مرید ہوئے بلکہ اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے۔ (۱۲۶)

کانپور سے قطع تعلق کر کے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء سے تھانہ بھون ہی کو مستقل طور پر مستقر بنایا پھر تا حیات وہیں رہے۔ آپ کی تصنیف کردہ چھوٹے بڑے رسائل اور کتابوں تعداد مولوی فیوض الرحمٰن نے ۔۔ ۷ سو کے قریب بتائی ہے۔ (۱۲۷) جب کہ پروفیسر عبدالقیوم نے کتب و رسائل کی تعداد صرف چار سو بتائی ہے۔ (۱۲۸) اس کے برخلاف شیخ محمد اکرام نے یہ تعداد آٹھ سو تک بتائی ہے۔ (۱۲۹) مگر کسی نے بھی کتابوں کی فہرست نہیں بتائی اور نہ ہی موضوعات کا ذکر کیا کہ کن کن موضوع پر یہ تصنیفات تحریر کی گئی ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی درس و تدریس میں ۱۴ سال مشغولیت کے بعد زیادہ تر توجہ تصنیف و تالیف پر مرکوز رہی۔ تھانہ بھون میں خانقاہ امدادیہ کو مرکز بنایا، یہاں پر آپ نے لوگوں کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع کیا، دیگر علوم و فنون کی تعلیم کے علاوہ ان کا اصل موضوع اخلاقیاتِ تصوف رہا، ان کے نزدیک عقیدہ اور عمل کا راستہ استوار کرنے کے لیے محض عقلی اپیل کافی نہیں یہ کام اس وقت انجام پا سکتا ہے جب عقیدہ کی اصلاح کے ساتھ ساتھ جذبات کی اصلاح بھی ہو اور یہ کام تصوف کے ذریعے ہی انجام دیا

۱۲۶؎ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد دوم ص۔ ۹۲۷ دانش گاہ پنجاب ۱۹۷۳ء

۱۲۷؎ مولوی فیوض الرحمٰن "مشاہیر علماء دیوبند" ص ۔ ۶۸

۱۲۸؎ پروفیسر عبدالقیوم "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" جلد دوم ص ۹۰ جامعہ پنجاب ۱۹۷۲ء

۱۲۹؎ شیخ محمد اکرام "موج کوثر" ص ۲۰۶

جا سکتا ہے ۔ (۱۲۰)

علماء دیو بند نے تھانوی صاحب کی بے حد پذیرائی کی ہے۔ یہاں صرف
ان کے تلمیذ رشید اور مرید خاص مولوی عبدالماجد دریا آبادی کی تحریر پیش
کی جا رہی ہے تاکہ اس سے ان لوگوں کی نظر میں ان کے مقام کی وضاحت ہو
سکے ۔

"مولانا علم و تفقہ، تصوّف و شریعت کے جامع، حسن و عمل کے
زندہ پیکر اور ارشاد و اصلاح کے فن کے تو بادشاہ وقت تھے ۔
دوسرے مشائخ کو ان سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ شیخ سعدی
اگر آج ہوتے تو عجب نہیں کہ اپنا نسخہ گلستان بہ غرض اصلاح
ان کی خدمت میں پیش کرتے۔ حضرت غزالی" ہوتے تو عجب نہیں
کہ احیاء علوم الدین کی تصنیف میں اسناد و استفادہ ان سے سطر
سطر پر کرتے رہتے ۔" (۱۳۱)

مولوی اشرف علی تھانوی کی تصانیف علوم دینیہ یعنی نقلیہ کے موضوعات
پر تو موجود ہیں مگر علوم عقلیہ یعنی علوم جدیدہ پر کوئی رسالہ یادگار نہیں۔ ان کی تصنیفات
و تالیفات میں زیادہ تر چھوٹے چھوٹے رسائل پائے جاتے ہیں جو عموماً ان کے
خطبات یا مواعظ حسنہ پر مشتمل ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد پر مؤرخین میں اختلاف
پایا جاتا ہے اور عجب تر یہ کہ ان مختلف الاعداد تصانیف کے ثبوت میں کتابوں

---

۱۳۰ ۔ خورشید احمد "تاریخ مسلمانان پاک و ہند"، جلد دہم، حصہ اول، ص ۔ ۲۰۶

۱۳۱ ۔ مولوی عبدالماجد دریا آبادی "آپ بیتی"، ص ۔ ۳۵۹ مکتبہ فردوس مطبوعہ لکھنو ۱۹۷۸ء

کی تفصیل پیش نہیں کر سکے۔ ان کی مشہور تصانیف میں ترجمۂ قرآن اور تفسیر کے علاوہ فتاویٰ امدادیہ، بہشتی زیور، حفظ الایمان، نشر الطیب فی ذکر الحبیب، التعرف الی التصوف وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

مولوی تھانوی صاحب اگرچہ علمائے دیوبند میں کثیر التصانیف عالم ہیں مگر تحریر میں اعتدال کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ خاص کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات سے متعلق جب ذکر کرتے ہیں اکثر غیر مناسب الفاظ استعمال کر جاتے ہیں۔ ترجمۂ قرآن کے علاوہ "بہشتی زیور" میں بھی مقامات پر غیر شائستہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس کے علاوہ "حفظ الایمان" جو چند صفحات پر مشتمل مختصر کتابچہ ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق انتہائی گستاخانہ الفاظ میں اظہار خیال کرتے ہیں مثلاً:۔

"غیب سے مراد بعض غیب ہیں یا کل غیب، اگر بعض علوم غیب مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔" (۱۳۲)

یہ دراصل علماء دیوبند کے عقائد کی ترجمانی ہے کیونکہ اس سلسلے میں مولوی رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ) جو دار العلوم دیوبند کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں، "فتاویٰ رشیدیہ" میں ایک استفتا کا جواب تحریر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

۱۳۲۔ مولوی اشرف علی تھانوی، "حفظ الایمان" (۱۳۱۹ھ) ص۔ ۸ کتب خانہ اشرفیہ جامع مسجد دہلی

"علم غیب خاص حق تعالیٰ کا حق ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ابہام و شرک سے خالی نہیں اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔" (۱۳۳)

قرآن پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط...... : ۱۱۳ : (النساء)

ترجمہ:۔ اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے ط.... (۱۳۴)

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ بیضاوی رقمطراز ہیں:۔

(وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط) من خفيات الامور و من امور الدين والاحكام۔ (۱۳۵)

صاحب تفسیر جلالین حاشیہ میں رقمطراز ہیں:۔

(وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط) "من الاحكام والغيب" (۱۳۶)

اس کے علاوہ تفسیر البحر المحیط میں علامہ اندلسی رقمطراز ہیں:۔

قال ابن عباس ومقاتل هو الشرع : وقيل خفيات الامور وضمائر التي لا يطلع عليها الا لوحي كما قال تعالى

۱۳۳۔ مولوی رشید احمد گنگوہی "فتاویٰ رشیدیہ" ص۔ ۶۱۔ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۹۸۸ء

۱۳۴۔ مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ص۔ ۱۴۰

۱۳۵۔ علامہ ناصر الدین ابی الخیر عبداللہ بن عمر البیضاوی، "انوار التنزیل واسرار التاویل"

جلد اول ص۔ ۲۰۶ مطبوعہ مصر، ۱۲۵۸ھ

۱۳۶۔ علامہ جلال الدین السیوطی ومحلی "تفسیر جلالین" ص۔ ۲۰۶ مطبوعہ مصر

"مَا کُنتَ تَدرِیْ مَا الکِتَابُ وَلَاالاِیمَانُ"، وعلی ھذا التقدیر واطلعك علی اسرار الکتاب والحکمة وعلی حقائقھما مع انك ماکنت عالما بشیٔ"۔(۱۳۷)

ترجمہ: "ابن عباس اور مقاتل کے خیال میں اس سے مراد شرع ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مخفی یا پوشیدہ امور ہیں اور وہ مضمرات جن سے آپ مطلع نہیں ہوتے مگر وحی کے ذریعہ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (ماکنت تدری ماالکتاب ولاالایمان) اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عبارت کا پوشیدہ مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو کتاب کے اسرار اور حکمت سے مطلع کر دیا۔ اور مزید برآں ان کے حقائق سے بھی جو آپ پہلے سے نہ جانتے تھے۔"

مولوی اشرف علی تھانوی کو علماء دیوبند میں ایک خاص مقام حاصل ہے اور یہ واحد مترجم قرآن ہیں جن کی تصانیف علوم نقلیہ کے مختلف موضوعات پر کئی سو بتائی جاتی ہیں جبکہ اس سے قبل اور بعد کے مترجمین قرآن کی تصنیفات کی تعداد سو تک بھی نہیں پہنچتی اور بعض ایسے بھی مترجم ہیں جن کی ترجمہ قرآن کے علاوہ کوئی اور تصنیف و تالیف یادگار نہیں مثلاً مولوی محمد فتح جالندھری جن کی کوئی دوسری تصنیف یادگار نہیں سوائے ترجمہ قرآن کے اس کی تفصیل اور حقیقت سے قبل ازیں آگاہ کیا جا چکا ہے۔ تھانوی صاحب نے ایک طویل عمر پائی اور ان کا انتقال ۸۲ سال کی عمر میں ۱۴ رجب ۱۳۶۲ھ کو تھانہ بھون

۱۳۷۔ علامہ محمد بن یوسف حیان اندلسی "البحر المحیط"، جلد سوم، ص۔ ۲۴۷، دارالفکر بیروت ۱۴۰۳ھ

ہی میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ (۱۲۸)

اب میں آپ کے ترجمہ قرآن کے بعض مقامات سے چند آیات کا ترجمہ نمونے کے طور پر پیش کر رہا ہوں تاکہ تھانوی صاحب کے ترجمہ قرآن کے محاسن و اسلوب سے آگاہی حاصل ہو سکے۔ یہ ترجمہ قرآن تاج کمپنی نے طبع اور شائع کیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں (۱۲۹)

(۱) اور اگر آپ ان کے (ان) نفسانی خیالات کو اختیار کریں (اور وہ بھی) آپ کے پاس علم (وحی) آئے پیچھے تو یقیناً آپ ظالموں میں شمار ہونے لگیں: ۱۴۵: (سورۃ البقرۃ ص ـ ۲۲)

(۲) اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک بیل ذبح کرو، وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہم کو مسخرا بناتے ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا نعوذ باللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں، وہ لوگ کہنے لگے آپ درخواست کیجئے اپنے رب سے کہ ہم سے بیان کر دیں کہ اس (بیل) کے کیا اوصاف ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو کہ نہ بالکل بوڑھا نہ بہت بچہ ہو (بلکہ) پٹھا دونوں عمروں کے وسط میں...؟

۱۲۸ـ مولوی حکیم عبدالحئی "نزہتہ الخواطر" ج اثامن ص ـ ۵۹

۱۲۹ـ مولوی اشرف علی تھانوی "ترجمہ قرآن" صفحات ۶۹۔

سورۃ البقرۃ ۶۸ ص ۱۱)

(۳) اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ قرآن آپ کے رب کی طرف سے واقعیت کے ساتھ بھیجا گیا سو آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں : ۱۱۴ :

(سورۃ انعام ص ۱۵۹)

(۴) اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں میں نے اسی بھروسہ کیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے : ۱۲۹ :

(سورۃ التوبہ ص۔ ۲۳۲)

(۵) پھر عرش (یعنی تخت شاہی) پر قائم ہوا : وہ ہر کام کی مناسبت تدبیر کرتا ہے ..... :۳: (یونس ص۔ ۲۴۳)

(۶) یہاں تک کہ پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہو گئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہماری فہم نے غلطی کی، ان کو ہماری مدد پہنچی...

...... :۱۱۰: (یوسف ص۔ ۲۷۹)

(۷) (اور) آپ (یوں بھی) کہہ دیجیے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے...

.... :۱۱۰: (الکھف ص۔ ۳۴۲)

(۸) وہ بچہ (خود ہی) بول اٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی بنادے گا) : ۳۰ : (مریم ص۔ ۳۴۵)

(۹) اور اس سے (بہت زمانہ) پہلے ہم آدم کو ایک حکم دے چکے تھے سو ان

سے غفلت اور بے احتیاطی ہو گئی اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی: ۱۱۵:

(سورۃ طٰہٰ ص ـ ۲۶۰)

(۱۰) اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے: ۱۲۱:

(سورۃ طٰہٰ ص ـ ۲۶۰)

(۱۱) اور ہم نے (ایسے مضامین نافعہ دے کر) آپ کو اور کسی واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر مہربانی کرنے کے لیے: ۱۰۷:

(سورۃ الانبیاء ص ـ ۲۷۲)

(۱۲) تم لوگوں کے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا: ۲۱: (سورۃ الاحزاب ص ـ ۴۷۴)

(۱۳) بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر (قیامت کے روز) گواہی دیں گے: ۱۵: (سورۃ المزمل ص ـ ۶۵۲)

(۱۴) اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی: ۳۹: (یٰسین ص ـ ۴۹۹)

(۱۵) تو آپ اس کا یقین رکھیے کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں اور آپ اپنی خطاء کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لیے بھی: ۱۹: (سورۃ محمد ص ـ ۵۷۴)

(۱۶) تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے: ۲:

(الفتح ص ـ ۵۷۶)

(۱۷) ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے پیدائشی طاقتور ہے...

..... ۵۰: (النجم ص ۔ ۵۹۲)

(۱۸) اور ہم نہیں جانتے کہ (ان جدید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے سے) زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا قصد فرمایا ہے: ۱۰: (الجن ص ۔ ۶۵۰)

(۱۹) غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا: ۲۶: ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو تو (اس طرح مطلع کر دیتا ہے) کہ اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے (اور یہ انتظام اس لیے کیا جاتا ہے) تاکہ ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ان فرشتوں نے اپنے پروردگار کے پیغام رسول تک بحفاظت پہنچا دیئے اور اللہ تعالیٰ ان (پہرہ داروں) کے تمام احوال کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے: ۲۸: (الجن ص ۔ ۶۵۲)

(۲۰) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا رستہ تبلا دیا: ۷: (الضحیٰ ص ۔ ۶۸۰)

مولوی اشرف علی تھانوی کا ترجمہ قرآن وتفسیر "بیان القرآن" کے نام سے ۱۲ مختصر جلدوں پر مشتمل ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں مکمل ہوا اور ایک روایت کے مطابق ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں مطبعہ مجتبائی دھلی سے شائع ہوا اور پھر مختلف جگھوں سے برابر اس کے ایڈیشن شائع ہوتے رہے اور اب عموماً دو جلدوں پر مشتمل مکمل ترجمہ قرآن اور تفسیر تاج کمپنی کراچی سے شائع ہو رہا ہے۔ ۱۹۱۷ء کے ایڈیشن میں پہلی مرتبہ ان کا مقدمہ بھی شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے ترجمہ وتفسیر لکھنے کی وجوہ بھی بیان کی ہیں :۔

"بہت روز سے خود بھی اور احباب کے اصرار سے بھی گاہے گاہے خیال ہوا کرتا تھا کہ کوئی تفسیر لکھی جاوے مگر تفاسیر اور تراجم کی کثرت دیکھ کر اس کو امر زائد سمجھتا تھا۔ اسی اثناء میں نئی حالت یہ پیش آئی کہ بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمے شائع کرنا شروع کیے جن میں بکثرت مضامین خلاف قواعد شرعیہ بھر دیے جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی۔ ہر چند کے چھوٹے چھوٹے رسالوں سے ان کے مفاسد و اطلاع دے کر مضرتوں کی روک تھام کرنے کی کوشش کی گئی مگر چونکہ کثرت سے ترجمہ بینی کا مذاق پھیل گیا ہے۔ وہ رسالے اس غرض کی تکمیل کے لیے کافی ثابت نہ ہوئے تاوقت کہ ابنائے زمانہ کو کوئی ترجمہ بھی نہ تبلادیا جائے جس میں مشغول ہو کر ان تراجم مبتدعہ و مخترعہ سے بے التفات ہو جاویں ..... تامل اور مشورے سے یہی ضرورت ثابت ہوئی کہ ان لوگوں کو کوئی نیا ترجمہ دیا جائے جس کی زبان و طرز بیاں و تقریر مضامین میں ان کے مذاق و ضرورت کا حتی الامکان پورا لحاظ رہے۔ آخر ربیع الاوّل ۱۳۲۰ھ کو اس کام کو شروع کرتا ہوں۔" (۱۴۰)

ڈاکٹر صالحہ اشرف مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے ترجمہ و تفسیر کے

۱۴۰ے مولوی اشرف علی تھانوی "مقدمہ بیان القرآن" ص۔ ۲۔ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

بارے میں رقمطراز ہیں :-

"جن تراجم کے غیر اطمینان بخش ہونے کی طرف مولانا نے اشارہ کیا ہے اس میں ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، مرزا حیرت دہلوی اور سر سیّد احمد خاں کے ترجمے شامل ہیں، مولانا تھانوی مسلک میں روایتی عقائد کے قائل ہیں اور ترجمے میں خواہ مخواہ جدّت طرازیوں کو پسند نہیں کرتے تھے..... ان کے ترجمے کا کمال ان کا اختصار اور ایجاز ہے، اُردو کی ادبی زبان استعمال کی ہے اور ٹکسالی محاوروں سے گریز کیا ہے اور عام فہم بنانے کے ساتھ ساتھ قرآنی الفاظ کی ترتیب ترجمہ میں زیادہ اُلٹ پلٹ نہ ہونے دی" (۱۴۱)

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ترجمہ دوسرے اُردو تراجم کے مقابلے میں اگرچہ زیادہ سلیس اور عام فہم ہے، محاورات کا استعمال بھی قدرے کم ہے مگر یہ ترجمۂ قرآن توضیحی اور تشریحی زیادہ ہے جس کو بعد کے مترجمین نے زیادہ اپنایا اور آگے چل کر ابوالکلام آزاد اور چوہدری غلام احمد پرویز نے اسی اسلوب ترجمہ کو اور آگے بڑھایا جس کو "مفہوم قرآن" کا نام دیا گیا، مزید اس کے بعد اس اسلوب میں اور ترقی ہوئی اور اس کو "تفہیم" کا نام دیا گیا۔

مولوی تھانوی صاحب کے ترجمۂ قرآن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ

۱۴۱ے ڈاکٹر صالحہ اشرف "قرآن حکیم کے اردو تراجم" ص ۔ ۲۸۲

اللہ تعالیٰ کی صفات کو جو متن قرآن میں جمع کے صیغے کے ساتھ نہیں آئی ہیں۔
وہ ان کا بھی اکثر و بیشتر مقامات پر جمع کے صیغہ میں ترجمہ کرتے ہیں معنوی
اعتبار سے وہ ترجمہ کرتے وقت اکثر مقامات پر قوسین میں اپنی جانب سے
ایسی بات تحریر کر دیتے ہیں جو قطعاً قرآن کا منشا بھی نہیں ہوتی ہے مثلاً
سورۃ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی گہوارے میں لیٹے لیٹے
نبوّت کا دعویٰ کر رہے ہیں مثلاً

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ : ۳۰ :

(سورۃ مریم)

مولانا تھانوی ترجمہ کرتے وقت قوسین میں غیر ضروری طور پر مستقبل
کے معنی مراد لیتے ہیں جس کا یہاں کوئی محل بھی نہیں ملاحظہ کیجیے۔

ترجمہ :۔ وہ بچہ (خود ہی) بول اٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں۔ اس نے
مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی نبی بنا
دے گا) : ۳۰ : (۱۴۲)

جب کہ آیت کریمہ میں صرف نبوّت کا اعلان ہے یہ بھی ترجمہ ملاحظہ
کیجیے :۔

ترجمہ :۔ بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب
کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا : ۳۰ : (۱۴۳)

۱۴۲۔ مولوی اشرف علی تھانوی "ترجمہ قرآن"، ص۔ ۳۴۵

۱۴۳۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص۔ ۴۳۴

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب انبیاء کرام کو معلوم نہیں کیونکر عام انسانوں کی کسوٹی پر تولتے ہیں وہ نبی الانبیاء کی عظمت کو اجاگر کرنے کی بجائے اپنے قلم سے اتنا گرا دیتے ہیں کہ عام مسلمانوں کا دل لرز جاتا ہے۔ وہ نبی علیہ وسلم کو "خطا کار" (۱۴۴)، غافل (۱۴۵)، شریعت سے بے خبر (۱۴۶)، ایمان سے بے خبر (۱۴۷) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں قرآن ہی کو مشکوک قرار دے دیتے ہیں۔ (۱۴۸)

مولوی تھانوی صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تو بعض مقامات پر انتہائی گھٹیا الفاظ استعمال کیے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کو ایسے انداز اور ایسے اسلوب میں پیش کیا کہ پڑھنے سے عقل حیران ہوتی ہے کہ کوئی مسلمان ایسا بے ربط ترجمہ نہ کرے گا جس سے شانِ رسالت پر زرک پہنچتی ہو اب ذرا ملاحظہ کیجیے سورۃ الانبیاء کا ترجمہ:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ:۔ اور ہم نے (ایسے مضامین نافع دے کر) آپ کو کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر مہربانی کے لیے ٥ (۱۴۹)

۱۴۴۔ مولوی اشرف علی تھانوی "ترجمہ قرآن" ص۔ ۵۷۴ تاج کمپنی لیمیٹڈ کراچی

۱۴۵۔ ایضاً	ایضاً	ص۔ ۳۶۰	ایضاً
۱۴۶۔ ایضاً	ایضاً	ص۔ ۶۸۱	ایضاً
۱۴۷۔ ایضاً	ایضاً	ص۔ ۵۵۱	ایضاً
۱۴۸۔ ایضاً	ایضاً	ص۔ ۱۵۹	ایضاً
۱۴۹۔ ایضاً	ایضاً	ص۔ ۴۷۲	ایضاً

اسی طرح سورۃ الاحزاب میں اسوۃ حسنہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو جو آپ نے صیغۂ
ماضی میں کیا ہے مثلاً

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ
كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ
كَثِيْراً ۲۱ : (الاحزاب)

ترجمہ: تم لوگوں کے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ (۱۵۰)

مولوی تھانوی صاحب نے اس آیت مبارکہ میں فعل ناقص کا ترجمہ ماضی کر کے منکرین حدیث کے لیے دروازہ کھول دیا جبکہ عموماً جمہور مترجمین اس کا ترجمہ صیغۂ حال میں کرتے ہیں مثلاً

ترجمہ:۔ (مومنو) بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی (زندگی) میں بہترین نمونہ ہے ۰ (۱۵۱) بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے ۰ (۱۵۲)

سورۃ "انبیاء" کی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم الشان اور نہایت رفیع منزلت کا بیان فرما رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت "رحمۃ للعالمین" کو اپنی

۱۵۰۔ مولوی اشرف علی تھانوی "ترجمہ قرآن" ص۔ ۴۷۴

۱۵۱۔ ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی "فیوض القرآن" جلد سوم ص۔ ۹۸۰

۱۵۲۔ مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص۔ ۵۹۲

صفات رحمٰن اور رحیم کی دلیل کے طور پر پیش کر رہا ہے کہ جہاں جہاں عالمین پر میری صفت رحمٰن اور رحیم ہے وہیں عالمین کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت ہی رحمت ہیں یعنی عالمین کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی صفات رحمٰن اور رحیم کے پرتو ہیں۔ یہاں بتانا یہی مقصود ہے کہ جس طرح اللہ کی ربوبیّت تمام جہانوں، اور اس کی ہر مخلوق اور ہر ذرّہ کے لیے ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمت تمام جہانوں اور اس کی ہر مخلوق اور ہر ذرّہ کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کائنات میں ہر وجود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا مرہون منت ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اس آیت کریمہ میں شان رفعت رسالت کے معانی اور عمومیت کو قوسین میں اپنی طرف سے الفاظ تراش کر جس طرح مجروح اور ساتھ ہی محدود کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے جس کی مثال تاریخ تفسیر قرآن میں نہیں ملتی بلکہ یہ توضیحی ترجمہ جمہور مفسرین کے اقوال اور احادیث کی روشنی میں خود ساختہ ہے۔ مولوی صاحب نے عالمین کا ترجمہ "دنیا جہان کے لوگ" اور ان میں بھی صرف "مکلّفین" حضرات کو شامل کیا ہے۔ دوسری طرف رحمت کے معنی "مضامین نافع" کیا ہے جو لغوی اعتبار کے ساتھ ساتھ اصول تفسیر کے اعتبار سے بھی غلط ترجمانی ہے۔ مولوی صاحب نے ۱۴ سو سال کے بعد اس حقیقت کو پایا جب کہ ہزاروں مفسرین، محدثین اور مؤرخین حضرات نے اس آیت کے یہی معنی لیے کہ تمام عالم میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مظہر آپ ہی ہیں جبکہ تھانوی صاحب کا ترجمہ مسلمانوں کے عقائد کے بالکل خلاف ہے جو جدید عمارت کی بنیاد ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے خود ساختہ ترجمہ کو پڑھ کر جو سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں ان کا جواب کون دے گا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے لیے، عقل سے معذور لوگوں کے لیے. غیر مسلموں کے لیے، دیگر مخلوقات یعنی جانور، شجر و حجر، جن و ملائک کے لیے رحمت نہیں ہیں اور ایسا ہے تو ان کے لیے خدا کے علاوہ کون رحمت ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ تھانوی صاحب کا ترجمۂ قرآن کی ترجمانی کے بجائے ان کے اپنے خیالات کی اختراع ہے جس سے عام انسان کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہرگز جگہ نہیں لے سکتی۔

اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے دورِ حاضر کے شیخ الحدیث و التفسیر مولانا مفتی نصر اللہ خان الافغانی سابق رئیس دار الافتاء سترہ محکمہ (supreme court) دولت اسلامیہ افغانستان اپنی تالیف مقدمہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، میں رقمطراز ہیں:۔

"قرآن کریم نے آں سرور عالمین کو ہی رحمۃ اللعٰلمین کے لقب سے ملقب فرما کر ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم کی ذات پاک اور آپ کی ہر ہر صفت و فعل حرکات و سکنات عالمین کے لیے سراپا رحمت عظیم رہے ہیں کہ عالمین عالم کی جمع ہے عَالَمٌ وَعَلَمٌ نشان و اثر کو کہتے ہیں. کائنات میں ہر ہر شے اللہ کے ہی وجود و اللہ تعالیٰ کے ہی جود کے آثار وعلامات ہیں ... پس اس فرقانی آیت کے معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ماسوا کے لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ

وسلم کو رسول بنا کر بھیجا۔ اس حالت میں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی ذات ستودہ صفات تمام عالمین کے لیے رحمت عظیمہ ہیں۔ اس آیت قرآنی کی یہ ہیت ترکیبی بندا بلند اعلان کرتی ہے کہ عالمین یا ماسوی اللہ میں آپ کی کوئی نظیر ممکن نہیں۔

کلمہ "ما" اور اس آیت کریمہ کی ہیئت ترکیبی میں کلمہ اِلَّا نیز کلمہ "رحمۃً" میں تنوین تعظیمی سے صاف روشن و آشکارا ہے کہ عالمین میں جو بھی موجود رہا تھا یا ہے یا رہے گا ان میں جس کو جو بھی ملا یا ملتا ہے یا ملے گا، چھوٹا ہو یا بڑا، بہت ہو یا تھوڑا سب ہی اس سراپا رحمت سے اور منبع نعمت سے پاتے رہیں گے، کیوں "ما" کلمہ نفی ہے "اِلَّا" حرف استثناء اور تنوین تعظیم کے لیے ہے پس فرمایا یا رسول اللہ آپ ہی کی رسالت عالمگیر و عالمی ہے، آپ ہی کو رحمت عظیمہ بنایا اور سب کو جو رحمت و نعمت ملتی ہے آپ ہی کو اس کے لیے اصل سرچشمہ گردانا ہے اور سب ہی آپ سے فیضیاب ہوتے، سب ہی آپ کے طفیلی رہے ہیں یہاں تک کہ انبیاء کرام بھی آپ کے اُمتی رہے ہیں" (۱۵۴)

جناب تھانوی صاحب کے ترجمۂ قرآن کو عموماً اور خاص کر ان آیات کے ترجمے کو بعینہ اسی انداز سے عربی زبان میں منتقل کیا جائے تو قرآن کا متن نہیں

۱۵۴۔ مولانا مفتی محمد نصر اللہ خاں "عید میلاد النبی کا بنیادی مقدمہ" ص ۲۵، ۲۶ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴

بنتا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تھانوی صاحب کثرت سے اضافی الفاظ استعمال کرتے ہیں جس طرح ان دو آیات میں (ایسے مضامین نافع) اور (کسی بات کے واسطے) کے الفاظ۔ ایک سادہ لوح قاری ایسے ترجمہ سے بہت جلد غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے۔ ان تراجم کو پڑھنے کے بعد وہ اگر کسی کو حوالہ دے گا تو یہ کہہ کر کہ قرآن میں اسی طرح آیا ہے۔ اب اگر سننے والا اپنے علم کی بنا پر اس کو باز رکھنے کی کوشش کرے گا تو نتیجتاً فساد برپا ہوگا اور یہی کچھ اس خطہ میں رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے متعدد مذہبی گروہ بنتے چلے گئے۔ اس لیے اس خطرہ کے پیش نظر مترجمین کو غیر ضروری اضافوں کے ساتھ اپنے ترجمہ کو توضیحی ترجمہ نہیں بنانا چاہیے کیونکہ بہر حال عوام علماء پر اعتماد کرتے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے ایک مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت "شاہد" کا ترجمہ روز محشر کے ساتھ مشروط کر دیا چنانچہ سورۃ المزمل کی مندرجہ ذیل آیت شریفہ میں ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (المزمّل: ۱۵)

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر (قیامت کے روز) گواہی دیں گے جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا۔

(المزمل: ۱۵۴)

دوسرے مقام پر سورۃ احزاب میں شاہد کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

۱۵۴۔ مولوی اشرف علی تھانوی، "ترجمہ قرآن"، ص۔ ۶۵۲

ترجمہ :۔ اے نبی بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کے) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے) ڈرانے والے ہیں ...... ٥ (١٥٥) (الاحزاب)

مولوی تھانوی صاحب نے یہاں دونوں آیات میں اسم فاعل "شاہد" کا ترجمہ مضارع کی استقبالیہ کیفیت میں کیا ہے جو کسی صورت بھی مناسب نہیں۔ کیونکہ قرآن پاک کا سیاق وسباق ان مقام پر بالکل مختلف ہے۔ سورۃ احزاب میں "شاہد ومبشر" کے درمیان واؤ عاطفہ ہے اس کے باوجود مولوی صاحب اس کا ترجمہ استقبال میں کر رہے ہیں اور "مبشر" کا ترجمہ حاضر کے ساتھ اب اگر ان کا ترجمہ بالفرض صحیح مان لیا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت "شاہد" کے ساتھ ساتھ "مبشر" اور "نذیر" جیسی صفات کو بھی قیامت کے دن کے ساتھ مشروط تسلیم کرنا پڑے گا جب کہ قرآن کریم کے مطابق شہادت اور بشارت کا تعلق صرف جہان آخرت ہی سے نہیں ہے بلکہ اس جہان سے بھی ہے۔ دوسرا مجہول، لفظ "شاہد" کے ترجمہ میں یہ پایا جاتا ہے کہ آپ نے اس کا ترجمہ "گواہ" کیا ہے جس سے شاہد کی معنویت پوری طور پر سامنے نہیں آتی ہے کہ آپ کس طرح کے گواہ ہیں۔

عربی زبان کی مشہور لغت قاموس میں "شاہد" کے معنی اس طرح بیان ہوئے ہیں: "شاہد ای حاضر" "ومشاہدۃ جمع تجذب الی عین الیقین" و شاہد من اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم" وشاہد معناہ مالہ منظر واللسان۔ ١٥٦

١٥٥۔ مولوی اشرف علی تھانوی، "ترجمہ قرآن"، ص۔ ٧٨٤

١٥٦۔ السید محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی الحنفی "شرح القاموس المسمیٰ تاج العروس من جواہر القاموس" الجزء الثانی ص۔ ٣٩١/٣٩٢ بالمطبعۃ الخیر مصر ٦۔١٣٠ھ

یعنی شاہد اس گواہ کو کہتے ہیں جو حاضر ہو اور آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہو، اور شاہد وہی ہوتا ہے جو دیکھتے ہوئے منظر کو اپنی زبان سے بیان کر سکے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اسم ہے۔

اسی طرح امام راغب اصفہانی اپنی مفردات میں "شاہد" کے معنی بیان کرتے ہیں۔

"الشهود والشهادة - الحضور مع المشاهدة اما بالبصر او بالبصيرة وقد يقال للحضور مفرداً" (۱۵۷)

یعنی شہود اور شہادت کے معنی حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے ہیں کہ یہ شہادت بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور کبھی تنہا حاضری پر بھی شہادت کا اطلاق ہوتا ہے۔

علامہ نورالدین حلبی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"(يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا) والشاهد لابد ان يكون حاضرا للمشهود عليه وناظرا للمشهود اليه فعلم انه ملاء كل عالم وحاضر فى كل مكان" (۱۵۸)

۱۵۷ے علامہ حسین بن محمد بن مفضل بالراغب اصفہانی "المفردات فی غریب القرآن" ص۔ ۲۸۱ نور محمد کارخانہ تجارت

۱۵۸ے علامہ نورالدین حلبی "الیواقیت الجواہر" جلد دوم ص۔ ۱۴ مطبوعہ مصر

یعنی: شاہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ مشہود علیہ پر حاضر ہو اور مشہود الیہ کا ناظر ہو معلوم ہوا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا جہاں پُر ہے اور حضور ہر جگہ حاضر ہیں۔

علامہ زرقانی شاہد کے معانی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"واما الشاهد العالم او المطلع الحاضر"(۱۵۹)

شاہد کے معنی کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم پر مطلع اور حاضر ہیں۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں "لانه صلى الله عليه وسلم شهيد على امته وناظر لما عملوا"، (۱۶۰)

ترجمہ:۔ یہ اس کے لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر حاضر اور ان کے عمل پر ناظر ہیں۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی (المتوفی ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) جو تھانوی صاحب کے خاص تلامذہ میں ہیں اپنی تفسیر معارف القرآن میں لفظ شاہد کی تشریح فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"اور اُمّت پر شاہد ہونے کا ایک مفہوم عام یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کے سب افراد کے اچھے بُرے اعمال کی شہادت دیں گے اور یہ شہادت اسی بنا پر

---

۱۵۹ ۔ علامہ عبدالباقی زرقانی "زرقانی علی المواہب" جلد سوم ص ۔ ۱۲۷ مطبوعہ مصر

۱۶۰ ۔ ایضاً ایضاً ایضاً ص ۱۷۳ ایضاً

ہو گی کہ اُمت کے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر روز صبح شام اور بعض روایات میں ہفتہ میں ایک روز پیش ہوتے ہیں اور آپ اُمت کے ایک ایک فرد کو اس کے اعمال کے ذریعے پہچانتے ہیں اس لیے قیامت کے روز آپ اُمت کے شاہد بنائے جائیں گے۔" (۱۶۱)

خواجہ شہاب الدین سہروردی (المتوفی ۶۳۲ھ) شاہد کے یہ معنی بیان کرتے ہیں:۔

"یعنی جیسے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ظاہری و باطنی احوال پر واقف اور مطلع جانتا ہے یوں ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ظاہری و باطنی احوال پر مطلع اور حاضر جانے" (۱۶۲)

امام قسطلانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ بیان کرتے ہوئے "النقیب" کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں" **النقیب ھو شاھد القوم وناظرھم وضیمنھم**" (۱۶۳)

۱۶۱ے (الف) مولوی مفتی محمد شفیع "احکام القرآن" الجز ثالث ص ۔ ۱، ادارہ القرآن والعلوم اسلامیہ، کراچی ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

(ب) مولوی مفتی محمد شفیع "معارف القرآن" جلد ہفتم ص ۱۷۷، ادارہ المعارف کراچی ۱۹۸۵ء

۱۶۲ے خواجہ شہاب الدین سہروردی "عوارف المعارف" (مترجم علامہ شمس بریلوی) ص ۔ ۱۵۱، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۷ء

۱۶۳ے احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی "سیرت محمدیہ" (مترجم عبدالجبار خاں) جلد اوّل ص ۔ ۱۶۶ کارخانہ اسلامی کراچی

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک نقیب اسی بنا پر ہے کہ حضور اُمت کے لیے حاضر و ناظر ہونے کے ساتھ ساتھ ضامن بھی ہیں۔

ان تمام شواہد کے پیش نظر مولانا احمد رضا نے لفظ شاہد کا ترجمہ "حاضر و ناظر" (۱۶۴) ہی کیا ہے جس سے ان کی علمی بصیرت کی نشاندہی ہوتی ہے اور تمام کتب دینیہ پر ان کی بھرپور نظر کا اندازہ بھی ہوتا ہے اور محسوس یوں ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا ترجمہ کرتے ہوئے تمام تفسیری اقوال کا خلاصہ معنوی گہرائی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

مولوی تھانوی صاحب سے آیات کے تخاطب کو سمجھنے میں بھی کئی جگہ تسامح واقع ہوا ہے خاص کر ان آیات میں جن کے مخاطب کفار اور مشرکین ہیں۔ انہوں نے ان آیات کا مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو قرار دیا ہے جس سے مذہب میں ایک نئے رجحان کا اضافہ ہوا، ان کا مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ ۳۶ : (حٰمٓ السجدۃ)

ترجمہ:۔ اور اگر (ایسے وقت میں) آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آنے لگے تو (فوراً) اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجیے ٥ (۱۶۵) (حٰمٓ السجدۃ)

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے سورہ بقرہ میں لفظ "بَقَرَةٌ" کا

۱۶۴۔ مولانا احمد رضا قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص ۵۹۸، ۷۲۰، ۸۰۸

۱۶۵۔ مولوی اشرف علی تھانوی "ترجمہ قرآن"، ص۔ ۵۴۱ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

مونث کے صیغے کے بجائے مذکر کے صیغے میں کر کے خاصہ اچھوتے پن کا مظاہرہ کیا یہ جانتے ہوئے کہ بقرہ کے علاوہ اس کی صفات جو بیان ہوئیں وہ سب کی سب مونث ہی کے صیغے میں اللہ تعالیٰ بیان کر رہا ہے لیکن آپ کے قلم کی دھن مذکر ہی لکھتی رہی جو معنوی اعتبار کے ساتھ ساتھ لغوی اعتبار سے بالکل غلط ترجمہ ہے ہر کوئی بقرہ کا ترجمہ گائے کرتا ہے مگر آپ اس کو بیل ہی بتاتے ہیں آیئے قرآن کی آیت پہلے دیکھیے اور پڑھیے کہ اللہ تعالیٰ تو مونث کے صیغے میں گائے کی صفات بتا رہا ہے اور مولوی صاحب نہ جانے کن بنیاد پر اس کو بیل بتا کر خدا تعالیٰ کے کلام میں تبدیلی فرما رہے ہیں:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝

اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک بیل ذبح کرو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہم کو مسخرا

بناتے ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا نعوذ باللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں ٦٧ وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ درخواست کیجیے اپنے رب سے کہ ہم سے بیان کر دیں اس (بیل) کے کیا اوصاف ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو کہ نہ بالکل بوڑھا ہو نہ بہت بچہ ہو (بلکہ) پٹھا ہو دونوں کے وسط میں ہو اب (زیادہ حجت مت کیجیو بلکہ) کر ڈالو جو کچھ تم کو حکم ملا ہے ٦٨ کہنے لگے کہ (اچھا یہ بھی) درخواست کر دیجیے ہمارے لیے اپنے رب سے ہم سے یہ (بھی) بیان کر دیں کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک زرد رنگ کا بیل ہے۔ جس کا رنگ تیز زرد ہو کہ ناظرین کو فرحت بخش ہو ٦٩ کہنے لگے کہ (اب کی بار) ہماری خاطر اپنے رب سے دریافت کر دیجیے کہ ہم سے بیان کر دیں کہ اس کے اوصاف کیا کیا ہوں کیوں کہ ہم کو اس بیل میں (قدرے) اشتباہ ہے اور ہم ضرور ان شاء اللہ تعالیٰ (اب کی بار) ٹھیک سمجھ جائیں گے۔(١٦٦)

فاضل مترجم تھانوی صاحب نے قرآن حکیم کی آیات مقدسہ میں "بقرۃ" کے سلسلے میں بیان کی گئی ضمائر کا کوئی لحاظ نہیں رکھا اور تمام ضمیروں کو نظرانداز کرتے ہوئے لفظ "بیل" کی برابر تکرار کی ہے جیسا کہ آپ نے ترجمہ میں لکھا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ قرآن مجید کے جتنے ترجمے دستیاب ہیں ان میں لفظ بقرہ کا ترجمہ بیل یا تو شاہ رفیع الدین دہلوی

١٦٦ے مولوی اشرف علی تھانوی ترجمہ قرآن ص ٦-٧

نے فرمایا ہے یا پھر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے، تمام بقیہ ترجموں میں گائے ہی ترجمہ کیا گیا ہے۔ شاہ رفیع الدین دہلوی کے وقت میں آج سے ۲ دو سو سال قبل ممکن ہے کہ اس وقت بقرہ کا لفظ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہو یا لفظ گائے مروج نہ ہوا ہو مگر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے دور تک تو یہ لفظ بہت عام ہو چکا تھا اور ہر کوئی اُردو زبان میں بقرہ کے لیے لفظ گائے ہی استعمال کر رہا تھا۔

دوسری بات یہ کہ ان آیات میں ایک سے زیادہ مقامات پر بقرہ کے اوصاف مونث ضمائر کے ساتھ آئے ہیں مثلاً هِیَ، بِکْرٌ، اِنَّھَا، لَوْنُھَا وغیرہ یہ سب مونث کے لیے استعمال ہوتے ہیں پھر حیرت ہے کہ ان ضمائر مونث، متصل کے ہوتے ہوئے مولوی تھانوی صاحب نے بقرہ کو بیل کس طرح بنا دیا۔ یہ ان کے ترجمے میں کوئی انوکھی بات نہیں ہے وہ اکثر ترجمہ بالرائے ہی کرتے ہیں جیسے کہ پہلے مثالیں دی گئیں۔ آپ الفاظ کی قطعاً پروا نہیں کرتے اگر مزید اس قسم کے ترجمے سے مقامات پیش کروں تو طول کلام ہوگا۔ یہی حال آپ ان کی ان آیات کے ترجمے میں بھی دیکھیں گے جو انبیاء کی شان میں ہیں مگر انہوں نے وقار نبوّت کا قطعی خیال نہ رکھا بلکہ جیسا کہ حم السجدہ کی آیت کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ وہ کفار یا عام انسان سے آیت کا خطاب کا انداز بتا رہی ہے اس کو نبی پاک علیہ السّلام سے پیوست کر کے وقار نبوت کو پامال کیا۔ مولوی تھانوی صاحب نے سورہ بقرہ کی ان آیات میں یہ بھی خیال نہ کیا کہ یہ ہزاروں برس پہلے کا واقعہ ہے اپنی جانب سے قرآنی الفاظ کے معنی کیوں بدل رہے ہیں۔

باب پنجم

حیاتِ امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی

اور

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

(۱۳۳۰ھ)

حیات امام احمد رضا

امام احمد رضا خاں ابن مولنا مفتی محمد نقی علی خاں ابن مولنا محمد رضا علی خاں بن مولنا حافظ محمد کاظم علی خاں بن شاہ محمد اعظم خاں محمد سعادت یار خاں بن محمد سعید خاں قندہار کے موقر قبیلہ بڑہیچ سے تعلق رکھتے تھے اس لحاظ سے آپ افغانی النسل ہیں ۔(۱) آپ کی ولادت بروز ہفتہ ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (یوپی بھارت) کے محلہ ذخیرہ میں ہوئی۔ محمد نام رکھا گیا جب کہ جد امجد مولنا محمد رضا علی خاں نے احمد رضا تجویز کیا جو بہت مشہور ہوا (۲) ۔ تاریخی نام آپ نے خود "المختار" رکھا جس کے ۱۲۷۲ عدد بنتے ہیں جب کہ قرآن پاک سے آپ نے مندرجہ ذیل آیت شریفہ سے ۱۲۷۲ عدد تخریج فرمائے ۔(۳)

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ط

۱۲۷۲ ——— (المجادلۃ: ۲۲)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی روح کی طرف سے ان کی مدد کی۔ (کنزالایمان)

خاندانی حالات

آپ کے اجداد شاہان مغلیہ کے عہد میں لاہور آئے

---

۱ ۔ مولوی عبدالحئی لکھنوی "نزہتہ الخواطر" جلد ۸ ص ۳۸ مطبوعہ کراچی

۲ ۔ مولنا ظفرالدین بہاری "حیات اعلیحضرت" جلد اول ص ۱۱ مطبوعہ کراچی

۳ ۔ مولنا حسنین رضا خاں بریلوی "سیرت اعلیٰ حضرت" ص ۴۴ بزم قاسمی برکاتی کراچی

اور معزز عہدوں پر فائز ہوئے۔ لاہور کا شیش محل انہی کی جاگیر تھا، پھر وہاں سے دہلی آئے جہاں معزز عہدوں پر فائز ہوئے۔ محمد سعید اللہ خاں شش ہزاری عہدے پر فائز ہوئے اور شجاعت جنگ انہیں خطاب عطا ہوا۔ آپ کے صاحبزادے بریلی روہیلکھنڈ فتحیاب کرنے کے بعد جلد ہی انتقال فرما گئے اور ان کی اولاد میں محمد اعظم بریلی ہی میں قیام پذیر ہو گئے۔ آپ نے ترک دنیا کو ترجیح دی اور زہد میں مقام حاصل کیا۔ آپ کے صاحبزادے محمد کاظم علی خاں نے قرآن حفظ کیا تھا اور حافظ کے نام سے مشہور ہوئے۔ حافظ صاحب کافی زمانے تک بدایون شہر کے تحصیلدار بھی رہے۔ آپ کے صاحبزادگان میں مولانا مفتی محمد رضا علی خاں نے بہت شہرت پائی (۴)۔

مولانا محمّد رضا علی خاں

مولانا محمد رضا علی خاں ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ جملہ علوم وفنون کی تکمیل ۲۳ برس کی عمر میں مولانا خلیل الرحمٰن ولد عرفان رامپوری سے ٹونک میں ۱۲۴۷ھ میں مکمل کی۔ فقہ میں خاص مہارت حاصل کی اور اپنے خاندان میں "مسند رفتاء" کی بنا ڈالی جو آج چھٹی پشت میں بھی جاری ہے۔ آپ ہی نے اس خاندان میں تلوار کے ساتھ جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ نے انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں جہاد کا فتویٰ جاری کیا اور مجاہدین کی ہر امکانی مدد فرمائی۔ آپ نے جنرل بخت خان کے ساتھ مل کر بریلی میں انگریزوں کو شکست دی جس کے بعد خان بہادر کو بریلی

۴؎ مولانا ظفر الدین بہاری "حیات اعلیٰ حضرت" جلد اوّل ص ۔ ۔

کا حکمران مقرر کیا گیا۔ دوسری طرف انگریز نے اپنی شکست کے باعث مولنا رضا علی خان کے سر قلم کرنے کی بھاری رقم کا اعلان کیا جو اس وقت ۵۰۰ روپے مقرر کی گئی تھی (ف۱) جنرل ہڈسن نہ آپ کو قتل کرا سکا اور نہ ہی گرفتاری عمل میں آئی البتہ آپ کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں۔ آپ کا وصال ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء میں ہوا (۵)۔

مولوی عبدالحئی لکھنوی اپنی کتاب نزہتہ الخواطر میں آپ کی علمی حیثیت کو ہندوستان میں ان الفاظ میں سراہتے ہیں :۔

"مولانا محمد رضا علی خاں نے ۲۲ برس کی عمر میں علم منقولہ و معقولہ سے فراغت حاصل کی، اپنے ہم عصروں میں بہت ممتاز ہوئے اور علم فقہ میں بڑی مہارت حاصل کی"۔ (۶)

امام احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے جد امجد کی ولادت، ختم درس اور وصال سے متعلق جو تاریخی مادے تخریج فرمائے تھے یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

قلت فکیف نھتدی   قال رضا نا القمر ۱۲۲۴ھ (سن ولادت)

قلت ختام درسہ   قال اخار الدرر ۱۲۴۷ھ (سن فراغت)

ف۱ پروفیسر محمود حسین بریلوی استاد شعبہ عربی بریلی کالج نے بتایا کہ انہوں نے ان واقعات کو انڈین گزٹ میں بھی دیکھا ہے۔ مجید

۵۔ مولنا ظفر الدین بہاری "حیات اعلیٰ حضرت" جلد اول ص ۴

۶۔ مولوی عبدالحئی لکھنوی "نزہتہ الخواطر" جلد ۷ ص ۱۷۹

قلت فعام نقلہ   قال معجل اغر ۱۲۸۲ھ (سن وصال (۷)

مولانا محمد نقی علی خاں | امام احمد رضا کے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں قادری برکاتی ابن مولانا محمد رضا علی خاں بریلوی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تمام علوم نقلیہ وعقلیہ کی تعلیم اپنے والد ماجد ہی سے بریلی شریف میں حاصل کی۔ علوم متداولہ کے حصول کے بعد اپنے والد ملجد کی قائم کردہ "مسند افتا" کی ذمہ داری سنبھال لی۔ آپ ۴۰ سے زیادہ مختلف علوم وفنون پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے تصنیف کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کی طرف بھی پوری توجہ دی۔ آپ کا درس مشہور تھا۔ طلبا دور دور سے آپ کے پاس اکتساب علم کے لیے آتے۔ اس سلسلے کو آگے بڑھانے کے لیے آپ نے ایک مدرسہ "مصباح التہذیب" کے نام سے بریلی میں قائم کیا۔ تاریخ میں اس کا نام "مصباح العلوم" بھی ملتا ہے۔ (۸)

مولانا محمد نقی علی خاں نے ۱۲۹۴ھ امام احمد رضا خاں بریلوی کے ہمراہ مادہرہ شریف کے سجادہ نشین سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت کے ساتھ ساتھ جمیع سلاسل میں خلافت واجازت حاصل کی ساتھ ہی سند حدیث حاصل کی۔ اسی طرح ۱۲۹۵ھ میں حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں حضرت الشیخ السید احمد زین دحلان المکی (المتوفی ۱۲۹۹ھ/

۷؎ امام احمد رضا خاں بریلوی "مجیرہ معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم" ص ۲ سیتاپور انڈیا

۸؎ مرزا عبدالوحید بیگ "حیات مفتی اعظم ہند" ص ۳۴، ادارہ تحقیقات مفتی اعظم ہند بریلی ۱۴۱۱ھ

(۱۸۸۱ء) سے مکرر سند حدیث حاصل کی جس کا ذکر مولوی عبدالحئی لکھنوی نے بھی کیا ہے۔ (۹)

"الشیخ الفقیہ نقی علی خاں بن رضا علی خان بن
کاظم علی خاں بن اعظم شاہ بن سعادت یار خان
الافغانی البریلوی احد الفقہا الحنیفۃ اسند الحدیث
عن شیخ احمد زین دحلان المکی الشافعی"

مولانا نقی علی خاں اس جہاد کمیٹی کے فعال رکن تھے جو علمائے اہلسنت پر مشتمل کمیٹی اس وقت بنائی گئی تھی جب ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے وقت انگریز اقتدار کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے علمائے اہلسنت نے جہاد کا فتویٰ دیا تھا۔ اس کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے آپ کی ذمہ داری یہ تھی کہ انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے مجاہدین کو مناسب مقامات پر گھوڑے اور دیگر جنگی سامان پہنچاتے۔ کیونکہ آپ کے والد کا مکان گھوڑوں کا اصطبل اور حریت پسندوں کا لنگر خانہ تھا۔ (۱۰)

مولانا نقی علی خاں اس جہاد کے ساتھ ساتھ دشمنان دین اور گستاخان بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قلمی جہاد بھی قائم رکھا چنانچہ فتنہ "امکان نظیر" کو جڑ سے ختم کر دیا اور ساتھ ہی ایک مناظرہ دینی کا اعلان بنام تاریخ "اصلاح ذات بین" ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں شائع (۱۱) کر دیا۔ ان کے

۹۔ مولوی عبدالحئی لکھنوی "نزہتہ الخواطر" جلد ۷، ص ۵۹

۱۰۔ مرزا عبدالوحید بیگ "حیات مفتی اعظم ہند" ص ۲۷

۱۱۔ مولانا ظفرالدین بہاری "حیات اعلیٰ حضرت" ص ۷

علاوہ آپ سے ۲۵ کتابوں سے زائد قلمی شاہکار منسوب ہیں

(۱) تفسیر الم نشرح (مجلد) (۲) وسیلۃ النجاۃ (۳) سرور القلوب فی ذکر المحبوب (۴) جواہر البیان فی اسرار الارکان (۵) اصول الرشاد (۶) ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ (۷) اذقۃ الاثام (۸) ازالۃ الاوہام (۹) تزکیۃ الایقان فی رد تقویت الایمان (۱۰) فضل العلم والعلماء (۱۱) الکواکب الزہرا فی فضائل العلم وآداب العلما (۱۲) الروایۃ الرویہ فی الاخلاق النبویہ (۱۳) النقاۃ النقویہ فی الخصائص النبویہ (۱۴) لمعۃ النبراس (۱۵) التمکین فی تحقیق مسائل التزئین (۱۶) احسن الدعا لاداب الدعا (۱۷) خیر المخاطبہ فی المحاسبۃ والمراقبہ (۱۸) ہدایۃ المشارق (۱۹) ارشاد الاحباب (۲۰) اجمل الفکر فی مباحث الذکر (۲۱) عین المشاہدہ لحسن المجاہدہ (۲۲) تشوق الاولہ الی طرف محبۃ اللہ (۲۳) نہایۃ السعادہ (۲۴) اقوی الذریعہ الی تحقیق الطریقہ (۲۵) ترویح الارواح"[۱۲]

مولانا محمد نقی علی خاں کا وصال ۵۱ برس کی عمر میں ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) میں ہوا۔ امام احمد رضا خاں قادری جن کو تاریخی مادہ نکالنے میں انتہائی مہارت حاصل تھی اور فی البدیہہ تاریخی مادہ فرماتے تھے اپنے والد ماجد قدس اللہ سرہ العزیز کے وصال کے موقعہ پر کئی تاریخی مادہ نکالے تھے چند پیش کیے جا رہے ہیں: (۱۳)

خاتم اجلۃ الفقہا ۱۲۹۷ھ

۱۲۔ مولوی رحمٰن علی "تذکرہ علمائے ہند" ص ۲۴۴ - ۲۴۵

۱۳۔ امام احمد رضا خاں بریلوی "حدائق بخشش" حصہ سوم ص ۸۸ مطبوعہ بیلی بھیت انڈیا

وان موتۃ العالم موتۃ العالم	۱۲۹۷ھ
وکان نہایۃ جمع العظما	″
وان فقد تلك كلمۃ بہا یہتدی	″
وفاۃ عالم الاسلام ثمۃ فی جمع الانام	″
وامنحہ جنۃ اعدت للمتقین	″
وادخلی فی جنتی وعبادی	″
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واہلہ اجمعین	″
وان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ الوہاب	″

تعلیم وتربیت امام احمد رضا خاں بریلوی کی تعلیم وتربیت جدِ امجد مولٰنا محمد رضا علی خاں اور والد ماجد مولٰنا مفتی محمد نقی علی خاں بریلوی سمیت کئی علماء وفضلا نے فرمائی۔ چار سال کی عمر میں قرآن پاک کا ناظرہ ختم کرلیا۔ اس کے بعد درسی کتابوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ بچپن ہی سے بہت ذہین تھے اس لیے کئی غیر معمولی واقعات دوران تعلیم پیش آئے۔ آپ اپنی ابتدائی تعلیم کا خود ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتب پڑھتا تھا جب مجھے سبق پڑھادیا کرتے، ایک دو مرتبہ دیکھ کر کتاب بند کردیتا جب سبق سنتے تو حرف بحرف، لفظ بہ لفظ سنادیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر اساتذہ کرام سخت تعجب کرتے ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ احمد میاں یہ تو کہو کہ تم آدمی ہو یا جن کہ مجھ کو پڑھاتے دیر

لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی"۔ (۱۴)

جملہ علوم وفنون پر دسترس

امام احمد رضا خاں بریلوی نے ابتدائی کتب یعنی میزان منشعب وغیرہ بریلی ہی کے ایک استاد حضرت مولٰنا حکیم غلام قادر بیگ(ف)

۱۴؎ مولانا ظفر الدین بہاری "حیات اعلیٰ حضرت" جلد اوّل ص ۲۲

ف: مرزا غلام قادر بیگ فاروقی النسل ہیں۔ آپ کے اجداد میں خواجہ عبید اللہ احرار شامل ہیں جو ظہیر الدین بابر کی ہندوستان میں آمد کے بعد یہاں تشریف لائے۔ زوال مغلیہ کے بعد آپ کا خاندان لکھنؤ میں آباد ہو گیا جہاں کے اطبا بہت مشہور ہیں جو فاروقی النسل ہیں۔ آپ کے والد مرزا حکیم حسن جان بیگ بریلی میں آکر آباد ہو گئے۔ آپ اپنے گھر پر ہی طلبا کو طب کی مفت تعلیم دیا کرتے تھے جب کہ امام احمد رضا کو پڑھانے کے لیے ان کے گھر تشریف لے جاتے۔ آپ کے فرزند اکبر مرزا حکیم عبدالعزیز بیگ نے بریلی کے علاوہ ڈھاکہ، کلکتہ، اور برما میں مطب کھولے ہوئے تھے جہاں کبھی کبھی مرزا غلام قادر بیگ بھی تشریف لے جاتے۔ آپ کے دو ہی فرزند مرزا حکیم عبدالعزیز بیگ اور مرزا عبدالحمید بیگ تھے۔ مرزا عبدالحمید تو لاولد فوت ہوئے مگر عبدالعزیز کے ایک فرزند مرزا عبدالمجید ہوئے جو پھر لاولد فوت ہو گئے اس طرح آپ کی نسل ختم ہو گئی مگر مرزا غلام قادر بیگ کے بھائی مرزا مطیع اللہ بیگ کے پوتے آج بھی حیات ہیں ان میں سے ایک مولوی حکیم مرزا عبدالوحید بیگ ہیں جو بریلی میں مقیم ہیں اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے اہم رکن ہیں۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں:۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحہ کا حاشیہ

"ہم نسلاً مغل نہیں بلکہ مرزا اور بیگ کے خطابات اعزازی مغلیہ حکومت کے عطا کردہ ہیں۔ ہم سے بہتر ہماری نسل کے متعلق کوئی نہیں جانتا اور اس سلسلے میں کسی کو لب کشائی کا حق حاصل نہیں، ہمارے خاندان کا کوئی رشتہ "قادیانی کذب" سے نہیں ہے۔ مسلک وعقیدے کے اعتبار سے ہمارا سارا خاندان ملت اسلامیہ کے ساتھ ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو کذاب، مرتد اور بددین مانتے ہیں"۔ مزید لکھتے ہیں "قسم ہے وحدہٗ لاشریک کی کہ ہمارے خاندان کے کسی فرد کا رشتہ ناطہ کاذب مُرتد غلام احمد قادیانی سے جوڑے تو وہ خود کاذب ہے۔ ایسے کاذب پر اللہ تبارک وتعالیٰ، اس کے تمام انبیاء ورسل، ملائکہ اور صالح بندوں کی لعنت لعنت"

اپنے خاندان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہمارا سارا خاندان مسلکاً سنی اور حنفی ہے، میرے چھوٹے بڑے دادا مشرباً نقشبندی تھے، چھوٹے دادا کے دونوں فرزند بھی نقشبندی تھے ہمارا مرکز عقیدت دہلی کے حضرت شاہ غلام علی صاحب مجددی علیہ الرحمہ سے تھا میرے والد حکیم مرزا محمد جان بیگ، والدہ اور بھائی کو میرے چھوٹے دادا مرزا غلام قادر بیگ صاحب نے امام احمد رضا سے قادری سلسلے میں بیعت کرایا تھا اور میں خود مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی سے شرف بیعت رکھتا ہوں اس لیے ہمارے سارے خاندان کا مسلک اب وہی ہے جو مولانا احمد رضا بریلوی کا ہے۔ مزید معلومات فراہم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام احمد رضا اپنا ایک معروف رسالہ ۔ ۔ ۔ ۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

سے پڑھیں جبکہ اکثر علوم و فنون اپنے والد ماجد سے حاصل کئے چنانچہ آپ رقمطراز ہیں کہ:

۲۱. علوم و فنون وہ ہیں جو اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔

(۱) علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) فقہ جملہ مذاہب (۶) اصول فقہ (۷) جدل مہذب (۸) علم تفسیر (۹) علم العقائد و الکلام (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹) علم ہیئت (۲۰) علم حساب (۲۱) علم ہندسہ (۱۵)

ان علوم کی بھی اجازت دیتا ہوں جنھیں میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا پر نقاد علماء کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے۔

"تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" (۱۳۰۵ھ) مرزا غلام قادر بیگ کے استفتا کے جواب میں ہی لکھا تھا۔

نوٹ: خیال رہے کہ مولوی احسان الٰہی ظہیر (م) نے اپنی کتاب البریلویہ میں امام احمد رضا پر قادیانی اور شیعہ ہونے کا الزام لگایا تھا (البریلویہ ص ۴) (محررہ بنام مجید اللہ قادری)

۱۵ے امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البھیۃ" جلد دوم ص ۳۰۱ مطبوعہ لاہور

(۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) سیر (۲۸) اسماء الرجال (۲۹) تواریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب معہ جملہ فنون (۱۶)

آپ کو ان علوم کی بھی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے کسی افادہ بخش استاد سے حاصل نہیں کیے، نہ پڑھ کر نہ سن کر اور نہ ہی باہمی گفتگو سے گویا یہ علوم ایسے ہیں جن کی تعلیم صرف آسمانی فیض سے مجھے حاصل ہوئی۔

(۳۲) ارثماطیقی (۳۳) جبر ومقابلہ (۳۴) حساب (۳۵) لوغارثمات (۳۶) علم التوقیت (۳۷) مناظر ومرایا (۳۸) علم الاکرہ (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی (۴۱) مثلث مسطح (۴۲) ہیئت جدیدہ (۴۳) مربعات (۴۴) علم جفر (۴۵) زائرجہ۔ (۱۷)

مزید علوم کے بارے میں لکھا جن کی تعلیم بھی کسی استاد سے حاصل نہ کی۔

(۴۶) نظم عربی (۴۷) نظم فارسی (۴۸) نظم ہندی (۴۹) نثر عربی (۵۰) نثر ہندی (۵۱) نثر فارسی (۵۲) خط نسخ (۵۳) خط نستعلیق (۵۴) تلاوت معہ تجوید (۵۵) علم الفرائض۔ (۱۸)

"اللہ کی پناہ میں نے یہ باتیں فخر اور خواہ مخواہ کی خودستائی کے طور پر بیان نہیں کیں بلکہ منعم کریم کی عطا فرمودہ نعمت کا ذکر کیا ہے۔ میرا یہ دعویٰ بھی نہیں ہے کہ ان میں اور ان کے علاوہ دیگر حاصل کردہ فنون میں بہت بڑا ماہر

۱۶؎ ایضاً ص۔ ۳۰۳

۱۷؎ ایضاً ص۔ ۳۰۷

۱۸؎ ایضاً ص۔ ۳۱۵

ہوں" (۱۹)

امام احمد رضا جملہ علوم وفنون سے فراغت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور یہ واقعہ نصف شعبان ۱۲۸۶ھ کا ہے۔ اس وقت میں ۱۳ سال دس ماہ اور پانچ دن کا تھا۔ اسی روز مجھ پر نماز فرض ہوئی تھی اور میری طرف شرعی احکام متوجہ ہوئے تھے۔ اور یہ نیک فال ہے کہ بحمدہٖ تعالیٰ میری تاریخ فراغت کلمہ غفور (ف ا) ۱۲۸۶ھ اور "تعویذ" ہے۔ بخشنے والے رب سے امید کی جاتی ہے کہ وہ مجھے بخشے گا اور مکروہ سے بچا کر اپنی پناہ میں لے گا۔" (۲۰)

اسناد حدیث وفقہ امام احمد رضا نے ان علوم کے علاوہ اپنے والد سمیت

۱۹۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکہ البھیۃ" ص ۳۰۱ (مشمولہ رسائل الرضویہ جلد دوم ص ۲۱۵

۲۰۔ ایضاً ، ص ۔ ۳۰۹

ف : امام احمد رضا نے اپنے ایک نعتیہ شعر میں "غفور" جس سے آپ کی فراغت کے عدد بنتے ہیں اور لفظ "غفر" جو آپ کی پیدائش کے وقت آفتاب کی منزل ہے جو اہل نجوم کے نزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے، اس طرح استعمال کیا ہے ملاحظہ کیجیے:

نیا ہزار حشر جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے (حدائق بخشش)

جن محدثین وفقہا حضرات سے سند حدیث اور سند فقہ حاصل کی ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شاہ آل رسول مارہروی (المتوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء)
(۲) شیخ احمد بن زین دحلان مکی (المتوفی ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء)
(۳) شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی (المتوفی ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)
(۴) شیخ حسین بن صالح (المتوفی ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء)
(۵) شاہ ابوالحسن احمد النوری (المتوفی ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)۔ (۲۱)

صاحب نزہتہ الخواطر مولوی عبدالحئی لکھنوی نے بھی ان اسناد کا ذکر کیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں

"وأسند الحديث عن السيد أحمد زيني دحلان الشافعي المكي والشيخ عبدالرحمٰن سراج مفتي الاحناف بمكة والشيخ حسين بن صالح جمل الليل"۔(۲۲)

امام احمد رضا محدث بریلوی کو حدیث "مسلسل بالاولیت" کی سند شاہ آل رسول مارہروی کے واسطے سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی دونوں سے حاصل ہے تیسری مسلسل بالاولیت سند آپ کو حسین بن صالح جمال اللیل سے حاصل ہے (۲۳)

۲۱؎ امام احمد رضا خاں بریلوی "الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیۃ" ص ۲۰۵
۲۲؎ مولوی عبدالحئی لکھنوی "نزھتہ الخواطر" جلد ۸ ص ۳۸
۲۳؎ امام احمد رضا بریلوی "الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینہ ص ۲۴۷ (رسائل رضویہ جلد دوم)

ان اساتذہ کے علاوہ مولانا عبدالعلی رامپوری (م ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء) سے بھی شرح چغمنی کے چند اسباق پڑھے تھے۔ (ف ۱)

سند اجازت و خلافت امام احمد رضا خاں بریلوی اپنے والد ماجد مفتی محمد نقی علی خاں بریلوی اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی (المتوفی ۱۳۱۹ھ) کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول مارہروی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں باپ بیٹے دونوں بیعت ہوئے اور ساتھ ہی دونوں حضرات اس خانقاہ کے جملہ ۱۳ سلاسل میں خلافت و اجازت سے بھی اسی نشست میں نوازے گئے۔" (۲۴)

آپ کے پیرو مرشد نے ایک استفسار کا جواب دیتے ہوئے فوری اجازت و خلافت کی وجہ بیان فرمائی کہ

"میاں صاحب اور لوگ زنگ آلود میلا کچیلا دل لے کر آتے ہیں اس کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے مجاہدات طویلہ ریاضات شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے، یہ دونوں حضرات صاف ستھرا دل لے

ف ۱: مولانا عبدالعلی رامپوری مشہور عالم اور معروف ریاضی داں تھے اس کے ساتھ ساتھ حکمت اور منطق میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے (نزھۃ الخواطر جلد ۸ ص ۲۶۶) آپ نے دورہ حدیث شاہ محمد اسحاق دہلوی (المتوفی ۱۲۶۲ھ) نواسہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کیا اور طب کی تعلیم حکیم صادق علی دہلوی سے حاصل کی علوم حکمیہ سے خاص شغف تھا علامہ فضل حق خیرآبادی سے حاشیہ قدیمہ پڑھا۔

۲۴۔ مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی "تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ" ص ۲۹۹، مطبوعہ انڈیا

کہ ہمارے پاس آئے، ان کو صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی
اور وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہو گئی۔ (۲۵)

حضرت شاہ آل رسول مارہروی امام احمد رضا کے پیر و مرشد کا اسم گرامی ال رسول اور لقب خاتم الاکابر ہے آپ کے والد ماجد کا نام شاہ ال برکات لقب "ستھرے میاں" تھا۔ آپ ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ جملہ علوم و فنون شاہ عبدالمجید بدایونی، شاہ سلامت اللہ کشفی، مولنا الوار فرنگی علی حضرت مولنا عبدالواسع، حضرت مولنا شاہ نورالحق رزاقی لکھنوی سے حاصل کیے۔ سو آپ دورہ حدیث کے لیے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے درس میں شریک ہوئے صحاح ستہ کے دورے کے بعد سلاسل حدیث و طریقت کی سندیں عطا ہوئیں۔ آپ کو والد ماجد کے علاوہ حضرت شاہ ال احمد اچھے میاں (م ۱۲۳۵ھ) سے بھی تمام سلاسل میں خلافت و اجازت حاصل تھی۔ آپ کا وصال ۱۲۹۶ھ میں ہوا۔ آپ کے خلفاء میں کئی نامور علماء اور مشائخ شامل ہیں جن میں امام احمد رضا اور ان کے والد مفتی نقی علی خان اور ان کے علاوہ حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی، حضرت شاہ تجمل حسین قادری شاہجہان پوری اور حضرت ابوالحسن احمد نوری میاں مارہروی (المتوفی ۱۳۲۲ھ) نے بہت شہرت حاصل کی۔ (۲۶)

۲۵۔ مولنا عبدالمجتبیٰ رضوی "تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ" ص ۴۰۰

۲۶۔ ایضاً ص ۳۶۹-۳۷۶

حج بیت اللہ و زیارات حرمین شریفین

آپ پہلی بار ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں والد ماجد مولٰنا نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی کی معیت میں زیارت حرمین اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال تھی۔ دوسرا حج ۱۹۰۵ میں ادا کیا۔

عالم اسلام کے علمائے سے امام احمد رضا کی ملاقات

عالم اسلام میں امام احمد رضا خاں بریلوی کا تعارف ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں اس وقت ہوا جب وہ اپنے والد ماجد مولانا مفتی نقی علی خاں کے ہمراہ اپنے پہلے حج بیت اللہ کے لیے حرمین تشریف لے گئے اس موقعہ پر وہاں کے اکابر علماء کرام و مفتیان عظام سے ملاقاتیں کیں اور سندیں حاصل کیں جس کی تفصیل مولوی رحمان علی (المتوفی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) بن حکیم شیر علی (المتوفی ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء)[27] نے تذکرہ علمائے ہند میں پیش کی ہے جو انہوں نے ۱۳۰۵ھ - ۱۳۰۸ء کے درمیان مکمل کی: مولوی رحمان علی رقمطراز ہیں۔(۲۸)

"۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے وہاں کے اکابر علماء یعنی سید احمد زینی دحلان مفتی مسلک شافعیہ المتوفی (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) مصنف ....

۲۷ے مولوی رحمان علی "تذکرہ علمائے ہند" (مترجم ڈاکٹر ایوب قادری) ص۔ ۲۴۳ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی

"الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ" (ف۱) اور عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ المتوفی ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء سے حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔ ایک دن نماز مغرب مولانا بریلوی نے مقام ابراہیم علیہ السلام میں ادا کی نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمال اللیل (المتوفی ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) نے بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا:

"انّی اجد نور اللہ من ھذا الجبین"

بیشک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں۔ (۲۸)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا تمہارا نام "ضیاء الدین احمد" ہے۔

سند مذکورہ میں امام بخاری علیہ الرحمۃ تک گیارہ واسطے ہیں۔ مکہ

ف۱: حضرت الشیخ احمد بن زینی دحلان المکی نے "الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ" کتاب لکھی ہے جو ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے اور مکتبہ الحقیقیہ استانبول ترکی نے ۱۴۰۱ھ میں اس کو شائع کیا۔ یہ کتاب عقائد وہابیہ کے رد میں لکھی گئی ہے۔

۲۸۔ مولوی رحمان علی "تذکرہ علمائے ہند" ص ۹۹ مطبوعہ کراچی

معظمہ میں شیخ جمال اللیل موصوف کے ایماء سے "رسالہ جواہرہ المضیۃ" کی شرح، جو مناسک حج میں شافعی مذہب کے مطابق ہے، دو دن میں مکمل کی یہ رسالہ شیخ حسین بن صالح کی تصنیف ہے۔ آپ نے اس شرح کا نام "النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجواہرۃ المضیۃ" (ف۱) رکھا اور شیخ صالح سے تحسین حاصل کی۔" (۲۹)

پہلے سفر حج کے بعد علماء حرمین کے سامنے مولانا احمد رضا بریلوی کے بعض فتاویٰ پیش کیے گئے تو ان کے دلوں پر آپ کی فضیلت علمی اور تحقیق و استدلال کا سکہ بیٹھ گیا۔ علماء حرمین کے سامنے جب مولانا کا رسالہ "الحام السنتہ لاھل الفتنتہ" پیش کیا گیا جو علماء ندوہ کے رد میں ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء میں لکھا گیا تھا۔ علماء حرمین نے اس کو اپنی تصدیقات سے نوازا اور پھر ان تمام تصدیقات کو یکجا کر کے ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں بعنوان "فتاوی الحرمین بر جف ندوۃ المین" شائع کیا گیا۔ یہ تمام تفصیل عبدالحیٔ لکھنوی نے نزہتہ الخواطر میں قلمبند کی ہے۔ (۳۰)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی دوسری بار حج و زیارت حرمین کے لیے اپنے بڑے صاحبزادے مولانا مفتی حامد رضا خاں بریلوی کے ہمراہ جب ۱۳۲۳ھ

ف۱: امام احمد رضا خاں بریلوی کی یہ کتاب بعنوان "النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیہ معہ حواشی الطرۃ الرضیہ" مطبع انوار محمدی لکھنؤ ۱۳۰۸ء میں چھپ چکی ہے

۲۹۔ مولوی رحمٰن علی تذکرہ علمائے ہند"، ص ۹۹

۳۰۔ مولوی عبدالحیٔ لکھنوی "نزہتہ الخواطر"، الجزالثامن ص۔ ۳۹

۱۹۰۵ء میں تشریف لے گئے۔ (۳۱) تو وہاں علماء حرمین کی طرف سے غیر معمولی اعزاز و اکرام سے نوازا گیا اور علماء حجاز نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی (ف)، جس کا بھرپور اندازہ "حسام الحرمین" (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) "الدولۃ المکیۃ" (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء) اور کفل الفقیہ الفاہم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) وغیرہ کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ (۳۲)

صاحب نزہتہ الخواطر نے بھی سرزمین حجاز میں آپ کی تالیفات کی پذیرائی کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"وذکر علماء الحجاز فی بعض المسائل الفقهیة والکلامیة، وألف بعض الرسائل أثناء إقامته بالحرمین وأجاب عن بعض المسائل التی عرضت علی علماء الحرمین وأعجبوا بغزارة علمه وسعة

۳۱۔ مولانا مفتی مصطفےٰ رضا خاں بریلوی "ملفوظات"، مجدد مائتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ) حصہ دوم ص۔ ۱۲۱ حامد اینڈ کمپنی لاہور

ف: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (سابق ایڈیشنل سیکریٹری تعلیمات سندھ) نے امام احمد رضا اور علمائے حجاز کے تعلقات پر ایک مبسوط کتاب تالیف فرمائی ہے جس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ۴۰ سے زیادہ علماء و مشائخ کے خیالات قلمبند کیے ہیں یہ کتاب "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" ضیا القرآن نے ۱۹۸۸ میں شائع کی تھی۔ یہ کتاب ۲۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" ص۔ ۷۵، ضیا القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۰۸ھ

اطلاعه علی المتون الفقهیة والمسائل الخلا
نیة وسرعة تحریره وذکائه"۔ (۲۳)

ترجمہ:۔ "کئی بار حرمین شریفین اور علماء حجاز سے مسائل فقہ اور کلامیہ میں مذاکرہ ہوا حرمین شریفین کے قیام کے زمانے میں بعض اہم رسائل بھی لکھے اور علماء حرمین نے جو سوالات کیے ان کے جوابات بھی تحریر کیے۔ متون فقہ اور اختلافی مسائل پر ان کی ہمہ گیر معلومات، سرعت، تحریر اور ذہانت کو دیکھ کر سب کے سب حیران اور ششدر رہ گئے"۔
شیخ اسمٰعیل بن خلیل مفتی مکہ مکرمہ مولانا بریلوی کی مقبولیت کو بڑے موثر انداز میں بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"علماء اور طلبہ نے چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا تو کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے کوئی سوال کرتا اور کوئی قول صحیح دریافت کرنے کے لیے کوئی مسئلہ پیش کرتا اور کوئی اجازت مانگتا اور کوئی اشارہ کا انتظار کرتا، یہ ان کا حال ہے جب مکہ میں تھے"۔ (۲۴)

امام احمد رضا کی مدینہ منورہ میں جس طرح پذیرائی ہوئی اس کا

۲۳۔ مولوی عبدالحئی لکھنوی "نزھة الخواطر"، الجزء الثامن، ص۔ ۳۹

۲۴۔ مولانا حامد رضا خاں بریلوی "الفیوضات الملکیہ لمحب الدولة المکیة" (اردو ص۔ ۱۴، مطبوعہ کراچی

آنکھوں دیکھا حال مولانا عبدالکریم (ف۱) مہاجر مکی کی زبانی ملاحظہ کیجیے۔

"انی مقیم بالمدینۃ الامینۃ منذ سنین ویاتیہا من الہند الوف من العلمین فیہم علماء وصلحاء اتقیاء رأیتہم یدورون فی البلدۃ لایلتفت الیہم من اہلہ احد وأری العلماء والکبار العظماء الیہ مہرعین وبالاجلال مسرعین ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم" (۳۵)

ف۱: حضرت مولانا محمد کریم اللہ مہاجر المکی المدنی تلمیذ مولانا عبدالحق مہاجر الہ بادی نے امام احمد رضا کی تصنیف "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" پر عرب علما سے تقریظ لکھوانے میں بڑی سعی۔ ایک نقل آپ کے پاس ہمیشہ رہتی تھی اس سے مزید نقل کروا کر علما کو پیش کرتے اور پھر تقریظ آپ بریلی بھیج دیتے۔ (الملفوظ ص ۵۸) چنانچہ آپ نے علامہ الشیخ الیوسف النبہانی (المتوفی ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء) کو بیروت امام احمد رضا کی یہ کتاب بھجوائی۔ علامہ موصوف نے اس پر تقریظ بھی لکھی اور مولانا کریم اللہ کا ذکر بھی کیا۔ آپ کی یہ تقریظ اس وقت کے ملک شام سے نکلنے والے رسالے بنام "البیان" میں شائع بھی ہوئی تھی۔ اس کا عکس ادارہ تحقیقات امام احمد رضا میں محفوظ ہے اور یہ معارف رضا شمارہ ۱۴-۱۹۹۴ء میں شائع بھی ہوئی ہے۔ (مجید)

۳۵۔ مولانا حامد رضا خاں بریلوی "الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ" (مرتبہ) ص ۲۵ مکتبہ حامدیہ لاہور

ترجمہ: میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں، ہندوستان سے ہزاروں لوگ جن میں علماء صلحا بھی ہوتے آتے مگر میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں اور کوئی بھی مڑ کر ان کی طرف نہیں دیکھتا لیکن مولانا کی شان عجیب ہے یہاں کے علماء اور بزرگ سب ہی ان کی طرف جوق در جوق چلے آرہے ہیں اور ان کی تعظیم میں بصد تعجیل کوشاں ہیں یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ (۳۶)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شہرت اور عظمت کا اندازہ جو علمائے حجاز کے دلوں میں تھا اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الدولتہ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ" جب قیام مکہ مکرمہ کے دوران (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۷ء) تصنیف فرمائی (جو مخبر صادق علیہ السّلام کے علم غیب سے متعلق ہے)، تو علماء حرمین نے اس کی بے حد پذیرائی فرمائی اور وہاں کے ۷۷ جید علماء کرام نے اس پر تصدیقات و تقریظات بھی ثبت فرمائیں جو "الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولتہ المکیۃ"، اور "حسام الحرمین" میں شائع ہو چکی ہیں۔

یہ رسالہ دراصل قیام مکہ کے دوران ایک استفتاء کے جواب میں جو شریف مکہ کے توسل سے مولانا کو بھجوایا گیا تھا تحریر کیا گیا۔ یہ رسالہ کئی سو صفحات پر مشتمل ہے اور خصوصیت اس کی یہ ہے کہ یہ رسالہ عربی زبان میں

---

۳۶ ؎ مولانا حامد رضا خاں بریلوی "الاجازات المتینتہ لعلماء بکتہ والمدینہ" (ترجمہ اردو) ص۔ ۲۵۵

صرف ۸ گھنٹے کے دورانیہ میں دو نشستوں کے اندر بخار کی حالت میں بغیر کسی کتاب کی مدد کے اپنے بڑے صاحبزادے جو آپ کے جانشین ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے تلمیذ اور خلیفہ بھی ہیں یعنی مولانا مفتی حامد رضا خاں قادری بریلوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۲ء) کو املا کروا دیا۔ جب یہ رسالہ... "شریف مکہ" کے سامنے مستفیتین احمد فکیہ اور عبدالرحمٰن اسکوبی کی موجودگی میں پڑھا گیا جن کے ایما پر شریف مکہ شریف علی پاشا نے یہ استفتا مولانا کو بھجوایا تھا تو یہ افراد اور دیگر تمام علماء حیرت زدہ ہو گئے۔ اس وقت شریف مکہ پر ظاہر ہو گیا کہ امام احمد رضا ہی حق پر ہیں۔ (۲۷)

تصدیقات بر دولۃ المکیہ امام احمد رضا کی اس تصنیف لطیف پر عرب و عجم کے کثیر علما نے تقریظات لکھ کر اس کتاب کی تصدیق فرمائی، جس میں آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو اللہ تعالیٰ کا عطائی علم ثابت کیا یہاں چند عرب علماء کی تقریظات کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ان تمام تقریظات کے اصل عکس پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اپنی تالیف "امام احمد رضا اور عالم اسلام" میں شائع کیے ہیں۔

۲۷۔ مولنا مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری "الملفوظ" حصہ دوم ص۔ ۱۲۸ مطبوعہ لاہور

الشیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی (ف)، کتاب کے مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں۔

"اس سال ۱۳۲۱ھ میں مدینہ منورہ میں افاضل علماء خصوصاً سید عبدالباری بن سید امین رضوان نے خواہش ظاہر کی کہ میں علامہ امام احمد رضا خاں کی تصنیف "الدولة المکیه بالمادة الغیبة" پر تقریظ لکھوں ان سے قبل عالم باعمل شیخ فاضل شیخ کریم ہندی نے بیروت کے پتے پر مجھ سے خط و کتابت کی تھی، جب اس دفعہ سید عبدالباری نے کتاب میرے پاس بھیجی تو میں نے اس کو شروع سے آخر تک پڑھا اور تمام دینی کتابوں میں زیادہ نفع بخش اور مفید پایا، اس کی دلیلیں بڑی مستحکم ہیں جو ایک امام کبیر علامہ اکمل ہی کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے مصنف سے راضی رہے اور اپنی عنایتوں سے ان کو

ف : علامہ یوسف نبہانی ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء میں فلسطین میں پیدا ہوئے۔ الازہر ۱۲۸۹ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ ابراہیم سقا شافعی (المتوفی ۱۲۸۹ھ یگانہ روزگار تھے اور مرجع علماء شمار کیے جاتے تھے۔ علامہ نبہانی نے تحریر و تقریر دونوں میں ملکہ حاصل کیا آپ کی کثیر تصانیف آج بھی سرمایۂ افتخار ہیں آپ کی کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ بھی ہولہے مثلاً جواہر البحار، وسائل الاصول الی شمائل الرسول، افضل الصلوٰۃ علی سید السادات (فضائل درود) بہت عام ہیں آپ کا وصال ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں ہوا اور اپنے گاؤں اجزام میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

راضی کرے آمین۔ (۳۸)

(نوٹ: یہ تقریظ البیان رسالہ میں ۱۳۳۱ھ میں بھی شائع ہوئی ہے)

شیخ محمد آفندی الحکیم دمشق (شام)

"باغ و بہار، بے مثال کتاب "الدولتہ المکیہ" کے مطالعہ سے محظوظ ہوا میری معرفت میں اضافہ اور میرے قلب میں پختگی پیدا ہوئی۔ یہ کتاب مؤلف علامہ کے معارف نقلیہ و عقلیہ اور شریعت محمدیہ کے لیے ان کی غیرت پر گواہ ہے، اللہ تعالیٰ اسلام میں ان جیسے علماء بکثرت پیدا فرمائے جو ہدایت وارشاد کے لیے آفتاب بن کر چمکیں۔" (۳۹)

شیخ عبدالرحمٰن المدخنن۔ قاہرہ

"ماہ رمضان ۱۳۲۹ھ میں اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ہم زیارت قبر شریف سید الموجود صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ یہاں مدینہ منورہ کے بعض افاضل نے رسالہ ہذا "الدولتہ الکلیہ" کی خبر دی میری زندگی کی قسم! مصنف نے اس میں اختصار کے ساتھ کافی و وافی دلائل جمع کر دیے ہیں۔ تطویل سے کوئی فائدہ نہیں۔" (۴۰)

۳۸؎ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، "امام احمد رضا اور عالم اسلام"، ص ۱۷۷، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۳ء

۳۹؎ ایضاً ص ۱۸۰

۴۰؎ ایضاً ص ۱۹۲

چودھویں صدی کا مجدد | امام احمد رضا کی ایسی غیر معمولی صلاحیتوں کے پیش نظر معاصرین علمائے عرب و عجم نے ان کو چودھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا سب سے پہلے علمائے اہلسنت کے اجلاس پٹنہ منعقدہ ۱۶ - ۱۸ رجب المرجب (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) کے موقعہ پر جس میں ۵۰۰ سے زیادہ مشاہیر علمائے اہلسنت شرکت فرما رہے تھے، مولانا عبدالمقتدر بدایونی (المتوفی ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۵ء) نے مولانا احمد رضا کو " مجدد مائتہ حاضرۃ " کے لقب سے سرفراز کیا جس کو اجلاس کے تمام علماء نے بیک آواز منظور کر لیا۔ (۴۱) خیال رہے کہ اسی وقت مولانا احمد رضا کی عمر تقریباً ۴۴ سال تھی۔

امام احمد رضا خاں دوسری بار حج زیارت کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے تو (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) میں محافظ الکتب الحرم سید اسمٰعیل بن خلیل مکی نے مولانا احمد رضا کی مجددیت کی توثیق فرماتے ہوئے یہ الفاظ تحریر فرمائے:۔

"بل اقول لو قيل في حقه إنه مجدد هذا القرن لكان حقا وصدقا" (۴۲)

ترجمہ:۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا

۴۱؎ مولانا محمود احمد قادری "تذکرہ علمائے اہلسنت"، ص۔ ۱۵۵، انڈیا ۱۳۹۱ھ

۴۲؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین"، ص۔ ۵۱، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۳۹۵ھ

"مجدد" ہے تو البتہ حق و صحیح ہوگا۔ پھر ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں شیخ موسیٰ علی شامی ازہری احمدی نے "المجدد ہذہ الامۃ" (۴۲) کے لقب سے یاد کیا اور سنہ مذکور ہی میں شیخ ہدایت اللہ (ف) بن محمود بن

---

۴۲ ۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "الفیوضات المکیہ لمحب الدولۃ المکیہ"، ص ۔ ۶۴۲، المکتبہ کراچی ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء

ف : ۔ شیخ ہدایت اللہ بن محمود الحنفی المٹاروی السندی ۱۲۸۱ھ میں حیدر آباد سندھ کے گاؤں مٹاروی میں پیدا ہوئے۔ فقہ و حدیث کی کتب مولوی ولی محمد کاتیاری سے پڑھیں سند حدیث مدرسہ الصولتیہ مکہ مکرمہ میں الشیخ عبدالحق بن شاہ محمد الہ آبادی سے حاصل کی کئی حج کیے اور کئی کتابوں تحریر فرمائیں۔ شیخ ہدایت اللہ نے الدولۃ المکیہ پر ۸ صفحات پر مشتمل ۱۳۳۰ میں عربی زبان میں تقریظ لکھی تھی جو ڈاکٹر مسعود صاحب کی تالیف امام احمد رضا اور عالم اسلام میں پوری شائع ہوئی ہے اس کے ایک پیراگراف کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

"زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جامع الفضائل و الخصائص مولانا محمد کریم اللہ سے ملاقات ہوئی انھوں نے الدولۃ المکیہ کا ذکر کیا۔ میں عرصہ دراز سے اس کا مشتاق تھا یہ میری دیرینہ آرزو مولانائے مذکور سے پوری ہوئی۔ میں نے کتاب کا مطالعہ کیا اور محظوظ ہوا اور اس قدر مسرور ہوا کہ جس کے بیان سے زبان و قلم دونوں عاجز ہیں۔

(امام احمد رضا اور علمائے سندھ ص ۴۴ ۔ ۴۵) مؤلف ڈاکٹر مجید اللہ قادری

احمد سعید السندی المدنی نے "مجدد المائۃ الحاضرۃ (۴۴) تحریر فرمایا اور سید حسین بن سید عبدالقادر طرابلسی نے بھی" حامی الملۃ المحمدیۃ الطاہرۃ ومجدد المائۃ الحاضرۃ،، (۴۵) کی تصدیق فرمائی۔

درس و تدریس امام احمد رضا بریلوی فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصے باقاعدہ درس و تدریس میں مصروف رہے لیکن بعد میں ہمہ تن تصنیف و تالیف کی طرف مشغول ہو گئے۔ شروع میں آپ نے ایک مدرسہ" اشاعت العلوم،، کے نام سے ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ میں قائم کیا تھا بعد میں ایک مدرسہ دارالعلوم منظر اسلام کے نام سے ۱۳۲۲ھ/۴-۱۹۰ء میں قائم کیا (۴۶) جو آج بھی قائم اور دائم ہے۔ آپ نے کچھ عرصے اس مدرسہ میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا لیکن تصنیفی مشاغل کے باعث اس کی مکمل ذمہ داری اپنے بڑے صاحبزادے مولانا مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی کے سپرد کر دی چنانچہ ایک جگہ خود اپنی تدریسی خدمات سے متعلق لکھتے ہیں۔

"فقیر کا درس بحمدہٖ تعالیٰ تیرہ برس دس مہینے اور چار دن کی عمر میں

۴۴۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد" امام احمد رضا اور عالم اسلام"، ص۔ ۱۲۰، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

۴۵۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی" الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ،، ص۔ ۸۲، المکتبہ کراچی ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء

۴۶۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد" حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ص۔ ۱۱۸ مطبوعہ سیالکوٹ

ختم ہوا اس کے بعد چند سال طلبہ کو پڑھایا (۴۷)

تصنیفی خدمات

امام احمد رضا بریلوی نے تصنیف و تالیف کا آغاز دوران تعلیم ہی کر دیا تھا چنانچہ آپ رقمطراز ہیں :-

"میں نے جملہ علوم کی بڑی بڑی کتابوں پر حواشی بھی لکھے ہیں ، حاشیہ نویسی کا سلسلہ زمانۂ طالب علمی سے اب تک جاری ہے کیونکہ اس وقت سے میرا یہ دستور رہا کہ جب کوئی کتاب پڑھی اگر وہ میرے ملک میں ہے تو اس پر حواشی لکھ دیے ، اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو اعتراض لکھ دیا اور اگر مضمون پیچیدہ ہے تو اس کی پیچیدگی دور کر دی۔ حنفی اصول فقہ کی کتاب "مسلم الثبوت" پر "صحیح بخاری" کے نصف اول پر "صحیح مسلم" اور "جامع ترمذی" پر "رسالہ قطبیہ" پر "حاشیہ امور عامہ" پر اور "شمس بازغہ" پر اکثر حواشی اس وقت لکھے جبکہ طلبِ علم کے زمانہ میں اپنے سبق کے لیے مطالعہ کرتا تھا۔ علاوہ ازیں "تیسیر شرح جامع صغیر" پر "شرح چغمینی" اور "تصریح" پر "اقلیدس" کے تین رسالوں اور "الزیج الاجد" پر اور علامہ شامی العابدین کی "ردّ المحتار" پر بھی حواشی لکھے۔ ان سب میں پچھلی یعنی ردّ المختار کے حواشی سب سے زیادہ ہیں ، مجھے امید ہے کہ اگر انہیں کتاب سے الگ کر دیا جائے تو دو جلدوں سے بڑھ

---

۴۷ ۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "الکلمۃ الملہمہ" ص ۶ ، مطبوعہ ملتان

جائیں گے۔" (۴۸)

امام احمد رضا کی اس تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے ۱۲ برس سے بھی کم عمر میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا اور یہ تصنیف و تالیف کسی مضمون اور مقالہ کی شکل میں بھی نہیں ہے بلکہ حواشی کی صورت میں جب کہ مدرسین عموماً کتاب کو پڑھاتے پڑھاتے عمر کے آخری حصہ میں حواشی تحریر فرماتے ہیں، وہ امام موصوف نے زمانہ طالب علمی میں ہی لکھ ڈالے اور کتابیں بھی کوئی معمولی نہیں۔ حدیث و فقہ کی بنیادی کتابیں شامل ہیں اور پھر چغمینی جیسی کتاب پر آپ کا حاشیہ اس بات کا غماز ہے کہ امام موصوف کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کرم سے علم لدنی " سے نوازا تھا کیونکہ راقم کے علم میں یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ پچھلی صدیوں میں بھی کوئی ایسا طالب علم گزرا ہو کہ دوران تعلیم ہی اس نے ان بنیادی کتابوں پر مدلل حواشی لکھے ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم برصغیر میں یہ مقام کسی کو حاصل نہیں ہے کہ اتنی کم سنی میں کسی نے حاشیہ نولیسی کی ہو۔

فتویٰ نویسی

امام احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی تعلیمی فراغت والے دن ہی رضاعت کے مسئلہ پر ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں اپنے والد ماجد کی نگرانی میں فتویٰ نولیسی کا آغاز کیا، سات سال کے بعد ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء سے کلی طور پر فتویٰ

۴۸۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینہ" (بشمول رسائل رضویہ حصہ دوم ص ۲۰۹)

نولیسی کے فرائض انجام دینے لگے۔ (۴۹) امام احمد رضا اپنے ایک مکتوب بنام مولانا ظفر الدین بہاری (محررہ ۷ شعبان ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء) میں فتویٰ نولیسی کی خدمات سے متعلق لکھتے ہیں :۔

"بحمد اللہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، اگر سات دن اور زندگی بالخیر رہے تو اس شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہو جائیں گے اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے۔" (۵۰)

امام احمد رضا بریلوی کو فتویٰ نولیسی کی خدمت ورثہ میں ملی جس کی بنیاد آپ کے جدامجد حضرت مولانا مفتی محمد رضا علی خاں بریلوی نے غالباً ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء میں رکھی تھی۔ امام احمد رضا اپنے خاندان کی فتویٰ نولیسی سے متعلق رقمطراز ہیں :۔

"میں آباؤ اجداد سے علوم دین کا خادم ہوں۔ ۸۷ سال سے میرے یہاں سے فتویٰ جاری ہو رہا ہے تمام ہندوستان اور کشمیر اور برما سے مسائل کے سوالات آتے ہیں۔ ابھی چین سے چودہ مسئلے دریافت کیے گئے ہیں چنانچہ مرسلہ چین داخل کرتا ہوں۔"

---

۴۹ ۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد "حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی" ص ۔ ۱۲۰ مطبوعہ سیالکوٹ

۵۰ ۔ مولانا ظفر الدین بہاری حیات اعلیٰ حضرت ص ۔ ۲۸۰

۵۱ ۔ امام احمد رضا خاں بریلوی "اظہار الحق الجلی" ص ۸ بزم فیضان رضا دارالعلوم محبوب سبحانی بمبئی ۱۹۸۶ء

امام احمد رضا نے ان خیالات کا اظہار ایک بند کمیشن کے سامنے ۱۷ جون ۱۹۰۲ء کو جج بہادر شہر آرہ کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کیا، یہ مقدمہ غالباً "حسام الحرمین" کی اشاعت کے بعد ہوا کیونکہ اس مقدمہ کی سماعت میں جج نے زیادہ تر سوالات ہندوستان میں موجود دیگر فرقوں شلاً اہلحدیث، وہابی، دیوبندی، نیچری سے متعلق کیے ہیں۔ اس مقدمہ کی بند کمیشن کی کارروائی "اظہار الحق الجلی" کے نام سے حال ہی میں بمبئی انڈیا سے شائع ہوئی ہے جس پر مولنا غلام ربانی اعظمی شیخ الحدیث دار العلوم محبوب سبحانی بمبئی اور حضرت مولنا مفتی محمد اختر رضا خاں قادری بریلوی کی تقریظات شامل ہیں۔

فتویٰ نویسی میں دوسرا بنیادی ماخذ حدیث نبوی ہوتا ہے اور ایک اچھے اور مستند مفتی کو احادیث کی زیادہ سے زیادہ کتابوں پر دسترس ہونا ضروری ہے چنانچہ امام احمد رضا اسی مقدمہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ فقیر کے مطالعہ میں ۵۰ سے زائد کتب حدیث رہی ہیں:

"سوال نمبر ۶" آپ نے حدیث شریف کی کتابوں میں کون کون کتابیں درس کی ہیں؟

جواب: مسند امام اعظم، موطا امام محمد، کتاب الآثار امام محمد، کتاب الخراج امام ابو یوسف، کتاب الحج امام محمد، شرح معانی الآثار امام طحاوی، موطا امام مالک، مسند امام شافعی، مسند امام احمد، سنن دارمی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، خصائص نسائی منتقی ابن الجار، ذو علل متناہیہ، مشکوٰۃ، جامع کبیر، جامع صغیر،

ذیل جامع الصغیر، منتقی ابن تیمیہ، بلوغ المرام، عمل الیوم واللیہ ابن السنی، کتاب الترغیب خصائص کبری، کتاب الفرج بعد الشدۃ، کتاب الاسماء والصفات وغیرہ پچاس سے زائد کتب حدیث میرے درس وتدریس اور مطالعہ میں رہی ہیں۔" (۵۲)

امام احمد رضا خاں بریلوی کے جد امجد نے ۱۲۴۶/۱۸۳۰ء (ف) میں جس مسند افتائی بنیاد ڈالی تھی امام احمد رضا کے بعد بھی ان کی چوتھی پشت یعنی مفتی سبحان رضا خاں قادری بریلوی ابن مفتی ریحان رضا خاں قادری بریلوی (م ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء) ابن مفتی ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی (م ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء) ابن مفتی حامد رضا خاں قادری بریلوی (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۲ء) سے جاری وساری ہے۔ اس طرح اس خانوادے سے مسلسل پونے دو سو سال سے فتویٰ نویسی کا سلسلہ جاری ہے جو میں

---

۵۲ - امام احمد رضا خاں بریلوی "اظہار الحق الجلی" ص

ف: اس مسند کی ایک اور شہادت امام احمد رضا کے فتاویٰ کی جلد سوم سے حاصل ہوئی آپ ۱۳۳۷ھ کے ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

"بحمد اللہ تعالیٰ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتویٰ جاری ہوئے اکانوے (۹۱) برس اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے بعونہ تعالیٰ اکاون برس ہونے کو آئے۔ اس نو (۹) کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھ گئے۔ بارہ مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاویٰ کے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا نہ لیا جائے گا۔ ما اسئلکم علیہ من اجران اجری الا علی رب العلمین۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۲۳۰)

سمجھتا ہوں کہ برصغیر پاک و ہند میں کوئی بھی خانقاہ اور خانوادہ ایسا نہیں ہوگا
جہاں اتنے طویل عرصے دین کا اتنا اہم فریضہ انجام دیا جا رہا ہو ان فتاویٰ کے
علاوہ امام احمد رضا بریلوی کے چھوٹے فرزند مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمد مصطفےٰ
رضا خاں (المتوفی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) کے مسلسل ۸۰ سال علیحدہ فتویٰ نویسی میں گزرے
اس لحاظ سے اس بریلوی خانوادے نے ایک بہت بڑا ذخیرہ فتاویٰ کا یادگار
چھوڑا ہے جو تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ بریلی کا دارالافتاء آج بھی پاک و
ہند میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ مفتی محمد سبحان رضا خاں بریلوی کے ساتھ
ساتھ ان کے عم مفتی محمد اختر رضا خاں قادری بریلوی الازہری بھی مرکزی....
دارالافتا بریلی سے فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ | امام احمد رضا خاں بریلوی نے
۱۲۸۶ھ تا ۱۳۴۰ھ تک مسلسل ۵۵ برس فتویٰ نویسی فرمائی جس کے دوران یقیناً
ہزارہا فتوے لکھے۔ آپ کے مجموعہ فتاویٰ جو ۱۲ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہیں اور تمام
شائع بھی ہو چکی ہیں "فتاویٰ رضویہ" کے نام سے مشہور ہیں مگر آپ نے ان...
فتاویٰ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت کی مناسبت سے ۱۲،
جلدوں میں تقسیم فرمایا اور اس کو حضور صلی اللہ کی ہی عطا سمجھتے ہوئے
نام بھی "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ"(ف) تجویز فرمایا۔ اس سلسلے میں

ف: امام احمد رضا خاں بریلوی نے فتاویٰ رضویہ کی جلد اول میں مقدمہ کے طور پر ایک
عربی زبان میں خطبہ بھی تحریر فرمایا ہے جو حجازی سائز کے ۴ صفحات پر مشتمل

آپ رقمطراز ہیں :۔

"اور میں نے اس کا نام "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ"
رکھا، اللہ اسے اپنی رضا کا وسیلہ بنائے اور دونوں جہاں میں
مجھے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع پہنچائے۔" (۵۳)

بقیہ ف: ہے۔ یہ خطبہ فقہ یا فتاویٰ پر لکھے جانے والے تمام مقدمات اور خطبات سے کئی جہت سے انفرادیت کا حامل ہے۔ سب سے بڑی انفرادیت یہ ہے کہ خطبہ کے شروع میں جہاں عموماً مصنف حضرات حمد و نعت اور منقبت تحریر کرتے ہیں، آپ نے بھی یہ ہی کیا ہے لیکن انفرادی پہلو یہ ہے کہ حمد و نعت اور منقبت کے لیے جن لفظوں کا چناؤ کیا ہے وہ سب کے سب فقہ کی کتابوں یا مصنفین کے نام ہیں اور یہ تعداد ۹۰ کے لگ بھگ ہے۔ اس پہلو کو اکثر محققین نے سراہا ہے اور اعلیٰ حضرت کی فہم و ذکا پر زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے مگر سب سے اہم کام دور حاضر کے بزرگ ادیب شہیر علامہ شمس بریلوی صاحب کا ہے جنہوں نے مثنوی کی بحر میں ان کتابوں کے عنوان سے ۹ نعتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تحریر فرمائی ہیں اور ہر نعت کو ۲۵ ۔ ۲۰ اشعار میں قلمبند کیا ہے، جو آفتاب افکار رضا کے نام سے جلد شائع ہو کر منظر عام پر آ جائے گی۔ تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں کسی مصنف نے کسی کتاب پر بھی اس نوعیت کا خط تحریر نہیں کیا جس میں خطبہ کے لیے اس موضوع کی مناسبت سے کتابوں یا مصنفین کے ناموں پر مشتمل خطبہ تحریر کیا ہو۔

۵۳۔ امام احمد رضا خاں بریلوی "فتاویٰ رضویہ"، جلد اول مقدمہ (خطبہ) ص ۴ مکتبہ رضویہ کراچی

امام احمد رضا خاں بریلوی کی ان ۱۲ مجلدات میں ۶۰۰۰ سے زیادہ استفتا دریافت کیے گئے ہیں ان میں سے ۱۵۰۰ استفتا تو صرف علمار کرام نے بھیجے۔ علمار ومشائخ کے علاوہ کثیر تعداد میں وکلا، جج صاحبان، پروفیسرز اور دانشور حضرات نے بھی استفتا بھیجے۔ یہ استفتا صرف ہندوستان ہی کے ہر کونے اور خطّے سے نہیں آئے بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک سے مثلاً پاکستان کے چاروں صوبوں سے، کشمیر، برما، بھوٹان، نیپال، سیلون، چین، افغانستان، عراق، عرب، افریقہ، پرتگال جیسے دور دراز علاقوں سے بھی استفتا بریلی پہنچتے تھے۔

امام احمد رضا نے اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں فتویٰ نویسی فرمائی بلکہ اردو اور فارسی زبانوں میں چند استفتا منظوم آئے تو آپ نے منظوم ہی جواب بھی مرحمت فرمایا ہے اس طرح ۵ انواع کے ساتھ فتاوی میں فتوے دیکھے جا سکتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ایک انفرادیت دیگر فتاوی کے مقابلے میں یہ ہے کہ اکثر آپ کی ابحاث فتوے کی بجائے رسالہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے اس لحاظ سے فتاویٰ رضویہ میں ہزاروں فتووں کے ساتھ ساتھ کثیر تعداد میں عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ۱۲۰ سے زیادہ رسائل بھی ہیں۔

امام احمد رضا کی فقہیہ بصیرت اور خدمات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے (ف۲)

ف۲: سب سے اہم کام امام احمد رضا کی فقہی خدمات پر ڈاکٹر حسن رضا اعظمی کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو انہوں نے پٹنہ یونیورسٹی بہار انڈیا میں پیش کیا تھا یہ مقالہ انڈیا پاکستان سے ”فقیہہ اسلام“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے یہ مقالہ

یہاں صرف مولوی عبد الحئی لکھنوی کے خیالات نزہتہ الخواطر سے نقل کر رہا ہوں ملاحظہ کیجیے:

یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی وجزئیات، یشھد بذلک مجموعہ فتاوٰی وکتابہ "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم"، الذی ألفہ فی مکۃ سنۃ ۱۳۲۴ھ"(۵۴)

یعنی فقہ حنفیہ اور اس کی جزئیات پر جو آگاہی آپ کو حاصل تھی اس کی نظیر آپ کے زمانے میں ملنا ناممکن ہے آپ اس وصف میں "وحید عصر" تھے۔ آپ کا مجموعہ فتاوٰی اور خاص کر کفل الفقیہ جسے آپ نے مکہ مکرمہ میں مرتب کیا اس بات پر گواہ ہیں۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کے فتاوٰی رضویہ کو اکثر محققین نے فقہی انسائیکلو پیڈیا قرار دیا ہے چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صدر نشین شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی رقمطراز ہیں:۔

بقیہ ف۲: امام احمد رضا پر لکھا جانے والا پہلا PH-D کا مقالہ ہے اور اب تک امام احمد رضا پر ۳ انڈیا سے، ایک امریکہ سے اور دو پاکستان سے PH-D کے مقالے لکھ کر ڈگری حاصل کی جا چکی ہے اور مزید ۲۰ سے زیادہ اسکالرز امام احمد رضا پر PH-D کے مقالات مختلف جہت پر دنیا کی مختلف جامعات میں لکھ رہے ہیں۔

۵۴۔ مولوی عبد الحئی لکھنوی، نزہتہ الخواطر، جلد ۸ ص ۳۹ مطبوعہ کراچی

"فتاوی رضویہ کی جو مجلدات رضا فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہیں وہ میری نظر سے گزری ہیں۔ جہد و تعاون کا سلسلہ جاری رہا تو امام احمد رضا بریلوی کا یہ عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا بہت جلد مکمل طور پر منظر عام پر آجائے گا۔ میری رائے میں امام اہلسنّت کی خدمت اقدس روحانی میں اس سے بہتر اور کوئی خراج عقیدت پیش نہیں کیا جاسکتا۔" (۵۵)

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب آگے چل کر فتاویٰ رضویہ کی علمی وسعتوں کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"فکری صلاحیتیں دو چیزوں کی محتاج ہوتی ہیں، ان میں ایک خدا داد عبقریت اور دوسرے علم ادیان کے ساتھ علم الابدان یعنی سائنسی علوم کا ماہر ہونا۔ (وہ علم ادیان یعنی شرعی علوم اور علم الابدان یعنی سائنسی علوم پر یکساں عبور رکھتے تھے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی تھے) امام احمد رضا بریلوی میں یہ دونوں صلاحیتیں تمام و کمال موجود ہیں بلکہ وہ ہر زمان و مکان کے فقیہہ ہیں، ....
وہ جدید زندگی کے مسائل کو اسلامی فقہ کی روشنی میں اس طرح حل کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، فتاوی رضویہ اس دعویٰ پر شاہد و عادل ہیں، تمام فصول اور ابواب میں وہ فقہی مسائل کو

---

۵۵ ؎ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر "فتاویٰ رضویہ کا فقہی مقام" بشمول معارف رضا شمارہ ۱۴، ۸۳، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ۱۹۹۴

عصر حاضر کی زبان میں حل کرتے ہیں۔ ان کے تمام فتاویٰ عقلی و نقلی استدلال پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ شریعت نہ صرف یہ کہ عقل کے خلاف نہیں بلکہ عقل کے لیے نشو و نما کا سامان بھی کرتی ہے۔" (۵۶)

امام احمد رضا کا فقہ کے میدان میں جو مقام و مرتبہ تھا اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے مستفتیان میں ان کے ہم عصر جید علماء و محدثین و مفسرین و محققین اور ممتاز وکلا اور جج صاحبان بھی شامل ہیں چند اہم ترین نام درج کر رہا ہوں ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ الشیخ عبداللہ میرداد امام مسجد مکہ معظمہ ۲۔ الشیخ حامد احمد جداوی استاد عبداللہ میرداد مکہ معظمہ
۳۔ الشیخ اسمٰعیل خلیل مکی حافظ کتب الحرم مکہ معظمہ ۴۔ مولانا وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیت انڈیا
۵۔ مولانا محمد رکن الدین الوری نقشبندی الور انڈیا ۶۔ مولانا مفتی سراج احمد خانپوری (بہاولپور ریاست)
۷۔ علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی انڈیا ۸۔ پروفیسر سید سلیمان اشرف علی گڑھ یونیورسٹی، انڈیا
۹۔ پروفیسر حاکم علی نقشبندی اسلامیہ کالج لاہور ۱۰۔ پروفیسر ڈاکٹر ضیاالدین وائس چانسلر علیگڑھ یونیورسٹی

۵۶؎ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر "فتاویٰ رضویہ کا فقہی مقام"، ص ۔ ۸۵

ف: راقم نے ریاست بہاولپور سے تعلق رکھنے والے علماء مشائخ اور جج صاحبان جنھوں نے اپنے مسائل کے حل کیلئے امام احمد رضا کی طرف رجوع کیا اس حوالے سے ایک مقالہ "امام احمد رضا اور علمائے ریاست بہاولپور" کے نام سے قلمبند کیا ہے جس میں ۱۰ مفتیان کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں اہم ترین استفتاء جج محمد دین کا ہے جنہوں نے وراثت کے ایک انتہائی پیچیدہ مسئلہ کا حل معلوم کیا ہے جو فتاویٰ کی ۱۱ ویں جلد میں تفصیل سے دیکھا جاسکتا ہے یہ مقالہ معارف رضا کے شمارہ ۱۵، ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا ہے (مجید)

۱۱۔ مولانا محمد حکیم نعیم الدین مرادآبادی ۱۲۔ مولانا مفتی حکیم محمد امجد علی اعظمی
۱۳۔ علامہ حافظ عبداللہ قادری بھرچونڈی شریف سکھر ف۲
۱۴۔ حافظ شاہ غلام رسول قادری سولجر بازار کراچی
۱۵۔ مولانا عبدالکریم درس کراچی، ۱۶۔ جج محمد دین چیف کورٹ بہاولپور
۱۷۔ مولانا عبداللہ ٹونکی لاہور، ۱۸۔ قاضی عبدالوحید پٹنہ عظیم آباد
۱۹۔ علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، ۲۰۔ مرزا غلام قادر بیگ (استاد امام احمد رضا)

تصانیف امام احمد رضا امام احمد رضا کثیرۃ التصانیف مصنف ہیں ایک محتاط اندازے کے مطابق ۷۰ (۵۷) سے زیادہ علوم و فنون پر ایک ہزار (۵۸) یا کم و

ف۲: راقم نے ایک کتاب بعنوان "امام احمد رضا اور علمائے سندھ" کے نام سے ترتیب دی ہے جس میں سندھ بشمول کراچی سے تعلق رکھنے والے ۱۳ علماء و مشائخ کا تذکرہ لکھا ہے اس میں اہم استفسار مولانا عبداللہ قادری بھرچونڈی شریف کا ہے جس میں آپ نے سندھ کے دارالحرب ہونے کے سلسلے میں فتویٰ طلب کیا ہے۔ جس کا جواب نفی میں دیا گیا۔

(مجید)

۵۷ ے مجید اللہ قادری "قرآن، سائنس اور امام احمد رضا" ص ۱۴، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا ۱۹۸۹ کراچی

۵۸ ے مفتی محمد اعجاز ولی "ضمیمہ المعتقد المنتقد" ص ۲۶۶ مکتبہ حامدیہ، لاہور ۱۳۹۵ھ

بیش قلمی شاہکار عربی، اُردو اور فارسی زبان میں یادگار چھوڑے ہیں۔ برصغیر پاک و
ہند میں آپ کے ہم پلہ تاریخ میں کوئی دوسرا مصنف نہیں گزرا ہے۔ علوم عقلیہ
ونقلیہ کے تمام عنوانات پر آپ کی تصنیفات، تالیفات رسالے، فتوے یا مقالے
کی شکل میں موجود ہیں۔ حاشیہ نگاری کے آپ بادشاہ نظر آتے ہیں، شاعری بھی
بے تاج بادشاہ دکھائی دیتے ہیں۔ قرآن کے ترجمے کے علاوہ آپ کی تحریر
میں تفسیری نکات پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں میں انتہائی اختصار کے ساتھ ان کی
علمی کاوشوں کی نشاندہی کروں گا تاکہ آپ تبحر علمی اور قدیم وجدید علوم پر دسترس
سے آشنائی ہو۔

علوم نقلیہ امام احمد رضا خاں بریلوی قلم کے ایسے بادشاہ تھے کہ فرائض
منصبی کے بعد تمام وقت تصنیف و تالیف میں گزرتا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علوم
نقلیہ یا عقلیہ کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس پر امام موصوف کا کوئی نہ کوئی رسالہ
موجود نہ ہو، آپ نے علوم عقلیہ یعنی قرآن، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول
فقہ، تفسیر، عقائد، کلام، تصوف، سیر، اسماء الرجال، صرف، نحو، ادب وغیرہ
پر سینکڑوں رسائل، کتب، مقالے، فتاویٰ اور حواشی یادگار چھوڑے ہیں، ان
میں سے چند کا ذکر یہاں قلمبند کیا جا رہا ہے سب سے پہلے تفسیری حواشی کی
تفصیل ملاحظہ کیجیے:۔

۱۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی (۲) حاشیہ تفسیر خازن (۳)، حاشیہ الدر المنثور
۴۔ حاشیہ عنایت القاضی (۵) حاشیہ معالم التنزیل (۶) حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن (۵۹)

۵۹ ۔ ڈاکٹر حسن رضا اعظمی "فقیہ اسلام"، ص۔ ۱۹۴

اسی طرح کتب احادیث پر بھی ۳۲ سے زیادہ حواشی تحریر فرمائے ہیں چند نام درج کیے جارہے ہیں مثلاً

حواشی صحاح ستہ، مسند امام اعظم، عمدۃ القاری، ترغیب وترہیب، کنز العمال، سنن دارمی، اشعۃ اللمعات، مرقاۃ المفاتیح، شرح موضوعات الکبیر، شرح معانی الآثار وغیرہا (۶۰)

امام احمد رضا نے اسانید حدیث، اصول حدیث، اسماء الرجال، جرح و تعدیل، شرح حدیث اور لغت پر بھی ۲۵ سے زیادہ کتابیں اور حواشی تحریر فرمائے ہیں جن میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں :۔

حاشیہ فتح المغیث، الاجازۃ المتینۃ لعلماء مکۃ المدینۃ، مدارج طبقات الحدیث، الھاد الکاف فی حکم الضعاف، الفضل الموہبی فی معانی اذاصح الحدیث فھو مذہبی، حاشیہ تقریب التہذیب، حاشیہ الاسما الصفات، حاشیہ تذکرۃ الحفاظ، حاشیہ کشف الاحوال فی نقد الرجال، النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب، الروض البہیج فی آداب التخریج، حاشیہ بحار الانوار، الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ وغیرہا۔ (۶۱)

مولانا کی تصانیف عقائد وکلام پر بھی کثرت سے پائی جاتی ہیں اور اب تک کی تحقیق کے مطابق ۱۲۰ سے بھی زیادہ کتب تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے عقائد وکلام کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں سے چند کے نام ملاحظہ کیجیے۔

---

۶۰ ؎ ڈاکٹر حسن رضا اعظمی ”فقیہ اسلام“، ص ۱۹۴ ۔ ۱۹۶

۶۱ ؎ ایضاً ص ۔ ۱۹۶ ۔ ۱۹۸

المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد، حاشیہ خیال علی شرح العقائد، ارحتہ العیب بسیف الغیب، تمہید ایمان بآیات القرآن، حیات الموات فی بیان سماع الاموات دوام العیش فی الائمۃ من قریش، خالص الاعتقاد، الکوکب الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیہ، ثلج الصدر لایمان القدر، العقائد الکلام، حاشیہ تحفہ اثنائے عشریہ وغیرہ ۔ (۶۲)

امام احمد رضا علوم فقہ میں یگانہ روزگار تھے۔ فقہ حنفی کی پاک و ہند میں جو آپ نے خدمت انجام دی ہے یہ اس کا ثمرہ ہے کہ آج بھی پاک و ہند میں اسی آب و تاب سے فقہ حنفی نمایاں ہے اور غالب مسلم اکثریت کا اس پر عمل آج بھی جاری و ساری ہے جس طرح پانچویں صدی ہجری میں اس سرزمین پر اس کا اجرا ہوا تھا۔ (۶۳) قرون سابقہ میں ہزاروں فقہا کرام نے دین کی خدمت انجام دیتے ہوئے کئی یادگار فقہی مجموعے فتاویٰ کی صورت میں چھوڑے ہیں مثلاً التفرید فی الفروع (مؤلف سلطان محمود غزنوی) (۶۴) اس کے علاوہ فتاوی تاتارخانیہ، حمادیہ، قاضی خاں، بزازیہ، خیریہ، نقرویہ، ہندیہ، حامدیہ (۶۵)

---

۶۲ ۔ ڈاکٹر حسن رضا اعظمی ۔ فقہ السلام ص ۱۹۸ ۔ ۲۰۴

۶۳ ۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد "فتاویٰ مظہری"، مقدمہ، ص ۔ ۵۵/۵۴ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۶۹ء

۶۴ ۔ ایضاً ایضاً

۶۵ ۔ شمس الحسن شمس بریلوی "فتاویٰ رضویہ کا فقہی مقام"، بحوالہ معارف رضا شمارہ ۱۹۸۶ء ص ۔ ۵۷/۲۵

امام احمد رضا نے حقیقتاً اپنے علم کا جوہر فقہ، اصول فقہ اور فقہی مسائل پر مشتمل کتب میں پیش کیا ہے اگرچہ وہ علم کے کسی بھی میدان میں کمزور نہیں مگر فقہ ان کا اپنا پسندیدہ موضوع ہے جس میں ۲۵۰ سے زیادہ کتب و رسائل تحریر فرمائے ہیں اُن میں سب سے زیادہ مبسوط، مدلل اور ضخیم مجموعہ فتاویٰ "العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ" معروف بہ "فتاویٰ رضویۃ" ہے جو ۱۲ مجلدات پر مشتمل ہے دورِ حاضر کے عظیم مفکر شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال امام احمد رضا کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ رائے قائم کرتے ہیں:۔

"ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا..... میں نے ان کے فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے کہ مولانا جو ایک دفعہ رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت ہی غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔" (٦٦)

امام احمد رضا خاں کی فقہی تحقیقات کا جائزہ لینے کے بعد مکہ مکرمہ کے ممتاز عالم دین حافظ الحدیث مفتی حرم مکہ شیخ سید اسمٰعیل بن خلیل فرماتے ہیں:۔

"واللہ اقول والحق اقول انہ لو رأھا ابوحنیفۃ النعمان لاقرت عینہ ولجعل مؤلفھا من جملۃ اصحابہ۔" (٦٧)

٦٦ے عبدالنبی کوکب "مقالات یوم رضا" حصہ سوم ص۔ ۱۰۱ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۷۱ء

٦٧ے امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ" ص۔ ۲۵۹

ترجمہ :۔ قسم بخدا میں بالکل سچ کہتا ہوں۔ اگر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور آپ کو اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے۔

ڈاکٹر حسن رضا اعظمی، جنہوں نے پٹنہ یونیورسٹی میں اپنا پی۔ ایچ۔ڈی کا مقالہ بعنوان "العطایا الرضویہ فی المسائل الشرعیۃ" معروف بہ "فقیہ اسلام" زیر نگرانی ڈاکٹر اطہر شیر ۱۹۷۹ء میں پیش کیا، مولانا احمد رضا کی فقاہت کا اپنے مقالے کے آخر میں یوں تجزیہ پیش کرتے ہیں :۔

"اعلیٰ حضرت قواعد و اصول و فروع احکام میں امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد تھے اور تقلیدی شان کے ساتھ ہی منصب اجتہاد فی المسائل و اجتہاد فی المذہب کی پوری اہلیت رکھتے تھے۔ آپ کے معاصرین بھی آپ کے تبحر علمی اور ملکۂ استخراج پر اعتماد کرتے تھے۔ بلاشبہ آپ نے فقہ حنفی کے لیے بہترین مواد اور عظیم تر سرمایہ چھوڑا ہے۔ (۶۸)

اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق چیئرمین و سابق وفاقی وزیر مذہبی امور جناب کوثر نیازی صاحب (المتوفی ۱۹۹۴)، نے فتاویٰ رضویہ کے مطالعے کے بعد جو ریمارکس دیتے ہیں وہ قابل توجہ ہیں جس کا اظہار انہوں نے امام احمد رضا کانفرنس میں کیا تھا جو اسلام آباد میں ۱۹۹۲ میں منعقد کی گئی تھی۔ ان کے کلمات ملاحظہ کیجیے :۔

۶۸۔ ڈاکٹر حسن رضا اعظمی "فقیہ اسلام" ص ۴۶۴

"فقہ حنفیہ میں ہندوستان میں دو کتابیں مستند ترین ہیں ان میں سے ایک "فتاویٰ عالمگیریہ" ہے جو دراصل چالیس علماء کی مشترکہ خدمت ہے جنہوں نے فقہ حنفیہ کا ایک جامع مجموعہ ترتیب دیا۔ دوسرا "فتاویٰ رضویہ"، جس کی انفرادیت یہ ہے کہ جو کام ۴۰ علما نے مل کر انجام دیا وہ اس مرد مجاہد نے تنہا کر کے دکھا دیا اور یہ مجموعہ فتاویٰ رضویہ عالمگیریہ سے زیادہ جامع ہے اور میں نے جو آپ کو "امام ابوحنیفہ ثانی"، کہا ہے وہ صرف محبت میں یا عقیدت میں نہیں کہا ہے بلکہ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ اس دور کے "ابوحنیفہ ہیں"

آپ کے فتاویٰ میں مختلف علوم وفنون پر جو بحث کی گئی ہیں ان کو پڑھ کر بڑے بڑے علماء کی عقل دنگ رہ جاتی ہے کاش کہ اعلیٰ حضرت کی حیات اس دور کو میسر آجاتی تاکہ آجکل کے پیچیدہ مسائل حل ہو سکتے کیونکہ آپ کی تحقیق حتمی ہوتی ہے اس کے آگے مزید گنجائش نہ ہوتی" (۶۹)

مولانا کوثر نیازی نے امام احمد رضا کے علوم فنون کا تذکرہ کرتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا ملاحظہ کیجیے:۔

"قرطاس وقلم سے میرا تعلق دو چار سال کی بات نہیں، نصف صدی کی بات ہے۔ اس دوران وقت کے بڑے بڑے اہل علم وقلم مشائخ

۶۹۔ مولانا کوثر نیازی "امام العلماء امام ابوحنیفہ ثانی"، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۴ء ص۔ ۵ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

وعلما کی صحبت میں بیٹھ کر استفادہ کرنے کا موقعہ ملا اور ان کے درس میں شریک رہا اور اپنی بساط کے مطابق فیض حاصل کرتا رہا، زندگی میں شاید اتنی روٹیاں نہیں کھائی ہیں جتنی کثیر تعداد میں کتابیں پڑھی ہیں۔ میری اپنی ذاتی لائبریری میں ۱۰ ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں وہ سب مطالعہ سے گزری ہیں۔ اس سب مطالعہ کے دوران امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی کتب نظر سے نہیں گزری تھیں اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ علم کا خزانہ پالیا ہے، علم کا سمندر پار کر لیا ہے اور علم کی ہر جہت تک رسائی حاصل کر لی ہے مگر جب امام اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کیں اور ان کے علم کے دروازے پر دستک دی اور فیض یاب ہوا تو اپنی جہل کا احساس اور اعتراف ہوا یوں لگا کہ ابھی تو میں علم کے سمندر کے کنارے کھڑا صرف سیپیاں چن رہا تھا۔ "علم کا سمندر"، تو امام احمد رضا کی ذات ہے۔ امام کی تصانیف کا جتنا مطالعہ کرتا جاتا ہوں عقل اتنی ہی حیران ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ امام احمد رضا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہیں جسے اللہ نے اتنا وسیع علم دے کر دنیا میں بھیجا کہ علم کی کوئی جہت ایسی نہیں جس پر امام کو مکمل دسترس حاصل نہ ہو اور اس پر کوئی تصنیف نہ لکھی ہو۔ آپ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے صحیح جانشین تھے، جس سے ایک عالم فیض یاب

ہوا"(۷۰)

امام احمد رضا نے دیگر علوم و فنون کے مقابل علم فقہ پر کثیر تصانیف اور حواشی یادگار چھوڑے ہیں جن کی تعداد ۳۰۰ سو سے بھی زیادہ ہے یہاں چند کتابوں کے نام فتاویٰ رضویہ کے علاوہ قلمبند کیے جارہے ہیں ملاحظہ کیجیے: (۷۱)

اُردو:۔ فتاویٰ افریقہ، احکام شریعت (۴ حصے)، عرفان شریعت (۳ حصے)، عطایا القدیر فی حکم التصویر، جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور، طرف اثبات الھلال، ہدایۃ الجنان باحکام رمضان

عربی:۔ اجلی الاعلام فی ان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام، کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم، فتح الملیک فی حکم التملیک، ھادی الاضحیہ بالشاۃ الھندیہ، معدل الزلال فی اثبات الھلال۔

فارسی: الحجۃ الفائحۃ بطیب التعین والفاتحہ، رویت ھلال رمضان، حاشیہ فتح المعین تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب، الجواہر الثمین فی علل نازلۃ الیمین

حواشی عربی:۔ درر الاحکام، بزازیہ، اصلاح شرح القیاس فتاویٰ عالمگیریہ، خانیہ، سراجیہ، خیریہ، حدیثیہ

۷۰ے مولانا کوثر نیازی "امام العلماء امام ابوحنیفہ ثانی"، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۴ص ۴۹ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

۷۱ے ڈاکٹر حسن رضا اعظمی "فقیہ اسلام"، ص ۴۶۵-۴۷۹

غیاثیہ، اصلاح شرح ایضاح ۔ بدائع الصنائع، البحرالرائق، جوہرہ نیرہ، خلاصۃ الفتویٰ، رسائل شامی، فتح القدیر، طحطاوی علی الدرالمختار جدالممتار علی ردالمختار، مسلم الثبوت،

حاشیہ نگاری حاشیہ اگرچہ شرح کی طرح ہر سطر پر تحریر نہیں کیا جاتا ہے لیکن شرح سے زیادہ مشکل فن ہوتا ہے۔ حاشیہ نگاری میں محشی اپنے نقطہ نظر سے جس جملہ، کلیہ یا لفظ کو تصریح و توضیح کے لیے ضروری سمجھا ہے اس کو حاشیہ کے لیے انتخاب کرتا ہے۔ کہیں ماتن سے اختلاف کرتا ہے اور کہیں معنی کی وضاحت، اختلاف کو وہ ماتن کے معاصرین اور ماتن کے پیشرو کے حوالے سے مستدل و مبرہن کرتا ہے۔ کبھی خود ہی اختلاف پر دلیل پیش کرتا ہے۔ ان تمام مراحل سے گزرنے کے لیے ضروری ہے کہ محشی کی نگاہ ان تمام کتابوں تک پہنچتی ہو جن کو وہ اس تعقب میں بطور استدلال پیش کر سکتا ہو۔ کتب حدیث اور کتب فقہ پر حاشیہ نگاری بنسبت اور علوم و فنون کے ایک بڑا مشکل کام ہے کہ ہر دو موضوعات پر ہزاروں کتابیں تصنیف و تالیف کی گئی ہیں بالخصوص علم فقہ پر کتابوں کی تعداد کا احاطہ کرنا ہی مشکل مرحلہ ہے۔ اصل متون کی صدہا شرحیں اور پھر ان شرحوں پر بے شمار اصحاب علم و فکر کے اقوال بطور تائید یا تعریض موجود ہیں۔ محشی کے مطالعہ سے جب تک یہ کتابیں نہ گزری ہوں نہ وہ حوالہ دے سکتا ہے نہ اپنے قول یا اپنے اعتراض کی تائید میں کسی حوالے کو پیش کر سکتا ہے۔ غرض یہ کہ محشی کے لیے وسعت مطالعہ، قوت استخراج و استدلال

جودتِ فکر و ذہن تبحر علمی اور کمال فن ایسے لوازم ضروری ہیں کہ ان کے بغیر وہ حاشیہ نگاری کے مشکل ترین راستہ پر قدم نہیں اٹھا سکتا۔

حاشیہ تعلیقات یا شرح نہیں ہوتا اس لیے مختصر سے مختصر الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان ہی مختصر الفاظ میں محشی اکثر مقامات پر ماتن کو راہ صواب دکھاتا ہے اور اس کی غلطی سے آگاہ کرتا ہے۔ اس جگہ محشی کا تبحر علمی ماتن سے بمراحل آگے بڑھ جاتا ہے۔

امام احمد رضا نے فن حاشیہ نگاری میں اپنے تبحر علمی کا جو مظاہرہ کیا ہے اس کو پڑھ کر اہل علم دنگ رہ جاتے ہیں اور یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ آپ کا مطالعہ انتہائی وسیع ہے بلکہ آپ کو علم لدنی بھی حاصل ہے آپ نے ایک دو نہیں سینکڑوں کتابوں پر عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں حاشیے تحریر فرمائے ہیں۔ سب سے زیادہ حواشی آپ نے فقہ کی کتب اور فتاویٰ پر تحریر کیے ہیں اس کے علاوہ علوم عقلیہ کے بھی کئی موضوعات پر آپ کے حواشی موجود ہیں جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ یہاں امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری پر علامہ شمس الحسن شمس بریلوی (ستارۂ امتیاز) کا نقطہ نظر پیش کر رہا ہوں جو انہوں نے "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" کے عنوان سے دو جلدوں پر مشتمل اپنی تالیف میں پیش کیا ہے ملاحظہ کیجیے :۔

"مختلف الموضوعات کتب پر ان کے گراں مایہ حواشی پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دنیائے علم و فضل کو معلوم ہو جائے کہ آفتاب علم و فضل حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ضیائیں کس درجہ عالم افروز ہیں اور کس طرح تاریک گوشوں کو روشن کیا ہے اور نکتہ

ہائے فقہ اور اصول فقہ کو کس طرح روشن فرمایا ہے اور آپ کے تبحر علمی نے کیسی کیسی نکتہ آفرینیاں مختلف علوم میں فرمائی ہیں اور اکابر محدثین و فقہ کے متون کی کس طرح تنقیح اور توضیح کی ہے اور آپ کی فکر رسا نے کن اچھوتے نکات کو منقح کیا ہے اور آپ کی نگاہ علمی نے کیسی کیسی گراں مایہ کتب کا جائزہ لیا ہے۔ حدیث، فقہ، اصول حدیث، اصول فقہ، ان کی شروح اور ان کے حواشی تک آپ کی دسترس تھی۔ بارہ سو سال تک کی مدت میں جو کتب علوم اسلامیہ تصنیف ہوئیں، خواہ وہ علوم عقلیہ سے ہوں یا علوم نقلیہ سے، کتب تاریخ ہوں یا کتب طبقات، کتب جدل و خلاف ہوں یا کتب حکمت و منطق ہوں ہر ایک پر آپ کی نظر اس قدر گہری تھی کہ محسوس ہوتا تھا جیسے یہ کتاب آپ کے مطالعہ میں عرصہ تک رہی ہو۔ آپ اپنے حواشی میں جب ماتن کا تعاقب کرتے ہیں یا راہ صواب دکھاتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ آپ کا تبحر علمی حقیقت میں ایک بحر ناپیدا کنار تھا۔ (۷۲)

---

۷۲ ۔ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، جلد دوم ص ۵۹ ۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۶ء

نوٹ :۔ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے جس میں سے ۱۴ حواشی جلد اول میں ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئے اور ۱۰ حواشی ۱۹۸۶ء میں شائع کیے گئے جس میں علامہ شمس صاحب نے حاشیہ نگاری پر مبسوط مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔

علامہ شمس بریلوی صاحب ایک اور مقام پر امام احمد رضا کی اس فن حاشیہ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"امام احمد رضا نے جب اس راہ میں قدم رکھا تو باوجودیکہ ان اسلاف ذوی الاحترام کے لوازم اعزاز و احترام قدم قدم پر انہوں نے پورے کیے ہیں لیکن جہاں بات حق گوئی و حق نگاری کی آپڑی ہے وہاں انہوں نے اس کے بیان کرنے میں کوئی جھجک پیدا نہیں ہونے دی لیکن جو کچھ کہا ہے اس میں ادب کو ملحوظ رکھا ہے اور اس طرح کہا ہے کہ اپنے اختلاف کو فاضلین فن کے اقوال سے اور اس فن کی کتب کے حوالوں سے مبرھن کیا ہے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ حضرت رضا نے حاشیہ نگاری میں صرف اعتراضات کو اپنا نصب العین بنا لیا ہے۔ جی ایسا نہیں ہے۔ آپ حاشیہ نگاری میں کہیں قول ماتن کی تصریح فرماتے ہیں جہاں قول ماتن کو شواہد و دلائل سے مستحکم و مبرھن کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو اس کے مطابق دلائل پیش کرتے ہیں۔ تعاقب صرف اس جگہ فرماتے ہیں جہاں ماتن نے خطا کی ہے اور آپ اس کی نشاندہی اکثر لفظ "صواب" سے فرماتے ہیں تاکہ ادب کی قدروں میں فرق نہ آئے"۔ (۷۳)

علوم عقلیہ | امام احمد رضا فقہ، حدیث اور تفسیر کے ساتھ ساتھ علم ہیئت و

---

۷۳ ۔ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری"، جلد دوم ص ۔ ۵۷
ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۴ء

نجوم، فلکیات، علم تکسیر، فلسفہ، علم جفر، علم توقیت، علم ارضیات، حیوانیات، اقتصادیات، معاشیات، معدنیات، حجریات، اخلاقیات وغیرہا جیسے علوم پر بھی مکمل دسترس رکھتے تھے اور تقریباً ہر علم پر آپ کی کوئی نہ کوئی تصنیف یا فتویٰ موجود ہے جو آپ کے تبحر علمی کا مظہر ہے۔ ان علوم وفنون پر بھی آپ نے سو سے زیادہ رسائل تحریر کیے ہیں یہاں چند نام درج کیے جا رہے ہیں۔ (۴۷)

علم طبیعیات PHYSICS فوز مبین در رد حرکت زمین، الکلمۃ الملہمۃ، طلوع وغروب کواکب وقمر، قانون رویت اہلہ، حاشیہ اصول طبعی، حاشیہ تصریح، حاشیہ شرح چغمینی، حاشیہ کتاب الصور، حاشیہ طیب النفس۔

علم ریاضی، ہندسہ، جبر ومقابلہ، لوگارثم جدول الریاضی، حاشیہ اقلیدس، اعالی العطایا فی الاضلاع والزوایا، حاشیہ خزانۃ العلم، رسالہ در علم لوگارثم، رسالہ جبر ومقابلہ، حاشیہ اصول ہندسہ، الاشکال الاقلیدس، المعنی المجلی للمغنی والظلی۔

علم تکسیر، جفر، توقیت، نجوم، زیجات مجتلی العروس، الجدول الرضویہ للمسائل الجفریہ، حاشیہ برجندی، تسہیل التعدیل، حاشیہ زیج بہادر خانی، حاشیہ جامع الافکار، کتاب الرشماء طیقی، رسالہ علم مثلث

۴۷؎ مجید اللہ قادری، "قرآن، سائنس اور امام احمد رضا"، ص۔ ۱۸۔ ۲۳

دوسرا ایڈیشن الختار پبلی کیشنز کراچی ۱۹۹۴ء

علم فلکیات، الجبرا، علم نور، علم صوت

استخراج تقویمات کواکب، رسالہ العاد القمر، حاشیہ حدائق النجوم، الجفر الجامع، النور والنورق لاسفار الماء المطلق، البیان شافیا لفونوغرافیا، الکشف شافیہ فی حکم فوتوغرافیا۔

علم ارضیات، معدنیات، معاشیات، سیاسیات

المطر السعید علی بنت جنس الصعید، حسن التعمہ للبیان در الیتمہ، المنی والدرر لمن عمد آردر، تدبیر فلاح نجات واصلاح، حاشیہ مقدمہ ابن خلدون۔

امام احمد رضا کو سائنسی علوم پر بھی اتنی ہی دسترس تھی جتنی دینی علوم پر، چنانچہ آپ کے سامنے منقولات یا معقولات کا کوئی بھی پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ آتا آپ فی الفور اور فی البدیہہ اس کا جواب تحریر فرما دیتے۔ دوسرے حج کے موقعہ پر آپ سے چند مسائل میں رجوع کیا گیا، ایک مسئلہ کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب سے تھا اور دوسرے کا تعلق علم اقتصادیات یا معاشیات سے تھا۔ کہ کاغذ کے نوٹ سے لین دین جائز ہے یا حرام۔ آپ نے دونوں سوالوں کا جواب بغیر کسی کتاب کی مدد کے عربی زبان میں چند گھنٹوں میں تحریر فرما دیا ایک کا نام لکھا "الدولة المكية بالمادة الغيبية"، اور دوسرے کا نام تجویز کیا کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم"، آپ کی دونوں تصانیف معرکتہ الآراء تسلیم کی جاتی ہیں خاص کر آج کے معاشی معاملات میں کفل الفقیہ سے بینکار حضرات برابر استفادہ کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا نے علم ہیئت میں بھی ایک بڑا مقام حاصل کیا ہے اور آپ

نے نیوٹن، آئن اسٹائن جیسے سائنسدانوں کا تعاقب کیا ہے اور خاص کر زمین کی حرکت کی رد میں آپ نے مشہور زمانہ رسالہ فوز مبین در رد حرکت زمین لکھ کر تہلکہ مچا دیا ہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان سائنسدانوں نے اس کی پذیرائی نہیں کی ورنہ اسلام کا موقوف زمین کی حرکت سے متعلق آج عام ہوتا، یہاں میں آپ کے سائنسی موضوعات میں سے صرف ۲ موضوع پر نہایت اختصار سے روشنی ڈالنا چاہوں گا، ایک کا تعلق علم طب سے ہے اور دوسرے کا تعلق میرے اپنے شعبہ علم یعنی ارضیات تجربات سے ہے۔

امام احمد رضا کے علم طب کے سلسلے میں دور حاضر کے ممتاز حکیم. دانشور، ادیب، اور جامع ہمدرد مدینۃ الحکمت کے چانسلر جناب حکیم محمد سعید صاحب رقمطراز ہیں:۔

"مولانا کی شخصیت بہت جامع تھی، وہ اپنے تفقہ اور علم و اطلاع کی وسعت کے اعتبار سے علمائے متاخرین میں اپنا ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت اس لیے نہیں کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہا میں نظر آتی ہیں۔ (۷۵)

آگے چل کر امام احمد رضا کی علمی پہلو کو یوں اجاگر کرتے ہیں۔

---

۷۵ ۔ حکیم محمد سعید "امام احمد رضا کی طبی بصیرت"، معارف رضا جلد نہم اص۔۹۹ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا

"فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں
تک پہنچنے کے لیے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے
ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت
کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس لیے
ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں مگر "طب"
اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور "علم الاحجار" کو تقدم حاصل
ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں
ملتے ہیں اس سے ان کی دقت نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا
ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں ایک مفتی ہی نہیں بلکہ "محقق طبیب"
بھی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے اس تحقیقی اسلوب و معیار سے
دین و طب کے باہمی تعلق کی بھی یہ خوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔(۷۶)
حکیم سعید صاحب امام احمد رضا کی طبی بصیرت پر بحث کرنے کے
بعد آخر میں جس نتیجے پر پہنچے اس کو ملاحظہ کیجیے:

"جہاں تک مولانا کا تعلق ہے ان کے مطالعہ کی وسعت اور
ان کی طبی بصیرت مسلم ہے، تحقیق میں سنجیدگی اور دیانت کی جو
مثال انہوں نے قائم کی ہے وہ محققین کے لیے سبق آموز ہے
اور سب سے بڑا نکتہ جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ فقہ اور طب

۷۶؎ حکیم محمد سعید "امام احمد رضا کی طبی بصیرت"، (معارف رضا جلد نہم) ص۔ ۱۰۰
ادارہ تحقیقات امام احمد رضا

کے درمیان ایک گہرا تعلق ہے اور کوئی شخص اس وقت تک کامل فقیہہ نہیں ہو سکتا جب تک اسے طبی علوم، پر دسترس نہ ہو مولانا کے اکثر فتاویٰ سے طبی بصیرت کا اظہار ہوتا ہے۔

علم الاحجار والمعادن طب کا ایک اہم شعبہ ہے۔ معدنیات کی تکوینی حقیقت کا علم دقت نظر کا متقاضی ہے، وہ صرف احجار کے اسماء تک محدود نہیں ہے بلکہ اپنی ماہیت کے اعتبار سے ایک بحر بیکراں ہے۔ مولانا کی طبی بصیرت کا ایک اہم ثبوت یہ بھی ہے کہ انہوں نے عام فقہا کی طرح صرف معدنی احجار کا ذکر نہیں کیا بلکہ اپنی اس اہم تحقیق سے بیان کا آغاز کیا۔

"جملہ معدنیات کا شگون گندھک (سلفر) اور پارے (مرکری) کا امتزاج سے ہے کبریت تو نر ہے کہ گرم ہے اور پارہ مادہ"۔ کیمسٹری کے فضلاء شاید انکار نہ کر سکیں کہ جدید علم الکیمیا کا نظریہ بھی یہی ہے اور معدنیات کی تخلیق فطری کیمیائی عمل ہی سے ہوتی ہے۔" (۷۷)

امام احمد رضا جہاں علم طب میں ایک ماہر کی حیثیت سے اپنے جوہر دکھا رہے ہیں وہیں آپ ماہر ارضیات، ماہر علم حجریات میں بھی اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ فرما رہے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل میں آپ نے ایک رسالہ بعنوان المطر السعید علی بنت جنس الصعید" (۷۸) ۱۳۳۵ھ میں تحریر فرمایا

۷۷۔ حکیم محمد سعید "امام احمد رضا کی طبی بصیرت"، ص۔ ۱۰۴

۷۸۔ امام احمد رضا "فتاویٰ رضویہ" جلد اوّل ص ۶۶۸۔ ۷۲، مکتبہ رضویہ کراچی

ہے جس میں آپ کی ماہر ارضیات کی جولانیاں دیکھی جا سکتی ہیں جس میں آپ نے پتھروں سے متعلق انتہائی اہم معلومات تحریر فرمائی ہیں مثلاً

- پتھروں کی اقسام اور ہر ایک کی تعریف اور ان کے بننے کا عمل
- پتھر ایک دوسرے سے کس طرح تبدیل ہوتے ہیں
- دھات کس طرح بنتی ہے اور کس طرح وہ ان کی اجزائی ترکیب ہوتی ہے۔
- معدنیات کی اقسام اور ان کی تراکیب
- کان کی ہر چیز گندھک اور پارے کی اولاد ہے (علم ارضیات میں ابھی اس قسم کی تحقیق سامنے نہیں آئی ہے)
- گندھک نر ہے یا مادہ

امام احمد رضا کی نظر ہر علم دقت پر یکساں نظر آتی ہے آپ جہاں نقلیہ علوم وفنون کے ماہر ہیں وہیں علوم عقلیہ کے بھی بے تاج بادشاہ نظر آتے ہیں اور آپ جیسا مسلمان سائنسداں برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ آپ نے علوم اسلامیہ کا اگر احیاء اور تجدید فرمائی ہے تو دوسری جانب علوم دنیاوی میں بھی ایک عظیم سائنسداں کی حیثیت سے اپنا کام پیش کیا ہے اور ایسا ایسا سائنسی کام سر انجام دیا ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر سر ضیا الدین سابق وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ امام احمد رضا حقیقت میں عبقری شخصیت ہیں اور آپ صحیح معنوں میں نوبل انعام کے مستحق ہیں۔ (۷۹)

۷۹؎ مفتی محمد برھان الحق جبلپوری، "اکرام امام احمد رضا"، مطبوعہ لاہور ص ۴۰

امام احمد رضا خاں قادری کو اللہ تعالیٰ نے فہم و ذکاوت کا اعلیٰ نمونہ بنایا تھا۔ آپ سے جب بھی کوئی مسئلہ پوچھا جاتا آپ اس کا شرعی جواب دینے کے ساتھ ساتھ اس مسئلے سے متعلق جتنی سائنسی علمی اور فنی توجیہات ممکن ہوتیں آپ وہ سب بھی تحریر فرما دیتے مثلاً تیمم جو ایک شرعی مسئلہ ہے جسے عبادت کے باب میں اس لیے اہمیت حاصل ہے کہ یہ مخصوص حالات میں وضو کا نعم البدل ہے جب آپ سے اس مسئلہ میں استفسار کیا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں رسالہ "حسن التعمم للبیان حد التیمم" (۱۳۲۵ھ) (۸۰) تحریر فرمایا اور ایسا مدلل جواب تحریر فرمایا کہ عقل حیران ہے کیونکہ مسئلہ تیمم میں متقدمین اور متوسطین فقہا کرام کی صدہا کتابوں میں مٹی اور پتھر کی وہ اقسام جن سے تیمم جائز ہے ان کی مجموعی تعداد ۷۴ تک پہنچتی ہے۔ جو ہزاروں فقہا کی ہزار سال سے زیادہ کی محنت کا ثمرہ ہے مگر مولانا نے نہ صرف ان سب کو جمع کیا بلکہ اپنی تحقیق رفیق سے ۱۰۷ اقسام کے پتھر اور مٹی کا اضافہ بھی کیا۔ اسی طرح پتھر اور مٹی کی وہ اقسام جن سے تیمم ناجائز ہے۔ فقہا کی اجتماعی کوششوں سے ان کی تعداد ۵۸ تک پہنچتی ہے مگر مولانا کی بصیرت نے یہ تعداد بڑھا کر ۱۳۰ تک پہنچا کر ۷۲ اقسام کا اپنی فہم و ذکاوت سے اضافہ کیا۔ (۸۱) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہ میں آپ کی نظر بہت گہری تھی کہ ہزاروں فقہا کے مجموعی کام پر ایسا استحضار حاصل تھا کہ نہ

۸۰ے امام احمد رضا خاں بریلوی "فتاویٰ رضویہ" جلد اوّل ص ۵۸۶-۶۲۲

۸۱ے مجید اللہ قادری "فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ" ص ۹ ، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۸

صرف اضافہ کیا بلکہ جواز اور عدم جواز کے دلائل کی تعداد کو دوگنے سے بھی زیادہ کر دیا۔ اور دوسری طرف سائنسی علوم پر ایسی دسترس تھی کہ ہر چیز کی طبیعیاتی اور کیمیائی تقسیم و تجزیہ اس طرح فرماتے کہ گویا کسی عظیم الشان تجربہ گاہ میں بیٹھ کر یہ کام انجام دے رہے ہوں اور اپنے تجربات کے نتائج سے قوم کو آگاہ کر رہے ہوں۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ مٹی اور پتھر کا تعلق علم حجریات اور ارضیات سے ہے، اور ان مضامین کا ماہر ہی ان کے تمام اقسام سے واقف و آگاہ ہو سکتا ہے مگر حیرانی ہوتی ہے کہ امام موصوف ان موضوعات پر ایسی ہی ماہرانہ نظر رکھتے ہیں جیسے اس علم کا ماہر حالانکہ آپ نے یہ علوم کسی استاد سے یا جامعہ میں نہیں پڑھے مگر امام احمد رضا نے اسی مسئلے کے ضمن میں نہ صرف جواز و عدم جواز کا مسئلہ پتھر سے تیمم کے لیے بتایا بلکہ اس پتھر کی حقیقت و ماہیت بھی بتلائی کہ اس پتھر سے تیمم کیوں کر جائز یا ناجائز ہے کسی مفتی کے لیے یہ لکھ دینا تو آسان ہے کہ یہ جائز ہے وہ ناجائز لیکن اس کے علم کا اندازہ جب ہی ممکن ہے کہ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ ۱۷۲ اقسام کے پتھروں سے تیمم کیوں جائز نہیں۔ مولانا نے پتھروں کی اقسام کے ساتھ ساتھ ان کے عمل وجودی کا بھی تجزیہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ ۱۷۲ اقسام میں وہ پتھر بھی شامل ہیں جو اپنی بناوٹ کے اعتبار سے پتھر نہیں مگر عرف میں اور علم حجریات میں اس کو پتھر مانا جاتا ہے۔ مولانا نے اس کی اصل بناوٹ پر نظر رکھی کہ پتھر کی وہ اقسام جو بعض دفعہ آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے کے بعد ان سے پیدا شدہ گیس کے انجماد کی صورت میں پتھر جیسی شکل اختیار کر لینے

کے بعد اسی طرح سخت ہو جاتی ہے وہ دراصل پتھر نہیں ہے بلکہ حقیقت میں گیس ہے جو درجہ حرارت کے گر جانے کی صورت میں سخت پتھر جیسی شکل اختیار کر لیتی ہے لہٰذا اس جیسے پتھر نما گیس سے تیمم جائز نہیں الغرض سائنس کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں آپ کی تحقیق نہ ہو ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کے سائنسی رسائل کو آج کی زبان میں منتقل کر کے دنیا کے سامنے ایک عظیم مسلمان سائنسداں کے افکار کو پیش کر کے اسلام کو سربلندی دی جائے، کاش آج کل کے محققین آپ کی نگارشات کی طرف بھی توجہ دیں۔

امام احمد رضا نے تصوف، اذکار، تاریخ، سِیَر، مناقب اور فضائل پر بھی ۱۰۰ کے لگ بھگ رسائل تصنیف کیے ہیں جن میں سے چند کے نام نموناً پیش کیے جا رہے ہیں۔ (۸۲)

(۱) الامن والعلیٰ (۲) سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ، (غیر مطبوعہ) (۳) حاشیہ احیاء العلوم (۴) غایۃ التحقیق فی امامۃ الصحابہ والصدیق (۵) مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء (۶) شجرہ قادریہ رضویہ (منظوم) (۷) الوظیفۃ الکریمہ (۸) مشعلۃ الارشاد الی حقوق العباد (۹) حاشیہ مقدمہ ابن خلدون (۱۰) حاشیہ شرح شفا ملا علی قاری وغیرہا۔

نعتیہ شاعری

امام احمد رضا قادری بریلوی بحیثیت نعتیہ شاعر ہر خاص و

۸۲؎ انوار رضا مجلد ص۔ ۲۴۶/۲۴۸ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۳۹۷ھ

عام میں مقبول ہیں آپ کے سلام کا یہ مصرعہ "مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام"
ہر چھوٹے بڑے کی زبان پہ جاری ہے اور دنیا کے کونے کونے میں اس کی آواز
سنائی دیتی ہے۔ دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ہو جہاں اس سلام سے وہاں کی فضا
نہ گونج رہی ہو۔ اس سلام میں (۱۷۱) اشعار ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے فضائل وشمائل کا بیان ہے۔ یہ سلام اُردو زبان کا طویل ترین سلام ہے۔ (ف)
آپ کی شاعری کا رجحان صرف اور صرف نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
اور منقبت تک محدود رہا، آپ نے کبھی کسی امیر یا والی ریاست کی مداح سرائی
نہیں فرمائی خود فرماتے ہیں:۔

"کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں (۸۳)

آپ کی نعتیہ شاعری میں اردو شاعری کی صنف موجود ہے طویل بحریں
بھی ہیں اور چھوٹی سے چھوٹی بحر بھی موجود ہے مثلاً

جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دلہن
سزائے محن پہ ایسے منن، یہ امن و اماں تمہارے لیے (۸۴)

---

۸۳ ۔ مولانا احمد رضا قادری "حدائق بخشش" حصہ اول ص ۔ ۴۸

۸۴ ۔ ایضاً حصہ دوم ص ۔ ۵۴

ف ۔ نوٹ:۔ سلام رضا کی شرح مفتی محمد خاں قادری نے تحریر فرمائی ہے جو لاہور سے ۱۹۹۲ء
میں شائع ہوئی ہے۔ اس شرح سے جو بات سامنے آئی وہ یہ کہ سلام کا مصرع یا تو کوئی قرآنی آیت کی طرف
اشارہ کر رہا ہے یا کسی حدیث کی جانب یا پھر سلف صالحین کے سچے واقعات کی طرف اشارات ملتے ہیں۔

نعت انور سید اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم

سچی بات سکھاتے یہ ہیں
سیدھی راہ دکھاتے یہ ہیں (۸۵)

مولانا کی شاعری پر سینکڑوں قلمکاروں نے خامہ فرسائی کی ہے مگر آپ کا نعتیہ دیوان جو تین حصوں پر مشتمل ہے اس پر سب سے مدلل اور جامع تحقیق اور ادبی جائزہ عصر حاضر کے مشہور بزرگ ادیب علامہ شمس الحسن شمس بریلوی نے پیش کیا جنہوں نے ۱۹۸۶ء میں اپنی تصنیف "سرور کونین کی فصاحت" پر قومی صدارتی سیرت ایوارڈ بھی حاصل کیا تھا اور ۱۹۹۴ء میں حکومت پاکستان کی جانب سے ستارۂ امتیاز بھی حاصل ہوا۔

علامہ شمس الحسن شمس بریلوی (پ ۱۹۱۹ء بریلی) (۸۶) نے امام احمد رضا بریلوی کے نعتیہ کلام حدائق بخشش (ف ا) کا تحقیقی جائزہ بعنوان "کلام حضرت رضا کا تحقیقی و ادبی جائزہ" کیا ہے جو ۲۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ نے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت جائزہ لے کر آپ کی شاعری کی تمام تر پہلوؤں

۸۵۔ مولانا احمد رضا قادری "الاستمداد"، ص ۵ مطبوعہ انڈیا

۸۶۔ سید ریاست علی قادری "لمعات شمس"، ص ۶، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۴۰۷ھ

ف ا:۔ امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کے تینوں حصوں میں سے ایک انتخابی دیوان "انتخاب حدائق بخشش" کے نام سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے ترتیب دیا ہے یہ انتہائی ڈیلکس ایڈیشن سرہند پبلی کیشنز نے (بقیہ صفحہ ۶۵ پر)

کا احاطہ کیا ہے۔(۸۷)

(۱) حضرت رضا کے تبحر کا اثر ان کی شاعری پر

(۲) طرز ادا کی رنگینی اور ندرت بیان

(۳) مضمون آفرینی

(۴) شکوہ الفاظ اور بندشوں کی چستی

(۵) حضرت رضا کی زبان اور اس کی لطافت و پاکیزگی

(۶) حضرت رضا کی شاعری اور علم بیان و بدیع

۸۷۔ شمس الحسن شمس بریلوی "کلام حضرت رضا کا تحقیقی و ادبی جائزہ" ص ۔ ۱۴
مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۴ء

بقیہ ف:۔ ۱۹۹۵ء میں شائع کیا ہے۔ آپ نے تدوین نو کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا پر ایک مبسوط مقالہ بھی تحریر کیا ہے اور مختلف شعرا کرام کے تاثرات بھی دیئے ہیں اس کے علاوہ امام احمد رضا کی شاعری پر جو دنیا بھر کی جامعات میں تحقیقی کام ہو رہا ہے اس کا بھی ایک تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔

دوسرا اہم کام حدائق بخشش کے حوالے سے علامہ فیض احمد اویسی صاحب کی شرح ہے جو تقریباً آٹھ جلدوں میں مکمل ہو گی اب تک اس کی ۵ جلدیں طبع ہو کر آچکی ہیں اور امید ہے کہ ایک سال کے اندر مزید اس کی بقیہ جلدیں بھی آ جائیں گی۔ علامہ اویسی صاحب بہاولپور کے جامعہ رضویہ میں شیخ الحدیث ہیں اس کے علاوہ آپ "روح البیان" کی ۳۰ جلدوں کا ترجمہ بھی اردو زبان میں فیوض الرحمان کے نام سے کر چکے ہیں یہ ساری جلدیں شائع بھی ہو چکی ہیں۔

(۷) حضرت رضا کے کلام میں تشبیہہ، استعارات، کنایہ و مجاز مرسل کے قرینے۔

(۸) حضرت رضا کا کلام اور علم بدیع

(۹) کلام رضا کی فصاحت و بلاغت

(۱۰) ادبیات رضا وغیرہا

امام احمد رضا کو جہاں اور علوم میں انفرادیت حاصل ہے وہیں شعر وادب کی دنیا میں بھی انفرادیت حاصل ہے مثلاً چار مختلف زبانوں کو ایک شعر میں آج تک دنیا کے کسی شاعر نے جمع نہیں کیا البتہ تین زبانوں کی آمیزش امیر خسرو کے کلام میں تو ملتی ہے جہاں وہ فارسی، بھاشا اور ہندی ایک ہی مصرعہ میں استعمال کرتے ہیں مگر ۴ زبانوں کو کوئی بھی استعمال نہ کر سکا۔ یہ اعزاز و انفرادیت صرف آپ کو حاصل ہے کہ عربی، فارسی، ہندی اور اردو زبانوں کو ایک ساتھ نعت میں استعمال کرتے ہیں مثلاً

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ — مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر — سوہے تجھ کو شہہ دوسرا جانا (۸۸)

امام احمد رضا کو دنیائے اردو کی شاعری میں ایک اور امتیازی مقام یہ حاصل ہے کہ آپ نے اپنے نعتیہ قصیدہ میں علم ہیئت، نجوم اور فلکیات کی مصطلحات سے بھرپور استفادہ کیا ہے جبکہ ان سے قبل کسی بھی شاعر کے کلام میں یہ خصوصیت نہیں پائی گئی البتہ اکا دکا شعر میں بعض اصطلاحات کا

---

۸۸ ؎ مولانا احمد رضا خاں بریلوی "حدائق بخشش" حصہ اوّل ص ۔ ۱۵

استعمال کہیں کہیں مل جاتا ہے امام موصوف نے خاص علم ہیت کی اصطلاحات میں نعتیہ قصیدہ لکھ کر تمام شعرا کو حیرت زدہ کر دیا ہے۔ آپ نے فارسی زبان کے مشہور شاعر بدر چاچ کے علم ہیت کی مصطلحات پر مشتمل قصیدہ جو شاہ محمد تغلق کی مدح میں لکھا گیا۔ (۸۹) اسی کا مؤثر جواب دیا ہے اور سبقت یوں لے گئے کہ بدر چاچی نے تو بادشاہ کی شان میں قصیدہ کہا تھا اور آپ نے بادشاہوں کے بادشاہ یعنی تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مدح سرائی کی ہے اور ۱۵۰ اشعار پر مشتمل "قصیدہ نعتیہ در علم ہیت و نجوم" تحریر کیا۔ (۹۰)

علامہ شمس بریلوی نے ان اشعار کی تشریح کرتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا ہے :۔

"نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان مصطلحات کو پیش کرنا ایک بہت ہی مشکل مرحلہ ہے لیکن نابغہ دوراں نے یہ التزام ختم قصیدے تک باقی رکھا ہے اور اپنے تبحر علمی سے اس میدان میں بھی وہ سبقت لے گئے ہیں۔" (۹۱)

اس قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

۸۹۔ ملا بدرالدین چاچی "قصیدہ بدر چاچ"، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ انڈیا

۹۰۔ امام احمد رضا خاں بریلوی "حدائق بخشش"، حصہ سوم ص ۴۳۔ ۵۱ مطبوعہ انڈیا

۹۱۔ علامہ شمس بریلوی "حضرت امام احمد رضا کے دس اشعار"، (معارف رضا شمارہ چہارم) ص۔ ۱۵۲

خالق افلاک نے طرفہ دکھلائے چمن — ایک گل سوسن میں ہیں لاکھوں گل یاسمین
وسط گلستاں نہر، نہر کے ہر سمت ڈوب — ڈوب میں بوٹے ہزار، بوٹوں میں زر عدن
سبزہ و گل دلنشیں، محو تماشا حسین — بانوئے اقلیم چین، دل ربا بل وطن
نقطہ پر خط کھینچے خط کے سطح غلط — تن کے میں ہوں نقطہ جاں کیسے مٹی ہے تن

علامہ شمس بریلوی نے اس قصیدے کے ۵۰ اشعار کی شرح فرمادی ہے جو معارف رضا ۱۹۸۴ اور ۱۹۸۷ کے شمارے میں شائع ہوئی ہے ابھی ۸۸ اشعار اور باقی ہیں جن کی شرح ہنوز باقی ہے حضرت شمس مدظلہ العالی کی صحت اب کام کرنے کے لائق نہیں امید ہے کوئی اسکالر اس کام کو مکمل فرمالے گا۔

اصلاح معاشرہ

برصغیر پاک و ہند میں ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز نے ہندؤں کے ساتھ مل کر اسلام کو مسخ کرنے کی بہت کوشش کی جس کے نتیجے میں مسلمان عقائد اور معاملات دونوں میں تذبذب کا شکار ہو گئے مسلمانوں کو ان سازشوں سے سخت نقصان پہنچا جن سازشوں میں آزاد پسند اور کانگریسی مسلمان بھی شامل ہو گئے ان نام نہاد مسلم نصاریٰ اور ہندو مسلم دوستی سے بھی اسلام کے شعائر کو سخت دھچکا لگا جس کے اثرات آج بھی معاشرے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ نام نہاد مسلماں سے دعویٰ نبوت تک کرا دیا گیا، گائے کی قربانی کو بند کروانے کی کوششیں کی گئیں، ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو یہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ تحریک موالات چلا کر مسلمانوں کی معیشت کو تباہ کیا گیا، تحریک خلافت چلا کر نجدیوں کی سازش پر پردہ ڈالنے کی کوششیں کی گئیں اور تمام مسلمان فرقوں کو کلمہ گو مسلمان سمجھتے ہوئے

ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کی گئی، علی گڑھ تحریک کے ذریعے عیسائیوں سے قرب حاصل کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی ڈھانچے کو مسمار کرنے کی کوشش کی گئی، ان ہی تمام تحریکوں کے درمیان بیسیوں نئے نئے فرقے سامنے آنے لگے جس میں کوئی نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے، کوئی انبیاء کے معجزات کا انکار کر رہا ہے کوئی نماز روزے کے انکار پر مصر نظر آ رہا ہے۔ الغرض امام احمد رضا کا دور عقائد اور معاملات دونوں پہلوؤں سے پر فتن دور ہے مگر امام احمد رضا نے بر وقت ان تمام عقائد اور معاملات کی بے اعتدالیوں سے بے راہ روی کا بھر پور قلع قمع کیا اور ان تمام تحریکوں کا رد کیا جو مسلمانوں کے خلاف چلائی جا رہی تھیں ان تمام باطل عقائد کا رد کیا جو نام نہاد مولوی حضرات اپنے مدرسوں سے اجرا کر رہے تھے ان تمام اسلامی شعائر کا دفاع کیا جو اسلام کی پہچان تھے اس سلسلے میں آپ نے مسلسل فتویٰ نویسی کے ذریعے گرفت رکھی اور ۵۰ برس تک مسلسل دارالافتاء سے ان سازشوں کے خلاف قلمی جہاد فرماتے رہے اور فتاویٰ کے علاوہ اصلاح معاشرہ کے لیے ۱۰۵۰ سے زیادہ عربی، فارسی اور اردو میں رسائل، مقالات اور کتابیں تحریر فرمائیں چند نام یہاں قلمبند کرنا چاہوں گا۔

سب سے پہلے عقائد باطلہ کے رد میں آپ نے جو رسائل اور کتابیں تحریر کی ہیں ان کی فہرست ملاحظہ کیجیے۔

و قادیانیت کے رد میں آپ نے کئی رسائل اور بیسیوں فتوے جاری

کیے مثلاً

۱۔ سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ)

۲۔ الجزاز الدیانی علی المرتد القادیانی (۱۳۴۰ھ)

۳۔ المبین ختم البیّن (۱۳۲۶ھ)

۴۔ جزأ اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ (۱۳۱۷ھ)

۵۔ السوٗ والعقاب علی المسیح الکذاب (۱۳۲۰ھ)

۶۔ قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۱۳۲۳ھ)

ردّ شیعیت میں آپ نے ۲۰ سے زیادہ رسائل تصنیف فرمائے ہیں

۱۔ ردالرفضہ (۱۳۲۰ھ)

۲۔ حاشیہ تحفہ اثناء عشریہ

۳۔ الادلۃ الطاعنۃ فی اذان الملاعنہ (۱۳۰۶ھ)

۴۔ لعالی الافادۃ فی تعزیۃ الھند و بیان الشھادۃ (۱۳۲۱ھ)

۵۔ الصمصام الحیدری علی حمق العبار المفذی (۱۳۰۴ھ)

۶۔ شرح المطالب فی مبحث ابی طالب (۱۳۱۶ھ)

ردوھابیت، ندویت کے سلسلے میں بھی کئی معرکۃ الآراکتب تصنیف فرمائیں۔

۱۔ اکمل البحث علی اھل الحدیث (۱۳۱۲ھ)

۲۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ)

۳۔ الکوکبۃ الشھابیہ فی کفریات ابی الوھابیۃ (۱۳۱۲ھ)

۴۔ فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین (۱۳۱۷ھ)

اس کے علاوہ مختلف تحریکوں کے رد میں جو رسائل لکھے چند نام یہاں پیش کر رہا ہوں۔

۱۔ انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ) گائے کی قربانی نہ کرنے کی رد میں۔

۲۔ اعلام الاعلام بان ھندوستان دارالاسلام (۱۳۰۶ھ) ہندوستان کو دارالاسلام ثابت کرنے کے سلسلے میں۔

۳۔ الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام (۱۳۱۵ھ) نیچریت کے رد میں

۴۔ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۹ھ) ہندو نصاریٰ سے دوستی کے رد میں اور دو قومی نظریہ کی بنیاد میں۔

ف۱۔ مولوی احسان الٰہی ظہیر (المتوفی ۱۹۸۶ء) نے اپنی تالیف "البریلویہ" میں امام احمد رضا بریلوی پر جہاں کئی من گھڑت الزامات لگائے ان میں سے دو یہ بھی تھے کہ آپ نسلاً شیعہ تھے کیونکہ والد کا نام نقی علی خاں اور دادا کا نام رضا علی خان ہے، دوسرے آپ نے جن اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کی ہے ان میں مرزا غلام قادر بیگ بھی شامل ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے۔ اس کتاب میں الزامات تو سب ہی جھوٹ اور بہتان پر مبنی ہیں مگر ایک مسلمان کو قادیانی اور شیعہ ثابت کرنا بغیر دلیل کے انتہائی بدترین اور جہالت پر مبنی الزام ہے۔ اس کا انتہائی مؤثر جواب حکیم شرف قادری صاحب نے اپنی کئی تالیفات میں دیا ہے۔ مثلاً

۱۔ "اندھیرے سے اُجالے تک"

۲۔ "البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ"

۳۔ "من عقائد اہل السنۃ" (عربی) (مجیدی)

۵۔ کیفر کفر آریہ (۱۳۱۶ھ) آریوں کی طرف سے قرآن مجید پر لگائے گئے الزامات کا رد۔

امام احمد رضا نے مذہب حقہ یعنی عقائد اہلسنت کے سلسلے میں درجنوں کتابیں تصنیف فرمائیں جس میں عقائد اہلسنت بتلانے کے ساتھ ساتھ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اجاگر ہے کیونکہ قادیانیوں اور وہابیوں کے عقائد انگریزوں کی سرپرستی میں بہت تیزی سے پھیل رہے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت معاذ اللہ ایک ڈاکیہ، بڑا بھائی، سے زیادہ نہیں رہی تھی اس وقت آپ نے عظمت رسول کا علم بلند کیا اس سلسلے میں لکھی گئی چند کتابوں کے نام ملاحظہ کریں۔

۱۔ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ)

۲۔ الامن والعلی (۱۳۱۱ھ)

۳۔ ابناأ المصطفیٰ بحال سر واخفی (۱۳۱۸ھ)

۴۔ صلاۃ الصفاأ فی نور المصطفیٰ (۱۳۲۹ھ)

۵۔ خالص الاعتقاد (۱۳۲۸ھ)

۶۔ تمہید ایمان بآیات قرآن (۱۳۲۶ھ)

امام احمد رضا نے اصلاح معاشرہ کے لیے بھی بہت سی کتابیں لکھیں چند نام اس سلسلے میں بھی ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ھادی الناس فی رسوم الاعراس (۱۳۲۳ھ) شادی میں غیر رسومات کا رد

۲۔ جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام الموت (۱۳۱۰ھ) میت کے گھر غیر ضروری قیام اور طعام کا رد

۴۔ مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء (۱۳۲۷ھ) شریعت اور طریقت کو جدا کرنے کا رد۔

امام احمد رضا نے برصغیر پاک وہند میں باطل عقائد ونظریات اور معاملات کا رد فرما کر جو احیار دین فرمایا ہے اور تجدید دین کا جو اہم فریضہ انجام دیا ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کے لیے معاشرتی، معاشی اور اقتصادی، سیاسی، تعلیمی پالیسیاں اسلامی نظریات کی روشنی میں پیش کر کے ایک مکمل رہبر ورہنما کا کردار ادا کیا ہے جس کے لیے آپ کی ... اسے زیادہ تصنیفات گواہ ہیں اور آپ مجدد برحق ہونے کے سو فیصد حقدار ہیں چنانچہ عرب وعجم کے سینکڑوں علماء ومشائخ نے آپ کو تجدیدی کارناموں کی بنیاد پر چودھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا۔

امام احمد رضا کو علمائے اہلسنت کے عظیم الشان اجلاس منعقدہ ۱۶۔۱۸۔ رجب ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء بمقام پٹنہ، جس میں ۵۰۰ سے زیادہ مشاہیر علمائے اہلسنت نے شرکت فرمائی۔ اس اہم اجلاس میں مولنا عبدالمقتدر بدایونی (المتوفی ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۵ء) ابن مولنا شاہ عبدالقادر بدایونی نے امام احمد رضا کو مجدد مائۃ حاضرۃ" کے لقب سے پکارا جس کو اجلاس کے تمام علما اور شرکاء نے ایک آواز کے ساتھ لبیک (۹۲) کہا۔ اس وقت امام احمد رضا کی عمر ۴۴ سال تھی۔

امام احمد رضا کو برصغیر پاک وہند کے علماء کے علاوہ علمائے عرب سے بھی مجدد مائۃ حاضرۃ کی توثیق ملی چنانچہ بہت سارے عرب کے علماء ومشائخ نے آپ کو مجدد تسلیم کیا ان میں الشیخ سید اسمٰعیل بن خلیل مکی نے آپ کو عرب

---

۹۲ ؎ مولنا محمود احمد قادری "تذکرہ علمائے اہلسنت"، ص ۱۵۵

کے علماء میں سب سے پہلے ۱۹۰۶ء میں مجدد تسلیم کیا آپ لکھتے ہیں ۔

"بل اقول لو قیل فی حقه انه مجدد هذا القرن لکان حقا و صدقا (۹۳)

یعنی: میں کہتا ہوں اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ حق و صحیح ہے۔

شیخ موسیٰ علی شامی ازہری احمدی نے ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۱۱ء میں آپ کو "المجدد هذا الامة" کہہ کر خطاب کیا ــــ اسی سند مذکورہ میں شیخ ہدایت اللہ بن محمود السندی المدنی نے "مجدد المائة الحاضرة" تحریر فرمایا (۹۴) اسی طرح طرابلس کے سید حسین بن سید عبدالقادر نے بھی "حامی الملة المحمدیه الطاهرة ومجدد المائة الحاضرة" کہہ کر خطاب فرمایا۔ (۹۵)

امام احمد رضا بریلوی کو موجود پاکستان کے جن علماء و مشائخ نے آپ کی حیات میں آپ کو چودھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ان میں شیخ المشائخ حضرت مولنا حافظ محمد عبداللہ قادری بھرچونڈی شریف، حضرت علامہ عبدالکریم درس کراچی، حضرت علامہ شاہ غلام ربانی گیلانی کیمبل پور، حضرت نور احمد فریدی ریاست بہاولپور، پیرزادہ محمد معصوم شاہ گجرات، مولوی احمد بخش ڈیرہ غازی خاں، سید محمد مجید الحسن جہلم اور

---

۹۳ ـــ امام احمد رضا خاں بریلوی "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین"، ص ۵۱ مطبوعہ لاہور

۹۴ ـــ ڈاکٹر محمد مسعود احمد "امام احمد رضا اور عالم اسلام"، ص ۱۲۰

۹۵ ـــ امام احمد رضا خاں بریلوی "الفیوضات الملکیة لمحب الدولة الملکیة ص ۸۲

لاہور کے مولنا اکرام الدین بخاری اور پروفیسر چودھری عزیز الرحمٰن کے نام قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ وخلفائے امام احمد رضا

امام احمد رضا کے خلفاء اور تلامذہ کی تعداد کا صحیح تعین تو نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آپ نے اپنی تمام زندگی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں گزاری ہے اس سلسلے میں راقم نے مولنا محمد صادق قصوری صاحب کے ساتھ مل کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے عرب وعجم اور پاک وہند کے تقریباً ۸۲ خلفاء کا تذکرہ جمع کیا تھا جو ایک کتابی صورت میں "تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت" کے نام سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے ۱۹۹۲ء میں شائع کیا تھا اس تذکرہ میں جن عرب وافریقہ اور دیگر بلاد عرب کے علما ومشائخ کو اعلیٰ حضرت نے اپنی خلافت واجازت عطا فرمائی ان کے اسماء یہ ہیں۔

۱۔السید اسمٰعیل خلیل مکی ۲۔الشیخ اسد بن احمد الدہان ۳۔الشیخ احمد النخضرادی المکی
۴۔السید ابوبکر بن سالم الحضرمی ۵۔الشیخ بکر رفیع ۶۔الشیخ حسن العجیمی المکی
۷۔الشیخ السید حسین جمال ۸۔السید حسین مدنی بن سید عبدالقادر ۹۔السید سالم بن عیدرس الحضرمی
۱۰۔الشیخ عابد بن حسین مفتی مالکیہ ۱۱۔الشیخ عبداللہ بن ابی الخیر میرداد ۱۲۔السید عبداللہ دحلان
۱۳۔الشیخ عبداللہ فرید بن عبدالقادر کردی ۱۴۔الشیخ علی بن حسین مکی ۱۵۔حضرت سید علوی بن حسن الحضرمی
۱۶۔الشیخ عمر بن حمدان ۱۷۔الشیخ مامون البری المدنی ۱۸۔مولنا سید محمد ابراہیم المدنی
۱۹۔ابوالحسن محمد بن عبدالرحمٰن المرزوقی ۲۰۔سید محمد عثمان دحلان ۲۱۔الشیخ محمد جمال بن محمد الامیر
۲۲۔محمد سعید بن محمد بالعبیل ۲۳۔الشیخ محمد سعید بن محمد المغربی ۲۴۔الشیخ محمد صالح کمال
۲۵۔السید محمد عبدالحیٰ الفاسی ۲۶۔السید محمد عمر بن ابوبکر رشیدی ۲۷۔الشیخ محمد یوسف
۲۹۔السید محمد مصطفےٰ خلیل مکی آفندی۔ (۹۶)

۲۹۔ السید محمد مصطفےٰ الخلیل مکی آفندی (۹۶)

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کے پاک و ہند میں سینکڑوں تلامذہ اور خلفاء پائے جاتے ہیں۔ یہاں ان کے دونوں صاحبزادوں سمیت چند کا انتہائی اختصار کے ساتھ ذکر پیش کیا جارہا ہے ملاحظہ کیجیے:

۱۔ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی

امام احمد رضا کے بڑے صاحبزادہ ہیں ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ امام احمد رضا خاں سے درسیات مکمل کیں۔ جلد ہی منظر اسلام کے مہتمم مقرر ہوئے جہاں برس ہا برس طلبہ کو درس حدیث و تفسیر دیا۔ عربی زبان پر بہت عبور تھا۔ فقہی مسائل میں والد ماجد سے ملکہ حاصل کیا۔ شاہ ابوالحسن نوری میاں سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ والد ماجد سے بھی تمام سلاسل ہی اجازت و خلافت حاصل کی اور آپ کے بعد آپ کے سجادہ نشین قرار پائے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے دو قومی نظریہ اور پاکستان کو آزاد کرانے کے سلسلے میں مسلسل جدوجہد فرمائی۔ قادیانیوں کے خلاف بھرپور قلمی جہاد فرمایا اور "الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی" (۱۳۱۵ھ) لکھ کر قادیانیوں کے خلاف بھرپور نفرت کا اظہار فرمایا۔ آپ کے فتاویٰ اور نعتیہ دیوان دونوں تلف ہوگئے۔ آپ کا وصال ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۲ء میں ہوا اور والد کے پہلو میں دفنائے گئے۔ (۹۷)

۹۶۔ مولانا محمد صادق قصوری و مجید اللہ قادری "تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت"، ص ۲۵ - ۱۲۲

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۲ء

۹۷۔ ایضاً ص ۲۲۴ - ۲۵۴

آپ کی سوانح حیات چند سال قبل شائع ہو چکی ہے۔ (ف)

۲۔ مفتی اعظم ہند، مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی

آپ امام احمد رضا کے خلف اصغر ہیں جن کی پیدائش ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں ہوئی۔ آپ چند ہی دن کے تھے کہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین حضرت ابوالحسن نوری میاں صاحب نے نہ صرف اپنی مریدی میں شامل کیا بلکہ اپنے خاندان کے تمام سلاسل کی اجازت بھی عطا فرمائی اور اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ بچہ کامل ولی ہے۔ دنیا ایک زمانے تک ان سے فیض حاصل کرے گی چنانچہ آپ کے لاکھوں مرید ہیں اور ۸۰ برس مسلسل فتویٰ نویسی فرمائی اور طویل عمر حاصل فرما کر ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء میں وصال ہوا۔[۹۸] اپنے بڑے بھائی کے بعد ۱۹۴۲ء سے ۱۹۸۱ء تک بریلی کی خانقاہ کے سجادہ نشین رہے اور ساتھ ساتھ مرکز کے مفتی بلکہ آپ کو تمام عالمِ اسلام سے مستند مفتی تسلیم کیا گیا۔ آپ کے تلامذہ اور خلفا کی ہزاروں کی تعداد بتائی جاتی ہے جس میں عرب و عجم کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ شامل ہیں مثلاً علامہ سید محمد مغربی مالکی، مولانا سید

ف: مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی بانی سنی رضوی انٹرنیشنل سوسائٹی ڈربن نے مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی کی سوانح حیات بعنوان "تذکرہ جمیل" کے نام سے لکھی تھی جو ۱۹۹۲ء میں انڈیا سے شائع ہوئی۔ آپ خود بھی مولانا حامد میاں کے مرید ہیں اور ان دنوں یورپ اور افریقہ میں مسلک امام احمد رضا کو فروغ دے رہے ہیں۔ (مجید)

۹۸۔ مولانا عبدالنعیم عزیزی "مفتی اعظم ہند" ص ۲۵۔ اختر بک ڈپو بریلی انڈیا ۱۹۸۱ء

ابن قطبی مولانا سید مالکی علوی، مولانا اعجاز ولی خاں، مولانا حشمت علی خاں، مولانا مفتی سردار احمد خاں، مولانا سید ابوالبرکات رضوی، مفتی خواجہ مظفر حسین وغیرہ (۹۹) آپ کے خلفاء[ف] پر بھی ایک تذکرہ شائع ہوا ہے

راقم کے پیر مُرشد مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں بریلوی کئی کتابوں کے مصنف ہیں، چند نام ملاحظہ کیجیے۔

فتاویٰ مصطفویہ، سامان بخشش، تنویر الحجہ بالتواء الحجہ، حجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرہ القول عجیب فی جواز التثویب، وقعات السنان الی حلق المسماۃ بسط البنان، ملفوظات مجدد مائتہ حاضرہ وغیرہا۔ (۱۰۰)

صاحبزادگان کے علاوہ چند معروف تلامذہ اور خلفا کے نام ملاحظہ کیجیے:۔

(۳) مولانا محمد ظفر الدین بہاری (المتوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) تلمیذ و خلیفہ امام احمد رضا بریلوی۔ آپ ۷۰ سے زیادہ کتابوں کے مؤلف ہیں جن

۹۹ے مولانا محمد صادق قصوری مجید اللہ قادری "تذکرہ خلفائے اعلحضرت"، ص ۲۸۶-۲۸۷

ف : مولانا محمد شہاب الدین رضوی نے مفتی اعظم ہند کے خلفاء پر ایک تذکرہ بعنوان "مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء" کے نام سے شائع کیا تھا جس میں انہوں نے ۵۷ خلفاء کا ذکر کیا ہے۔ مولانا مفتی محمد شاہد علی رضوی نے مفتی اعظم کے حالات و افکار پر ۱۰۰ صفحات میں روشنی ڈالی ہے۔ رضا اکیڈمی بمبئی نے ۱۹۹۰ میں اس کی جلد اول شائع کی ہے۔ جلد دوم ان دنوں مولانا شہاب ترتیب دے رہے ہیں (مجید)

۱۰۰ے سید ریاست علی قادری "مفتی اعظم ہند"، ص ۔ ۱۰۰، ادارہ اہلسنّت کراچی ۱۹۷۹ء

میں بیشتر عربی زبان میں ہیں اور یہ کتب فقہ حدیث کے علاوہ توقیت، تاریخ تکسیر، صرف، نحو، مناظرہ، منطق، فلسفہ، اخلاق، ہیت وغیرہا پر مشتمل ہیں جن میں سے چند کے نام تحریر کیے جاتے ہیں۔

جواہر البیان فی ترجمہ الخیرات الحسان، الاکسیر فی علم التکسیر، الجامع الرضوی المعروف صحیح البہاری (ف ۱) (۶ مجلدات) المجمل المعدد و لتصنیفات المجدد، حیات اعلحضرت وغیرہ (۱۰۱)

(۴) مولانا مفتی امجد علی اعظمی المتوفی (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) خلیفہ مولانا احمد رضا

ف ۱:۔ نوٹ: مؤلف نے یہ کتاب ۴ جلدوں میں مرتب کی اور ہر جلد ... صفحات پر مشتمل ہے اس کی دوسری جلد "کتاب الطہارۃ"، جو دس ہزار احادیث پر مشتمل ہے ۱۹۹۲ء میں حیدر آباد سندھ سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت دیگر احادیث کے مجموعے سے جو برصغیر پاکستان سے شائع ہوئے ہیں یہ ہے کہ مؤلف نے اپنی کتاب میں وہ احادیث صحیحہ جمع کی ہیں جو مؤید مسلک اہل سنت و احناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر۔ انہوں نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنگال کر وہ تمام روایات جمع کیں جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے مؤلف نے اس کتاب کو فقہی ابواب کی ترتیب پر جمع فرمایا جلد اول۔ کتاب العقائد، جلد دوم کتاب الطہارۃ، جلد سوم کتاب الزکوٰۃ صوم اور حج، جلد چہارم۔ نکاح اور وقف، جلد پنجم بیوع، غصب، جلد ششم، شفعہ اور فرائض۔ مؤلف نے سب سے زیادہ استفادہ امام احمد رضا کے ان تفردات سے کیا جو انہوں نے آپ کی صحبت میں "الافادات رضویہ" کے نام سے جمع کیا۔

۱۰۱ ؎ مولانا محمد صادق قصوری "خلفائے اعلحضرت"، ص ۳۰۹ - ۳۱۱

بریلوی۔مصنف بہار شریعت (۲۰ جلد) فتاویٰ امجدیہ (۱ جلد) حاشیہ شرح معانی الآثار وغیرہا۔ (۱۰۲)

(۵) سید محمد نعیم الدین مراد آبادی المتوفی (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) خلیفہ مولانا احمد رضا بریلوی۔مصنف: مختصر تفسیر خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، کلمتہ العلیا، اطیب البیان رد تقویت الایمان، کتاب العقائد، آداب الاخیار، زائر الحرمین، مجموعہ فتاویٰ، سوانح کربلا وغیرہا۔ (۱۰۳)

(۶) مولانا سید دیدار علی المتوفی (۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) خلیفہ مولانا احمد رضا بریلوی مؤلف: تحقیق المسائل، ہدایتہ الطریق، تفسیر میزان الادیان وغیرہا۔ (۱۰۴)

(۷) سید سلیمان اشرف بہاری (المتوفی ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) خلیفہ مولانا احمد رضا بریلوی مؤلف: امتناع النظیر، الحج، المبین، النور، الانہار، البلاغ، الرشاد، السبیل وغیرہا۔ (۱۰۵)

۱۰۲۔ مولانا امجد علی اعظمی "فتاویٰ امجدیہ" جلد اوّل دیباچہ ص۔۲، دار العلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ کراچی ۱۴۰۰ھ

۱۰۳۔ مولانا غلام معین الدین نعیمی "تذکرہ المعروف حیات صدر الافاضل" ص ۴۸ مطبوعہ لاہور

۱۰۴۔ ڈاکٹر حسن رضا اعظمی "فقیہہ اسلام" ص۔ ۲۸۶/۲۷۰، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۵ء

۱۰۵۔ معارف رضا شمارہ ششم ۱۹۸۶ء ص۔ ۱۸۱ ۱۹۸۶ء

(۸) شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (المتوفی ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء) خلیفہ مولانا احمد رضا (مدفون مدینہ منورہ) مولف: ذکر حبیب، کتاب تصوف، بہار شباب، مسائل انسان کامل، اسلام میں عورت کے حقوق، مکالمہ برنارڈ شا، مرزائی حقیقت کا اظہار، Quest for Happiness، Forgotten Path Knowledge، Principles of Islam وغیرہا۔ (۱۰۶)

(۹) مولانا حشمت علی خاں (المتوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) تلمیذ و فرزند طریقت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی ۴۱ تصنیفات و تالیفات کا پتہ چلا ہے چند نام یہاں ملاحظہ کریں۔ تفسیر امداد الدیان فی تفسیر القرآن (پارہ اوّل)، اجل انوار الرضا، الانوار الغیبیہ، ارشادات حق آشنا، راد المہند علی النہیق الانبھتی المفند، علم غیب، الفرح والتاج لمحب محفل المعراج، القول الاظہر فی عدم جواز الصلوۃ باقتدا لاوڈ اسپیکر، القلادۃ الطیبۃ المرصعۃ علی نحوراہ مسئلۃ السبعۃ وغیرہا۔ (۱۰۷)

(۱۰) مولانا ضیاء الدین احمد المدنی (المتوفی ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) (۱۰۸) خلیفہ

۱۰۶۔ محمد صادق قصوری "اکابر تحریک پاکستان" ص۔ ۱۴۱/۱۴۵ نوری بکڈپو لاہور ۱۳۹۶ھ

۱۰۷۔ ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم "مولانا حشمت علی لکھنوی" ص ۱۱۵ نئی دہلی انڈیا ۱۹۹۲ء

نوٹ: مولانا قاری محبوب علی خاں قادری جو مولانا حشمت علی کے چھوٹے بھائی ہیں آپ نے بھی ایک تذکرہ بعنوان "سوانح شیر بیشۂ سنت" لکھا تھا جو ۱۹۹۰ء میں بمبئی سے شائع ہوا۔

۱۰۸۔ مولانا محمد خوشتر صدیقی قادری "قطب مدینہ (ایک تاریخی تعزیت نامہ)" ص ۔ ۴۸ رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۸۲ء

مولانا احمد رضا بریلوی۔

(۱۱) مولانا قلندر علی سہروردی (المتوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۹ء) خلیفہ و تلمیذ مولانا احمد رضا بریلوی مؤلف: جمال الٰہی، جمال رسول، سیاح لامکان، رسالہ علم غیب، تذکرہ سہروردیہ۔ حلیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، انوار سہروردیہ الفقر فخری، پردہ نسواں وغیرہا۔ (۱۰۹)

(۱۲) مولانا حسن رضا خاں (ف ۱)، ابن نقی علی خاں (المتوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) تلمیذ و خلیفہ مولانا احمد رضا خاں مؤلف: غزلیہ دیوان ثمرہ فصاحت، نعتیہ دیوان ذوق نعت، انتخاب شہادت معہ آئینہ قیامت، ساغر پرکیف، نگارستان لطافت وغیرہا۔ (۱۱۰)

(۱۳) مولانا عبدالسلام جبلپوری (المتوفی ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء) (۹۸) خلیفہ و تلمیذ مولانا احمد رضا بریلوی۔ (۱۱۱)

(۱۴) شاہ محمد حبیب اللہ میرٹھی (المتوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) خلیفہ مولانا احمد رضا بریلوی مؤلف: النور، الظہور وغیرہا۔ (۱۱۲)

---

۱۰۹ ے محمد عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت"، جلد اوّل ص۔ ۴۰۷/۴۰۸

ف ۱: نوٹ: ایک فاضلہ مولانا حسن کی شاعری پر روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی سے پروفیسر ڈاکٹر وسیم بریلوی کی سرپرستی میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھ رہی ہیں (تذکرہ ذکر حسن بریلوی مؤلف ڈاکٹر اقبال احمد قادری ص ۱۲)

۱۱۰ ے مولانا محمود احمد قادری "تذکرہ علمائے اہلسنت"، ص۔ ۷۷/۷۸

۱۱۱ ے ماہنامہ پاسبان الہ آباد شمارہ نومبر/دسمبر ۱۹۵۵ء

۱۱۲ ے شاہ محمد عارف اللہ قادری "اذکار حبیب رضا" ص۔ ۸، مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۳۹۶ھ

(۱۵) مفتی تقدس علی خاں بریلوی (المتوفی ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۸ء) آپ امام احمد رضا کے تلمیذ اور مرید بھی ہیں۔ قوی روایات کے مطابق آپ نے اعلیٰ حضرت سے خلافت بھی پائی مگر آپ نے تعلیم مولنا مفتی حامد رضا خاں بریلوی سے مکمل کی اور ان سے خلافت و اجازت بھی حاصل کی اور آپ کا نکاح بھی مولنا حامد رضا کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ آپ مدرسہ "منظر اسلام" کے ۱۹۴۲ تک نائب مہتمم رہے اور بعد میں ۱۹۵۱ تک اس کے مہتمم بنے۔ ۱۹۵۱ کے بعد آپ پاکستان تشریف لے آئے اور پھر جلد ہی پیر جو گوٹھ خیر پور کو علم و عرفان کا مرکز بنایا اور ۱۹۸۸ تک جامعہ راشدیہ کے شیخ الحدیث رہے۔ آپ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے اول سرپرست اعلیٰ رہے۔ آپ کا مزار پیر جو گوٹھ میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے وصال پر آپ کے مرید اور منظر اسلام کے ہم عصر مدرس صدر شعبہ فارسی محترم جناب علامہ شمس بریلوی صاحب نے چند اشعار میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا تھا وہ یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

وفات حسرت آیات مایۂ دانش

—— ۱۹۸۸ ——

موت ہے زیست کا انجام و مآل — اس سے محفوظ رہے دہر میں کوئی ہے محال

ساتھ میں چلتے ہیں اعمال حسن — باقی رہ جاتا ہے بس نقش کمال

ہیں شفیع[ف] اور وجاہت[ف] لاریب — فقر میں ان کی نیابت کی مثال

ف: حاجی محمد شفیع قادری حامدی حضرت مفتی حامد رضا خاں بریلوی کے مرید ہیں اور (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دال ہے ان کے کمالات پہ شمس [۱۳۰۰ھ]

لفظ حضرت [۱۴۰۸ھ] میں ہے تاریخ وصال

اس کے علاوہ آپ نے کئی تاریخی مادے تخریج کیے مثلاً (i) والا حاجی تقدس علی خاں (۱۴۰۸ھ) (ii) سرمایۂ کمال رضا ۔ ۱۴۰۸ ۔ آپ نے فارسی میں بھی ایک منقبت کہی جس کے آخری شعر میں عیسوی سنہ وفات تخریج کیا ہے۔

چو ز بند احباب سال وفات

بگو! عروہ خاندان رضا (۱۱۴)

۱۹۸۸

امام احمد رضا کے پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے ۵۲ خلفاء کے حالات

بقیہ ف ا : مفتی تقدس علی خاں کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے بانی ممبر اور نائب صدر ہیں۔ راقم کو آپ نے ۱۷ دسمبر ۱۹۹۲ء / ۲ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ میں سلسلہ قادریہ رضویہ حامدیہ کی سند خلافت اور تمام مشاغل کی اجازت عطا فرمائی۔

ف ۲ : صاحبزادہ وجاہت رسول قادری ابن مولانا وزارت رسول قادری ابن مولانا مفتی ہدایت رسول قادری ادارہ تحقیقات کے موجودہ صدر ہیں آپ کو بھی مولانا تقدس علی خاں سے خلافت و اجازت حاصل ہے۔ آپ سنہ ۱۹۹۷ء میں حبیب بینک سے سینیئر وائس پریذیڈنٹ کے عہدے سے سبکدوش ہوئے

۱۱۳ ۔ مجید اللہ قادری و صاحبزادہ وجاہت رسول "یادگار سلف"، ص ۲۵،

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۱ء

۱۱۴ ۔ ایضاً

تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت میں تحریر کیے گئے ہیں اس میں سے چند نام مزید ملاحظہ کریں۔

- سید احمد اشرف کچھوچھوی
- مولنا احمد بخش صادق
- مولنا عبدالاحد پیلی بھیتی
- مولنا امام الدین کوٹلوی
- مولنا شریف الدین کوٹلوی
- مولنا محمد عمر الدین ہزاروی
- مفتی غلام جان ہزاروی
- سید محمد عبدالسلام باندوی
- مولنا نثار احمد کانپوری
- مولنا مفتی ہدایت رسول قادری لکھنوی
- مولنا محمد حسنین رضا ابن مولنا محمد حسن رضا بریلوی
- مولنا جمیل الرحمٰن قادری رضوی

تعارف کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

ایک انسان اپنی عقلی کوشش سے بلند پایہ مصنف اور حامل افتخار ادیب تو بن سکتا ہے، ذاتی قابلیت اور محنت کے زور پر مختلف زبانوں کا ماہر تو ہو سکتا ہے، اپنی ذہانت اور فطانت کے باعث صرف و نحو، معانی و بیان، تاریخ و فلسفہ کا محقق تو بن سکتا ہے مگر قرآن عظیم جیسی الہامی کتاب کا مترجم رمفسر بننا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے لیے شرائط اتنی زیادہ سخت ہیں ایک ذی فہم مسلمان اس کام کی ابتدا سے قبل ہی کانپنے لگتا ہے کہ خدانخواستہ قلم ذرا سا بھی بہکا اور ترجمہ قرآن میں اگر لغزش واقع ہوگئی تو قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اس لیے ضروری ہے کہ مترجم، ترجمہ قرآن سے قبل خود ہی اپنا محاسبہ کرے کہ آیا اس کے اندر وہ کامل استعداد اور بھرپور صلاحیتیں موجود ہیں یا نہیں اور وہ خود ان تمام شرائط پر پورا اُترتا ہے یا نہیں اگر وہ اپنے ایمان کی روشنی میں یہ محسوس کرتا ہے کہ میرے اندر وہ تمام شرائط موجود نہیں جو ایک مترجم کے لیے ضروری ہیں تو پھر اس شخص کو ترجمہ قرآن سے پرہیز کرنا ناگزیر ہوگا۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ قرآن سے قبل کئی معروف اور بعض غیر معروف تراجم عوام میں متعارف تھے ان تراجم کی تعداد ۵۰ سے کم نہیں تھی مگر ان میں اکثر تراجم ایک بار ہی شائع ہو سکے۔ امام احمد رضا کے زمانے میں شاہ برادران کے علاوہ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، سر سید احمد خاں، عاشق الٰہی میرٹھی، فتح محمد جالندھری اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کے ترجمے عام تھے اور آپ کے ترجمہ قرآن کے بعد بھی کئی تراجم منظر عام پر آئے مثلاً مولوی محمود حسن دیوبندی، ابوالکلام آزاد، مولوی عبدالماجد دریا آبادی وغیرہ کے تراجم قرآن۔ یہ بات قطعی طور پر فہم سے بالاتر ہے کہ یکے بعد دیگرے اتنی کثرت سے تراجم قرآن کی کیا ضرورت تھی اور علماء نے ایک دوسرے کے ترجمے سے کن وجوہ کے باعث اختلاف کیا جب کہ بنیادی طور پر چند کے علاوہ تمام مترجمین کی ذہنی وفکری ہم آہنگی بھی تھی اور ان کی سوچ بھی ایک ہی نظر

آئی ہے۔ یہ بات بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ ایک مترجم دوسرے مترجم کی تعریف و توصیف میں ذرّہ کو آفتاب بنادیتا ہے مگر اسی کے ساتھ ہی ساتھ اپنا ترجمہ بھی پیش کر دیتا ہے جب کہ تحقیق نے ان دونوں تراجم کو ایک ہی ثابت کیا ہے سوائے مترجم کے نام کے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان اُردو تراجم قرآن کی کثرت سے ایک فائدہ حاصل رہا کہ "اُردو ادب" میں نئے نئے الفاظ اور محاوروں کا کافی اضافہ ہوگیا۔ ان تمام اردو تراجم قرآن میں تحقیق کے معیار پر اُترنے والے تراجم قرآن کی تعداد بہت کم ہے جنہوں نے ترجمہ قرآن کا حق واقعتاً ادا کیا۔ ان ہی تراجم میں ایک ترجمہ قرآن امام احمد رضا خان قادری بریلوی کا بھی ہے جنہوں نے ۱۹۲۰ء میں "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے اس ترجمہ کا

مشہور روایت کے مطابق امام احمد رضا خان قادری بریلوی اپنے مشاغل میں اتنے مصروف رہا کرتے کہ صرف دو گھنٹے رات میں آرام کرتے یا دن میں کھانا کھانے کے بعد سُنّت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کچھ دیر قیلولہ کرتے، ورنہ ۲۲ گھنٹے کتب بینی، تصنیف و تالیف، درس و تدریس باجماعت نماز پنجگانہ، ورد و ظائف اور خلق خدا کی دوسری خدمات دینیہ میں مصروف رہتے۔ (۱۱۵) ان تمام مصروفیات کے باوجود ایک دفعہ آپ کے ایک خلیفہ مولانا مفتی امجد علی والد ماجد علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری (المتوفی

۱۱۵ے مولانا بدرالدین احمد قادری "امام احمد رضا اور ان کے مخالفین"، ص ۔ ۱۱۹ ۔ فضل نور اکیڈمی، گجرات ۔ ۱۹۸۵ء

۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء) (۱۱۶) نے امام احمد رضا بریلوی سے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت کے پیش نظر ترجمہ قرآن کی طرف توجہ کرنے کی گزارش کی آپ نے وعدہ تو فرما لیا لیکن دوسرے مشاغل دینیہ کی کثرت کے باعث تاخیر ہوتی رہی مگر جب مولانا امجد علی اعظمی کی جانب سے اصرار بڑھا تو امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا :۔

"مولانا امجد علی چونکہ ترجمہ قرآن کے لیے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لیے آپ رات میں سونے سے پہلے یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں" (۱۱۷)

چنانچہ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی ایک دن شب میں بعد نماز مغرب کاغذ، قلم، دوات لے کر امام احمد رضا بریلوی کے پاس گئے اور پھر یہ دینی کام شروع ہو گیا، اس ترجمہ قرآن کا طریقہ یہ تھا کہ مولانا احمد رضا بریلوی بغیر کسی دوسری کتاب کی مدد کے آیات کریمہ کا ترجمہ فی البدیہہ ارشاد فرماتے جاتے اور مولانا امجد علی اس کو قلمبند کر لیتے۔ (۱۱۸)

تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے ترجمہ قرآن کے بعد کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن اپنی نوعیت کا دوسرا ترجمہ

---

۱۱۶ ۔ اخبار جنگ مورخہ ۱۹۸۹ء کراچی

۱۱۷ ۔ مولانا بدر الدین احمد قادری "امام احمد رضا اور ان کے مخالفین"، ص ۔ ۲۷۴۔
فضل نور اکیڈمی گجرات ۱۹۸۵ء

۱۱۸ ۔ ایضاً ص ۔ ۲۷۴

ہے جس میں مترجم کو کوئی کتاب دیکھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی کیوں کہ مطالعہ وسیع اور قوت حافظہ مضبوط تھیں اس لیے مولانا امجد علی اعظمی آیت شریفہ کی تلاوت فرماتے اور مولانا احمد رضا بریلوی اردو زبان میں فی البدیہ اس کا ترجمہ املا کروا دیتے۔ سب سے حیران کن بات جو ترجمہ قرآن کے مخطوطہ میں دیکھنے میں آئی جس کا فوٹو اسٹیٹ اس راقم الحروف کے پاس اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی لائبریری میں موجود ہے پورے ترجمہ قرآن میں صرف چند مقامات پر ایک لفظ کے بجائے کٹوا کر دوسرا لفظ لکھوایا ہے اس کے علاوہ اصل مخطوطہ کی تحریر نہایت صاف ستھری ہے۔ جس سے مولانا احمد رضا کی علمی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ صرف دونوں زبانوں پر دسترس کا پتہ چلتا ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ وسعت مطالعہ کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔

راقم کو یہ مسودہ ۱۹۸۸ء میں مفتی عبد المنان کلیمی کے توسط سے جو جامع اکرام العلوم نعیمیہ انسٹی ٹیوٹ مراد آباد میں شیخ الحدیث ہیں، ان کے دورۂ پاکستان کے موقع پر حاصل ہوا۔ اصل مسودہ ان کے کسی عزیز کے پاس کانپور میں موجود ہے۔ اصل مسودے کو موجودہ طبع شدہ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن سے شروع سے آخر تک دیکھا کہیں کوئی فرق نہیں البتہ قدیم اردو کے رسم الخط کے چند لفظ ضرور جدید اردو رسم الخط میں لکھے پائے گئے ہیں اس کے علاوہ کوئی لفظ کم یا زیادہ نہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسودہ کی کیفیت بھی بیان کر دی جائے۔

اصل مخطوطہ ۳۲۵ بڑے صفحات پر مشتمل ہے (۱۱۹) جس پر صرف ترجمہ تحریر ہے قرآن پاک کا متن موجود نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا امجد علی آیات کی تلاوت فرماتے اور مولانا احمد رضا بریلوی فی البدیہ اس کا ترجمہ املا کروا دیتے جس کو مولانا امجد علی قلمبند کر لیتے۔ مولانا امجد علی نے اکثر صفحات پر تاریخ بھی تحریر کر دی ہے لیکن شروع کے چھ صفحات حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ابتدائی تاریخ اور دن کا تعین نہیں ہو سکا۔ سب سے پہلی تاریخ صفحہ ۲۱ پر درج ہے جو اس طرح لکھی ہے: "شب بست و نہم قبل عشا باختتام جمادالاول" اسی طرح کئی صفحات پر جگہ جگہ تاریخ مذکورہ ہے۔ تمام تاریخوں میں لفظ شب ہی مذکور ہے جس سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ ترجمہ کا کام صرف مغرب و عشا کے درمیان کیا جاتا ہے کیونکہ ہر جگہ "شب قبل عشا" تحریر ہے، بعض جگہ تاریخ ترتیب کے ساتھ بھی لکھی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ تسلسل کے ساتھ روزانہ یہ کام تھوڑا تھوڑا کیا جاتا تھا بعض جگہ دو مسلسل تاریخوں کے درمیان نصف، نصف پارے کا ترجمہ بھی ملتا ہے یعنی ایک نشست میں نصف پارہ کا ترجمہ بھی کر لیا جاتا تھا۔ ہر صفحہ پر ۱۷ یا ۱۸ سطریں بہت ہی گھتی ہوئی لکھی گئی ہیں بین السطور جگہ بہت کم ہے۔ صفحہ کا سائز ۳۶ × ۲۲ ہے۔ آخری صفحہ پر سورۃ الناس کے ترجمہ کے بعد مولانا امجد علی نے اپنا نام لکھ کر دستخط بھی کیے ہیں اس کی عبارت اس طرح ہے۔

۱۱۹ـ امام احمد رضا خان قادری بریلوی (قلمی مسودہ) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن "

صفحات ۳۲۵، ۱۳۳۰ھ

"شب ۲۸؍ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ کتابت فقیر ابو العلا امجد علی اعظمی غفرلہ"

اگرچہ آغاز ترجمہ کی تاریخ مذکور نہیں مگر بقیہ تاریخوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کام وقفہ وقفہ سے برابر جاری رہا اور بعض دفعہ کئی کئی ہفتے ترجمہ کا موقعہ نہیں مل سکا مگر لگ بھگ ۱۲؍ ماہ کی جدوجہد کے بعد اردو کا یہ ترجمہ قرآن مکمل ہو سکا۔

قلمی مسودے میں صفحات کئی جگہ سے غائب ہیں۔ اس سلسلے میں جب مولانا مسان کلیمی صاحب سے استفسار کیا گیا تو آپ نے بتایا کہ اصل مسودہ اتنی بوسیدہ حالت میں ملا کہ بمشکل صفحات کی فوٹو کاپی کرائی جا سکی اس لیے جگہ جگہ سے صفحات کم ہیں جو صفحات راقم الحروف کے پاس ہیں اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

صفحہ ۶ سے صفحہ ۱۷۲ یعنی سورۃ بقرہ کی ۳۷ ویں آیات سے سورۃ مریم کی ۲۴ ویں آیت تک پھر صفحہ ۲۱۲ سے ۲۲۰ تک یعنی سورۃ النمل کی ۲۰ ویں آیت سے سورۃ القصص کی ۲۷ ویں آیت تک پھر صفحہ ۲۲۷ سے صفحہ ۲۵۲ تک یعنی سورۃ الاحزاب کی ۶۶ ویں آیت سے سورۃ الزمر کی ۷ ویں آیت تک پھر صفحہ ۲۸۷ سے صفحہ ۳۲۵ تک یعنی ابتدائی سورۃ الرحمٰن سے لے کر سورۃ الناس تک۔ کل ۷۵ صفحات مخطوطے کے گم ہیں مگر بقیہ تین چوتھائی کے لگ بھگ محفوظ ہے۔

اس قلمی مسودے کو دیکھ کر سب سے اہم بات جو میں نے محسوس کی وہ مولانا امجد علی کی دیانت تھی کہ انہوں نے اس ترجمہ قرآن کو جو انہوں نے اپنے ہاتھ سے

تحریر کیا اس کو اپنا ترجمہ نہیں بتایا اگر وہ دعویٰ کر دیتے تو اس دعوے کو کون غلط ثابت کر سکتا تھا مگر انہوں نے اسلامی تعلیمات کا لحاظ کرتے ہوئے اس امانت کو امانت ہی سمجھا۔

امام احمد رضا بریلوی اپنی تصنیف کا نام ہمیشہ تاریخی رکھا کرتے تھے چنانچہ ترجمہ قرآن جو ۱۳۳۰ھ میں مکمل ہوا آپ نے اس کا نام علم الاعداد کے مطابق "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" رکھا۔ اس وقت سن عیسوی ۱۹۱۱ء تھا۔ کنز الایمان کی سن طباعت کے سلسلے میں کوئی شہادت میسر نہ ہوئی البتہ مفتی محمد اطہر نعیمی (مفتی دار العلوم نعیمیہ کراچی) اپنے والد ماجد تاج العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی (ف) (المتوفی ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء) کے حوالے سے اس کی طباعت کے سلسلے میں روایت بیان کرتے ہیں کہ

ف: مفتی محمد عمر نعیمی ابن محمد صدیق ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۲ء میں مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ مفتی مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی سے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ حدیث اور طب کی سند ۱۹۱۱ء میں حاصل کی۔ امام احمد رضا نے دستار بندی فرمائی۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں مدرس مقرر ہوئے اور بعد میں مہتمم بنے۔ شیخ المشائخ سید علی حسین کچھوچھوی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت پائی۔ ۱۹۱۹ء میں مراد آباد سے ماہنامہ "السواد الاعظم" جاری کیا اور ۲۵ برس تک اس کی اشاعت ہوئی۔ آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس میں نائب ناظم کی حیثیت سے تاریخی خدمت انجام دی اور ۱۹۴۶ء میں بنارس کانفرنس کے موقعہ پر بھرپور طریقے سے پاکستان کی حمایت کی۔ تقسیم کے بعد پاکستان تشریف لے آئے اور کراچی میں "دار العلوم مخزن علوم عربیہ" قائم کیا۔ جامع مسجد آرام باغ میں خطیب کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔ کراچی میں ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء میں انتقال ہوا۔ (تذکرہ اکابر علمائے اہلسنت ص ۴۹۶-۴۹۷)

"اعلیٰ حضرت کا جب ترجمہ قرآن کنزالایمان مکمل ہو گیا تو اس کی کتابت کے سلسلے میں ابا جان سے کہا گیا کہ کتابت کے نمونے لائے جائیں چنانچہ ۳ نمونے آپ کو پیش کیے گئے ان میں جو سب سے اچھا خط تھا وہ ایک شیعہ کاتب کا تھا دوسرے درجہ پر جو خط قرار پایا وہ وہابی کاتب کا تھا تیسرے درجہ کا خط جس کاتب کا تھا وہ صحیح سنی العقیدہ مسلمان تھا اور اس کا نام سید ارشاد علی تھا۔ اعلیٰ حضرت نے تیسرے درجہ کی کتابت کو پسند کیا چنانچہ ارشاد علی نے اس کی سب سے پہلے کتابت کی۔ (ارشاد علی کا پاکستان میں آکر ۱۹۷۰ء کی دہائی میں انتقال ہوا تھا) جب کتابت مکمل ہو گئی تو ابا جان اس کو مراد آباد لے گئے اور وہاں کے پریس "اہلسنت برقی پریس مراد آباد" سے پہلی مرتبہ کنزالایمان امام احمد رضا کی حیات ہی میں شائع ہوا لیکن اس کی سن طباعت باوجود کوشش کے حاصل نہ ہو سکی"

مولانا مفتی اطہر نعیمی صاحب نے مزید بتایا کہ جب مراد آباد ہی سے یہ ترجمہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے تفسیری حاشیہ کے ساتھ شائع ہوا تو اس قرآن پاک میں متن کی کتابت شوکت علی نے کی تھی اور ترجمہ اور حاشیہ مولوی عبدالودود نے لکھا تھا لیکن اس کی بھی اول سن طباعت حاصل نہ ہو سکی۔

امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کی طباعت کی صحیح تاریخ کا تعین تو نہیں کیا جا سکا البتہ وہ آپ کی حیات ہی میں شائع ہوا ہے اس سلسلے میں اگر "الفقیہ"

کی پرانی فائل میسر آجائے تو اس میں ضرور اس کا ذکر ہوگا۔ راقم کو "الفقیہ" کا ایک حوالہ ملا جس کے ۱۹۲۶ء کے شمارے میں ایک اشتہار شائع ہوا ہے اس کا متن ملاحظہ کیجیے۔

"عنوان اشتہار" قرآن پاک کا سب سے نفیس ترجمہ"

ترجمہ کی خوبی حضرت مترجم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا قاری شاہ محمد احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی جلالت سے ظاہر ہے۔ یہ ترجمہ قرآن پاک کے بین السطور تحت الالفاظ ۲۲ × ۲۶ تقطیع رف کاغذ پر ۴۸۸ صفحات میں طبع ہوا ہے جواب تک ۲ روپے فی جلد کے حساب سے ہدیہ ہوتا رہا۔ بہت کم جلدیں باقی رہ گئی ہیں۔ ۱۴ فروری ۱۹۲۶ء تک کے لیے اس کا ہدیہ بجائے ۲ روپے کے دو روپے کر دیا گیا ہے رعایت کے دن اور قرآن پاک کی جلدیں دونوں کم رہ گئی ہیں شائقین جلد طلب فرمادیں ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا۔ پتہ

منیجر نعیمی پریس مراد آباد چودھری حسن خان

(ماخوذ معارف رضا شمارہ ۱۹۹۵ ص ۱۴۴)

اس اشتہار سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کنزالایمان مراد آباد سے شائع ہوا اور پہلا ایڈیشن بغیر حاشیہ کے شائع ہوا تھا اور زبانی روایت کے مطابق بھی یہ ترجمہ امام احمد رضا کی حیات ہی میں شائع ہوا۔

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے عدد علم الاعداد کے مطابق مندرجہ ذیل

ہیں۔ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری (المتوفی ۱۴۰۲ھ) نے اپنی کتاب خصائص کنزالایمان، میں اعداد کی تفصیل دی ہے(۱۲۰) مگر سہواً وہاں الف اور لام کے اعداد رہ گئے ہیں یہاں مکمل اعداد کی تفصیل پیش کی جارہی ہے ملاحظہ کیجئے۔

ک + ن + ز + ا + ل + ا + ی + م + ا + ن + ف + ی +

۲۰ + ۵۰ + ۷ + ۱ + ۳۰ + ۱ + ۱۰ + ۴۰ + ۱ + ۵۰ + ۸۰ + ۱۰ +

ت + ر + ج + م + ۃ + ا + ل + ق + ر + ا + ن

۴۰۰ + ۲۰۰ + ۳ + ۴۰ + ۵ + ۱ + ۳۰ + ۱۰۰ + ۲۰۰ + ۱ + ۵۰

: ۱۳۲۰ء

امام احمد رضا خاں قادری بریلوی کے ترجمہ قرآن پر اب تک کئی حاشیے اور تفسیریں لکھی جاچکی ہیں، ساتھ ہی انگریزی، سندھی، بنگلہ، ڈچ اور ترکی زبان میں ترجمے کیے جاچکے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے :۔

(۱) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن پر سب سے پہلا حاشیہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے رقم کیا تھا اور یہ مکمل حاشیہ "خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" کے عنوان سے تحریر کیا گیا تھا۔

(۲) سب سے پہلی تفسیر کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے ساتھ مولانا حشمت علی

---

۱۲۰ ۔ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری "خصائص کنزالایمان"، ص ۔ ۴ ،
مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۴۰۸ھ

۱۲۱ ۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی "خزائن العرفان تفسیر القرآن"، صفحات ۔ ۸۴۶ ،
اہلسنّت برقی پریس مراد آباد انڈیا

خان قادری (المتوفی ۱۳۸۰ھ) نے "امداد الدیان فی تفسیر القرآن" (۱۲۲) کے نام سے ۱۳۶۸ھ میں لکھنا شروع کی مگر زندگی نے وفا نہ کی اور صرف سورۃ بقرہ (ف) کی تفسیر مکمل ہو سکی۔

(۳) پاکستان میں سب سے پہلے ۱۳۷۵ھ میں مولانا علامہ عبد المصطفےٰ الازہری (المتوفی ۱۹۸۹ء) نے کنز الایمان فی ترجمہ القرآن پر حاشیہ تحریر کیا مگر افسوس صرف ۵ پاروں کا حاشیہ "احسن البیان لتفسیر القرآن" (۱۲۳) کے نام سے اب تک طبع ہو سکا ہے۔

(۴) کنز الایمان پر ایک اور حاشیہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی (المتوفی ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء) نے "نور العرفان فی حاشیۃ القرآن" (۱۲۴) کے نام سے ۱۳۷۷ھ میں لکھا تھا اس کے کچھ ہی عرصے بعد آپ نے ایک مبسوط ضخیم تفسیر

---

۱۲۲ ۔ مولانا حشمت علی خان قادری "امداد الدیان فی تفسیر القرآن" مطبوعہ پیلی بھیت انڈیا ۱۳۶۸ھ

۱۲۳ ۔ علامہ عبد المصطفےٰ الازہری "احسن البیان لتفسیر القرآن" مکتبہ القرآن کراچی ۱۹۵۶ء

۱۲۴ ۔ مفتی احمد یار خان نعیمی "نور العرفان فی حاشیۃ القرآن" صفحات ۱۰۰۰ ۔ پیر بھائی کمپنی لاہور ۔ ۱۳۷۷ھ

ف:۔ تفسیر امداد الدیان کا کچھ حصہ یعنی سورۃ فاتحہ اور سورہ بقرہ کے پہلے رکوع کی تفسیر پیلی بھیت سے نکلنے والے رسالے ترجمان اہلسنت کی جلد اول کے حصہ سوم میں نظر سے گزری۔ یہ رسالہ مولانا حشمت علی کی سرپرستی میں شائع ہوتا تھا جس کو مولانا محمد طیب ابو طاہر صاحب مرتب کرتے تھے۔ اس کے کچھ حصے فقیر کو اپنے والد ماجد شیخ حمید اللہ قادری حشمتی علیہ الرحمہ (م ۱۹۸۹) کی ذاتی لائبریری میں ملے تھے (مجید)

نعیمی بھی لکھنا شروع کی مگر زندگی نے صرف ۱۴ پاروں تک وفا کی اور اس طرح تفسیر نعیمی (۱۲۵) ۱۴ جلدوں (ف۲) پر ۱۴ پاروں تک لکھی جا سکی جو کئی بار طبع ہو چکی ہے۔

(۵) سلسلہ قادریہ برکاتیہ مارہریہ حیدرآباد سندھ کے ایک معروف عالم دین مولانا مفتی خلیل احمد خاں قادری برکاتی (المتوفی ۱۹۸۴ء) نے بھی کنزالایمان پر حاشیہ تحریر کیا مگر اس کی بھی صرف ۵ پاروں تک اشاعت ہو سکی۔ آپ نے اس مختصر تفسیر کا نام "خلاصۃ التفاسیر" رکھا تھا۔(۱۲۶)

(۶) کنزالایمان کی روشنی میں ایک اور ضخیم تفسیر جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (المتوفی ۱۹۸۰ء) نے وصال سے

---

۱۲۵ ۔ مفتی احمد یار خان نعیمی "تفسیر نعیمی" ۱۴ مجلدات، کل صفحات ۸۶۷۲، مکتبہ اسلامیہ گجرات

۱۲۶ ۔ مفتی محمد خلیل احمد برکاتی قادری "خلاصۃ التفسیر" مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ حیدرآباد سندھ

ف۲ : تفسیر نعیمی کی دو مزید جلد ۱۴ اور ۱۵ ضیاالقرآن پبلی کیشنز لاہور نے ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۲ء میں شائع کی ہیں۔ یہ تفسیر مفتی احمد یار خاں نعیمی کے بڑے صاحبزادے مفتی اقتدار احمد خاں نعیمی نے تحریر فرمائی ہیں اور آپ نے تفسیر میں اپنے والد ماجد کے ہی اسلوب کو برقرار رکھا ہے یعنی آپ نے پہلے تفسیری بیان پھر اعتراضات کے جواب لکھے اور جہاں کہیں ضروری ہوا وہاں آریوں اور وہابیوں کا رد بھی لکھا ہے اور آخر میں تفسیر صوفیانہ کے عنوان سے بھی تفسیر لکھی ہے ضیاء القرآن اب مکمل ۳۰ پاروں کا سیٹ طبع کر رہا ہے۔ (مجید)

چند ماہ پہلے مکمل کی تھی جو "تفسیر الحسنات" (ف ۱) کے نام سے ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے طبع کی۔ (۱۲۷)

(۷) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کو سب سے پہلے انگریزی زبان میں ڈاکٹر اختر حنیف فاطمی (م ۱۹۹۵ء) نے منتقل کیا جو پہلی بار ۱۹۸۴ء میں انگلینڈ سے شائع ہوا۔ (۱۲۸) اور دوسری بار پاکستان میں شائع ہوا۔

(۸) کنزالایمان کو پاکستان میں پہلی مرتبہ ملک کے نامور سیاستداں، سابق وفاقی وزیر جناب پروفیسر فرید الحق (ف ۲) نے انگریزی میں منتقل کیا جو پاکستان

۱۲۷۔ علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری "تفسیر الحسنات" ۵ مجلدات کل صفحات ۵۴۱۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۰۶ھ

۱۲۸۔ Fatmi, H.A. 1984 "Holy Quran" Quran Co. Ltd. Urdu Bazar Lahore. P.600.

ف ۱: ابوالحسنات سید محمد احمد قادری ولد سید دیدار علی قادری الوری نے وصال سے ایک دن پہلے یعنی ۲ شعبان ۱۳۸۰ھ تک ۲۶ ویں پارہ سورہ ق کے دوسرے رکوع کی تفسیر مکمل کر لی تھی بقیہ کام ۲۰ سال بعد آپ کے فرزند سید محمد خلیل احمد قادری اشرفی نے مکمل کیا ضیاء القرآن ۲۵ پاروں تک تفسیر الحسنات شائع کر چکی تھی اب حال ہی میں اسکی چھٹی جلد جو ۲ پارے ۲۶، ۲۷، ۲۸ پر مشتمل ہے ضیاء القرآن نے شائع کی ہے جو ۸۲۲ صفحات پر مشتمل ہے لیکن یہ کہ بقیہ دو پاروں کی تفسیر بھی ساتویں جلد کی صورت میں جلد از جلد منظر عام پر آجائے گی۔ (مجید)

ف ۲: شاہ فرید الحق ان دنوں کنزالایمان پر مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے حاشیہ خزائن العرفان کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں جو قسط وار "The MASSAGE INTERNATIONAL" میں شائع ہو رہا ہے۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ عنقریب وہ حاشیہ کا ترجمہ مکمل فرمالیں گے۔ (مجید)

میں ۱۹۸۸ء میں پہلی بار طبع ہوا۔ (۱۲۹) حال ہی میں ورلڈ اسلامک مشن پاکستان نے اس کی دوبارہ اشاعت کی ہے۔

(۹) کنزالایمان اور خزائن العرفان دونوں کو پاکستان کی صوبائی زبان سندھی میں مفتی عبدالرحیم سکندری شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ نے ۱۹۸۸ء میں منتقل کیا۔ (۱۳۰)

(۱۰) بنگلہ زبان میں بھی کنزالایمان کا ترجمہ مولانا عبدالمنان صاحب نے مکمل کر لیا جو جزواً جزواً تسلسل کے ساتھ طبع ہو رہا ہے۔ رضا اکیڈمی چٹاگانگ اس ترجمہ کے کئی پارے طبع کر چکی ہے۔ (۱۳۱)

(۱۱) مولانا غلام رسول الہ دین نے کنزالایمان کا ہالینڈ (نیدرلینڈ) کی قومی زبان "ڈچ" میں ترجمہ کیا ہے جو امسٹرڈیم سے ۱۹۹۴ء میں شائع بھی ہوا۔ (۱۳۲)

(۱۲) مولانا اسماعیل حقی نے کنزالایمان کا ترجمہ جدید ترکی زبان میں کیا ہے جو ایمسٹرڈیم سے شائع ہوا ہے۔ یہ ترجمہ ڈچ ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا

۱۲۹ے The Holy Qur'an (An English Translation from 'Kanzul Iman') By Prof. Shah Faridul Haque Darululum Amjadia, 1988, Karachi.

۱۳۰ے مفتی عبدالرحیم سکندری۔ کنزالایمان و خزائن العرفان۔ سندھی ترجمہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔ ۱۹۹۲ء

۱۳۱ے مولانا محمد عبدالمنان۔ بنگلہ ترجمہ قرآن۔ رضا اکیڈمی چاٹگام بنگلہ دیش ۱۹۸۹ء

۱۳۲ے مولانا غلام رسول الہ دین۔ کنزالایمان۔ ڈچ ترجمہ، صفحات ایمسٹرڈیم ۱۹۹۴ء

ہے۔ ڈچ ترجمہ علیحدہ بھی شائع ہوا ہے۔ (۱۳۳)

(۱۳) مولانا نورالدین نظامی (پرنسپل مدرسہ عالیہ اورنٹیل کالج رامپور بھارت) نے کنزالایمان کا ہندی زبان میں ترجمہ مکمل کرلیا ہے جو زیر طبع ہے۔

(۱۴) قاری نورالہدیٰ نعیمی (نائب صدر تحریک اشاعت القرآن ٹرسٹ کراچی) نے کنزالایمان کا پشتو زبان میں ترجمہ مکمل کرلیا ہے اور جلد ہی اس کی اشاعت ہونے والی ہے۔

(۱۵) چوہدری عبدالمجید (پرنسپل سینٹرل جیل اسٹاف ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ لاہور) نے بھی کنزالایمان کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے جسے لاہور سے اویسی کمپنی نے ۱۹۹۵ء میں شائع کیا ہے۔

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کی مخالفت اور تائید میں کتابوں کی اشاعت

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن پر ۱۹۸۲ء میں حکومت متحدہ امارات کے وزیر انصاف، اوقاف اور امور مذہبیہ نے رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل محمد علی الحرکان کی تحریک پر جو بنیادی طور پر پاکستان کے سیاسی و مذہبی گروہوں کے ایما پر مبنی تھی، مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی کے ترجمہ قرآن پر مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کے تفسیری حاشیہ موسومہ "خزائن العرفان" پر پابندی عائد کردی اور اس کے دستیاب نسخے ضبط کرنے کا حکم جاری کیا، ساتھ ہی تمام

۱۳۳؎ مولانا اسمٰعیل حقی "کنزالایمان" (ترکی ترجمہ) صفحات ۶۱۱ ایمسٹرڈیم ۱۹۹۴ء

کو تلف کرنے کا اعلان کیا، بعدازاں سعودی حکومت نے بھی اسی مضمون پر مبنی احکام جاری کیے۔(۱۲۴) نتیجتہً انڈیا پاکستان میں خصوصًا اور دیگر عالم اسلام میں عمومًا اس پابندی کے خلاف سخت احتجاج ہوئے اور اس پابندی کو اٹھانے کی اپیلیں کی گئیں۔ سیاسی اور مذہبی دونوں گروہوں نے پاکستان میں خصوصًا سخت نوٹس لیا اور یہاں کے علماء نے ان دونوں ممالک میں یادداشتیں بھی بھیجیں۔ یہاں میں اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتا بس اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ تاریخ میں پہلی دفعہ عرب ممالک میں جہاں تمام باشندے عربی ہی بولتے ہیں اُردو ترجمہ قرآن پر پابندی عائد ہونے سے اسی بات کی نشاندہی ہوئی کہ یقینًا اُردو بولنے والے لوگوں نے وہاں کی حکومت سے سفارش کی ہو گی کہ اس ترجمہ اور تفسیر پر جو ان کی نظر میں درست نہیں تھا قانونًا اس پر پابندی عائد کی جائے جیسا کہ خلیج ٹائم نے لکھا۔

"The Ministry of Justice, Islamic Affairs and Auqaf confirmed yesterday that it had banned an Urdu translation of the Holy Quran because it contained a number of errors and inaccuracies of fund-mental nature.

The Ministry said it had acted on a recomm-

۱۲۴۔ (الف) "اخبار خلیج ٹائم"، مورخہ ۵؍مارچ ۱۹۸۲ء ص۔۲ متحدہ عرب امارات

(ب) "اخبار رابطہ العالم الاسلامی"، مورخہ ۲۵؍مئی ۱۹۸۲ء مکہ مکرمہ سعودی عرب

endation on this effect from the Mecca based organiz-

ation, Rubita Al Alam Al Islam. The book concerned is a

translation and Interpretation of the Holy Book by Moh-

ammad Naimuddin Muradabadi published by Taj Co. Ltd.

of Lahore, Pakistan. A memorandum from the Rubita signed

by its secretary general M. Ali Al Harkan, lists the violations and errors on 15 pages of the 964 page book. The memorandom sent to all Islamic Nations and institutions." ۱۳۵ے

ان اخبارات کے حوالے سے جب یہ خبریں پاکستان اور انڈیا میں شائع ہوئیں تو مخالف اور موافق افراد نے کنزالایمان کے رد میں اور تائید میں کتابیں لکھنا شروع کیں۔ حقیقت میں یہ ہی بات میری تحقیق کا محرک بنی اور میں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ کنزالایمان کا مکمل طور پر مطالعہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ اس میں کون سی آیات کا ترجمہ من گھڑت اور جمہور کے عقائد کے خلاف ہے اور باقی تراجم بھی معیاری ہیں یا نہیں چنانچہ ان تمام امور کی تحقیق کی گئی اور جو نتیجہ برآمد ہوا وہ آخر میں تحریر ہے دیکھا جا سکتا ہے یہاں میں ان کتابوں کے نام پیش کرنا چاہتا ہوں جو مخالفت اور تائید میں لکھی گئیں جب کہ اس سے پہلے کسی بھی ترجمہ قرآن کے خلاف نہ اس طرح پابندی عائد کی گئی اور نہ ہی اس کی مخالفت یا تائید میں کوئی کتاب لکھی گئی۔

کنزالایمان فی ترجمہ قرآن پر پابندی عائد ہونے کے بعد سب سے پہلے

English Newspaper "Khaleej Times" Page 2. U.A.E date 05- March 1982. ۱۳۵ے

اس ترجمہ کی مخالفت میں مولوی اخلاق حسین قاسمی دہلوی نے ایک رسالہ بعنوان "بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ" کے نام سے ۱۹۸۳ء/۴-۱۴۰۴ھ میں لکھا جو ۱۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مولوی قاسمی نے ان صفحات میں جو کچھ کہنا ہے اس کو مندرجہ ذیل تحریر کی روشنی میں بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

"رابطہ عالم اسلامی نے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ترجمہ قرآن بنام "کنزالایمان" پر پابندی لگادی ہے۔ اس پابندی پر بریلوی حضرات بہت چراغ پا ہیں۔ لیکن ان ناراض ہونے والے بھائیوں کو شاید یہ معلوم نہیں کہ مولانا بریلوی کے ترجمے اور مولانا نعیم الدین صاحب کے حاشیہ میں اصول ترجمہ اور امت کے مسلمہ اور متفقہ عقائد کے خلاف کتنا قابلِ اعتراض مواد پایا جاتا ہے۔

اکابر علماء دیوبند نے احتیاط کی بنا پر خان صاحب کے بعض مبتدعانہ اور قریب بہ شرک خیالات پر غلبہ محبت کا پردہ ڈال کر خاں صاحب کو تکفیر سے بچانے کی کوشش کی ہے لیکن جہاں تک قرآنِ کریم کے ترجمہ کا تعلق ہے اس میں غلبہ محبت کی تاویل ناقابلِ تقسیم ہے۔ کتاب اللہ العظیم اسلام کے بنیادی تصورات وعقائد کی اول وآخر کتاب ہے اس کے عجمی ترجمہ میں کسی فرقہ کا اپنے مزعومہ خیالات کو داخل کرنا انتہائی ضلالت وخیانت ہے۔" (۱۴۶)

۱۴۶؎ مولوی اخلاق حسین قاسمی دہلوی، بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ، ص ۲۵/۲۶

الفیصل اکادمی فیصل آباد ۱۴۰۴ھ

اس کے علاوہ مولوی اخلاق حسین قاسمی نے "محاسن موضح قرآن" (۱۲۷) کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی جس میں کنزالایمان پر سخت تنقید کی گئی ہے اور شاہ عبدالقادر کے ترجمہ قرآن کو الہامی ترجمہ قرار دیا گیا ہے۔

مولوی اخلاق حسین قاسمی دہلوی کے علاوہ اور کسی نے کنزالایمان کے رد میں کوئی مبسوط رسالہ وغیرہ نہیں لکھا۔ محترمہ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین نے اپنی کتاب "قرآن حکیم کے اردو تراجم" میں جو تبصرہ کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:-

"امام احمد رضا قرآن میں غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے امام احمد رضا کا شمار عالم اسلامی کے ان خواص علماء میں ہوتا ہے جن کی قامت پر "رسوخ فی العلم" کی قبا راست آتی ہے قرآن کریم سے ان کو غیر معمولی شغف تھا انہوں نے اللہ کے کلام میں برسوں تدبر کیا، اسی مسلسل تدبر و فکر کا نتیجہ تھا کہ امام احمد رضا کو قرآن پاک سے خاص نسبت ہو گئی ان کا ترجمہ قرآن ان کے برسوں کے فکر و تدبر کا نچوڑ ہے۔" (۱۲۸)

۱۲۷ے مولوی اخلاق حسین قاسمی دہلوی "محاسن موضح قرآن"، صفحات ـ ۸۵۶ دوالنورین اکادمی سرگودھا ۱۹۸۲ء

۱۲۸ے ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین "قرآن حکیم کے اردو تراجم" ص ـ ۳۲۲/۳۲۲ قدیمی کتب خانہ کراچی

ڈاکٹر صالحہ نے چند صفحات قبل مولانا احمد رضا کے ترجمہ پر ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے۔

"ناچیز کے نزدیک کسی ترجمہ کو اچھا یا بُرا کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا لیکن موجودہ بحث و تحقیق کا تقاضا ہے کہ ترجمہ کے محاسن اور عیوب کو واضح کیا جائے۔ مولانا کی ذہانت اور علمیت ان کے ترجمے سے خوب عیاں ہے لیکن جہاں تک زبان اُردو کا تعلق ہے اس میں وہ شستگی نہیں جو اتنے بڑے عالم سے متوقع ہے۔" (۱۳۹)

کنزالایمان فی ترجمہ القرآن کے رد میں لکھی جانے والی کتابیں چند ہیں، جبکہ پابندی کے بعد اس کی تائید میں لکھی جانے والی کتابوں کی خاصی تعداد ہے جس سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ ترجمہ قرآن کے مخالفین زیادہ نہیں ہیں۔ ذیل میں چند کتابیں ملاحظہ ہوں جو کنزالایمان کی تائید اور اس کی مخالفت کے دفاع میں لکھی گئیں۔

(۱) مولانا عبدالستار خان نیازی "کنزالایمان کے خلاف سازش اور اس کے مثبت جواب"، صفحات ۴۰، مرکزی مجلس لاہور ۱۴۰۳ھ

(۲) ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ "محاسن کنزالایمان"، صفحات ۸۰ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۴۰۲ھ

---

۱۳۹ ۔ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین "قرآن حکیم کے اُردو تراجم"، ص ۔ ۳۱۸ قدیمی کتب خانہ کراچی

(۳) مولانا غلام رسول سعیدی "ضیائے کنزالایمان" صفحات ۲۷ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۳۹۸ھ

(۴) مولانا قاری رضا المصطفٰے "قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی" صفحات ۱۶ مکتبہ رضویہ نوریہ سکھر ۱۴۰۲ھ

(۵) علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری "خصائص کنزالایمان" صفحات ۶۴ مرکزی مجلس امام اعظم لاہور ۱۴۰۸ھ

(۶) مولانا محمد صدیق ہزاروی "کنزالایمان تفاسیر کی روشنی میں" صفحات ۲۴ رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۸۸ء

(۷) مولانا حافظ مبین الہدیٰ نورانی "امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن اور مسلک اسلاف" صفحات ۳۲ بزم رضا جمشید پور انڈیا ۱۹۸۲ء

(۸) علامہ عبدالقدوس مصباحی "امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن پاک تحقیق کے اجالے میں" صفحات ۲۳۵ نوری کتب خانہ الہ آباد انڈیا ۱۹۸۲ء

(۹) اراؤ سلطان المجاہد طاہری "ایک قرآن۔ ایک ترجمہ" حصہ اوّل ۔ دوم۔ صفحات ۷۷۴ لائبریری فکر رضا و طاہر فیصل آباد ۱۹۸۶ء

(۱۰) پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری "کنزالایمان اور اس کی فنی حیثیت" صفحات ۴۰ مرکزی ادارہ منہاج القرآن لاہور ۱۹۸۷ء

(۱۱) علامہ سعید بن یوسف زئی "کنزالایمان اہل حدیث کی نظر میں" بحوالہ معارف رضا ص ۔ ۹۰/۱۰۰ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء

(۱۲) مفتی اختر رضا خان الازہری "دفاع کنزالایمان" صفحات ۴۰، سنی دنیا بریلی انڈیا ۱۹۸۲ء

(۱۳۱) مولانا عبدالرزاق حطاروی "تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان" صفحات ۲۲۴، اسلام آباد ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

اس کے علاوہ پاک و ہند کے کئی رسالوں اور جرائد میں کنزالایمان کی تائید میں مضامین لکھے گئے ہیں جس میں مؤلفین نے اپنے طور پر اعتراضات کا دفاع کیا ہے اور مولانا کے ترجمہ قرآن کو اسلاف کی تفاسیر کے قریب تر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں چند اسکالرز اور محققین کا مؤقف کنزالایمان سے متعلق پیش کیا جا رہا ہے ملاحظہ کیجیے:۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:۔

"میرا یہ عقیدہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن، الفاظ قرآن کی توجہ اتحادی کے فیضان سے معمور ہے۔ جو حسن خوبی، ربط و نظم اور روانی بیان الفاظِ قرآنی میں ہے ان کی جھلک اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن میں بدرجہ اتم دکھائی دیتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی روح قرآن حکیم کے ایک ایک لفظ کی توجہ اتحادی کا محل بنی ہوئی ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے اور یہ بندے کا جو حسن نظم قرآن میں ہے ترجمہ اس کا آئینہ دار ہے بیان کا جو زیر و بم الفاظ قرآنی میں ہے اس کی جھلک ترجمے میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن سامنے ہو تو پتہ چلتا ہے کہ جس طرح قرآن کا اپنا ایک اسلوب ہے جو نہ تقریری ہے نہ تحریری بلکہ ایک جداگانہ اور منفرد اسلوب ہے اسی طرح اس عظیم ترجمے کا بھی اپنا خاص اسلوب ہے جو نہ تقریری کہا جا سکتا ہے نہ تحریری اور جس طرح قرآنی

اسلوب بیان کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی اسی طرح یہ ترجمہ بھی بے نظیر و بے مثال ہے۔" (۱۴۰)

پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری (ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور) اُردو زبان میں کیے گئے قرآنی تراجم پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"اُردو زبان میں جن اہلِ علم نے ترجمے کیے آدمی ان کی نیکی، اخلاص اور محنت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان تراجم کی اکثریت ایسی ہے جو قرآن مجید کے بے مثال ادبی و معنوی حسن کی ترجمانی نہیں کرتی۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان خدا ترس اہلِ علم کو اُردو زبان کے ادبی سرمایہ پر عبور حاصل نہیں تھا، نیز یہ کہ ہر زبان کا اپنا اسلوب بیان ہے جس کا ترجمہ ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے "ذھب فلان" He went لیکن اس کا ترجمہ اُردو زبان میں شخصیت کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے جمع کے ساتھ کیا جائے گا، مثلاً وہ تشریف لے گئے۔ اگر کسی بڑی علمی و مذہبی، خاص طور پر پیغمبر کی ذات گرامی کے ذکر میں عربی یا انگریزی سے ترجمہ مفرد ہی کیا جائے، تو وہ ذوقِ سلیم پر گراں گزرے گا چنانچہ ترجمہ اور تشریح میں ادب کا ملحوظ

۱۴۰ے پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری "کنزالایمان اور اس کی فنی حیثیت"، ص۔ ۳۲/۳۳ مرکزی ادارہ منہاج القرآن لاہور ۱۹۸۷ء

رکھنا از بس ضروری ہے۔" (۱۴۱)

آگے چل کر امام احمد رضا کے ترجمہ پر روشنی ڈالتے ہیں :۔

"گزشتہ دنوں جب مولانا عبد القیوم ہزاروی (مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) نے ازراہِ کرم مجھے مولانا احمد رضا خان مرحوم کے ترجمۂ قرآن کا تحفہ دیا تو خاکسار نے اس ترجمہ کو مقدور بھر غور سے پڑھا۔ اس ترجمہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے ترجمہ قرآن میں اور حامل قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام بلند کے آداب کو نگاہ میں رکھا ہے اور آپ نے سورہ والضحیٰ کی آیت "ووجدك ضالاً فهدى کا جو ترجمہ

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" کیا ہے وہی زیادہ

مناسب ہے۔ (۱۴۲)

جناب کوثر نیازی صاحب امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنزالایمان پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

حقیقت میں جسے لوگ امام احمد رضا کا تشدد قرار دیتے ہیں وہ بارگاہِ رسالت میں ان کے اَدب و احتیاط کی روش کا نتیجہ ہے... اَدب و احتیاط کی یہی روش امام رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک

---

۱۴۱ ۔ ڈاکٹر رشید احمد جالندھری "مقالات" (تقریب تعارف فتاویٰ رضویہ جدید ایڈیشن) ص ـ ۲۱ ۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء

۱۴۲ ۔ ایضاً ص ـ ۲۲

لفظ سے عیاں ہے یہی ان کا سوز نہاں ہے جو ان کا حرز جاں ہے' ان کا طغرائے ایماں ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے، حاصل کون و مکاں ہے، برتر از این و آں ہے، باعث رشک قدسیاں ہے' راحت قلب عاشقاں ہے، سرمہ چشم سالکاں ہے، ترجمہ کنزالایمان ہے۔" (۱۴۳)

آگے چل کر سورہ والضحیٰ کی آیت "ووجدك ضالا فهدى" کے ترجمے پر تبصرہ کرتے ہیں۔

امام نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے۔

فرماتے ہیں "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔"

"کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ (رشدی، (ملعون) کی لغویات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم کوئی کارروائی کرنے میں اس لیے تامل کریں کہ کہیں آقایان ولی نعمت ناراض نہ ہو جائیں مگر امام رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول کا خزانہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے (۱۴۴)

۱۴۳ے مولانا کوثر نیازی "امام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت"، ص ـ ۱۹
ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۱ء

۱۴۴ے ایضاً ص ـ ۲۰

پروفیسر امتیاز سعید احمد (المتوفی ۱۹۹۲ء) سابق ڈائریکٹر وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن پر اپنے مقالے میں ایک مقام پر ترجمہ کی خصوصیت اور اہمیت بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"دوسری بات جو اس ترجمے میں خاص ہے وہ اس کی ادبی اہمیت اور اس کا اسلوبِ نگارش ہے۔ بے شک اس دور میں اُردو زبان پر عربی، فارسی اثرات تھے اور امام موصوف خود عربی فارسی کے معتبر عالم تھے مگر آپ نے پورے ترجمے میں اُردو زبان کے محاورے کا خاص خیال رکھا اور اس بات کا اہتمام کیا کہ ترجمے میں قرآن حکیم کی عظمت و وقار میں کوئی فرق نہ آئے۔ گو کہ وہ جلالت جو اصل کلام الٰہی میں ہے ترجمے میں ممکن نہیں مگر دوسرے تراجم کے مقابلے میں .....
کنزالایمان کی عبارت پڑھنے سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ اس میں کلامِ الٰہی کی جلالت و عظمت کا کس قدر خیال کیا گیا ہے۔
یہ بات بلا تامل کہی جا سکتی ہے کہ یہ ایسا ترجمۂ قرآن مجید ہے جس میں پہلی بار اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ جب باری تعالیٰ کی ذات وصفات کا ذکر آئے تو ترجمہ کرتے وقت اس کی عظمت و جلالت، تقدس و علوت اور کبریائی ملحوظ خاطر رہے۔ اسی طرح جب آیت میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر ہو تو ان کے مرتبے و مقام کو پیش نظر رکھا جائے۔" (۱۴۵)

---

۱۴۵ ۔ پروفیسر امتیاز سعید احمد "امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان"،

(معارف رضا جلد پنجم ۱۹۹۵) ص ۔ ۴۸

پروفیسر صاحب مقالے کے آخر میں امام احمد رضا کے ترجمے پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"اس میں شک نہیں کہ امام احمد رضا خان نے اپنے ترجمے میں لفظی رعایت کا اہتمام نہیں کیا۔ بلکہ مفہوم واضح کرنے کے لیے بعض الفاظ بھی استعمال کیے ہیں جسے معترفین نے تحریف کہا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ انداز آج کے بعض اور مترجمین نے بھی اختیار کیا ہے۔ مختصر یہ کہ ترجمہ کنزالایمان تمام اُردو تراجم میں منفرد اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور اس کے مطالعہ سے حُبِّ الٰہی اور عشقِ رسول کے جذبات اُجاگر ہوتے ہیں۔" (۱۴۶)

۱۴۶؎ پروفیسر امتیاز سعید احمد "امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان" (معارف رضا جلد پنجم ۱۹۹۵) ص ۵۱

باب ششم

معروف اردو قرآنی تراجم اور مترجمین

(بعد کنزالایمان)

اس باب میں امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کے بعد شائع ہونے والے تراجم قرآن اور ان کے مترجمین کا ذکر کیا جائے گا۔ یہاں جن مترجمین کے تراجم کا تجزیہ پیش کیا جائے گا ان مترجمین قرآن کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مولوی محمود الحسن دیوبندی
(۲) مولوی ابوالکلام آزاد
(۳) چودھری غلام احمد پرویز
(۴) سید ابوالاعلیٰ مودودی
(۵) مولوی عبدالماجد دریا آبادی

مولوی محمود الحسن دیوبندی

مولوی محمود الحسن دیوبندی بن ذوالفقار علی الحنفی الدیوبندی بانس بریلی روہیل کھنڈ میں (۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء) پیدا ہوئے[1] ابتدائی تعلیم بریلی میں ہی حاصل کی کیونکہ ان کے والد ملازمت کے سلسلے میں انسپکٹر آف اسکول کی حیثیت سے بریلی میں مقیم تھے۔ قرآن کا ناظرہ میانجی منگلوی سے ختم کیا۔ عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے چچا مہتاب علی سے حاصل کی۔ اس کے بعد (۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء) میں دارالعلوم دیوبند (۲) کا جب افتتاح ہوا تو اس کے اولین تلامذہ میں آپ بھی شامل تھے (۳)۔

مولوی محمود الحسن دیوبندی نے ۱۲۸۴/۱۸۶۷ء میں کنزالدقائق اور مختصر المعانی کا امتحان پاس کیا پھر ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں ہدایہ، مشکوۃ کے

۱۔ مولوی عبدالحئی لکھنوی "نزھتہ الخواطر" الجزالثامن ص۔ ۴۶۷، نور محمد

۲۔ نوٹ:۔ دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ جشن ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء کو دیوبند انڈیا میں منایا گیا جس میں دنیا بھر سے اس مکتبہ فکر کے تمام جید علماء نے شرکت کی۔ اس صد سالہ جشن کی ایک قطعی نامناسب خصوصیت یہ تھی کہ آنجہانی مسز اندرا گاندھی وزیراعظم بھارت نے بحیثیت صدر جلسہ میں شرکت کی اور صدارتی خطاب بھی کیا۔ صدارتی تقریر کا متن روزنامہ اخبار "نوائے وقت" میں شائع ہوا تھا جس کی سرخی تھی " دارالعلوم دیوبند نے گاندھی کی قیادت میں جدوجہد آزادی سے تعاون کیا" (بحوالہ اخبار نوائے وقت ۲۵ مئی ۱۹۸۰)

۳۔ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین "قرآن حکیم کے اردو تراجم" ص۔ ۲۱۶

امتحان میں شریک ہوئے۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی (۴) سے کتب صحاح ستہ پڑھیں۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۲ء میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد اسی دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمت انجام دینے لگے اور بہت جلد ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں صدر مدرس کے منصب پر فائز ہوگئے۔ آپ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء تک دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمت انجام دیتے رہے۔ (۵)

مولوی محمود الحسن دیوبندی کے ممتاز تلامذہ میں مولوی حسین احمد مدنی (مدن پور) مولوی عبید اللہ سندھی، مولوی انور شاہ کشمیری، مفتی کفایت اللہ، مولوی حبیب الرحمٰن، مولوی شبّیر احمد عثمانی، مولوی احمد علی لاہوری، مولوی محمد الیاس کاندھلوی جیسے علماء دیوبند شامل ہیں۔ مولوی صاحب نے سیاسی تحریکات میں بھی بھرپور حصہ لیا اور دارالعلوم دیوبند کو تحریک کے زمانے میں ایک اہم مرکز بنایا جس کی وجہ سے ان کو مالٹا کے جزائر میں ۱۳۳۵ھ/

۴ے نوٹ:۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ہیں۔ دیوبند مکتبہ فکر کے تمام علماء ان سے فیض یافتہ ہیں۔ آپ کا انتقال تپ اور ذات الجنب کے مرض میں ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں ہوا اور نانوتہ میں دفن ہوئے (بحوالہ تذکرۂ علمائے ہند (اُردو)، ص۔ ۴۶۷)

۵ے مولوی رحمان علی، "تذکرہ علمائے ہند"، (مترجم ایوب قادری)، ص۔ ۴۶۷ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی

۱۹۱۷ء سے ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء تک قیدی بنا کر رکھا گیا ف۱ چنانچہ وہ اسیر مالٹا کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ اس قید کے زمانے میں انہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ اردو زبان میں مکمل کر لیا اور ساتھ ہی ساتھ سورۃ النساء تک حاشیہ بھی لکھا جس کی تکمیل بعد میں ان کے شاگرد رشید مولوی شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) (۶) نے کی جن کی قبر کراچی میں اسلامیہ کالج کے احاطے میں ہے۔

مولوی محمود الحسن مالٹا کی قید سے رہائی کے بعد ف۲ جب ہندوستان پہنچے تو علماء دیوبند اور اس مکتبہ فکر کے حامی افراد کی طرف سے "شیخ الھند" کا خطاب دیا گیا۔ مگر جلد ہی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں لگ بھگ ۷۰ سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہو گیا اور مولوی قاسم نانوتوی کے پہلو میں دفنایا گیا۔ (۷)

ف۱، نوٹ۔ محمود الحسن دیوبندی صاحب ریشمی رومال کی تحریک کے دوران انگریزوں کی ایماء پر گرفتار ہوئے اور جزائر مالٹا میں اسیر کیے گئے ان کی گرفتاری ان کے شاگرد عزیز مولوی اشرف علی تھانوی کی جاسوسی کی بنا پر عمل میں آئی جس میں مولوی اشرف علی کے بھائی مولوی ظفر علی تھانوی کی کوششیں شامل حال تھیں ثبوت کیلئے ماہنامہ "الولی" کا شمارہ نومبر، دسمبر ۱۹۹۱ء دیکھئے جو حیدرآباد سندھ سے شائع ہوتا ہے اس واقعہ کی تفصیل ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری کے طویل مضمون بعنوان عبید اللہ سندھی کا دارالعلوم دیوبند سے اخراج" میں دیکھی جا سکتی ہے جو کئی اقساط میں شائع ہوا۔

۶۔ قاری فیوض الرحمٰن "مشاہیر علماء دیوبند" ص ۔ ۲۱۴

ف۲، نوٹ۔ اسیر مالٹا مولوی محمود الحسن دیوبندی کا قید و بند سے رہائی کا سبب ان کا وہ معافی نامہ اور توبہ نامہ ہے جو انہوں نے حکومت مصر کی معرفت انگریزوں کی خدمت میں پیش کیا۔

۷۔ میاں اصغر حسین "حیات شیخ الھند" ص۔ ۱۹۲ مطبوعہ دیوبند ۱۳۶۷ھ

اسیر مالٹا مولوی محمود الحسن دیوبندی کو مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، تینوں افراد سے اجازت بیعت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کے خلفاء میں مولوی صوفی محمد مکرم پنجابی مولوی محمد سہول بھاگلپوری (م ۱۹۴۸ء) مولوی وارث حسن اور مولوی فقیر اللہ رائے پوری بہت مشہور ہیں۔ (۸)

مولوی محمود الحسن دیوبندی نے زندگی کا زیادہ حصہ چونکہ درس و تدریس میں گزارا اس لیے ان کی تصانیف کی تعداد بہت کم ہے۔ ان سب میں اہم کام آپ کا ترجمہ قرآن ہے۔ اس کے علاوہ جو چند کتابیں تصنیف فرمائیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اظہار حق (۲) ایضاح الادلہ (۳) احسن القریٰ (۴) جہد المقل۔
(۵) افادات محمودیہ (۶) الابواب والتراجم (۷) کلیات شیخ الہند،
(۸) حاشیہ مختصر المعانی (۹) تصحیح ابی داؤد (۱۰) مجموعہ فتاویٰ (۹)

مولوی محمود الحسن دیوبندی صاحب نے ترجمہ قرآن کا کام ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں شروع کر دیا تھا جس وقت آپ دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمت انجام دے رہے تھے۔ اس دوران جزائر مالٹا کی اسیری سے قبل ۱۳۲۰ھ تک ۱۰ پاروں کا ترجمہ مکمل بھی کر لیا تھا مگر باقی ترجمہ اور حواشی کا کام قید کے دوران مکمل کیا۔ آپ نے ترجمہ قرآن ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء میں مکمل کر لیا تھا اور ساتھ ہی سورۃ النساء تک حواشی کا کام انجام دے لیا تھا مگر اس کے آگے لکھنے کا موقعہ پھر میسر نہ آیا۔

۸ے مولوی عزیز الرحمٰن بجنوری "تذکرہ شیخ الہند" ص۔ ۹۹ مطبوعہ انڈیا
۹ے مولوی عبدالحئی لکھنوی "نزہتہ الخواطر" الجزء الثامن ص۔ ۴۷۰

آپ مقدمہ ترجمہ قرآن میں ترجمہ کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"عاجز محمود ابن مولوی ذوالفقار علی بریلوی دیوبندی عرض کرتا ہے کہ بعض احباب نے بندے سے درخواست کی کہ قرآن شریف کا ترجمہ سلیس مطالب خیز اردو زبان میں مناسب حال زمانہ کیا جائے تاکہ لفظی اور معنوی اغلاط جو بعض آزاد پسند صاحبوں کے ترجمے سے لوگوں میں پھیل رہی ہے ان سے بچاؤ کی صورت نکل آئے۔ اس عاجز نے اس درخواست کے جواب میں عرض کیا کہ اکابر کے فارسی و اردو کے متعدد تراجم موجود ہیں پھر اب کسی جدید اُردو ترجمہ کی کیا حاجت بجز اس کے کہ اسمائے مترجمین میں ایک نام اور زیادہ ہو جائے اور کوئی نفع نہیں اور اگر یہ اکابر قرآن مقدس کی اس ضروری خدمت کو انجام نہ دیتے تو اس شدتِ ضرورت کے وقت میں ترجمہ بہت دشوار ہوتا علماء کو صحیح اور معتبر ترجمہ کرنے کے لیے متعدد تفاسیر کا مطالعہ کرنا پڑتا اور بہت ہی فکر کرنا ہوتا اور ان دقتوں کے بعد بھی شاید ایسا ترجمہ نہ کر سکتے جیسا اب کر سکتے ہیں" (۱۰)

آگے چل کر شاہ برادران کے ترجمہ قرآن کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"زیادہ کہتے ہوئے تو ڈرتا ہوں مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہم جیسوں کا ہرگز کام نہیں اگر ہم ان کے کلام کی خوبیوں کو اور ان اغراض

۱۰؎ مولوی محمود الحسن دیوبندی "ترجمہ قرآن"، ص۔۱، دار التصنیف لمیٹڈ کراچی ۱۳۹۵ھ

واشارات کو جو ان کے سیدھے سیدھے مختصر الفاظ میں ہیں سمجھ میں آجائیں تو ہم جیسوں کے فخر کے لیے یہ امر بھی کافی ہے"(۱۱)

مزید کہتے ہیں:۔

"تراجم موجودہ صحیحہ معتبرہ کے ہوتے ہمارا جدید ترجمہ کرنا لہولگا کر شہیدوں میں شامل ہونا ہے جس سے نہ مسلمانوں کو کوئی نفع معتبرہ پہنچ سکتا ہے نہ ہم کو۔ بلکہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا جدید ترجمہ کرنا گویا زبان حال سے یہ کہنا ہے کہ تراجم موجودہ میں کوئی خلل ہے جس کا تدارک کیا جاتا ہے یا ہمارے ترجمے میں کوئی خوبی اور منفعت زائد ہوئی جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی حاجت ہوئی تو ہم کو جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھ کر نہایت مذموم اور مکروہ تک نظر آتا ہے"(۱۲)

آخر میں اپنے ترجمہ قرآن کی غایت بیان کرتے ہیں:۔

"حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کے مبارک مفید ترجمہ میں لوگوں کو جو کل ۲ خلجان ہیں یعنی ایک بعض الفاظ و محاورات کا متروک ہوجانا۔ دوسرے بعض مواقع میں ترجمہ کے الفاظ کا مختصر ہونا جس سے ایسے مفید و قابلِ قدر ترجمہ کے متروک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سو اگر غور و احتیاط کے ساتھ الفاظ متروکہ کی جگہ الفاظ

۱۱ے مولوی محمود الحسن دیوبندی "ترجمہ قرآن" ص۔۲، دارالتصنیف لمیٹڈ کراچی ۱۳۹۵ھ

۱۲ے ایضاً ایضاً مقدمہ ص۔۲

مستعملہ لے لیے جائیں اور اختصار و اجمال کے موقعوں کو تدبر کے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کر کے کھول دیا جائے تو یہ عمل مستقل ترجمہ سے زیادہ مناسب ہے اور مفید بھی۔" (۱۳)

مولوی محمود الحسن دیوبندی نے مقدمہ قرآن میں جس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اکابر علماء کے ترجمہ قرآن کی موجودگی میں ترجمہ کرنا لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا ہے بالکل درست فکر اور اور مولوی صاحب نے حقیقت میں ترجمہ قرآن خود نہیں کیا بس اپنے کیے کی لاج رکھ لی۔ آپ نے درحقیقت شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ قرآن "موضح قرآن" میں متروک الفاظ کی جگہ اپنے دور کے مستعمل الفاظ بدلے ہیں اور کہیں کہیں الفاظ کو مختصر توضیحات کے ساتھ بیان کر دیا ہے ورنہ ۹۰ فیصد نہیں تو ۸۰ فیصد ترجمہ شاہ عبدالقادر کا ہی ہے اب مولوی محمود الحسن دیوبندی کے ترجمہ قرآن سے چند آیات کا ترجمہ نمونۃً پیش کیا جاتا ہے:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے (۱۴)

(۱) اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں (اور) حالت یہ ہے کہ عقل کے اندھے ہیں: ۱۵: (البقرۃ ص ۵)

(۲) اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے

۱۳؎ مولوی محمود الحسن دیوبندی "ترجمہ قرآن" مقدمہ ص۔ ۲

۱۴؎ ایضاً ایضاً ایضاً

بہتر ہے: ۵۴: (ال عمران ص - ۷۲)

(۳) اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت قدم رہنے والوں کو: ۱۴۲: (ال عمران ص ۸۶)

(۴) اور محمدؐ ایک رسول ہے ہو چکے اس سے پہلے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں ....: ۱۴۴:

(ال عمران ص - ۸۷)

(۵) اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: ۷۹: (التوبہ ص - ۲۶۴)

(۶) البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھی قدرت اپنے رب کی: ۲۴: (یوسف ص - ۳۰۸)

(۷) یہاں تک کہ جب نا اُمید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی ان کو ہماری مدد: ۱۱۰: (یوسف ص - ۳۲۱)

(۸) اور مچھلی والے کو جب چلا گیا غصّہ ہو کر پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو پھر پکارا ان اندھیروں میں کہ کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے میں تھا گنہگاروں سے ....: ۸۷:

(الانبیاء ص - ۴۲۶)

(۹) اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر کے جہان کے لوگوں پر: ۱۰۷:

(الانبیاء ص - ۴۲۸)

(۱۰) محمد باپ نہیں ہے کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر ہے سب نبیوں پر ....: ۴۰: (الاحزاب ص - ۵۴۹)

(۱۱) تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان ...... : ۵۲ :
(الشوریٰ ص ـ ۶۲۴)

(۱۲) سو تو جان لے کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لیے..... :۱۹ : (سورۃ محمّد ص ـ ۶۵۹)

(۱۳) ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ ۂ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے.....۲:۰ :
(سورۃ الفتح ص ـ ۶۶۲/۶۶۳)

(۱۴) ہم نے تجھ کو بھیجا احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سنانے والا تاکہ تم لوگ یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کی عظمت رکھو اور اس کی پاکی بولتے رہو صبح و شام:۹ :
(سورۃ الفتح ص ـ ۶۶۳/۶۶۴)

(۱۵) اے لحاف میں لپٹنے والے : کھڑا ہو پھر ڈر سنا دے : اور اپنے رب کی بڑائی بول : اور اپنے کپڑے پاک رکھ : اور گندگی سے دُور رہ : ۵ : (سورۃ المدثّر ص ـ ۷۴۷)

(۱۶) اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی : اور پایا تجھ کو مفلس پھر غنی کر دیا۔
:۸ : (سورۃ والضحیٰ ص ـ ۷۷۸)

(۱۷) قسم ہے عصر کی : مقرر انسان ٹوٹے میں ہے : ۲ : (سورۃ العصر ص ـ ۷۸۶)

مولوی محمود الحسن دیوبندی کا ترجمہ قرآن شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ قرآن سے زیادہ مختلف نہیں ہے سوائے چند مقامات کے۔ جیسا کہ مولوی

محمود الحسن صاحب، خود اقرار کرماتے ہیں کہ ہم نے پیوند کاری کر کے اپنا نام مترجمین کی فہرست میں شامل کر لیا ہے۔ مولوی محمود الحسن صاحب کے نزدیک شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ قرآن مستند ترجمہ تھا اسی لیے اس کی موجودگی میں کسی نئے ترجمہ قرآن کو غیر ضروری سمجھتے تھے لیکن احباب کے بے حد اصرار کی بنا پر آپ نے صرف چند مقامات پر الفاظ کا ردّو بدل کر کے اس کو اپنے عصر کی زبان میں ڈھالنے کی کوشش کی تھی اس لحاظ سے آپ کا شمار مترجمین قرآن میں نہیں کیا جانا چاہیے۔ آپ نے ترجمۂ قرآن قرآنی متن سے نہیں کیا بلکہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کے اُردو ترجمۂ قرآن میں صرف پیوند کاری کی ہے اور چند مقامات پر الفاظ کا ردّو بدل کیا ہے یہاں تک کہ جملے کی تراکیب میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی ہے اس لیے آپ کو مترجم قرآن نہ کہنا چاہیے اور نہ لکھنا چاہیے مگر تعجب ہے کہ آپ کے پیروکار آپ کے نام سے ترجمۂ قرآن طبع اور شائع کر رہے ہیں۔ جب اصلاح کرنے والا خود کو مترجم نہیں کہلوا رہا ہے تو پھر یہ انتہائی غیر مناسب عمل ہے کہ مولوی محمود الحسن دیوبندی صاحب کو مترجم قرآن کی صفوں میں شامل کیا جائے۔

شاہ عبدالقادر دہلوی کے اردو ترجمۂ قرآن پر اس سے قبل بھرپور تجزیہ پیش کیا جاچکا ہے اس لیے تفصیل سے ترجمۂ قرآن کے ترجمہ پر بحث مزید نہیں کی جائے گی البتہ وہ چند مقامات جہاں مولوی محمود الحسن دیوبندی صاحب نے شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمے میں تبدیلیاں کی ہیں ان آیات پر روشنی ڈالنا چاہوں گا ملاحظہ کیجیے:۔

مولوی محمود الحسن دیوبندی صاحب نے سورہ بقرہ کی ۱۵ ویں آیت میں

شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمے کے متن میں جو تبدیلی کی ہے اس سے قاری کے ذہن میں ایک عجیب انتشار پیدا ہوتا ہے پہلے شاہ صاحب کا اصل ترجمہ اور پھر ترجمے کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۱۵:(البقرة)

ترجمہ:۔ اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے اور بڑھاتا ہے ان کو ان کی شرارت میں بہکے ہوئے(۱۵)

ترجمہ:۔ اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں (اور) حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں (۱۶)

مولوی محمود الحسن دیوبندی صاحب نے شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ میں لفظ "بڑھاتا" کی جگہ "ترقی دیتا" استعمال کیا ہے اگرچہ بڑھاتا کوئی متروک لفظ نہیں پھر بھی انہوں نے یہ لفظ استعمال کیا ہے اس سے ظاہری مطلب یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کفار کے فعل میں ان کی مدد کرتا ہے (معاذ اللہ) یا پھر ترقی کا مطلب یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کے افعال کی حوصلہ افزائی کر کے انعام کے طور پر انہیں ترقی دیتا ہے۔ لفظ ترقی سے یہ بھی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ کی نظر میں ان کا یہ فعل پسندیدہ ہے (معاذ اللہ)۔ اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے سے دراصل غیر مسلموں کو اسلام کے خلاف بہت کچھ لکھنے اور بولنے کا موقع مل جاتا ہے، دوسری طرف مسلمان ذہنی

۱۵ے شاہ عبدالقادر دہلوی "ترجمہ قرآن" ص ۵

۱۶ے مولوی محمود الحسن دیوبندی "ترجمہ قرآن" ص ۵

انتشار کا شکار ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب نے "استہزاء" کا ترجمہ ہنسی کرنا اختیار کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان عظمت کے قطعی لائق نہیں۔ دور حاضر کے ایک مفسر قرآن محمد رشید رضا کی تفسیر کا اس سلسلے میں اقتباس ملاحظہ کیجیے جس میں وہ استہزاء کے عمل کو ہی اللہ تعالیٰ کے لیے محال بتا رہے ہیں۔

"(اللہ یستھزئ بھم) وھذا المعنی محال علی اللہ تعالی" (۱۷)

یعنی "استہزاء" کے لفظ کا مذاق کے معنی میں اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال محال ہے۔ لیکن تعجب ہوتا ہے جب اکثر مترجمین استہزاء کے معنی اللہ کی نسبت بھی "ہنسی"، مذاق اور ٹھٹھا جیسے عمومی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ امام احمد رضا نے اس کے برعکس ترجمہ کیا ہے بلکہ اسی لفظ کی قوسین میں وضاحت فرمادی اور استہزاء کا ترجمہ کرنے سے گریز کیا آپ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے" (کنزالایمان ص ۶)

مولوی محمود صاحب کا آل عمران شریف کی آیت کا ترجمہ اب ملاحظہ کیجیے:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ

(آل عمران: ۱۴۴)

۱۷ے محمد رشید "تفسیر المنار"، ج اول ص ۱۶۳ دار المعرفۃ بیروت

ترجمہ:۔ اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے اس سے پہلے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا
یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں ٥ (١٨)

ڈاکٹر صالحہ شرف الدین اس آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔
"مولانا محمود الحسن دیوبندی کا یہ ترجمہ ہرگز رسول اللہ کے شایانِ
شان نہیں جبکہ مولانا احمد رضا کا ترجمہ اسی مقام پر اپنے ہم عصر مترجمین
کے ترجموں سے کہیں بہتر ہے اور افضل ہے۔" (١٩)

امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

ترجمہ:۔ اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں
یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے ٥ (٢٠)

اردو زبان میں مرنے کے مترادف کئی الفاظ بولے جاتے ہیں مثلاً مجاہد کے لیے مرنے کی جگہ شہید عام طور پر استعمال ہوتا ہے جبکہ عربی میں اس کے لیے لفظ "قتل" ہی کا اطلاق ہوتا ہے۔ مرنا اگرچہ اردو میں مستعمل لفظ ہے لیکن حفظِ مراتب کے طور پر اس کا مترادف انتقال، وفات، وصال اور رحلت بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ مولوی محمود الحسن صاحب نے اگرچہ شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن کے متروک الفاظ بدلنے کے لیے ترجمہ کیا اس لیے اگر وہ مترادف الفاظ کی مدد سے متروک لفظ بدلتے تو زیادہ بہتر تھا ورنہ اصل لفظ ہی رہنے دیتے کیونکہ ایسی

١٨۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی "ترجمہ قرآن"، ص۔ ٨٧

١٩۔ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین "قرآن حکیم کے اردو تراجم"، ص۔ ٢١٩/٢٢٠

٢٠۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمہ القرآن"، ص۔ ١٠٠

صورت میں تبدیلی کا کوئی جواز اور فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ ایک ہی ترجمہ بار بار مختلف ناموں سے مختلف مقامات سے طبع ہو کر سامنے آتا رہے۔

مولوی محمود الحسن صاحب کا سورۃ یوسف میں آداب مقام نبوت و رسالت کے خلاف ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ ...۔ (یوسف ۱۲:۱۱۰)

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ جب نا امید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی ان کو ہماری مدد پھر بچا دیا جن کو ہم نے چاہا ..... (۲۱)

یہاں نبی کی نسبت سے آپ کے ترجمۂ قرآن سے جو تاثر پیدا ہوا اس کی روشنی میں نبی (معاذ اللہ) اللہ ہی سے نا اُمید ہونے لگے جب کہ وہ امید دلانے کی تعلیم دیتے ہیں دوسرے یہ کہ (معاذ اللہ) ان کو اللہ کی طرف سے جھوٹ کا گمان ہوتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب نبی کا یہ حال ہے تو امتی کا حال تو اس سے بھی بدتر ہوگا لیکن یہ صرف مولوی صاحب کے ترجمہ کا تاثر ہے ورنہ نہ کوئی نبی کبھی اللہ تعالیٰ سے نا امید ہوا اور نہ کبھی کوئی نبی اس بات کا خیال تک دل میں لایا کہ (معاذ اللہ) پروردگار عالم نے ان سے وعدہ خلافی کی۔ دراصل ایسی آیات میں ترجمہ کے وقت بہت حزم و احتیاط چاہیے کیونکہ اردو زبان کا قاری ان باریکیوں سے ناواقف ہوتا ہے جو قرآن کے الفاظ اور حروف میں پوشیدہ

۲۱؎ مولوی محمود الحسن دیوبندی "ترجمہ قرآن"، ص ۳۲۱

ہوتی ہیں اس لیے ان آیات میں فعل فاعل اور ضمائر کا ترجمہ بہت احتیاط طلب کام ہے چنانچہ امام قرطبی، کے قول کے مطابق یہ آیت انبیاء کی تنزیہ اور عصمت پر دلالت کرتی ہے آپ اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"قوله تعالى (حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ) تقدم القراأة فيه ومعناه (وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا) وهذة الاية فيها تنزيه الانبياء وعصمتهم عما لا يليق بهم وهذا الباب عظيم وخطره جسيم ينبغى الوقوف عليه لئلا يزل الانسان فيكون فى سواء الجحيم" (۲۲)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: یہ آیت انبیاء کی تنزیہ اور عصمت پر دلالت کرتی ہے اور یہ بہت اہم مسئلہ ہے اس پر لکھنے میں بہت خطرات ہیں۔ اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ تھوڑی سی غفلت سے انسان پھسل کر جہنم میں جا گرے۔

مولوی محمود الحسن دیوبندی صاحب اس آیت کے ترجمہ میں اس بات کی وضاحت نہیں کر سکے کہ کس کے ظن کی مراد ہے اگر ان کی یہ بات مان لی جائے کہ انبیاء نے گمان کیا تو اس کا واضح مطلب یہ لیا جا سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) انبیاء کو نصرت خداوندی کا یقین نہیں تھا جو قطعی خلاف حقیقت ہے اور یہاں یقیناً انبیاء مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ آیت میں آگے چل کر اس کی صراحت موجود ہے کہ جسے ہم نے چاہا بچا لیا تو بچنے والوں سے یقیناً مومنین اور عذاب میں گھرنے والوں سے

۲۲۔ ابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی "الجامع لاحکام القرآن" جلد الخامس ص ۵، ۲ مطبوعہ ایران

مراد کفار کی جماعتیں ہیں۔ یہاں اگر یہ مراد لی جائے کہ قوم نے گمان کیا کہ رسول نے ان کے خیال میں غلط کہا تو یہ مراد درست ہو سکتی ہے کیونکہ انسان طبعاً اضطراب اور بے قراری کا مرکب ہے اور انبیاء کا یقین صادق ہوتا ہے۔

جناب محمود الحسن دیوبندی نے جو گمان کی نسبت انبیاء کی طرف راجع کی ہے دورِ حاضر کے مفتی محمد شفیع دیوبندی عالم دین صاحب نے اس کی بھرپور تائید کی ہے کیونکہ وہ انبیاء کے اجتہادی غلطی کے خود قائل ہیں (۲۳) جبکہ سورۃ النجم کی آیت "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" ان کے خیال کی کھلی تردید کرتی ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے دراصل اس آیت میں ظن کی نسبت انبیاء کی طرف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے استدلال کرتے ہوئے کی ہے جس کی امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں سختی سے تردید کی ہے وہ اس قول ہی کو صحیح نہیں مانتے۔ آپ رقمطراز ہیں:۔

"وفی روایۃ عن ابن عباس. ظن الرسل ان اللہ اخلفَ ما وعدھم: وقیل لم تصح ھذہ الروایۃ" (۲۴)

ترجمہ:۔ ابن عباس کی یہ روایت کہ یہ گمان رسول نے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی قول ہی باطل کہا گیا ہے جبکہ علامہ قرطبی نے ظن کی نسبت لوگوں کی طرف بتائی ہے چنانچہ آگے رقمطراز ہیں:۔

۲۳۔ مفتی محمد شفیع "معارف القرآن" ج ۵ ص۔ ۱۵۰۔ ادارہ المعارف کراچی

۲۴۔ ابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی "الجامع لاحکام القرآن" ج الخامس۔ ص۔ ۲۷۶۔

"ای ظن القوم ان الرسل کذبوھم فیما اخبروا به من العذاب ولم یصدقوا"، (۲۵)

ترجمہ :۔ یہاں ظن سے قوم کا گمان مراد ہے کہ قوم نے گمان کیا کہ رسول نے (معاذ اللہ) ان سے جھوٹ کہا کہ جس عذاب کی خبر دی گئی تھی وہ غلط تھی۔

علامہ طبری بھی اپنی تفسیر میں کئی احادیث پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

کہ یہاں ظن سے نسبت قوم کی طرف ہے نہ کہ رسولوں کی طرف یہاں ان کی تفسیر سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہی حوالے سے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے :۔

"حدثنا ابن وکیع قال ثنا عمران بن عیینة عن عطأ عن سعید بن جبیر ابن عباس (حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّـهُمْ قَدْ كُذِبُوْا) قال حتی اذا استیأس الرسل من قومهم وظن قومهم أن الرسل قد کذبوا جاءهم نصرنا "(۲۶)

ترجمہ :۔ یہاں تک کہ رسول اپنی قوم سے مایوس ہوگئے اور قوم نے یہ گمان کیا کہ رسول نے ان سے (معاذ اللہ) جھوٹ بولا کہ اللہ کی مدد آرہی ہے۔

---

۲۵ ۔ ابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی "الجامع لاحکام القرآن"، ج ۔ الخامس ص ۔ ۲۷۵

۲۶ ۔ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری "جامع البیان فی تفسیر القرآن"، ج ۔ السابع الجزالثالث عشر ص ۔ ۵۴/۵۶ مطبوعہ بیروت ۱۴۰۷ھ

مولانا احمد رضا خان نے اسلاف کے اقوال کی روشنی میں ہی ترجمہ کیا ہے ملاحظہ ہو:۔

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا اس وقت ہماری مدد آئی تو جسے ہم نے چاہا بچا لیا گیا.... ہ (۲۷)

۲۷؎ امام احمد رضا خان قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمہ القرآن" ص۔ ۳۵۲

ابوالکلام آزاد

مولوی ابوالکلام آزاد کا اصلی نام احمد اور تاریخی نام فیروز بخت ہے۔ آپ مکہ مکرمہ میں ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے (۲۸) آپ کے والد مولوی خیرالدین دہلوی مولانا عبدالہادی کے فرزند تھے۔ مولنا خیرالدین دہلوی نے شاہ عبدالغنی دہلوی کی مسند درس پر ایک زمانے تک ہدایہ اور بخاری کا درس دیا (۲۹) آپ کے علم وفضل کا چرچا نہ صرف پاک و ہند بلکہ بلاد عرب میں بھی تھا۔ آپ نے تفسیر "روح المعانی" کا مسودہ جب ملاحظہ کیا تو کمال حق گوئی کا اظہار کیا اور مطالعہ کے بعد صاف کہہ دیا کہ اس میں اعتزال کی بُو آتی ہے چنانچہ آپ کے استفادات آپ کے نام کے ساتھ روح المعانی کے آخر میں چھپے ہیں۔ ردِّ وہابیہ پر علامہ سید احمد دحلان مکی کی خواہش پر دس جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب لکھی۔ افسوس کہ آپ کی حیات میں صرف ۲ جلدیں سرکاری پریس مطبع "میری" سے شائع ہوئیں، باقی مسودہ ابوالکلام آزاد نہ چھپوا سکے۔ آپ کا وصال ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں ہوا۔ (۳۰)

جناب ابوالکلام آزاد کی والدہ حجازی تھیں جو شیخ محمد ظاہر الکری المدنی کی بھانجی تھیں۔ (۳۱) مولوی آزاد نے ابتدائی دس برس مکہ مکرمہ میں گزارے

۲۸؎ شیخ محمد اکرام "موج کوثر" ص ۔ ۲۸۰

۲۹؎ مولانا محمود احمد قادری "تذکرہ علماء اہلسنت" ص ۔ ۸۵

۳۰؎ ایضاً ص ۔ ۸۷

۳۱؎ ایضاً ص ۸۶

جہاں انہوں نے حرم شریف کے خطیب سے قرآن بھی پڑھا۔ (۳۲)

مولوی آزاد کے والد مفتی خیر الدین قادری نقشبندی، ایک صوفی منش بزرگ تھے جن کے ہزارہا مرید کلکتہ اور دہلی میں موجود تھے وہ صاحبزادے کو دس برس کی عمر میں کلکتہ لے آئے جہاں مولوی آزاد نے اپنے والد سے اردو، فارسی اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ عربی ادب اور منطق مولوی یعقوب سے پڑھا، طب کی تعلیم اپنے والد اور حکیم باقر حسین سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ مولوی آزاد کے اساتذہ میں مولوی نذیر الحسین امیٹھوی، مولوی ابراہیم، مولوی محمد عمر، مولانا سعادت حسین اور مولانا محمد شاہ رامپوری قابلِ ذکر ہیں۔ ابتدا میں مولوی آزاد کی طبیعت کو ان علوم سے زیادہ رغبت نہ تھی چنانچہ موسیقی سے لگاؤ بڑھا۔ اور پھر مرزا محمد ہادی رسوا سے فن موسیقی میں استفادہ کیا۔ ستار سے کافی پیار تھا یہاں تک کہ چاندنی راتوں میں ستار لے کر تاج محل چلے جاتے تھے۔ (۳۳)

لڑکپن میں مولوی آزاد کا ذہن شاعری کی طرف بھی مائل رہا اور اس فن کا شوق دلانے والے عبدالواحد سہسرامی تھے اور ان کا آزاد تخلص ان کے استاد ہی کا رکھا ہوا ہے۔ (۳۴)

مولوی آزاد بیک وقت کئی فنون میں قدم جمائے نظر آتے ہیں۔ ایک طرف دینی تعلیم بھی حاصل کی، دوسری طرف شاعری اور موسیقی سے بھی کافی لگاؤ تھا۔

۳۲۔ ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد "مولانا ابوالکلام آزاد (فکر و فن)، ص۔ ۲۰ نسیم بک ڈپو لکھنو ۱۹۶۹ء

۳۳۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی کہانی" ص۔ ۱۸ جے کے آفسٹ پرنٹرز دہلی ۱۹۷۶ء

۳۴۔ شیخ محمد اکرام "موج کوثر" ص۔ ۲۸۱

مگر انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز صحافت کے میدان سے کیا اور ۱۵ برس ہی کی عمر میں "لسان الصدق" کے نام سے ایک ماہانہ جریدہ جاری کیا۔ "لسان الصدق" کی ادارت کے ساتھ ہی مشہور ادبی رسالہ "مخزن" میں مضامین لکھنا شروع کیے۔ سب سے قدیم مضمون ان کا فن اخبار نویسی پر ہے جو مئی ۱۹۰۲ء کے "مخزن" میں شائع ہوا۔ (۳۵)

جلد ہی مولوی آزاد نے اپنا اخبار "الہلال" جون ۱۹۱۲ء میں کلکتہ سے جاری کیا۔ (۳۶) "الہلال" کا سب سے اہم کارنامہ یہ تھا کہ اس نے علی گڑھ تحریک کے مختلف پہلوؤں اور مختلف نتائج پر اس مؤثر طریقے سے نکتہ چینی کی کہ یہ تحریک اور اس کے رہنماؤں کا طریق کار قوم کے با اثر حلقوں میں ایک مدت کے لیے غیر مقبول و غیر مؤثر ہو گیا۔ (۳۷)

الہلال کے اجراء کے بعد البتہ مولوی آزاد کا علمی اور سیاسی میدان میں غلغلہ بلند ہوا اور وہ علمی اور سیاسی دنیا میں "الہلال" کے دوش پر طوفانی انداز میں داخل ہوئے اور سیاسی افق پر چھا گئے۔ ان کی زندگی کا یہ دَور عشروں پر پھیلا ہوا ہے۔ "الہلال" کے بعد "البلاغ" "تحریک حزب اللہ" اور "تحریک خلافت" اسی راہ کے اہم سنگ میل ہیں۔ تحریک خلافت کے انتشار کے ساتھ ابوالکلام آزاد کی زندگی کا یہ مقبول دور بھی ختم ہو گیا۔ کیونکہ ۱۹۲۰ء سے پہلے

۳۵۔ شیخ محمد اکرام "موج کوثر" ص۔ ۲۸۶

۳۶۔ مولوی عبدالحئی لکھنوی "نزہتہ الخواطر" الجزالثامن ص۔ ۱۶

۳۷۔ شیخ محمد اکرام "موج کوثر" ص۔ ۲۸۶

ابوالکلام آزاد جو تجدید و احیاء دین کا علمبردار تھا۔ ۱۹۲۰ء کے بعد متحدہ قومیت اور کانگریسی سیکولرزم کا مبلغ بن گیا (۳۸)

ابوالکلام آزاد کی مذہبی تحریکات ایک وسیع خطۂ پر پھیلی ہوئی ہیں۔ "ترجمان القرآن"، اور تذکرہ کے سوا انہوں نے کوئی کتاب جم کر نہیں لکھی ادبی لحاظ سے "ترجمان القرآن" ایک ایسی تالیف ہے جس میں مولوی آزاد نے اپنی تحریر کے جوہر دکھائے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے خیالات کا اظہار مضامین، تقاریر اور خطوط کی شکل میں کیا جو سینکڑوں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اور کئی ایک مجموعہ کی شکل میں شائع بھی ہو چکے ہیں یعنی (۱) نگارشات آزاد (۱۹۶۰ء دہلی) (۲) میرا عقیدہ (۱۹۵۹ء دہلی)، (۳) خطبات آزاد (۱۹۵۹ء دہلی) (۴) مکاتبات آزاد (۱۹۶۰ء لاہور) (۵) مسئلہ خلافت (۱۹۶۰ء لاہور) (۶) صبح امید (۱۹۶۲ء لاہور) (۷) کاروان خیال مجموعہ خطوط) (۸) تبرکات آزاد اور تذکرہ وغیرہ (۳۹)

ابوالکلام آزاد کا دینی خدمات میں اہم ترین علمی اور قلمی کارنامہ ... "ترجمان القرآن"، ہے اس میں ترجمہ کے ساتھ ساتھ مختصر حواشی بھی شامل ہیں۔ ترجمان القرآن میں ان کی پختہ فکر کا ایک مربوط اور منضبط خیال موجود ہے۔ ابوالکلام آزاد کی خواہش تو یہ تھی کہ وہ قرآن کے مطالب کو عام کرنے اور اس کی تفہیم کی سطح کو بلند کرنے کے لیے ایک عام فہم ترجمہ مختصر حواشی کے

۳۸ے Dr. Abdul Latif "A memorial Volume" P. 117 Newyork 1959

۳۹ے خورشید احمد "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" (دینی ادب) ج ۱۰ ص ۔ ۲۹۰

ساتھ تالیف کریں اور پھر ایک عام فہم پڑھے لکھے طبقے کے لیے تفسیر لکھیں لیکن وہ یہ کام مکمل نہ کر سکے۔ (۴۰) صرف سورۃ فاتحہ کی تفسیر اور بقیہ سورتوں میں سورۃ مومنون تک حواشی کے ساتھ ترجمہ مکمل کر سکے جو دو جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ ترجمان القرآن کی پہلی جلد ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں دہلی کے جید برقی پریس سے شائع ہوئی جس میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر کے ساتھ ہی سورۃ انعام تک ترجمہ اور مختصر حواشی بھی شامل ہے۔ دوسری جلد سورۃ اعراف سے لے کر سورۃ مومنون تک مختصر حواشی معہ ترجمہ کے ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں طبع ہوئی ترجمان القرآن کی تیسری جلد (۴۱) میں سورہ نور سے لے کر سورۃ اخلاص تک کا ترجمہ ومختصر حواشی شامل ہے لیکن اکثر سورتوں کے ترجمے اور حواشی مکمل نہیں کیونکہ اس جلد میں غلام رسول مہر نے مولوی آزاد صاحب کے اخبار "الہلال" سے ترجمہ وحواشی اخذ کیے ہیں اور اس کو "ترجمان القرآن" کی تیسری جلد کی صورت میں مرتب کیا ہے (ف۱) اس لحاظ سے مولانا آزاد کا ترجمہ قرآن کسی حد تک مکمل ہو گیا۔ اس کی پہلی دو جلدیں پاکستان سے کئی ناشرین کتب شائع کر چکے ہیں۔

۴۰۔ خورشید احمد، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند۔ دینی ادب، ج ۱۰، ص ۲۹۵

۴۱۔ ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، جلد سوم، مرتبہ غلام رسول مہر صفحات ۱۸۸ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز کراچی

ف۱۔ نوٹ: باقیات "ترجمان القرآن" کے نام سے جو جلد مولانا غلام رسول مہر نے ترتیب کی ہے وہ مفید تو ضرور ہے مگر اسے "ترجمان القرآن" کی جلد سوم یا اس کا قائم مقام نہیں سمجھا سکتا۔ (خورشید احمد تاریخ ادبیات ج ۱۰ ص ۲۹۵)

ڈاکٹر سید عبداللطیف حیدر آبادی نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا ہے جو چھپ چکا ہے۔ (۴۲)

ابوالکلام آزاد کی شخصیت ایک سیاسی رہنما کی حیثیت سے بھی مسلّم ہے مگر اس پہلو کو ہم یہاں معرض بحث میں نہیں لانا چاہتے کیونکہ یہاں ہم کو صرف ان کے مذہبی رجحانات سے تعلق ہے اور بالخصوص ترجمۂ قرآن کے حوالے سے اس لیے ان کی سیاسی زندگی پر کسی قسم کی تفصیلی بحث نہیں کی جائے گی لیکن ان کے فکری اور نظریاتی پس منظر کے عرفان کے لیے اس مرحلے پر اتنا جان لینا کافی ہے کہ "تحریک خلافت" اور "تحریک ترکِ معاملات" میں ان کی فعّال شرکت نے ان کی شخصیت کا بہت گہرا اثر چھوڑا جس کے نتیجہ میں ان کے افکار و خیالات میں اس قدر حیرت انگیز تغیر واقع ہوا کہ وہ "احیاء دین" کے مشن سے دستبردار ہو کر "ہندو مسلم اتحاد" کے داعی اور ہندوستانی نیشنلزم کے پرچار کا لازمی جز بن گئے۔

ابوالکلام آزاد کا انتقال ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء میں ہوا اور آپ کو دہلی کی جامع مسجد کے احاطے میں سپردِ خاک کیا گیا۔ (۴۳)

اس سے قبل کہ راقم ترجمان القرآن پر کوئی تبصرہ کرے مناسب سمجھتا ہوں کہ جناب خورشید احمد صاحب نے جو سیر حاصل گفتگو کی ہے اس کو یہاں پیش کروں تاکہ جناب آزاد صاحب کی فکر سے آگاہی حاصل ہو سکے چنانچہ جناب

۴۲۔ (۸۶۔ب) ڈاکٹر صالحہ شرف الدین "قرآن حکیم کے اُردو تراجم"، ص ۔ ۲۴۲

۴۳۔ مولوی عبدالحیٔ لکھنوی "نزہتہ الخواطر"، ج الثامن ص ۲۰۰

خورشید احمد صاحب ادبیات کی دسویں جلد میں تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ (۴۴)

"اس تفسیر کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عام تفسیری مباحث بہت کم ہیں اور اصل اہمیت قرآن کے بنیادی تصوّرات کو دی گئی ہے..... تفسیر کا جو ایک خاص نہج قائم ہو گیا تھا انہوں نے اس سے انحراف کیا ہے اور "ترجمان القرآن" اپنے انداز کے اعتبار سے ایک بالکل منفرد چیز بن گئی ہے۔ دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ اس میں قدامت اور تجدد دونوں سے ہٹ کر راہ عدل اختیار کی گئی ہے..... ابوالکلام نے ان دونوں روشوں سے ہٹ کر اس بات کی کوشش کی ہے کہ قاری قرآن کے ساتھ ساتھ چلے اور کہیں بھی تفسیر اس کے اور قرآن کے درمیان حائل نہ ہو۔ نیز قرآن کی تعلیمات کی عصری تعبیر سے گریز کیا جائے مگر چند مقامات ایسے ضرور ہیں کہ جہاں یہ کھٹک ہوتی ہے کہ خود مولانا آزاد بھی اس معیار کو نبھا نہیں سکے۔

(i) صفات باری تعالیٰ کی بحث میں وہ وقت کے مذہبی ارتقاء کے نظریات سے پوری طرح اپنے کو نہ بچا سکے (ج اول ص ۱۶۲)

(ii) اسی طرح وحدت ادیان کی بحث میں وہ ہندوستان کی دینی فکر اور سیاسی مصلحتوں کو کلی طور پر نظر انداز نہ کر پائے (ج اول ص ۲۱۳

۴۴۔ خورشید احمد "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" ج ۱۰ ص ۲۹۵/۲۹۶ دانش گاہ پنجاب

تا ۲۴۵،

(iii) ایک اور نازک مقام ڈارون کا نظریۂ ارتقا ہے۔ سورۃ المومنون پر تفسیری نوٹ میں انہوں نے ارنسٹ ہیکل کا اس درجہ تتبع کیا ہے کہ قرآن کا عمومی بیان ایک خاص عصری تعبیر کی حدود میں مقید ہوتا نظر آتا ہے (ج دوم ص ۵۴۰/ ۵۴۱)

ابوالکلام آزاد تفسیر کرتے وقت اپنی رائے کو اتنی اہمیت دے گئے کہ جوبات قرآن کے حوالے سے کوئی نہ کہہ سکا وہ آپ کے قلم سے سامنے آئی۔ آپ ادیان کی بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"اسی طرح وحدت ادیان کی بحث میں بھی وہ ہندوستان کی فکر اور سیاسی مصلحتوں کو کلی طور پر نظرانداز نہ کر پائے اور یہ لکھ گئے کہ "قرآن نے صرف یہ ہی نہیں بتایا کہ ہر مذہب میں سچائی ہے بلکہ صاف صاف کہدیا کہ تمام مذاہب سچے ہیں۔" (۴۵)

آزاد صاحب نے اپنے عصر سے پیشتر کی تمام تفاسیر کو بالرائے کہہ کر قرآن کے مطالعہ کی ایک نئی راہ کھول دی خود تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس کی ترتیب سے مقصود یہ ہے کہ مطالب قرآن کے فہم و تدبر کے لیے ایک ایسی کتاب تیار ہو جائے جس میں کتب تفسیر کی تفصیلات تو نہ ہوں لیکن وہ سب کچھ ہو جو قرآن کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کے لیے ضروری ہے۔" (۴۶)

۴۵۔ ابوالکلام آزاد "ترجمان القرآن" ج اول ص۔ ۲۱۳

۴۶۔ ایضاً ص۔ ۱۷

آزاد صاحب نے یہی انداز کم و بیش اپنے ترجمے میں بھی اپنانے کی کوشش کی ہے۔ موصوف مترجمین کی صف میں پہلے مترجم ہیں جنہوں نے آیت کے معنی و مطلب سمجھ لینے کے بعد اس کے مفہوم کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس اسلوب ترجمہ کو بعد میں غلام احمد پرویز اور ابوالاعلیٰ مودودی نے خاصا آگے بڑھایا۔

ان مترجمین نے متعدد مقامات پر آیت کا مفہوم وہ بیان کیا جو متن قرآن سے دور ہی نہیں بلکہ متن سے بالکل مختلف تھا۔ ابوالکلام آزاد نے اپنی آزاد فکر کے مطابق کئی مقامات پر آزاد ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے جو ترجمہ کے بنیادی اصول کی خلاف ورزی ہے کیونکہ ترجمہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لفظوں کو ایک نظم کے ساتھ دوسری زبان میں ڈھال دیا جائے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو پھر مترجم کی اپنی عقل اور رائے کا دخل لازم ہے اور یہ ترجمہ قرآن اور تفسیر کے لیے قابل قبول نہیں۔ اب جناب آزاد کے ترجمہ قرآن سے چند آیات کے ترجمے پیش کیے جاتے ہیں:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو الرحمٰن اور الرحیم ہے

(۱) مسلمانو! صبر اور نماز (کی معنوی قوتوں) سے سہارا پکڑو.....(۴۷)
(سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۳)

(۲) اے پیغمبر! مسیح کے انسان ہونے کی نسبت جو کچھ کہا گیا ہے تو یہ تمہارے

۴۷۔ ابوالکلام آزاد "ترجمان القرآن" ج اول ص۔ ۳۶۱

پروردگار کی طرف سے امر حق ہے (اور جو بات خدا کی طرف سے حق ہو وہ ثابت اور اٹل حقیقت ہے کبھی مٹنے والی نہیں) تو دیکھو ایسا نہ ہو کہ شک و شبہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ (۴۸) (سورۃ ال عمران آیت ۶۰)

(۳) اے پیغمبر: جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان کا (عیش و کامرانی کے ساتھ) ملکوں میں سیر و گردش کرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے (۴۹)
(سورۃ آل عمران آیت ۱۹۶)

(۴) اے پیغمبر کافروں اور منافقوں، دونوں سے جہاد کر اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آ (۵۰) (سورۃ التوبہ آیت ۷۳)

(۵) اے لوگو: تمہارا پروردگار تو وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ ایام میں پیدا کیا پھر اپنے تخت حکومت پر متمکن ہو گیا۔ (۵۱)
(سورۃ یونس آیت ۳)

(۶) اور یقیناً ہمارا باپ صریح غلطی پر ہے۔ (۵۲) (سورۃ یوسف آیت ۸)

(۷) اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے بھی (بے شمار) پیغمبر قوموں میں پیدا کیے اور (وہ تیری ہی طرح انسان تھے) ہم نے انہیں بیویاں

۴۸۔ ابوالکلام آزاد "ترجمان القرآن" ج اول ص۔ ۲۲۴ مشتاق پبلشر لاہور

۴۹۔ ایضاً ایضاً ج اول ص۔ ۳۵۶

۵۰۔ ایضاً ایضاً ج ۲ ص۔ ۹۸ مکتبہ مصطفائی لاہور

۵۱۔ ایضاً ایضاً ص۔ ۱۴۷

۵۲۔ ایضاً ایضاً ص۔ ۲۲۰

بھی دی تھیں اور اولاد بھی ۔ (۵۳) (سورۃ الرعد آیت ۳۸)

(۸) (تب فرشتوں نے لوط سے کہا) تمہاری زندگی کی قسم، یہ لوگ اپنی بدمستیوں میں کھو گئے ہیں ۔ (۵۴) (سورۃ الحجر آیت ۷۲)

(۹) اے پیغمبر: نماز قائم کر سورج کے ڈھلنے کے وقت سے لے کر رات کے اندھیرے تک نیز صبح کی تلاوت قرآن ۔ (۵۵)

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۸)

(۱۰) نیز کہہ دے: میں تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوں کہ تمہارا ہی جیسا ایک آدمی ہوں البتہ اللہ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک ہے (بس اس کے سوا میری کوئی پکار نہیں ۔ (۵۶)

(سورۃ الکہف آیت ۱۱۰)

(۱۱) اے پیغمبر: بے شک ہم نے تمہیں شہادت دینے والا، ظلم وعصیان کے نتائج سے ڈرانے والا، انسانوں کی غلامی سے بغاوت: اور اللہ کی وفاداری کی دعوت دینے والا مختصر یہ کہ ہر طرح کی تاریکیوں کو مٹانے کے لیے ایک روشن اور منور چراغ بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ (۵۷)

---

۵۳ ۔ ابوالکلام آزاد "ترجمان القرآن" ج ۲ ص ۔ ۲۸۱

۵۴ ۔ ایضاً ایضاً ص ۔ ۳۰۳

۵۵ ۔ ایضاً ایضاً ج ۲ ص ۔ ۳۶۳

۵۶ ۔ ایضاً ایضاً ص ۔ ۲۹۳

۵۷ ۔ ایضاً ایضاً ج ۲ ص ۔ ۱۱۴ شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ کراچی

(سورۃ الاحزاب آیت ۴۶)

(۱۲) اے پیغمبر: تو ان کو دعوت دے اور جو حکم دیا گیا ہے اس پر قائم ہوجا اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان کو کہہ دے کہ تمام اتری ہوئی کتابوں پر میرا ایمان ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں عدل کروں۔ (۵۸)

(شوریٰ آیت ۱۵)

(۱۳) اے چادر اوڑھ کر سونے والے: اُٹھ پھر لوگوں کو ڈرا: اپنے خدا کی تکبیر کہہ: اپنے کپڑوں کو صاف کر: اور بتوں سے دُوری اختیار کر (۵۹)

(سورۃ المدثر آیت ۱-۵)

(۱۴) اے پیغمبر: ہم نے دیکھا کہ ہماری تلاش میں ہو، ہم نے خود ہی تمہیں اپنی راہ دکھلادی۔ (۶۰) (سورۃ والضحیٰ آیت ۷)

(۱۵) اے پیغمبر: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے اس لشکر کے ساتھ کیا سلوک کیا: ہاتھیوں کا ایک غول لے کر مکہ پر حملہ آور ہوا تھا؟ خدا نے ان کے تمام داؤ غلط نہیں کر دیے اور ان پر عذاب کی نحوستوں کے غول نازل نہیں کیے؟ جنھوں نے انہیں سخت بربادی میں مبتلا کر دیا، جو ان کے لیے لکھ دی گئی تھی یہاں تک کہ پامال شدہ کھیت کی طرح تباہ ہوگئے۔ (۶۱) (سورۃ الفیل)

---

۵۸ ۔ ابوالکلام آزاد "ترجمان القرآن" ج ۳ ص ۱۳۲ شیخ غلام علی اینڈ سنز لیمٹڈ کراچی

۵۹ ۔ ایضاً ایضاً ص ۱۷۳

۶۰ ۔ ایضاً ایضاً ص ۱۸۴

۶۱ ۔ ایضاً ایضاً ص ۱۸۸

ابوالکلام آزاد صاحب ترجمۂ قرآن میں اُردو ادب کے شہ پاروں کا وہ جوہر نہ دکھا سکے جو ان کی تفسیر اور دیگر کتابوں میں نمایاں ہے اور جس کے لیے وہ بہت مشہور ہیں حیرت کی بات ہے کہ انشا پرداز ہونے کے باوجود جناب آزاد نے ترجمۂ قرآن میں تعظیمِ نبوت و رسالت کا قطعی پاس نہیں رکھا جیسا کہ انہوں نے سورۃ شوریٰ اور مدثر کی آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت عامیانہ الفاظ ترجمہ میں استعمال کیے۔ اس طرح انہوں نے مترجمین کی مانند ان آیات کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا جو صراحتہً کفار و مشرکین کے لیے نازل ہوئی تھیں مزید براں آیات میں اے پیغمبر کا اضافہ کر کے عقیدہ رسالت کو بُری طرح پامال کر دیا۔ ترجمان القرآن میں ایسے افعال کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے قاری کے تصورِ عصمت انبیاء کو بھی انہوں نے منتشر کیا ہے مثلاً آل عمران اور الشوریٰ کی آیات کا ترجمہ آزاد صاحب نے نبی کی طرف لوٹا دیا جبکہ یہ خطاب عام ہے اور بیشتر مفسرین اس بات پر متفق ہیں۔

آزاد صاحب نے آزادانہ طور پر آیات کا مفہوم مسخ کرنے کی کوشش کی ہے اور اکثر مقام پر ترجمہ ضرورت سے زیادہ توضیحی بنا دیا جس کی قطعاً ضرورت نہ تھی مثلاً سورۃ الرعد کی ۳۸ ویں آیت کا ترجمہ (بلکہ مفہوم) اصل آیت سے بالکل ہٹ کر کیا ہے جبکہ اسی آیت کا ترجمہ مولانا سید احمد سعید کاظمی کا ملاحظہ ہو:۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ۚ (سورۃ الرعد آیت ۳۸)

ترجمہ :۔ اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور ہم نے ان کے لیے بیویاں بنائیں اور اولاد۔

جبکہ آزاد صاحب نے ترجمہ میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو شاید انسان نہیں سمجھتے تھے یا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء کرام کو انسان سے کم سمجھتے تھے ترجمہ ملاحظہ کیجیے :۔

"اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے بھی (بے شمار) پیغمبر قوموں میں پیدا کیے اور (وہ تیری ہی طرح انسان تھے) ہم نے انہیں بیویاں دی تھیں اور اور اولاد بھی۔" (۶۴) (سورۃ الرعد آیت ۳۸)

اسی طرح سورۃ الفیل کا ترجمہ ملاحظہ کریں جس میں مترجم نے کس خوبی سے پتھروں کے عذاب سے ذہن کو دور کیا ہے ترجمہ ملاحظہ کریں۔

"ان پر عذاب کی نحوستوں کے غول نازل کیے؟ جنہوں نے انہیں سخت بربادی میں مبتلا کر دیا۔"

آپ کے ترجمے سے پڑھنے والے کو ہرگز یہ تاثر حاصل نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اس ہاتھی والے لشکر پر کس نوعیت کا آیا تھا اللہ تعالیٰ تو آیت کریمہ میں پتھروں کے عذاب کا ذکر کر کے لوگوں کو عبرت دلانا چاہتا ہے کہ اس قسم کے عذاب کو سن کر عبرت حاصل کریں لیکن موصوف نہ جانے کیوں متن قرآن کی معنویت کو ترجمہ میں ختم کر رہے ہیں۔ اس قسم کا ترجمہ تحریف کا مرتکب قرار دیا جاسکتا ہے۔

۶۴۔ ابوالکلام آزاد "ترجمان القرآن"، جلد ۲ ص ۲۸۱

ایک اور مثال پیش کرنا چاہوں گا اس کا تعلق سورۃ الحجر کی ۷۲ ویں آیت سے ہے اس آیت کریمہ کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ الحجر

(تب فرشتوں نے لوط سے کہا) تمہاری زندگی کی قسم، یہ لوگ اپنی بدمستیوں میں کھو گئے ہیں۔ (۶۴)

یہاں آزاد صاحب کے ترجمے کے مطابق فرشتے لوط علیہ السلام کی زندگی کی قسم کھا رہے ہیں۔ یہ معنویت بالکل غلط ہے کیونکہ فرشتوں کو کیا ضرورت کہ نبی کی حیات کی قسم کھائیں۔ تفاسیر کی روشنی میں بھی یہ ترجمانی ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اکثر مفسرین حضرات لعمرك کی ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی طرف راجع کرتے ہیں چنانچہ امام قاضی عیاض کے قول کو شوکانی جیسا مفسر قرآن بھی نقل کر رہا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ یہاں لعمرك میں مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھا رہا ہے تفسیری قول ملاحظہ کیجیے:۔

"قال القاضی عیاض: اتفق أهل التفسير في هذا أنه قسم من الله جل جلاله بمدة حياة محمد صلى الله عليه وسلم وكذا حكى إجماع المفسرين على هذا المعنى أبوبكر بن العربي فقال: قال المفسرون بأجمعهم: أقسم الله

۶۴؎ ابوالکلام آزاد "ترجمان القرآن" جلد ۲ ص۔ ۲۰۲

تعالی ما هنا بحیاۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریفالہ"(۶۵)

صاحب تفسیر الحسنات نے بھی امام البیہقی کے حوالے سے ایک روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی ضمن میں نقل کرتے ہیں۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی جان پیدا ہی نہ فرمائی حضور سے اکرم و اعلیٰ اور ہم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوا حضور کے کسی کی حیات کی قسم نہ سنی"(۶۶)

ابوالکلام آزاد پہلے مترجم قرآن ہیں جن کی تمام تر زندگی کی مصروفیات صحافت کے شعبے میں گزری۔ صحافتی زندگی میں قلم پر عبور حاصل کر لینے کے بعد آپ نے قرآن پاک کی طرف رُخ کیا اور اس صحافتی تجربہ کا استعمال ترجمۂ قرآن میں اس طرح کیا کہ متن کا مفہوم اپنے الفاظ میں پیش کیا۔ آپ نے ترجمہ کرتے وقت اس بات کا بھی خیال نہ رکھا کہ متن سے ہٹ کر اگر ترجمہ کیا گیا تو پڑھنے والے کے ذہن پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ ابوالکلام آزاد کا صحافتی پیشے سے ترجمہ قرآن کی طرف آنے کے بعد کے پیشہ ور صحافیوں کے لیے نظیر بن گیا جس کے بعد کئی پیشہ ور صحافی مترجم کی صفوں میں شامل ہوتے چلے گئے جن میں اکثریت علوم اسلامیہ سے بھرپور آشنا بھی نہیں ہے مگر آج وہ مترجم قرآن کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔

---

۶۵ ۔ محمد بن علی بن محمد شوکانی "فتح القدیر"، ج ۳ ص ۱۳۸ مطبوعہ بیروت

۶۶ ۔ علامہ سید محمد احمد قادری "تفسیر الحسنات" ج [illegible] ص [illegible] ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

چوہدری غلام احمد پرویز | چوہدری غلام احمد پرویز ۱۹۰۲ء میں پنجاب میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پنجاب ہی میں حاصل کی اور پھر یونیورسٹی سے بی اے کیا ساتھ ہی ساتھ السنتہ شرقیہ کی بھی تحصیل کی اور پھر کلرک کی حیثیت سے سرکاری ملازمت شروع کی اور اسسٹنٹ سیکرٹری کے عہدہ تک پہنچ کر ریٹائر ہو گئے۔ ادارہ طلوع اسلام قائم کر کے اس کے ڈائریکٹر ہوتے اور آخر تک اسی سے وابستہ رہے۔ (۶۷)

چوہدری پرویز کا شروع سے رجحان مذہبی تھا چنانچہ آپ نے ۱۹۳۰ء سے باقاعدہ دینی رسائل میں مضمون لکھنا شروع کر دیے اور ساتھ ہی اپنے رسالے "معارف" اور "اصلاح" کے اجرا کا کام بھی شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ ترجمان القرآن میں ۱۹۳۸ء تک لکھتے رہے بعد میں "ادارہ طلوع اسلام" ان کی دلچسپی کا مرکز بن گیا۔ ابتدا میں ان کے مضامین تجدد اور آزاد خیالی کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی خود انہوں نے بہت ہی جاندار مضامین انکار حدیث کے رد میں لکھے ہیں (۶۸) اسی طرح رسالہ "حق گو" میں ایام صیام پر کیے گئے اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے (۶۹) یہاں تک کہ ابوالکلام آزاد

۶۷۔ خورشید احمد "دینی ادب" (تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند) ج ۱۰ ص ۳۲۰/۲۲۱

۶۸۔ چوہدری غلام احمد پرویز "رسول قرآن کی روشنی میں" بحوالہ معارف ج ۳۵ ص ۱۷۵/۱۸۵ مطبوعہ مارچ ۱۹۳۵ء

۶۹۔ ایضاً "ایام صیام" بحوالہ معارف ج ۲۹ ص ۴۰۵/۴۲۲ مطبوعہ جنوری ۱۹۳۱ء

کی تفسیر "ترجمان القرآن"، میں جو سہل انگاری کی تھی خصوصاً تصور الٰہ کے ارتقاء کا جو امکان پیدا ہو گیا تھا اس پر انہوں نے ۱۹۳۳ء کے معارف جلد ۲۱ میں ایسی سیر حاصل گرفت حاصل کی ہے جس طرح کوئی قدامت پسند عالم کر سکتا ہے (۷۰)

چوہدری پرویز کے ہاں موضوعات کا تنوع پایا جاتا ہے۔ کلام اقبال کی شرح سے لے کر قرآن پاک کی تفسیر و تعبیر تک مستودہ مضامین پر انہوں نے قلم اٹھایا ہے۔ ان کے قلم کی آزاد روی ۱۹۴۱ء سے شروع ہوتی ہے جس کا مظاہرہ انہوں نے اپنی اہم ترین تصنیف "معارف القرآن"، میں کیا ہے جس کی پہلی جلد ۱۹۴۱ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔ دوسری اور تیسری جلد بھی ۱۹۴۵ء میں دہلی ہی سے شائع ہوئیں۔ چوتھی جلد "معراج انسانیت"، کے نام سے ۱۹۴۹ء میں پاکستان میں لاہور سے شائع ہوئی اور پاکستان کی آزادی کے ساتھ ساتھ چوہدری پرویز کی آزاد خیالی بھی اچانک شدّت اختیار کر گئی۔

چوہدری پرویز صاحب کی اہم تصنیفات اور تالیفات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ معارف القرآن ۴ جلد

۲۔ لغات القرآن ۴ جلد

۳۔ مفہوم القرآن ۳ جلد

۴۔ تبویب القرآن ۳ جلد

۵۔ طاہرہ ۲ جلد (عورتوں کے مسائل پر لکھی گئی ہے)

---

۷۰ ے چوہدری غلام احمد پرویز، رسول القرآن و تفسیر مولانا ابوالکلام آزاد،،

معارف ج ۲۱ مطبوعہ جنوری ۱۹۳۳ء

۶۔ سلیم ۳ جلد (نوجوانوں کی اصلاح کے لیے تالیف کی گئی)

۷۔ مقام حدیث ۳ جلد : یہ تالیف اسلم جیراجپوری کے افکار وخیالات پر مشتمل ہے اور پرویز صاحب نے اس میں تمام احادیث کی صحت سے مکمل انکار کیا ہے۔

۸۔ اسلام میں دستور سازی

۹۔ فردوس گم گشتہ

۱۰۔ اسباب زوال امت

۱۱۔ نظام ربوبیت : اس میں آپ کی سماجی فکر نمایاں ہے اور خود ساختہ معاشی نظام بھی پیش کیا ہے جس میں انہوں نے دین و مذہب کی تعریف کرتے ہوئے دین تو وہ ظاہر کیا جو وہ خود سمجھے اور مذہب کو ایک بگڑی ہوئی شکل ثابت کیا۔

ان تصانیف و تو لیف کے علاوہ آپ کے بہت سے مضامین مختلف رسائل اور جرائد میں شائع ہوئے ہیں۔ چوہدری صاحب نے انکار حدیث کے بعد اپنا نیا راستہ تعین کیا ہے جس کے لیے انہوں نے کثرت سے اپنی عقل کا استعمال کیا اور ۱۴ سو سال کے تمام علمی ذخائر کو پس پشت ڈال کر جدت پسندی کے ساتھ اسلام کے سورج کو طلوع کیا چنانچہ چوہدری صاحب اپنی ایک تصنیف میں نجات کی راہ کا تعین کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"نجات کی راہ یہ ہی ہے کہ قرآن کو حدیث سے آزاد کیا جائے، قرآن کے تصور کو از سر نو سمجھا جائے اور طبعی قوانین کی پابندی

کے ذریعے سربلند اور سرفراز ہوا جائے۔ اس کے لیے ایسا
اجتماعی نظام قائم کیا جائے جو شخصی ملکیت سے آزاد ہو اور جس
کے ذریعے وہ نظام ربوبیت قائم ہو، جس میں فرد اپنا سب کچھ
اجتماع کو دے دے اور اجتماع ملت کے قیام کے ذریعے فرد
اور قوم کے نشو و ارتقاء کا سامان فراہم کر دے۔" (۱۷)

اس سے پہلے کہ چوہدری پرویز کے "مفہوم القرآن" معارف القرآن اور تبویب القرآن سے اقتباسات پیش کر کے ان کی قرآن فہمی کو پرکھا جائے مناسب ہوگا کہ ان کے خیالات کا تجزیہ پہلے پیش کیا جائے جن کی روشنی میں پرویز صاحب قرآن کا بالکل مختلف مفہوم پیش کرتے ہیں جس سے ترجمۂ قرآن کی ایک عجوبہ صورت نظر آتی ہے جو مغرب کے معاشی اور تمدنی تصورات سے قریب اور سلف صالحین کے تصورات سے کوسوں دور ہے۔ خورشید احمد صاحب اپنی تالیف تاریخ ادبیات میں ڈاکٹر عزیز احمد کی کتاب "Islamic Modernism in India and Pakistan" سے پرویز صاحب کے خیالات کا تجزیہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"سرسید احمد خاں سے لے کر آج تک کے تمام تجدد پسندوں
میں غالباً پرویز صاحب مغرب کے تصور حیات سے سب سے
زیادہ قریب ہیں (اور یہ اس لیے کہ وہ) بلند معیار زندگی اور
سیاسی، سماجی، انفرادی اور معاشی آزادی کو مطلق دنیوی زندگی

---

۱۷ ؎ چوہدری غلام احمد پرویز، "نظام ربوبیت"، ص۔ ۳۰ ادارہ طلوع اسلام لاہور

کے مقاصد قرار دیتے ہیں۔ البتہ وہ ایک معقول بات کو دور از کار اور ناقابل یقین تفسیری اصطلاحات وضع کر کے برباد کر دیتے ہیں" (۷۲)

چوہدری غلام احمد پرویز حدیث رسول کو اسلام کا اولین ماخذ اور حجت تسلیم نہیں کرتے اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مشن قرآن کی ترسیل اور ابلاغ تھا اور اس نقطۂ نظر سے انسان کی رہنمائی کے لیے قرآن کافی ہے اور یہ کسی معاون اور مددگار کا محتاج نہیں۔ (۷۳) نیز یہ کہ حدیث سے حاصل ہونے والا علم پورے طور پر قابل اعتماد نہیں ہے اور اس نقطہ نظر سے اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ نیز حدیث کو سند اور حجت مان لینے کے بعد ایسی چیزوں کو بھی مان لینا لازم ہو جاتا ہے جو ایک خاص زمانہ اور ماحول سے متعلق تھیں۔ (۷۴) اس بنا پر ان کے نزدیک مسلمانوں کی زندگی کا نقشہ صرف قرآن کی روشنی میں زمانے کے حالات کے مطابق مرتب ہونا چاہیے۔

معارف القرآن جو چار جلدوں پر مشتمل ہے اس کی پہلی جلد کا موضوع "اسلام کا تصور خدا" ہے دوسری جلد کا موضوع "آدم و ابلیس اور وحی و رسالت ہے۔ اس میں ڈاروِن کے نظریہ ارتقا سے اتفاق کیا گیا ہے۔ تیسری جلد "تاریخ رسالت" سے متعلق ہے چوتھی جلد میں "مذاہب عالم اور سیرت رسول" پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیش کیا گیا ہے۔ اس مختصر تفسیر میں عام تفسیری

۷۲۔ خورشید احمد "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" دینی ادب، ج ۱۰، ص ۲۲۴، دانش گاہ پنجاب ۱۹۷۲ء

۷۳۔ غلام احمد پرویز "مقام حدیث" ج اول (سلیم کے نام خط) ص۔ ۱۷، ادارہ طلوع اسلام لاہور

۷۴۔ ایضاً ایضاً ص۔ ۸۱ ایضاً

اسلوب کو قطعاً استعمال نہیں کیا گیا۔ بلکہ قرآن کے مضامین کو ایک نئی ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ بنیادی خیال یہی ہے کہ قرآن کی شرح قرآن ہی سے کی جائے اور جدید فکر سے تائیدی مواد فراہم کیا جائے۔ اس کتاب میں ترجمہ کا بھی ایک نیا پہلو اختیار کیا گیا ہے جو ترجمانی سے بھی ایک قدم آگے ہے۔ کیونکہ تشریح اور تفسیر پر آزاد خیالی کا رنگ ضرورت سے زیادہ غالب ہے مثلاً لفظ "طائر" کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ یا تو اس سے مراد وہ کبوتر ہیں جو جنگی مقاصد کے لیے استعمال ہوتے تھے یا یہ لفظ تیز رفتار گھوڑوں کے لیے استعمال ہوا ہے یا کسی قبیلے کا نام "طائر" تھا۔ اسی طرح "ہدہد" کے بارے میں خیال ظاہر کیا گیا کہ یہ ذکر کسی انسان کا ہے اور اس زمانے میں انسانوں کے نام پرندوں کے نام پر بھی ہوتے تھے۔ "نمل" کے بارے میں بھی یہ اشارہ موجود ہے کہ یہ قبیلے کا ہی نام ہے۔

چوہدری غلام احمد پرویز صاحب سورۃ نمل کی ۱۷ویں آیت کا جو ترجمہ کرتے ہیں ملاحظہ کیجیے۔

> "سلیمان کے لشکر میں شہروں کے مہذب باشندے، جنگلوں اور پہاڑوں کے دیو ہیکل وحشی اور قبیلہ "طیر" کے شاہسوار سب شامل تھے۔ انہیں (کیمپوں میں) روک رکھا جاتا تھا تاکہ مناسب ٹریننگ اور تربیت سے ان سے مفید کام لیے جائیں۔ (ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلیمان کو معلوم ہوا کہ سبا کی مملکت اس کے خلاف سرکشی کا ارادہ رکھتی ہے تو وہ بطور حفظِ ماتقدم، اس کی طرف لشکر لے کر روانہ ہوا۔ راستے میں "وادیٔ نمل" پڑتی تھی۔ ملک سبا کی طرح اس

مملکت کی سربراہی ایک عورت تھی) جب اس نے اس لشکر کی آمد کی خبر سُنی تو اپنی رعایا کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں جا کر پناہ گزین ہو جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ لشکر جرار اتنا معلوم کیے بغیر کہ تم اس کی دشمن کی قوم سے کسی قسم کا تعلق رکھتی ہو یا نہیں، تمہیں یوں ہی کچل ڈالے۔ (فوجیں یہی کچھ کرتی ہیں، ان کے راستے سے ہٹ جانا ہی قرین مصلحت ہوتا ہے۔" (۷۵)

چوہدری صاحب نے اپنے مفہوم کے مطابق "جن"، "انس"، اور "طیر" کے معانی بالترتیب جنگلوں اور پہاڑوں کے دیو ہیکل وحشی، شہروں کے مہذب باشندے اور قبیلۂ طیر کے شاہسوار مراد لیے ہیں۔ آپ اپنی تالیف لغات القرآن کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"قرآن میں جن اور انس، سے مراد وحشی اور متمدن انسان ہیں۔ انسان جو مانوس تھے اور جن جو وحشی اور غیر مہذب قبائل جنگلوں اور صحراؤں میں رہتے تھے۔" (۷۶)

پرویز صاحب خود اپنی لغت پر بھی قائم نہیں رہتے ہیں ایک طرف وہ طیر کے معنی قبیلۂ طیر کے شاہسوار مراد لیتے ہیں اور دوسری جگہ طیر کے معنی تیز رفتار گھوڑے مراد لیتے ہیں۔ (۷۷)

---

۷۵ ۔ چوہدری غلام احمد پرویز "مفہوم القرآن"، جلد دوم ص ۸۶۴

۷۶ ۔ ایضاً "لغات القرآن"، جلد اول ص ۴۴۷

۷۷ ۔ ایضاً ایضاً جلد سوم ص ۱۱۰۵

اسی طرح لغت کے استعمال کا مظاہرہ " وادیٔ نمل اور " نملۃ " کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کیا ہے آپ لکھتے ہیں :۔

" وادیٔ نمل چیونٹیوں کی جگہ نہیں بلکہ ایک قبیلے کے مسکن کا نام ہے اور ' النمل ' اس قبیلے کا نام۔ نملۃ اس قبیلے کی ایک عورت معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں عورتیں عام طور پر قبائل کی رئیس ہوتی تھیں جیساکہ ملکۂ سبا کے واقعے سے ظاہر ہے یعنی یہ ان قبائل کا تمدن تھا۔" (۷۸)

جناب پرویز صاحب نے یہاں جس قیاس آرائی کا مظاہرہ کیا ہے عقل حیران رہ جاتی ہے کہ وہ خود ایک طرف ۱۴۰۰ سال پرانے ذخیرہ کتب حدیث کا تو انکار کر رہے ہیں جس کی سچائی میں ہزاروں دلیلیں موجود ہیں مگر خود لگ بھگ ۳۰۰۰ سال قبل پرانے واقعات کے متعلق ذاتی رائے کو ترجیح دلوا رہے ہیں۔ جس کی ایک بھی شہادت وہ خود بھی نہ دے سکے کہ نملۃ کسی سربراہ عورت کا نام ہے یا النمل قبیلے کا نام ہے یا طیر، شاہسوار ہیں یا جن وحشی انسان ہیں۔ پرویز صاحب اسی نہج پر پورے قرآن کی تفسیر اور ترجمہ بیان کرتے ہیں جس کی دلیل خود ان کی چار کتابیں ہیں یعنی لغات القرآن، مفہوم القرآن، معارف القرآن اور تبویب القرآن جب کہ ان کتابوں کے معارف، مفہوم اور لغت سب کی سب بغیر دلیل کے ہیں۔

سورۃ النمل اور اس کا ترجمہ ملاحظہ کریں جس پہ ہزاروں تفاسیر اور احادیث

۷۸۔ چوہدری غلام احمد پرویز " لغات القرآن "، جلد چہارم ص ۱۶۶۵

شاہد ہیں۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ۝ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝ حَتّٰٓي اِذَآ اَتَوْا عَلٰي وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝[78]

(سورۃ النمل)

ترجمہ:۔ اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگو ہمیں پرند کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز سے ہم کو عطا ہوا ہے ط بے شک یہی ظاہر فضل ہے ۝ اور جمع کیے گئے سلیمان کے لیے اس کے لشکر جنوں، آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے ۝ یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے لا ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ ج تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں ۝[79]

جناب پرویز صاحب قرآن مجید کے معروف معانی سے صرف نظر کرتے ہوئے روز قیامت کا ہی انکار فرماتے ہیں اور اس کے لیے انہوں نے سورۃ تکویر کی ابتدائی چند آیات کا مفہوم اس طرح قلمبند کیا ہے کہ قیامت کا نقشہ ہی بدل دیا بلکہ قیامت پر قیامت ڈھائی ہے آپ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"کسی آنے والے دور میں، جب انسانوں کے خود ساختہ نظام تمدن

79؎ امام احمد رضا "کنزالایمان" ص ۶۰۴

ومعاشرت کی جگہ قرآنی نظام لے لے گا تو اس وقت کی انقلابی کیفیات سے متعلق یوں سمجھو کہ) ملوکیت کا نظام لپیٹ دیا جائے گا اور ان کے اہالی موالی (چھوٹی چھوٹی ریاستیں) سب جھڑ کر نیچے گر جائیں گی۔ ان کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ ان کی قوت ماند پڑ جائے گی اور پہاڑوں جیسے محکم امراء و رؤسا اپنی اپنی جگہ سے ہل جائیں گے اور جن ذرائع رسل و رسائل (مثلاً اونٹوں) کو اس وقت اتنی اہمیت دی جارہی ہے وہ سب بے کار ہو جائیں گے اور وحشی اور نامانوس قومیں بھی اجتماعی زندگی کی طرف آجائیں گی اور سمندروں میں آمد و رفت کا سلسلہ اتنا وسیع ہو جائے گا کہ ہر وقت بھرے بھرے دکھائی دیں گے اور ان کے کناروں کی بستیاں بھی بڑی آباد ہو جائیں گی..... (۸۰)

پرویز صاحب نے دراصل یوم حساب سے انکار کیا ہے اس لیے قیامت کے پس منظر کو انہوں نے اپنے مفہوم کے ذریعے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کے پیش کردہ نظام ربوبیت پر عمل کیا جائے تو اس قسم کا جنتی معاشرہ وقوع پذیر ہو سکتا ہے اور انسان یوں اچھے عمل کا ثمرہ حاصل کر لے گا جبکہ قیامت یا یوم حشر پر ایمان لانا بنیادی عقائد سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ درج ذیل شواہد اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ سورۃ قیامت کے منظر کو پیش کر رہی ہے۔

امام بغوی "تفسیر معالم التنزیل" میں اس سورۃ سے متعلق ابن عمر رضی اللہ

۸۰۔ غلام احمد پرویز "مفہوم القرآن"، جلد سوم ص ۱۴۱۸

تعالیٰ عنہ کا قول درج کرتے ہیں۔

قال سمعت ابن عمر یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"من أحب ان ینظر فی احوال القیامۃ فلیقرأ (إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ) (۸۱)

یعنی جس کو قیامت کا منظر دیکھنا بھلا معلوم ہو وہ سورۃ کورت کی تلاوت کرے۔

صاحب تفسیر جمل ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ترمذی شریف کی ایک حدیث نقل فرماتے ہیں

وفی الترمذی عن ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"من سرہ ان ینظر الی یوم القیامۃ فلیقرأ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ) (۸۲)

یعنی جو قیامت کے بارے میں جاننا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ سورۃ کورت پڑھے

امام شوکانی بھی اسی حدیث کو ترمذی کے علاوہ دیگر احادیث کی کتابوں سے استخراج کرتے ہوئے ابن عمر کا قول نقل کرتے ہیں

وأخرج احمد والترمذی وحسنہ وابن المنذر والطبرانی والحاکم وصححہ وابن مردویہ عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۸۱۔ امام بغوی "معالم التنزیل" جلد ۴ ص ۴۰۵ مطبوعہ ملتان

۸۲۔ شیخ سلیمان الجمل "حاشیہ الجمل علی الجلالین" جلد ۴ ص ۴۹۲ مطبوعہ کراچی

"من سرهٔ أن ينظر إلى يوم القيامة كانهٗ رأى عين فليقرأ اذا الشمس كورت وإذا السماء انفطرت، واذا السماء انشقت"، (۸۳)

صاحب تفسیر مظہری بھی ابن عمر کی روایت نقل کرتے ہیں۔

"حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو قیامت کا منظر آنکھوں سے دیکھنا پسند ہو وہ سورہ کورت، سورہ انشقت اور سورہ انفطرت پڑھے۔ ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ (۸۴)

پرویز صاحب نے قرآنی آیات کی معنویت اور مراد کو محض الفاظ کی لسانی تحقیق سے سمجھنے کی کوشش کی جس کے باعث قرآن کا مدعا تو واضح نہیں ہوتا البتہ ان کا اپنا ذاتی نقطہ نظر جانا جاسکتا ہے۔ آپ نے بلا خوف و خطر اللہ کے کلام میں قلم دراز کیا ہے جو ان کا منصوبہ نہیں تھا یہ دراصل تفسیر اور ترجمہ بالرائے کی ایک اعلیٰ ترین مثال ہے۔ چند مزید امثال ملاحظہ کیجیے۔

پرویز صاحب اسم ذات اللہ کے معنی بتاتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"اس اہم نکتہ کو اگر تم سمجھ لو تو قرآن فہمی میں تمہاری بہت سی مشکلات کا حل خود بخود نکل آئے گا یعنی ان مقامات میں اللہ کی جگہ اللہ

۸۳ے محمد الشوکانی۔ فتح القدیر، جلد ۵ ص ۳۸۷ مطبوعہ بیروت

۸۴ے قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی۔ تفسیر مظہری، مترجم سید عبدالدائم الجلالی جلد ۱۲، ص ۲۱۴ مطبوعہ کراچی

کا قانون کہہ دیا کرو تو بات بالکل واضح ہو جائے گی مثلاً "اللہ یحیی و یمیت" اللہ کا قانون مارتا ہے اور وہی زندہ رکھتا ہے۔" (۸۵)

اسی طرح اطیعوا اللہ کا مفہوم ملاحظہ ہو:۔

"چونکہ خدا عبارت ہے ان صفات عالیہ سے جسے انسان اپنے اندر منعکس کرنا چاہتا ہے اس لیے قوانین خداوندی کی اطاعت درحقیقت انسان کی اپنی اطاعت ہے غیر کی نہیں۔" (۸۶)

اب چند اصطلاحات اور ان کی معنویت جناب پرویز صاحب کے پیش کردہ نظام ربوبیت سے ملاحظہ ہوں۔

حق: سے مراد کسی عمل کا تعمیری پہلو جو ٹھوس نتائج کی شکل میں سامنے آجائے اور اپنی جگہ اٹل رہے۔

باطل: کسی عمل کا تخریبی پہلو جو منفی نتائج پیدا کرے۔

طیبات: زندگی کی خوشگواریاں۔

اعمال صالحہ: انسانی ذات اور معاشرہ میں ہمواریاں پیدا کرنے والا پروگرام ہے یعنی وہ اعمال جو انسان کی صلاحیتوں کو ابھار کر نشوونما دیں۔

تقوی: اس کے معنی ہیں "معاشی پروگرام کو مستقل اقدار کے ساتھ ہم آہنگ

۸۵؎ چوہدری غلام احمد پرویز "معارف القرآن" (سلیم کے نام خط) ج اول ص۔ ۱۵۶

۸۶؎ ایضاً ایضاً ج ۴ ص۔ ۴۴۰ ایضاً

رکھنا اور اس طرح فرد اور معاشرہ کو خوف اور حزن سے محفوظ کر لینا۔

اقام الصلوٰۃ : معاشرہ کو ان بنیادوں پر قائم کرنا جن پر ربوبیت نوع انسانی (رب العالمین) کی عمارت استوار ہوتی جائے۔ قلب و نظر کا وہ انقلاب جو اس معاشرہ کی روح ہے۔

ایتاء زکوٰۃ : یہ نام ہے نوع انسانی کو نشوونما کا سامان بہم پہنچانے کا۔ (۸۷)

پرویز صاحب شرک کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔

"شرک کے معنی ہیں کہ انسانی زندگی کے ایک دائرے میں کوئی اور قانون رکھے اور دوسرے دائرے میں کوئی اور قانون" (۸۸)

چوہدری پرویز صاحب نے آدم علیہ السلام کی پیدائش اور حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ کا صریح انکار کرتے کر دیا اور لفظ آدم کی عجیب و غریب توجیہہ کرتے ہیں :۔

"آدم آدمۃ" سے بنا ہے جس کے معنی مل جل کر رہنا، قرآن میں جو آدم سے متعلق قصہ بیان ہوا ہے وہ کسی فرد یا کسی جوڑے کی داستان نہیں وہ خود آدمی کی سرگزشت ہے جسے تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا ہے" (۸۹)

---

۸۷ ۔ غلام احمد پرویز، نظام ربوبیت، ص ۸۶ ، ۸۸

۸۸ ۔ ایضاً "معارف القرآن"، جلد ۴ ص ۵۳

۸۹ ۔ ایضاً "تبویب القرآن"، ج اول ص ۲۴

ملائکہ اور ابلیس سے متعلق عقیدہ ملاحظہ کیجیے :۔

"فطرت کی قوتیں انسان کے سامنے جھک سکتی ہیں اس کو ملائکہ کہا گیا اور انسان کے اپنے جذبات اس کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیتے ہیں اس کو ابلیس کہا گیا۔" (۹۰)

ختم نبوت کے متعلق عقیدہ ملاحظہ ہو :۔

"نبوت کا سلسلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ختم ہو گیا۔ اب علم انسانی کے دو ہی ذرائع ہیں ایک وحی جو قرآن میں محفوظ ہے اور وہ علم جسے انسان اپنے کسب و ہنر سے عام قواعد کے مطابق حاصل کرتا ہے اسے ختم نبوت کہتے ہیں۔" (۹۱)

معجزہ معراج کا قطعی انکار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"چنانچہ وہ اپنی اسکیم کے مطابق اپنے بندے کو راتوں رات بیت الحرام (مکہ) سے نکال کر مدینہ کی کشادہ سرزمین کی طرف لے گیا تاکہ وہاں نظام خداوندی کی تشکیل کی جاسکے۔ (۹۲)

الغرض موصوف معارف القرآن، مفہوم القرآن، تبویب القرآن اور دیگر تصانیف میں قرآن پاک کے وہ معانی اور مطالب بیان کیے ہیں جو صرف ان کے ذہن کی اختراع ہیں۔ ان کی تمام تصانیف میں نہ کسی حدیث اور نہ ہی کسی

۹۰۔ غلام احمد پرویز "ابلیس و آدم" ص ۵۰

۹۱۔ ایضاً "تبویب القرآن" جلد ۲ ص ۱۲۱۹

۹۲۔ ایضاً "مفہوم القرآن" جلد ۲ ص ۶۲۶

تفسیر کا اور نہ اور دیگر علوم نقلیہ کی کتابوں کا حوالہ ملتا ہے۔ ان کا پیش کردہ نظام ربوبیت ان کے ہی ادارہ میں طلوع ہوا اور ان کے جانے کے بعد غروب بھی ہو گیا۔

آخر میں ماہنامہ "اشراق" سے ایک اقتباس پیش کر رہا ہوں جس میں مقالہ نگار نے پرویز صاحب کی فکر کا احاطہ کیا ہے جناب خورشید احمد ندیم صاحب رقمطراز ہیں:۔

"بعض لوگوں کے نزدیک پرویز صاحب کی فکر میں پائی جانے والی سب سے بڑی ضلالت "انکار حدیث" ہے لیکن ہمارے نزدیک انہوں نے قرآن فہمی کے جو اصول متعین کیے ہیں، وہ ہی ان کی گمراہی کا بنیادی سبب ہیں۔ قرآن مجید سے غلط استعمال کی وجہ سے انہوں نے بے شمار چیزوں کا انکار کیا۔ حدیث، معجزہ، جنّات وغیرہ کا شمار اسی فہرست میں ہوتا ہے۔" (۹۲)

۹۲؎ خورشید احمد ندیم "پرویز صاحب کی اصلی غلطی" ص ۴۴ ماہنامہ "اشراق" لاہور جولائی ۱۹۹۵ء

سید ابوالاعلیٰ مودودی

سید ابوالاعلیٰ مودودی پورا نام ہے، سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اوران کا رشتہ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے ملتا ہے۔ آپ ۳ رجب ۱۳۲۱ھ/ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء میں اورنگ آباد حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی سید احمد حسن تھے جو وکیل پیشہ تھے مگر بعد میں وکالت ترک کر دی۔ آپ کا گھرانہ مذہبی تھا اور والد خود ہی مذہبی تعلیم دیتے تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد مدرسہ فوقانیہ اورنگ آباد کی جماعت رشیدیہ میں داخل ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں مولوی کا امتحان پاس کیا اس کے بعد حیدرآباد کے دارالعلوم میں داخلہ لیا ہی تھا کہ والد کا انتقال ہو گیا جس کے باعث تعلیم منقطع ہو گئی اور معاشی زندگی کا آغاز صحافتی پیشہ اختیار کر کے کیا۔ اخبار "مدینہ"، یوپی (جبل پور) اور جمعیت العلمائے ہند کا روزنامہ "الجمعیۃ" دہلی میں صحافی کی حیثیت سے کام کیا۔ (۹۴)

جناب مودودی صاحب جنہوں نے کم عمری میں صحافتی زندگی کا آغاز کیا اور جلد ہی آپ "الجمعیۃ"، کے ایڈیٹر بنا دیے گئے جہاں وہ ۱۹۲۸ء تک خدمت انجام دیتے رہے مگر جمعیت العلمائے ہند کی کانگرس سے مفاہمت کی پالیسی کے اختلاف کی بنا پر "الجمعیۃ"، سے استعفیٰ دے دیا اور پھر ۱۹۳۲ء

۹۴۔ سید قاسم محمود "اسلامی انسائیکلو پیڈیا"، ص ۷۷، شاہکار بک فاؤنڈیشن

میں حیدرآباد دکن سے "ترجمان القرآن"، شائع کیا۔(۹۵)

سید مودودی صاحب کی زندگی کا ایک نیا دور "ترجمان القرآن"، کے حوالے سے شروع ہوتا ہے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کو درپیش سماجی، معاشی اور سیاسی مسائل پر مضامین لکھے۔ ڈاکٹر محمد اقبال بھی آپ کی تحریر جو "ترجمان القرآن" کے ساتھ ساتھ "الجہاد فی الاسلام"، میں شائع ہو رہی تھیں متعارف ہوئے چنانچہ ڈاکٹر اقبال کے مشورہ پر آپ ۱۹۳۸ء میں پنجاب منتقل ہو گئے۔(۹۶)

سید مودودی کے افکار جو مختلف رسائل میں چھپ رہے تھے اس سے ان کا حلقہ بڑھتا گیا چنانچہ ۲۵ راگست ۱۹۴۱/ ۲۱ شعبان ۱۳۶۰ھ میں لاہور میں "ترجمان القرآن"، کے شیدائیوں کا اجتماع ہوا اور ۷۵، افراد کی ایک جماعت "جماعت اسلامی"، کے نام سے تشکیل پائی جس کا پہلا امیر جناب مودودی صاحب کو منتخب کیا گیا(۹۷)

پاکستان میں مودودی صاحب نے ایک دینی فکر اور سیاستدان کی حیثیت سے زندگی گزاری، کئی دفعہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ پاکستان بننے کے بعد پہلی دفعہ ۱۹۴۸ میں گرفتار ہوئے اس کے بعد ۱۹۵۲ء اور آخری بار ۱۹۶۷ء میں گرفتار ہوئے۔ آپ کو ۱۹۵۳ء میں رسالہ "قادیانی مسئلہ" لکھنے پر مارشل لا کورٹ سے سزائے موت سنائی گئی جو بعد میں عمر قید میں تبدیل ہوئی اور پھر

۹۵ے خورشید احمد "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند"، جلد ۱۰ ص ۳۲۸

۹۶ے اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب"، جلد اول ص ۴۴ ـ ۴۵

۹۷ے ایضاً ایضاً ص ۴۵

آخر کار رہائی ہو گئی۔ لگ بھگ آپ ۴۱ سال ، جماعت اسلامی ، کے امیر رہے اور یکم نومبر ۱۹۷۲ء میں امیر کی حیثیت سے استعفیٰ دے دیا۔ آپ کا انتقال ۳۰ شوال ۱۳۹۹ھ / ۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء کو امریکہ کے ہسپتال میں ہوا۔ میت پاکستان لائی گئی۔ کراچی اور لاہور میں جنازے کی نماز پڑھی گئی اور لاہور میں ذیلدار پارک میں دفنائے گئے۔ (۹۸)

آپ کا جنازہ جب کراچی ائیر پورٹ پہنچا تو بڑی تعداد میں لوگ ان کا آخری دیدار کرنے کی نیت سے ائیر پورٹ پہنچے مگر ان کا چہرہ کسی کو بھی نہیں دکھایا گیا۔ اسی طرح لاہور میں بھی ایک جم غفیر آپ کی آخری جھلک دیکھنے کے لیے جمع ہوا مگر وہاں بھی ہر کوئی آخری دیدار سے محروم ہی رہا اور اتنے بڑے مفکر اور مفسر قرآن کا چہرہ مبارک دیکھنے کی کسی کو سعادت حاصل نہ ہوئی اس میں کیا راز تھا اس کا عقدہ نہ کھل سکا کہ اتنے بڑے عالم کا دیدار کیوں نہیں کرایا گیا۔

جناب مودودی صاحب نے اسلامی نظام حیات کی تفہیم و تشریح کے لیے کئی ہزار صفحات پر مشتمل کئی چھوٹی بڑی تصنیفات اور تالیفات یادگار چھوڑی ہیں۔ جناب اختر راہی صاحب نے مختلف اسلامی موضوعات پر لکھی جانے والی ۳۸ کتابوں کی فہرست اپنی کتاب میں لکھی ہے۔ یہاں چند کتب کے نام اسی فہرست سے پیش کیے جا رہے ہیں۔ (۹۹) جبکہ ڈاکٹر صالحہ نے آپ کی تصانیف کی تعداد ۵۵ بتائی ہے۔

۹۸۔ اختر راہی ، تذکرہ علمائے پنجاب ، ص ۴۷

۹۹۔ ایضاً ص ۴۸ / ۵۱

۱۔ تفہیم القرآن (ترجمہ و تفسیر ۶ جلد)
۲۔ قرآن کی چار بنیادی اصلاحیں
۳۔ اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر
۴۔ تفہیمات ۳ حصے
۵۔ رسائل و مسائل ۴ حصے
۶۔ قادیانی مسئلہ
۷۔ تجدید و احیائے دین
۸۔ خلافت و ملوکیت
۹۔ الجہاد فی الاسلام
۱۰۔ تنقیحات
۱۱۔ اسلامی تہذیب اور اس کے اصول
۱۲۔ اسلامی نظام زندگی
۱۳۔ اسلامی ریاست
۱۴۔ معاشیات اسلام
۱۵۔ اسلام اور جدید معاشرتی اسلام
۱۶۔ مرتد کی سزا
۱۷۔ حقوق الزوجین
۱۸۔ پردہ
۱۹۔ دستور جماعت اسلامی
۲۰۔ دکن کی سیاسی تاریخ

سید مودودی صاحب نے اگرچہ کئی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے مگر ان کی اہم کاوش ترجمہ و تفسیر قرآن ہے جو ۳۲ سال میں "تفہیم القرآن" کے نام سے ۶ جلدوں میں مکمل کر سکے جس کا آغاز ۱۹۴۹ء میں کیا تھا۔

جناب مودودی صاحب نے زیادہ تر اردو زبان میں کتابیں لکھیں اور سوائے ترجمہ و تفسیر کے اور کسی بنیادی پہلو یعنی حدیث، اصول حدیث، فقہ، فلسفہ، کلام وغیرہ پر ان کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔ ان کی تحریر میں سادگی ہے اور خاصہ یہ ہے کہ آسان لفظوں میں مشکل مقامات کو خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے۔ آپ کی تحریر میں کسی حد تک مولوی ابوالکلام آزاد کی تحریر کی جھلک نظر آتی ہے۔ تفہیم القرآن جو بہت ہی آسان اسلوب میں تحریر کی گئی ہے مگر تفہیم القرآن سمیت تمام تصانیف میں جدت طرازی کا رجحان نمایاں ہے اور

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ روزمرہ کے مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ وہ ایک نیا انداز فکر دینا چاہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اپنی تصنیفات میں جگہ جگہ بہت ہی حیرت انگیز کلمات تحریر فرمائے ہیں اور اپنے خاص نقطہ نظر کے لیے ان الفاظ کا سہارا لیتے ہیں :۔

"میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن و سنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔" (۱۰۰)

دوسری طرف قرآنی استدلال کے متعلق خود رقمطراز ہیں :۔

"میں نے اسی قرآن کے الفاظ کو اردو جامہ پہنانے کے بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت کو پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں ۔۔۔۔ اسی طرح کے آزاد ترجمے کے لیے یہ تو بہر حال ناگزیر تھا کہ لفظی پابندیوں سے نکل کر ادائے مطالب کی جسارت کی جائے، لیکن معاملہ کلام الٰہی کا تھا، اسی لیے میں نے بہت ڈرتے ڈرتے ہی یہ آزادی برتی ہے۔" (۱۰۱)

---

۱۰۰ ؎ مولانا ارشد القادری، "جماعت اسلامی"، ص ۔ ۱۱۶ بحوالہ روداد اجتماع ج ۲ ص ۲۷، مکتبہ رضویہ کراچی

۱۰۱ ؎ سید ابوالاعلیٰ مودودی، "تفہیم القرآن"، ج اول دیباچہ ص ۔ ۱۱، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۱۹۶۷ء

مودودی صاحب حدیث و سنّت کے متعلق عجیب و غریب خیالات کا اظہار کرتے ہیں :۔

"جو امور آپ نے عادتاً کیے ہیں انہیں سنّت بنا دینا اور تمام انسانوں سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ ان عادات کو اختیار کر لیں۔ اللہ اور رسول کا ہرگز ہرگز یہ منشا نہ تھا یہ دین میں تحریف ہے"۔ (۱۰۲)

آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"سُنّت کے متعلق لوگ عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ نبی نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا ہے وہ سب سُنّت ہے لیکن یہ بات ایک بڑی حد تک درست ہونے کے باوجود ایک حد تک غلط بھی ہے"۔(۱۰۳)

وہ مشاہیر اسلام جنہوں نے خدا داد صلاحیتوں کے ساتھ نہایت حزم و احتیاط سے کام لیتے ہوئے قرآن و حدیث کی تعلیمات ہم تک پہنچائی ہیں۔ جن کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اپنے دور کے وہ تمام علمی و تاریخی وسائل و ذرائع استعمال کیے جن کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ہمایونی سے تواتر اور تسلسل کے ساتھ برقرار تھا اور اس کے حصول کے لیے ان حضرات قدسیہ نے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ مودودی صاحب نے یک قلم ان سب حضرات کی مستند و معتبر روایات، تفسیرات، تشریحات

---

۱۰۲ ؎ سید مودودی "رسائل و مسائل"، جلد دوم ص ۳۰۰

۱۰۳ ؎ ایضاً ص ۳۱۰

سے بے نیاز ہونے کا اعلان کر کے اپنی ذاتی رائے اور خواہش نفس کے مطابق قرآن وحدیث کی تفہیم کا جواز پیدا کیا ہے چنانچہ خود ہی تحریر فرماتے ہیں :۔

"قرآن وسنّت کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر قرآن و حدیث کے پرانے ذخیرے سے نہیں۔" (۱۰۴)

پھر اس کی وجہ خود ہی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔ ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کے لیے لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔" (۱۰۵)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ یہاں مودودی صاحب ایک سانس میں دو چیزوں کو مشکوک بنا رہے ہیں۔ اوّل یہ کہ مستند و صحیح حدیث کا حدیثِ رسول مان لینا ضروری نہیں، اور دوم یہ کہ مستند صحیح حدیث کو حدیثِ رسول مان بھی لیا جائے تو ان کے نزدیک اس حدیث کو کسی معاملے میں لازمی دلیل کے طور پر قبول کرنا ان کی اپنی مرضی وخواہش ہے ثبوت کے لیے جناب ابوالاعلیٰ کا آئیہ کریمہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کی عجیب وغریب تشریح اور اتباع رسول کا انوکھا مفہوم ملاحظہ کیجیے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کو نمونہ قرار دینے اور آپ

۱۰۴۔ سید مودودی "تنقیحات" ص ۱۱۴

۱۰۵۔ سید مودودی "رسائل ومسائل" ج اول ص۔ ۲۲۹، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور

کے اتباع کا حکم دینے سے یہ مراد نہیں کہ تمام معاملات زندگی میں آپ نے جو کچھ کیا ہے اور جس طرح کیا ہے سب انسان بعینہ وہی فعل اسی طرح کریں اور اپنی زندگی میں آپ کی حیات طیبہ کی ایسی ہی نقل اتاریں کہ اصل اور نقل میں کوئی فرق نہ رہے یہ مقصد نہ قرآن کا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔" (۱۰۶)

مودودی صاحب دورِ حاضر کے تمام مفسرین میں ایک جدّت پسند مفسر ہیں ان کی سب سے بڑی انفرادیت یہ ہے کہ قرآن و سُنّت کو صرف اور صرف اپنی جدّت پسندی، طباعت اور اختراعیت کی روشنی میں سمجھانا چاہتے ہیں، خواہ اس کا تعلق عقائد سے ہو یا احکامات سے لہٰذا اگر ان کی عقلی رائے سے وہ مطابقت کر گئی تو وہ بات درست ہے ورنہ غلط۔ اس لحاظ سے ان کے نزدیک کوئی شخص بھی کامل نہیں گزرا اور ہر کسی میں کوئی نہ کوئی عیب تھا یہاں تک کہ صحابہ کرام جن کے لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم"، (۱۰۷)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی پیروی کروگے تو ہدایت پاؤگے۔

مگر جناب مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ عاصی لوگ نہ کبھی عہد نبوی میں مسلمان تھے اور نہ ان کے بعد کبھی ان کو معیاری مسلمان ہونے کا فخر حاصل

۱۰۶۔ سید مودودی "تفہیمات"، ص ۲۶۴ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۴۰ء

۱۰۷۔ امام ولی الدین ابن الخطیب "مشکوۃ"، باب مناقب الصحابہ، جلد سوم ص ۲۲۲ فرید بک اسٹال لاہور

ہوا "(۱۰۸)

غور فرمائیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ کو ہدایت کا سرچشمہ بتا رہے ہیں مگر مودودی صاحب اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے عمومی اور خواص کا فرق جس طرح بتا رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر صحابی تقلید کے لائق نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کو صحابہ پر علم و حکمت کی بنا پر فضیلت حاصل رہی جس طرح انبیاء کو انبیاء پر فضیلت حاصل رہی اس لیے جس طرح تمام انبیاء ہدایت کے سرچشمہ تھے اسی طرح انبیاء کے بعد تمام صحابہ کرام ہدایت کا سرچشمہ ہیں البتہ دور جدید کے مفسر و مترجم کے نزدیک فرق یہ ظاہر کر رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول معاذ اللہ صحابہ سے متعلق عبث ہے اسی کو مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ دین کو میں نے حدیث کے قدیم ذخیرے سے نہیں سیکھا آئیے اب چند قرآن کے ترجمے کے اقتباسات ملاحظہ کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔

(۱) اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے، وہ ان کی رسی دراز کیے جاتا ہے۔(۱۰۹)
(سورۃ بقرۃ آیت ۱۵)

(۲) یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکا بازی کرتے ہیں حالانکہ در حقیقت اللہ ہی انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے (۱۱۰) (سورۃ النساء آیت ۱۴۲)

۱۰۸۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی "تفہیمات"، ص ۳۱۹

۱۰۹۔ ایضاً "تفہیم القرآن"، جلد اول ص ۵۴ مکتبہ تعمیر انسانیت

۱۱۰۔ ایضاً ایضاً ایضاً ص ۴۰۹ ایضاً لاہور ۱۹۶۷ء

(۳) اور اے محمدؐ: اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ (۱۱۱)

(سورۃ انعام آیت ۱۱۴)

(۴) اے نبیؐ: اپنے رب کو صبح و شام یاد کرو دل ہی دل میں، زاری اور خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ، تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہیں۔ (۱۱۲)

(سورۃ الاعراف آیت ۲۰۵)

(۵) وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔ (۱۱۳) (سورۃ انفال آیت ۳۰)

(۶) اللہ نے معاف کر دیا نبی کو اور ان مہاجرین و انصار کو جنہوں نے بڑی تنگی کے وقت میں نبی کا ساتھ دیا (یعنی غزوہ تبوک کے سلسلے میں جو چھوٹی چھوٹی لغزشیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے صحابہ سے ہوئیں ان سب کو اللہ نے معاف کر دیا۔ (۱۱۴) (التوبہ۔ ۱۱۷)

(۷) اور اے محمدؐ: تمہیں ہم نے اس کے سوا اور کسی کام کے لیے نہیں بھیجا کہ (جو مان لے اس کو) بشارت دو اور (جو نہ مانے اسے) متنبہ کر دو۔ (۱۱۵) (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۰۵)

۱۱۱؎ سید مودودی۔ تفہیم القرآن ج اول ص۔۵۵۵ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۱۹۶۷ء

۱۱۲؎ ایضاً ایضاً ج دوم ص۔ ۱۱۴ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

۱۱۳؎ ایضاً ایضاً ج دوم ص۔ ۱۴۱ ایضاً

۱۱۴؎ ایضاً ایضاً ج ۲ ص ۲۴۴ ایضاً

۱۱۵؎ ایضاً ایضاً

(۸) اے محمدؐ، ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔(۱۱۶) (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۷)

(۹) درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ تھا۔(۱۱۷) (سورۃ احزاب آیت ۲۱)

(۱۰) بالیقین جو مرد اور عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع اور فرمان بردار ہیں، راست باز، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں۔ (۱۱۸) (سورۃ احزاب آیت ۳۵)

(۱۱) اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو (یعنی تم ان کے حق میں کامل سلامتی کی دعا کرو اور پوری طرح دل و جان سے ان کا ساتھ دو، ان کی مخالفت سے پرہیز کرو۔ (۱۱۹) (سورۃ الاحزاب آیت ۵۶)

(۱۲) پس اے نبی خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور معافی مانگ اپنے قصور کے لیے بھی اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی۔(۱۲۰) (سورۃ محمدؐ آیت ۱۹)

۱۱۶ے سید مودودی "تفہیم القرآن" ج ۳ ص۔ ۱۸۹ ادارہ ترجمان القرآن لاہور
۱۱۷ے ایضاً ایضاً ج ۴ ص۔ ۸۰ ایضاً
۱۱۸ے ایضاً ایضاً ج ۴ ص۔ ۹۶ ایضاً
۱۱۹ے " " ج ۵ ص۔ ۱۲۲ ایضاً
۱۲۰ے ایضاً ایضاً ج ۵ ص ایضاً

(۱۳) اے نبی: ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی: تاکہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی کوتاہی سے درگزر فرمائے۔ (۱۲۱) (سورۃ الفتح ۱-۲)

(۱۴) اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔ (۱۲۲)

(سورۃ الضحیٰ آیت ۷)

جناب مودودی کے ترجمۂ قرآن کے مطالعہ سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ یہ کہ انہوں نے ترجمہ کرتے وقت عربی زبان کے قواعد کا نہ صرف یہ کہ لحاظ نہیں رکھا بلکہ ان کو یکسر نظر انداز کر بیٹھے۔ مثلاً،

سورۃ النساء کی آیت کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ :۱۴۲

(سورۃ النساء)

ترجمہ:۔ یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکا بازی کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ (سید مودودی)

"خَادِعُهُمْ" اصل میں اسم فاعل ہے اور اسم فاعل کا ترجمہ مودودی صاحب نے فعل کی حالت میں کیا ہے۔ اگر فعل کی صورت میں ترجمہ کرنا ہی تھا تو مستقبل میں کرنا چاہیے تھا کیونکہ جس اردو دان طبقے سے وہ مخاطب ہیں اس کے ذہن میں ان کے اس ترجمے کا مطلب یہ نکل سکتا ہے کہ دھوکا دہی کے جذبے کو منافق کی فطرت میں اللہ نے رکھ دیا ہے یعنی منافق اگر دھوکا دیتا ہے تو اس

---

۱۲۱ سید مودودی "تفہیم القرآن"، ج ۵ ص۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

۱۲۲ ایضاً ج ۴ ص۔ ایضاً

میں اس کا اپنا قصور نہیں بلکہ (معاذ اللہ) وہ منجانب اللہ ہے ان کا ترجمہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے" یہی تاثر دیتا ہے۔ مودودی صاحب کو "خَادِعُهُمْ" کا ترجمہ کرتے وقت ایسے الفاظ اختیار کرنا چاہیے تھے جو اللہ کی شایانِ شان ہوتے کیونکہ دھوکا نقص ہے اور ایسا فعل اللہ ربّ العزت کی طرف منسوب کرنا ایک بہت ہی بڑی جسارت ہے۔ لفظی معنی کچھ بھی ہوں لیکن خالق اگر اپنی مخلوق کو اسی طرح دھوکا دے جیسے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو دیتے ہیں تو ہمارے نزدیک یہ بات بدتہذیبی کے درجے میں آتی ہے۔ جب کہ تفسیر مواہب الرحمان کے مصنف نے بھی اس مقام پر اس قسم کے ترجمے سے گریز اختیار کیا ہے:۔

"لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف "خداع" بمعنی حقیقی نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ "خداع" وہ کرے جو فریب کے ذریعے سے اپنی مراد کو پہنچے اور اللہ تعالیٰ سب قدرت رکھتا ہے پس "خداع" نقص ہے جو جناب الٰہی کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔" (۱۲۳)

جناب مودودی صاحب نے اکثر مقامات پر ضمائر کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے مرادی معنی سے ہٹ کر ترجمہ کیا ہے اور ان آپ کو جن کا مخاطب عام انسان ہے، جن میں کفار مشرک بھی شامل ہیں ان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع کر دیا ہے اس کی مثالیں متعدد مقامات پر موجود ہیں مثلاً سورۃ اعراف

۱۲۳؎ سید امیر علی ملیح آبادی "تفسیر مواہب الرحمٰن"، پارہ ۵ ص۔ ۲۲۴، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور

کی آیت ۵۔۲، سورۃ توبہ کی آیت ۱۱۷۔ سورۃ فتح کی دوسری، سورۃ محمد کی ۱۹ ویں آیات وغیرہ۔

ابوالاعلیٰ مودودی یقیناً ایک کامیاب منجھے ہوئے صحافی تھے اور ان کی صحافت کا کمال یہ ہے کہ عبارت کچھ اس طرح لکھتے ہیں کہ حسن بیان کی تمام خوبیاں نکھر کر سامنے آجاتی ہیں مگر ترجمہ قرآن میں ایسا لگتا ہے کہ وہ زبان و بیان کی خوبیاں باقی رکھنے کی خاطر عربی عبارت یعنی متن قرآن پہ توجہ مرکوز نہیں رکھتے مثال کے طور پر سورۃ احزاب کی مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ کیجیے:۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

بالیقین جو مرد اور عورتیں مسلم ہیں ، مومن ہیں

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ

مطیع فرمان ہیں راست باز ہیں صابر ہیں

وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ

اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں صدقہ دینے والے ہیں

وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ

روزہ رکھنے والے ہیں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً

اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور

وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۳۵: (سورۃ الاحزاب)

بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

اس آیت کریمہ میں مسلمان مردوں اور عورتوں دونوں کی اوصاف حمیدہ کا ساتھ ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور تمام ہی مترجمین نے اس آیت کریمہ کا ترجمہ مذکر اور مؤنث کے صیغوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا جبکہ مودودی صاحب نے صرف شروع میں عورتوں کا ذکر کر کے بقیہ پوری آیت شریفہ میں عورتوں کی تمام صفات کا ترجمہ نہیں کیا اور صرف مردوں کے افعال کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر اس ترجمہ کو جو جناب مودودی نے کیا ہے عربی زبان میں منتقل کیا جائے تو ہرگز متن قرآن نہیں بنتا۔ یہ دراصل ترجمانی بھی نہیں بلکہ قرآنی الفاظ کو ترجمہ میں حذف کر دینے کے مترادف ہے۔ اس آیت کے ترجمے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مودودی صاحب ترجمہ کرتے ہوئے پوری عبارت میں فعل ناقص محذوف مانتے ہیں جبکہ حقیقتاً یہاں کوئی فعل محذوف نہیں۔ مودودی صاحب کے ہی ایک ہم عصر مفسر قرآن مولانا پیر کرم شاہ الازہری نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے ملاحظہ ہو:۔

"بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں صابر مرد اور صابر عورتیں عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں، تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجر عظیم۔

(۱۲۴) (سورۃ الاحزاب آیت ۳۵)

قرآن مجید کا ترجمہ کرتے وقت آزاد خیالی کے بجائے خود کو حد سے زیادہ پابند سمجھنا چاہیے کیونکہ آزاد خیالی کی وجہ سے ترجمے کے اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور اس صورت میں ترجمہ ترجمہ نہیں رہتا۔ مزید براں قرآنی مفہوم کی تبدیلی کے ارتکاب اور عظمت الٰہی اور عصمت رسالت پناہی کی اہانت کا پہلو پیدا ہونے کی راہ کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۱۲۴ے پیر محمد کرم شاہ الازہری "ضیاء القرآن" ج ۴ ص۔ ۵۶/۵۷
ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۱۳۹۹ھ

عبدالماجد دریا آبادی

مولوی عبدالماجد دریا آبادی ابن مولوی ڈپٹی عبدالقادر ابن مفتی مظہر کریم ابن شیخ مخدوم بخش۔ ۱۳۱۰ھ/مطابق ۱۸۹۲ء میں لکھیم پور میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن دریا آباد تھا جو فیض آباد اور لکھنو کے درمیان واقع ہے۔ والد صاحب ڈپٹی عبدالقادر کی مختلف جگہ ڈپٹی کلکٹری کی حیثیت سے تبادلے کی وجہ سے کئی شہروں میں زندگی کے ابتدائی سال گزارے۔

مولوی عبدالماجد دریا آبادی صاحب نے ابتدائی تعلیم مولوی حکیم محمّد علی دہلوی سے حاصل کی پھر ۱۹۰۱ء میں اسکول میں تیسرے درجے میں داخل ہوئے، ۱۳۲۶ھ/۱۹۱۸ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا پھر کالج سے بی۔اے (B.A) اور علیگڑھ سے ایم۔اے (M.A) کیا۔ (۱۲۵)

جناب عبدالماجد دریا آبادی صاحب نے جن اساتذہ سے کالج اور یونیورسٹی میں علم حاصل کیا ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں مثلاً

(i) ،، مولوی حکیم محمد علی اطہر دہلوی (ii) قاضی محمد حسین امرتسری، (iii) حکیم مرزا محمد ذکی لکھنوی، (iv) مولوی سید حیدر حسین لکھنوی

---

۱۲۵ ۔ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین "قرآن حکیم کے اُردو تراجم،، ص ۔ ۴۶۲ قدیمی کتب خانہ ، کراچی

(vi) مولوی عظمت اللہ فرنگی محلی، (vii) مولوی محمد صادق، (viii) ماسٹر دولت رام، (viii) بابو گھمنڈ لال، (ix) جے براؤن ، (x) ایم کیمرن وغیرہ" (۱۲۶)

عبدالماجد دریا آبادی کا رجحان شروع سے ہی ادبی تھا اور بہت کم عمری سے لگ بھگ ۱۲ سال کی عمر سے لکھنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ۱۲ سال کی عمر میں فرضی نام سے مضمون لکھا اس کے ساتھ ہی ان کی صحافتی زندگی کا آغاز بھی ہو گیا۔ آپ کا پہلا مضمون روزنامہ "اودھ پنچ" میں شائع ہوا۔ (۱۲۷)

جناب عبدالماجد دریا آدی صاحب کی بیشتر زندگی صحافت کے شعبہ میں گزری جہاں آپ نے متعدد رسائل و جرائد کی ادارت فرمائی، آپ نے صحافتی زندگی کا آغاز ۱۹۰۴ھ سے کیا اور پھر ۱۹۰۸ء تک وہ مختلف رسائل میں لکھتے رہے مثلاً سہ روزہ "ریاض الاخبار" ، پندرہ روزہ "ضیاء الاسلام"، ہفت روزہ "علیگڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ"، ہفتہ وار "البشیر" وغیرہ۔

اس کے علاوہ سہ روزہ اخبار "Advocate" سہ روزہ "ہندوستانی" الناظر، ادیب، العصر، الندوہ، ہمدرد، ہمدم، "معلومات" میں ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۸ء تک لکھتے رہے پھر بعد میں ماہنامہ "صبح امید" اور "معارف" کے ساتھ ۱۹۵۰ء تک تعلق قائم رہا۔ ان میں سے بعض کی ادارت بھی کی ۱۹۲۵ء سے خود اپنا ہفت وار "سچ" نکالا پھر ۱۹۳۵ء سے "صدق" اور ۱۹۵۰ء سے

۱۲۶؎ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین "قرآن حکیم کے اردو تراجم" ص ۴۶۲

۱۲۷؎ ایضاً ص۔ ۴۶۵

"صدق جدید" پرچہ نکالا۔ اسی دوران کانفرنس گزٹ، نوائے کیمرج، زمانہ، کانپور اور کامریڈ میں مختلف مضامین لکھتے رہے۔ اپنی آپ بیتی میں وہ خود لکھتے ہیں کہ "مصنف سے بڑھ کر مضمون نگار صحافی کی صورت میں نہ جانے کتنے پرچوں کو پس پردہ مدد پہنچاتا رہا ہوں۔ (۱۲۸)

آپ کے انگریزی مضامین ماہنامہ "ایسٹ اینڈ ویسٹ"، "مسلم ہیرالڈ" روزنامہ لیڈر الہ آباد ویک میگزین، انڈین ریویز تھیاسوفسٹ، کامن ویلتھ، اور ماڈرن ریویو میں مسلسل شائع ہوتے رہے۔

انہوں نے صحافتی زندگی کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر کئی کتابیں تصنیف کیں اور کئی تراجم بھی کیئے۔ تراجم میں "تاریخ اخلاق یورپ"، "مکالمات برکلے"، "مشاہیر سائنس"، قابل ذکر ہیں۔ ابتدائی دور میں جب تصوف سے دلچسپی تھی تو اس زمانے میں "فلسفہ جذبات" مبادی فلسفہ"، "فلسفہ اجتماع"، فرائض والدین"، اور "خادم تعلیم"، وغیرہ جیسی اہم کتابیں تصنیف فرمائیں آخری دور کی تصانیف میں قرآن کے انگریزی، اردو ترجمے اور تفسیر شامل ہیں ان کے علاوہ لکھی جانے والی کتابوں میں جو ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۰ء کے درمیان میں لکھی گئیں۔ ان میں "حیوانات قرآن"، "ارض القرآن"، "سیرۃ النبوی" اور "بشریت انبیاء"، قابل ذکر ہیں۔

آپ مختلف دور میں مختلف مشاہیر مصنفین سے متاثر رہے اور ان سب حضرات میں انہوں نے مولوی شبلی نعمانی (المتوفی ۱۳۳۲ھ) (۱۲۹)، کو استاد

۱۲۸ے مولوی عبدالماجد دریا آبادی "آپ بیتی"، ص۔ ۲۱۷ مکتبہ فردوس لکھنو ۱۹۷۸ء

۱۲۹ے حکیم عبدالحیٔ لکھنوی "نزہتہ الخواطر"، ج الثامن ص۔ ۱۷۷

تسلیم کیا ہے اور خود آپ بیتی میں اعتراف کرتے ہوئے لکھا :۔
"اگر کسی کے لیے لفظ استاد کا اطلاق کر سکتا ہوں تو وہ بلاشک و
شبہ مولانا شبلی نعمانی تھے ان کا ممنون احسان دل کی گہرائیوں
سے ہوں۔ لکھنا لکھانا جو کچھ بھی آیا ہے ان کی نقالی میں ہی آیا
ہے" (۱۳۰)

مولوی دریا آبادی صاحب زندگی بھر متنوعہ موضوعات پر لکھتے رہے۔ انہوں نے فلسفہ، علم نفس، علم اجتماع، تعلیم، طب، سیاست وغیرہ پر کئی کتابیں تصنیف کیں اور بے شمار مضامین تحریر فرمائے لیکن علوم اسلامی کی طرف مائل ہونے سے پہلے مغربی تہذیب اور ثقافت سے ہمہ تن متاثر تھے اور ایک عرصے تک الحاد و تشکیک کی وادی میں بھی سرگرداں رہے لیکن بعد میں مولوی اشرف علی تھانوی کی صحبت نے ان کو علوم اسلامی کی طرف مائل کیا۔(۱۳۱) پہلے انہوں نے انگریزی ترجمہ و تفسیر مکمل کی بعد میں اُردو زبان میں ترجمہ قرآن اور "تفسیر ماجدی" مکمل کی جس کی طباعت ۱۹۵۲ء میں ہوئی۔ اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں اعتراف فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ و تفسیر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے بیان القرآن سے ۷۵ فیصد ماخوذ ہے۔(۱۳۲)

عبدالماجد دریا آبادی صاحب کا ترجمۂ قرآن اردو کے دور جدید کے

۱۳۰ے عبدالماجد دریا آبادی "آپ بیتی" ص۔ مکتبہ فردوس لکھنو ۱۹۷۸ء

۱۳۱ے ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین "قرآن حکیم کے اُردو تراجم" ص۔ ۴۷۵

۱۳۲ے مولوی عبدالماجد دریا آبادی "ترجمہ و تفسیر ماجدی" ص ۶۲۲ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

ترجموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ زبان کے لحاظ سے آسان، عام فہم اور سلیس ہے مگر دیگر مترجمین کی طرح آپ بھی صحافتی زندگی سے اس طرف رجوع کرتے ہیں جن کے تراجم میں آزاد خیالی کا عنصر غالب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی دریا آبادی صاحب کے ترجمے میں بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم و توقیر کا التزام کم ہے۔ اس کا اظہار انہوں نے اپنے پیشروں کی طرح ترجمہ قرآن میں کیا ہے مثلاً

"محمد تو بس ایک رسول ہیں" اور، ہم نے آپ کو صرف شہادت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔" "آپ کہہ دیجیے میں تو بس تمہارے جیسا بشر ہوں میرے پاس تو بس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔" (۱۳۴) وغیرہ۔

دیگر ہم خیال پیشرو مترجمین کی طرح عبدالماجد دریا آبادی بھی عظمت رسول کو اپنے ترجمہ میں زیادہ اجاگر نہیں کر سکے۔ اختیارات رسول کے سلسلے میں قرآن نے کہیں بھی حد بندی نہیں ہے مگر انہوں نے جگہ جگہ "بس" اور "صرف" کا اپنی طرف سے اضافہ کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کی کثرت میں ضرور حد بندی کی ہے جو دراصل اللہ تعالیٰ کے افعال و ارشادات میں ایک گونہ دخل اندازی ہے۔ دیگر مترجمین کی طرح دریا آبادی صاحب کا بھی یہی عقیدہ سامنے آتا ہے کہ انبیاء ہماری طرح گنہگار اور خطا کار ہیں (معاذ اللہ) اور ان کا اللہ پہ یقین بھی ڈانواں ڈول ہے اور نبی کریم صلی اللہ

۱۳۴ے مولوی عبدالماجد دریا آبادی "ترجمہ و تفسیر ماجدی" ص ۶۲۳ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

علیہ وسلم کی تعلیم کا اللہ تعالیٰ نے دنیا میں یہ بندوبست کیا کہ ایک طاقت ور فرشتے کو مامور کیا کہ وہ بے خبر بشر کی (یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی) اصلاح کرے۔

بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ کا ترجمہ / تفسیر جب مقام نبوت ورسالت کے سلسلے میں کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ خود رسول کا مقام تعین کر رہے ہیں مثلاً

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷)

موصوف ترجمہ کرتے ہیں: اور ہم نے آپ کو دنیا جہان پر اپنی رحمت ہی کے لیے بھیجا ہے۔

یہاں اوّل تو للعٰلمین کا ترجمہ دنیا جہان کیا جو کہ دریا بادی صاحب کی طرف سے حد بندی ہے اس کا مطلب رب العٰلمین بھی صرف دنیا جہان کا رب ہے بس اس کے بعد حاشیہ میں خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور وہ رحمت و مہربانی یہی ہے کہ قرآن کے مخاطبین رسول کے پیام ہدایت کو قبول کریں۔ (۱۳۵)

اس ترجمہ کو اگر عربی میں منتقل کیا جائے تو متن قرآن نہیں بنتا اور یہ ترجمہ جمہور مفسرین کی آراء کے خلاف ہے۔

عبدالماجد دریا آبادی صاحب کے ترجمہ قرآن کے چند اور مقامات ملاحظہ کیجیے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

---

۱۳۵ مولوی عبدالماجد دریا آبادی "ترجمہ وتفسیر ماجدی" ص ۶۷۴ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

(۱) اور اگر کہیں آپ ان کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے تو یقیناً آپ (بھی) ظالموں میں (شمار) ہونگے (۱۳۶)

(سورۃ البقرۃ آیت۔۱۴۵)

(۲) اور محمدؐ تو بس ایک رسول ہی ہیں (اس لیے فنا پذیر بھی ہیں کوئی خدا یا جزخدا یا مظہر خدا تو نہیں جو قانون حیات و ممات سے بالاتر ہوں) (۱۳۷)

۱۴۴: (ال عمران آیت۔۱۴۴)

(۳) اور جو لوگ زمین پر آباد ہیں ان میں سے اکثر کا کہنا اگر آپ ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا کر رہیں گے۔ (۱۳۸)

(سورۃ الانعام آیت۔۱۱۴)

(۴) سوان سے یہ تمسخر کرتے ہیں اور اللہ ان سے تمسخر کرتا ہے (تمسخر کا درجہ مطلق طعن سے بڑھا ہوا ہے (۱۳۹) سورۃ التوبہ آیت۔۷۹)

(۵) یہاں تک کہ پیامبر مایوس ہو گئے اور گمان کرنے لگے کہ ان سے غلطی ہوئی کہ (اتنے میں) ہماری مدد آپہنچی (۱۴۰)

(سورۃ یوسف۔آیت۔۱۱۰)

۱۳۶۔ مولوی عبدالماجد دریا آبادی "ترجمہ و تفسیر ماجدی" ص ۵۶

۱۳۷۔ ایضاً " ص۔۱۵۷

۱۳۸۔ ایضاً " ص۔۳۰۸

۱۳۹۔ ایضاً " ص۔۴۱۶

۱۴۰۔ ایضاً " ص ۵۰۹

(۶) اور ہم نے آپ کو صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے بنا کر بھیجا ہے[141]
(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۰۵)

(۷) آپ کہہ دیجیے کہ میں تو بس تمہارے ہی جیسے بشر ہوں میرے پاس تو بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے (یعنی امتیازی چیز میرے پاس صرف یہ ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے، میں صرف وصف رسالت میں دوسروں سے ممتاز ہوں۔ (۱۴۲) اسورۃ الکھف آیت۔ ۱۱۰)

(۸) آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے[143]
(سورۃ الشوریٰ آیت۔ ۵۲)

(۹) تو آپ اس کا یقین رکھیے کہ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں: اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سارے ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لیے بھی[144]
(سورۃ محمد آیت۔ ۱۹)

(۱۰) تاکہ اللہ آپ کی (سب) اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے۔ (۱۴۵)
(سورۃ الفتح آیت۔ ۳)

(۱۱) انہیں بڑی قوت والا (فرشتہ) سکھاتا ہے (پیدائشی طاقتور) (۱۴۶)

۱۴۱ے مولوی عبدالماجد دریا آبادی "ترجمہ و تفسیر ماجدی"، ص ۵۹۹

۱۴۲ے ایضاً	ایضاً	ص ۶۲۳
۱۴۳ے ایضاً	"	ص ۹۷۷
۱۴۴ے ایضاً	"	ص ۱۹۱۶
۱۴۵ے ایضاً	"	ص ۱۰۲۱
۱۴۶ے ایضاً	"	ص ۱۰۵۱

(سورۃ النجم آیت ۔ ۵)

(۱۲) اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتا دیا۔ (۱۴۷)

(سورۃ الضحیٰ آیت ۔ ۷)

(۱۳) آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔ (۱۴۸)

(سورۃ النشرح آیت ۔۴)

جناب عبدالماجد دریا آبادی صاحب نے ترجمہ میں تقریباً اپنے پیشرو علماء کی تقلید کی ہے اور نازک و اہم مقامات پر قلم سے وہی لغزشیں واقع ہوئی ہیں جو ان سے قبل ان کے مکتبۂ فکر کے علماء سے ظاہر ہو چکی تھیں دوسری طرف وہ چونکہ اپنے پیر و مرشد مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے ترجمہ و تفسیر سے بہت زیادہ متاثر تھے اس لیے زیادہ استفادہ بیان القرآن ہی سے کیا گیا ہے مولوی اشرف علی کے ترجمۂ قرآن پر سیر حاصل گفتگو کی جا چکی ہے ایک خصوصیت مولوی عبدالماجد صاحب کو یہ حاصل ہے کہ ان کا تعلق ان مترجمین سے ہے جو صحافتی زندگی میں مصروف عمل رہنے کے بعد جب دینی ماحول کی طرف لوٹے تو عمر کے آخری زمانے میں ترجمہ / تفسیر بھی سپرد قلم کر دی جس طرح ابوالکلام آزاد، چوہدری غلام پرویز اور ابوالاعلیٰ مودودی وغیرہم نے کیا۔ مولوی عبدالماجد دریا آبادی نے ترجمۂ قرآن اپنے پیر و مرشد کے ترجمے سے ۷۵ فیصد افادہ کر کے لکھا ہے اس لیے آپ کو ترجمۂ قرآن ۲۵ فیصد کہا جا

۱۴۷ے مولوی عبدالماجد دریا آبادی "ترجمہ و تفسیر ماجدی"، ص ۔ ۱۲۰۰

۱۴۸ے ایضاً ایضاً ص ۱۲۰۱

سکتا ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ترجمہ کرتے وقت موصوف متن قرآن کی بجائے
پیرومُرشد کے ترجمے کو دیکھتے تھے اور انہی الفاظ کو الٹ پھیر کر اپنے جملے میں پیش
کر دیتے جس طرح محمود الحسن دیوبندی صاحب نے شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ
کو تھوڑی بہت زبان کی تبدیلی کے بعد اپنا ترجمہ قرار دیا۔اس طرح یہ ترجمہ بھی
مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ہی کا ترجمہ ہے بس انگلی کٹا کر آپ نے بھی
شہیدوں میں نام لکھوالیا ہے۔

اس باب میں جن پانچ مترجمین کا ذکر کیا گیا ہے ان میں چار صحافی حضرات
ہیں اور چاروں حضرات نے ترجمے اور تفسیر دونوں میں لفاظی زیادہ کی ہے
اپنی بات کو منوانے کے لیے چاروں حضرات کی تفسیر میں دلائل بہت کم ہیں۔
چاروں حضرات نے جدّت پسندی، آزاد خیالی، ذاتی رائے، عقلی دلیل بہت
نمایاں ہے جس کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں کہ انسان اللہ کے رسول
کے ذکر سے غافل ہے جس کی وجہ سے ان سب سے نسبت روز بروز کم ہوتی
جارہی ہے۔دین کے بجائے مغربی دنیا کے اصولوں کو ترجیح دی جارہی ہے۔
اپنا ہر عمل اس کو پرانا اور ناقابل عمل محسوس ہوتا ہے۔سر سے پاؤں تک وہ
مغرب زدہ نظر آتا ہے۔یہ درس قرآن نہیں کہ انسان دین سے اتنا دور نکل
جائے۔قرآن کی تعلیم تو انسان کو اس کے رسول سے قریب کرتی ہے یہ جب
ہی ممکن ہے کہ قرآن پڑھتے وقت اس کو عظمت رسول سے آگاہی ہو بس یہی
ان تراجم میں نہیں ہے باقی سب کچھ ہے۔

باب ہفتم

کنزالایمان مستند تفاسیر کی روشنی میں

اس باب سے قبل امام احمد رضا خاں قادری بریلوی کے ترجمۂ قرآن کے علاوہ دیگر معروف اُردو تراجم قرآن اور ان کے مترجمین کا تعارف کرایا جا چکا ہے۔ اس سے قبل کہ کنزالایمان کا حقیقی تجزیہ اور محاسن بیان کیے جائیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے امام احمد رضا خان کے ترجمہ قرآن کا جمہور مفسرین کے اقوال کی روشنی میں دیگر مترجمین کے تراجم سے اختصار کے ساتھ چند آیات کا موازنہ کیا جائے، اس کے بعد اگلے باب میں تفصیل کے ساتھ کنزالایمان پر سیر حاصل گفتگو کی جائے گی۔

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن پر تحقیق کرتے ہوئے جن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے ان میں سے ایک اہم بات یہ ہے کہ مترجم نے ترجمہ کرتے ہوئے آزاد روش اختیار کی ہے یا وہ ایک مقلد ہیں۔ دوسری طرف نگاہِ تحقیق کے لیے اس بات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ انہوں نے اصول تفسیر و ترجمہ کا کتنا خیال رکھا ہے جن کو علامہ جلال الدین السیوطی نے اپنی تصنیف

"الاتقان"، میں بیان کیا ہے۔ ترجمے کے مطالعے سے یہ بات سامنے آئی کہ امام احمد رضا ایک مقلد ہیں اور مفتیان احناف کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ وہ خود اپنے نام کے ساتھ محمدی، سنّی، حنفی، قادری لکھتے ہیں[1]۔ یہی وجہ ہے کہ ترجمہ کرتے ہوئے ان اصول کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کا جب جمہور تفاسیر کی روشنی میں مطالعہ کیا گیا تو یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے چنانچہ اس اہم امر کو ایک جداگانہ موضوع بنایا گیا ہے۔ اس باب میں یہ بھی صراحت اور توضیح کی جائے گی کہ امام احمد رضا ترجمۂ قرآن میں اپنے پیشرو جمہور مفسرین حضرات سے کس طرح استفادہ کرتے ہیں اور یہ کہ امام صاحب کا ترجمہ مفسرین کے اصولوں سے کتنی مطابقت رکھتا ہے۔ جمہور مفسرین کی آرا کی روشنی میں امام احمد رضا خاں کے ترجمۂ قرآن کے چند اقتباسات کا مطالعہ کر کے صحیح نتائج تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔ امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کا مطالعہ کرتے ہوئے خاص کر ان مقامات کا تجزیہ ضروری سمجھا گیا جو بہت اہم اور نازک ہیں جہاں درحقیقت مترجم کی تمام صلاحیتوں کا امتحان ہوتا ہے۔ سب سے پہلے ان آیات کا تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے جن کا تعلق خاص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے ہے۔

شان الوہیت

اللہ تعالیٰ ہر عیب و نسیان سے پاک ہے۔ یہ ہر

1۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "عرفان شریعت"، ص۔ ۶۲ نذیر سنز پبلشرز لاہور

مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمام اقسام کی برائیوں سے پاک وتمام
صفات رزیلہ سے مبرا ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی، ابدی اور ذاتی ہیں جبکہ
مخلوق کی صفات عطائی اور حادث ہیں۔ البتہ انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے
چونکہ اشرف المخلوق بنایا ہے اس لیے اس نے انسان کے اندر اپنی صفات
جمیلہ کا پرتو بننے کی صلاحیت ودیعت کی ہے اور یہ اختیار وقدرت عطا کی ہے
کہ وہ نیک وبد میں جس کو چاہے اختیار کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی لاتعداد صفتوں
میں سے چند انسانوں میں بھی پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہے
اور انسان بھی اللہ تعالیٰ کی ان عطا کردہ صلاحیت واستعداد کے مطابق رحم
کرتا ہے۔ جب انسان خود کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات جمیلہ سے متصف
کرلیتا ہے تو وہ اللہ عزّوجل کا محبوب بن جاتا ہے

اسی طرح وہ عدل کرنے والوں کو، صبر کرنے والوں، نیکی کرنے والوں
توکل کرنے والوں اور احسان کرنے والوں کو، سبھی کو پسند فرماتا ہے کیونکہ
یہ سارے اعمال نیک ہیں اور وہ ایسے ہی اعمال کی ترغیب مخلوق کو بھی فرماتا
ہے چنانچہ جو ایسا عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نہ صرف اس کو پسند فرماتا ہے
بلکہ ان سے محبت فرماتا ہے۔ اس کے برعکس، بہت سے عمل ایسے ہیں جو
اس کو قطعاً پسند نہیں۔ وہ شیطانی اعمال یا صفات اور ان شیطانی کاموں
سے وہ نفرت کا اظہار فرماتا ہے اور ان اعمال کے کرنے والوں کو بالکل
پسند نہیں فرماتا بلکہ ان سے اپنی ناراضگی کا اظہار فرماتا ہے، ان کو اپنے
غضب کی وعید سناتا ہے اور ان اعمال سے ہم کو بچنے کی ترغیب دیتا ہے

اللہ تعالیٰ ہر بُرے اور شیطانی عمل سے نفرت فرماتا ہے اور جب وہ ناپسندیدگی کا اظہار فرماتا ہے تو یہ کب ممکن ہے کہ وہ خود اس کو اختیار فرمائے یہی وجہ ہے کہ بندوں کو یہ حق حاصل ہی نہیں کہ کسی نقص کو بھی اس سے منسوب کریں[۲] اور نہ ایسے الفاظ اس کی شان میں استعمال کریں جو شانِ الوہیت کے ہرگز لائق نہ ہوں اور نہ اس بات کی گنجائش ہے کہ تاویلات کا سہارا لے کر زبردستی کوئی بھی عیب یا نقص اس کی طرف منسوب کیا جائے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے بُرے اور شیطانی کاموں اور خصائل رذیلہ سے قطعاً پاک و مبرا ہے اگرچہ وہ قدیر ہے اور ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے مگر اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ معاذ اللہ جھوٹ بولنے پر قدرت تو رکھتا ہے مگر جھوٹ بولتا نہیں یا کسی بھی شیطانی عمل پر قدرت رکھتا ہے (معاذ اللہ) مگر کرتا نہیں جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی سربراہ مولوی رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں امکان کذب باری تعالیٰ کے سلسلے میں رقمطراز ہیں :۔

> "امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہوا امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شئے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو۔ لہٰذا کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل وعلیٰ ہے کیوں نہ ہو وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ

---

[۲] ترجمہ:۔ اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے
کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص ۔ ۱۳۱

قَدِیْرٌ(۳)...."

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت سے جو مفہوم سامنے آیا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تمام عیب بھی داخل ہیں مگر وہ کرتا نہیں یہ دراصل ایک غلط تاویل ہے، کوئی بھی شیطانی کام ہو وہ عیب ہے اور "اللہ" معبود حقیقی ہر عیب و نسیان سے پاک و منزہ ہے۔ یہ تو دراصل بندے کی صفت ہوتی ہے کہ "نفس مطمئنہ" کے باوجود عیب اس میں داخل ہوتے ہیں مگر اس کو اتنی قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ عیب کے اختیار پر قدرت رکھنے کے باوجود عیب سے دور رہتا ہے اور یہ ہی معصوم ہونے کی دلیل بھی ہے۔ تمام انبیاء و رسل بشریت کے لباس ہی میں دنیا میں تشریف لائے اور اقتضاءِ بشریت کے اعتبار سے قدرت رکھنے کے باوجود ہر قسم کے گناہ کے صدور بلکہ اس کے تصوّر سے محفوظ رہے۔ رب ذوالجلال تو معبود ہے وہ ہر برائی اور ہر قسم کے نقص سے پاک ہے۔(۴)

مولانا امجد علی اعظمی برکاتی اپنی مشہور زمانہ فقہی تصنیف "بہار شریعت" میں عقائد متعلقہ ذات و صفات الٰہی کی بحث کے تحت رقمطراز ہیں:۔

"وہ ہر کمال و خوبی کا جامع ہے اور ہر اس چیز سے جس میں عیب و

۳؎ مولوی رشید احمد گنگوہی "فتاویٰ رشیدیہ"، ص۔ ۹۷/۹۶، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۹۸۸ء

۴؎ شیخ عبدالحق محدث دہلوی "تکمیل الایمان"، (مترجم مولانا اقبال احمد فاروقی)، ص۔ ۲۰ مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۸۰ء

نقصان کا اس میں ہونا ہی محال ہے بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو نہ نقصان وہ بھی اس کے لیے محال مثلاً جھوٹ، دغا خیانت، ظلم، جہل، بے حیائی وغیرہ۔ عیوب اس پر قطعاً محال ہیں اور یہ کہنا کہ جھوٹ پر قدرت ہے بایں معنی کہ وہ خود جھوٹ بول سکتا ہے محال کو ممکن ٹھہرانا اور خدا کو عیبی ٹھہرانا خدا سے انکار کرنا ہے اور یہ سمجھنا کہ محالات پر قادر نہ ہو گا تو قدرت ناقص ہو جائے گی محض باطل ہے۔ اس میں قدرت کا کیا نقصان، نقصان تو اس محال کا ہے کہ تعلق قدرت کی اس میں صلاحیت نہیں۔" (۵)

اللہ تعالیٰ جب بدی سے کسی طور راضی نہیں تو یہ کب ممکن ہے کہ وہ خود ایسے فعل اختیار کرے جو فعل بندوں کے لیے بھی قابل گرفت ہیں یہی وجہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کا یہ ہمیشہ سے عقیدہ رہا ہے کہ نیک کام اللہ کی رضا کے موافق ہیں اور بُرے کام اللہ کی رضا کے خلاف چنانچہ عقائد نسفی میں مذکور ہے:۔

"والحسن منها برضاء اللہ تعالیٰ والقبیح منها لیس برضائہ" یعنی اچھے کام ان افعال اختیاری میں ہے اللہ کی رضامندی کے موافق ہیں اور ان میں سے برے کام اللہ کی رضامندی کے نہیں۔ وہ ایمان اور اطاعت اور

۵؎ علامہ محمد امجد علی اعظمی "بہار شریعت"، حصہ اوّل ص۔ ۶ مکتبہ رضویہ کراچی

نیکی سے راضی ہے اور کفر و معصیت سے ہرگز راضی نہیں ،
فرماتا ہے: "لا یرضیٰ لعبادہ الکفر" اللہ پسند نہیں کرتا اپنے
بندوں کا کفر" (٦)

اس تمام بحث کا مقصد یہ ہے کہ ایک عام مسلمان کو اللہ کی ذات وصفات پر کس قسم کا ایمان رکھنا چاہیے۔ کیا اس کے تصور میں اس قسم کی بات آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی (معاذ اللہ) ایسے افعال صادر ہو جاتے ہیں جو ہم جیسے انسانوں کے لیے بھی قابل گرفت اور قابل حرمت ہیں؟۔ یہ ممکن تو نہیں مگر اردو زبان کے مترجمین قرآن حضرات نے بعض آیات کے ترجمے میں کچھ ایسی غفلت برتی ہے جس سے ایک عام مسلمان کا ذہن انتشار کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آئیے اب چند آیات میں اسی قبیل کا ترجمہ ملاحظہ کریں جن میں مترجمین قرآن نے اللہ تعالیٰ کی شان میں غیر مناسب اور نازیبا الفاظ استعمال کیے ہیں جو ہرگز اس کی شان کے لائق نہیں :۔

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۔

(آل عمران: ۵۴)

معروف مترجمین قرآن کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔ (٧))

(١) اور مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر ہے مکر کرنے

---

٦ ۔ مولانا محمد نجم الغنی خاں "تہذیب العقائد"، (اردو ترجمہ و شرح عقائد نسفی)
ص۔ ۳۵ قدیمی کتب خانہ کراچی

٧ ۔ رفیع الشان مترجم قرآن (دس ترجمے والا) (پارہ ۱۔ ۵) ص۔ ۲۰۰ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

والوں کا۔ (شاہ رفیع الدین)

(۲) اور فریب کیا ان کافروں نے اور فریب کیا اللہ نے، اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ (شاہ عبد القادر)

(۳) اور یہود نے داؤ کیا اور اللہ نے (ان سے) داؤ کیا اور داؤ کرنے والوں میں اللہ (سب سے) بہتر داؤ کرنے والا ہے۔
(ڈپٹی نذیر احمد)

(۴) اور وہ چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰ کو بچانے کے لیے) چال چلا اور خدا خوب چال چلنے والا ہے۔ (فتح محمد جالندھری)

(۵) اور یہود نے داؤ کیا اور داؤ کیا اللہ نے اور اللہ داؤ کرنے والوں میں بہتر ہے۔ (عاشق الٰہی میرٹھی)

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (النسأ:۱۴۲)

(۱) منافق سمجھتے ہیں کہ (وہ) اللہ کو فریب دیتے ہیں اور (یہ نہیں جانتے) کہ اللہ ان کو فریب دے رہا ہے۔(۸) (وحید الزماں)

(۲) البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہ ہی ان کو دغا دے گا۔ (۹) (محمود الحسن دیوبندی)

(۲) منافق (اپنی اس دورنگی چال سے) خدا کو دھوکا دے رہے ہیں، (یعنی خدا اور رسول کو اور مسلمانوں کو دھوکے میں رکھنا چاہتے ہیں)

۸؎ مولوی وحید الزماں "تبویب القرآن"، ص۔ ۴۴۸، ادارہ محمدیہ لاہور

۹؎ مولوی محمود الحسن دیوبندی "ترجمہ قرآن"، ص۔ ۱۲۰

اور (واقعہ یہ ہے کہ) خدا انہیں دھوکا دینے میں ہرا رہا ہے اور مغلوب کر رہا ہے۔ (۱۰) (ابوالکلام آزاد)

(۴) بیشک منافق چال چلتے ہیں اللہ سے اور وہی ان سے چال چلنے والا ہے۔ (۱۱) مولوی فیروزالدین روحی)

(۵) یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکا بازی کر رہے ہیں حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ (۱۲) (سید مودودی)

ایک اور مقام کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے:۔

اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ وَیَمُدُّھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ: (البقرۃ: ۱۵)

(۱) اللہ بھی ان سے ہنسی کرے گا اور ان کو سرکشی میں ڈالے گا (آپ) ہی سرگرداں رہے۔ (۱۳) (مقبول احمد دہلوی)

(۲) اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور انہیں ان کی سرکشی اور بہکاوے اور بڑھا دیتا ہے۔ (۱۴) (مولوی میمن جوناگڑھی)

(۳) انہیں اللہ بنا رہا ہے اور وہ انہیں ڈھیل دے رہا ہے تو وہ اپنی سرکشی

۱۰؎ ابوالکلام آزاد "ترجمان القرآن" ج اول ص ۔ ۲۹۷

۱۱؎ مولوی فیروزالدین روحی "ترجمہ قرآن" ص ۔ ۱۵۹ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

۱۲؎ سید مودودی "تفہیم القرآن" ج اول ص ۔ ۲۷۷

۱۳؎ مولوی مقبول احمد دہلوی "قرآن مجید مترجم" ص ۔ ۵. افتخار بکڈپو لاہور

۱۴؎ مولوی محمد میمن جوناگڑھی "ترجمہ قرآن" ج اول ص ۔ ۶۶

میں سرگرداں ہورہے ہیں۔(۱۵) (مولوی عبدالماجد دریا آبادی)

(۴) اللہ ان سے ہنسی کرتا ہے اور ان کو ان کی سرکشی میں ڈھیل دیتا ہے (اور) حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں۔ (۱۶) (اس لفظ استہزا کی بلاغت کو پانا مشکل ہے ہو سکتا ہے کہ مکافات استہزا کو استہزا کہا گیا ہو) (ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی)

(۵) اللہ ان سے مذاق کرتا ہے۔ (۱۷) (امین احسن اصلاحی)

اسی طرح سورۃ الطارق کا ترجمہ بھی دیگر مترجمین کا ملاحظہ کیجیے۔

اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا ؛ ۱۵: وَّاَکِیْدُ کَیْدًا۔ (سورۃ الطارق ۱۶)

(۱) یہ لوگ (نفی حق کے لیے) طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں : اور میں بھی ان کی ناکامی اور عقوبت کے لیے، طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں۔ (۱۸) (مولوی اشرف علی تھانوی)

(۲) اور یہ کفار کچھ چالیں چل رہے ہیں اور میں بھی ایک چال چل رہا ہوں (۱۹) (مولوی محمد نعیم دیوبندی)

---

۱۵ ۔ مولوی عبدالماجد دریا آبادی "ترجمہ و تفسیر اردو"، ص ۔ ۱۰

۱۶ ۔ ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی "فیوض القرآن"، ج اول ص ۔ ۱۰، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۹۸۷ء

۱۷ ۔ امین احسن اصلاحی "تدبر القرآن"، ج اول ص ۔ ۴۷، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۱۳۹۳ھ

۱۸ ۔ مولوی اشرف علی تھانوی "بیان القرآن"، ص ۔ ۶۷۴

۱۹ ۔ مولوی محمد نعیم دہلوی "کمالین شرح اردو جلالین"، ج ہفتم ص ۔ ۲۳۸ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

(۳) یہ مخالفین اس کو روکنے کی تدبیریں کر رہے ہیں لیکن ہمارا قانون بھی اس سے غافل نہیں وہ بھی اپنی تدبیر میں مصروف ہے۔ (۲۰) (غلام احمد پرویز)

(۴) یہ لوگ اپنا داؤ کر رہے تھے اور ہم اپنا داؤ کھیل رہے ہیں۔ (۲۱) (ابوالکلام آزاد)

ان چند آیات کے علاوہ ایسے ہی موضوعات پر مشتمل آیات مندرجہ ذیل سورتوں میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں جن کا تمام مترجمین اسی قسم کا ترجمہ کرتے ہیں جیسا کہ قبل الذکر آیات میں کیا ہے مثلاً سورۃ البقرۃ کی ۲۰ ویں آیت، سورۃ الانفال کی ۳۰ ویں اور ۷۰ ویں آیات، سورۃ الاعراف کی ۹۹ ویں اور ۱۸۳ ویں آیات، سورۃ التوبہ کی ۱۶ ویں/ ۶۷ ویں اور ۷۹ ویں آیات، سورۃ یونس کی تیسری اور ۲۱ ویں آیات، سورۃ الرعد کی ۴۲ ویں اور سورۃ الزخرف کی ۸۱ ویں آیت شریفہ وغیرہ۔

یہ تمام آیات کے تراجم مطالعہ کے لیے بہت اہم ہیں کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے افعال کی نسبت ہے جو صرف انسانوں ہی سے سرزد ہوسکتے ہیں کیونکہ یہ انسان کی فطرت میں بھی داخل ہیں جیسا کہ قرآن میں باری تعالیٰ نے انسان کی صفات بتائی ہیں کہ انسان فطری طور پر ضعیف و جلد باز ہے، بخیل اور ناشکرا ہے، بے صبرا اور حریص ہے اور مکر و فریب کرنے والا بھی ہے۔ مگر اخلاقی اعتبار سے یہ افعال معاشرہ میں

۲۰۔ چوہدری غلام احمد پرویز "مفہوم القرآن"، ج ۲ ص۔ ۱۲۲۸

۲۱۔ ابوالکلام آزاد "ترجمان القرآن"، ج ۲ ص۔ ۱۸۰

ناپسندیدہ سمجھے جاتے ہیں اب اگر ایسے افعال کی نسبت قرآن میں خود اللہ کی طرف پھیر دی جائے تو یہ ترجمہ مترجم اور مفسر کے لیے انتہائی آزمائش کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ مگر مترجم کا کمال یہی ہے کہ عربی زبان کی معنوی وسعتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کو اُردو زبان میں اس طرح منتقل کرے کہ اللہ تعالیٰ کی شان الوہیت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر رہے اور عوام کے لیے وہی فعل اسی طرح ناپسندیدہ رہے۔ جس طرح وہ وضع کیا گیا ہے۔ مثلاً "مکر" "خدع"، "استہزا" اور "کید جیسے الفاظ انسانی افعال تو ہو سکتے ہیں مگر خدا کے لیے ہرگز نہیں اور اگر کوئی کسی بھی تاویل سے اللہ کی طرف ان افعال کی نسبت کرتا ہے تو اس کی کم عقلی اور کوتاہ نگاہی ہے اس کو یہ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ افعال رذیلہ سے پاک و منزہ ہے۔

اردو مترجمین قرآن نے بیشتر الفاظ کا اللہ کی نسبت بھی وہی ترجمہ کیا ہے جو انہوں نے بندوں کی نسبت سے کیا ہے۔ ان تمام مترجمین کا اُردو ترجمہ قرآن ایک عام قاری کو جو تاثر دیتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) مکر و فریب کرتا ہے، دھوکا کرتا ہے، دغا بازی بھی کرتا ہے چالیں بھی چلتا ہے داؤ بھی استعمال کرتا ہے، ہنسی مذاق اور ٹھٹھہ بازی بھی کرتا ہے وغیرہ۔ اب اگر ان تراجم کے سہارے غیر مسلم قرآن کا مذاق اڑائیں تو تعجب نہیں۔ یہاں دراصل مترجمین کے فضل و کمال کا امتحان ہے اور علمی صلاحیتوں کا کمال یہی ہے کہ وہ ان مقامات پر جہاں ایسے افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو بہت ہی احتیاط سے ترجمہ کریں کیونکہ ایک عام قاری یقیناً ان افعال کو اللہ کے لیے بھی انہی معنوں میں استعمال کرے گا جو معنی اس

کے سامنے پیش کریں گے۔ پس ایسے افعال کے ترجمے میں احتیاط کے ساتھ ساتھ ایسے اشارات سے بھی گریز کرنا چاہیے جن میں اس نوع کا مفہوم نکلتا ہو۔ ان مقامات سے صرف ایک ہی مترجم محتاط انداز سے گزرے ہیں یا پھر ان کے بعد کے مترجم ان کی تقلید کرتے ہوئے ایسی لغزشوں سے محفوظ رہے اس صائب الفکر عالم سے میری مراد امام احمد رضا بریلوی ہیں جنھوں نے ان مذکورہ آیات کا اتنی خوبی اور نہایت دراکی سے ترجمہ کیا ہے کہ شان الوہیت پر کسی قسم کا حرف نہیں آتا۔

اس سے قبل کہ امام احمد رضا قادری بریلوی کے ترجمۂ قرآن سے ان آیات کا ترجمہ پیش کیا جائے ایک بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں، اگرچہ عربی زبان پر عبور رکھنے والے حضرات تو اس سے بخوبی واقف ہیں، کہ عربی زبان میں بعض الفاظ کے متعدد معنی قرار دیئے گئے ہیں اور بعض اشیاء کے لیے متعدد الفاظ وضع کیے گئے ہیں۔ غور کیجیے کہ اتنی وسیع زبان پر مشتمل کلام ربانی کو دوسری محدود زبانوں میں منتقل کرنا واقعی بہت ہی عظیم کارنامہ ہے جبکہ دنیائے ادب اس بات پر بھی متفق ہے کہ الہامی کتابوں کا ترجمہ ناممکن ہے پس اس اعتبار سے ترجمہ قرآن کسی بھی زبان میں ناممکن قرار پاتا ہے البتہ بعض مترجمین نے ترجمہ کا حق ادا کیا ہے۔ لفظ الصّلوٰۃ ہی کو لیجیے اس کے لغت میں ۵۶ معنی بیان ہوئے ہیں لیکن جب یہ لفظ قرآن میں آتا ہے تو پھر اس مقام پر سیاق وسباق، حدیث و تفسیر کی روشنی میں اس کے معنی معین کیے جاتے ہیں۔ ویسے عموماً قرآن میں لفظ صلوٰۃ نماز ہی کے لیے آیا ہے مگر اردو مترجمین قرآن میں وہ حضرات جو بہت زیادہ آزادی پسند ہیں مثلاً چوہدری غلام احمد پرویز

جواہل قرآن کے نام سے مشہور بھی ہیں صلوٰۃ کے معنی قرآن میں "قوانین خداوندی کا اتباع قرار دیتے اور بیان کرتے ہیں، اسی طرح مولوی عنایت اللہ مشرقی نے 'صلوٰۃ' کو بالکل ہی انوکھے اور عجیب وغریب معنی میں استعمال کیا ہے وہ اپنی کتاب "تذکرہ" کی جلد اول میں صفحہ ۱۹ پر رقمطراز ہیں جو فروغ اسلام فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

"قرآن کی صلوٰۃ صرف ایک نوکر کا پنج وقتہ سلام ہے مگر عبادت قطعاً نہیں، خدا کی عبادت فی الحقیقت ان پانچ وقتوں کے بعد شروع ہوتی ہے۔"

ان دونوں حضرات کے ترجمے سے نماز کی حقیقی ہیئت بے حد متاثر ہوتی ہے اور بہت ممکن ہے کہ لوگ ایسے ترجمے کو پڑھنے کے بعد نماز جیسی عبادت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہوں الغرض ایک ایک لفظ اور کلمہ کے کئی کئی معنی ہونے کی وجہ سے ترجمۂ قرآن میں بہت ہی غور وفکر اور تدبر کی ضرورت ہے اور اگر ذرا سی بھی غفلت برتی گئی تو معنی بدلنے سے بسا اوقات عقیدہ بھی مجروح ہو سکتا ہے چونکہ قاری اس ترجمہ سے متاثر ہو سکتا ہے اس لیے اس کے عقائد بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

اب امام احمد رضا کا ان چاروں آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

(۱) اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔(۲۲) (البقرۃ:۱۵)

۲۲؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص۔ ۶

(۲) اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔(۲۲) (ال عمران: ۵۴)

(۳) بیشک منافق لوگ (اپنے گمان میں) اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔(۲۴) (النسآء: ۱۴۲)

(۴) بیشک کافر اپنا سا داؤ چلتے ہیں: اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں(۲۵) (الطارق: ۱۵-۱۶)

ان مقامات پر امام احمد رضا بریلوی نے اپنے ترجمے میں جہاں فنی باریکیوں کا خیال رکھا ہے وہیں اس بات کا بھی خاص خیال رکھا کہ جب کسی ایسی آیت کا ترجمہ کرنا ہو جس میں فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف ہو تو ترجمہ ایسا کیا جائے جو اس کی شان الوہیت کے شایان ہو دیگر مترجمین ایسے مقامات پر متشابہات کی وجہ سے اور مشاکلت قرآن کے باعث مشکل میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہاں امام احمد رضا اس مرحلے کو بڑی خوبی سے گزر جاتے ہیں

صنعت مشاکلت

قرآن پاک ایک ایسی جامع کتاب ہے کہ علم و ادب کی کوئی نوع ایسی نہیں جو اس کتاب میں موجود نہ ہو۔ ہر ادب میں عموماً

۲۳ـ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص۔ ۹۱

۲۴ـ ایضاً ص۔ ۱۴۱

۲۵ـ ایضا ص۔ ۹۴۵

اور عربی ادب میں خصوصاً علم بدیع ایک ایسا علم ہے جس میں کلام کو ظاہری حسن و خوبی سے آراستہ و پیراستہ کرنے کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ علم بدیع کے مختلف اسلوب کا قرآن پاک میں عام استعمال ہے علامہ جلال الدین السیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ/۱۴۹۰ء) نے علم بدیع کی ایک سو انواع اپنی کتاب "الاتقان" میں جمع کی ہیں۔ علم بدیع کی ایک صنعت "مشاکلت" بھی ہے جس کی تعریف درجہ ذیل ہے:۔

"ایک شے کو جب اس کے غیر کے ساتھ ذکر کیا جائے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ شے اس غیر کی صحبت میں واقع ہوا کرتی ہے خواہ یہ وقوع تحقیقی ہو یا تقدیری مثلاً "وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ" کہ یہاں باری تعالیٰ کی جانب سے "مَکَرُ" کا اطلاق اس شے کی مشاکلت کے باعث کیا گیا ہے جو کہ اس کے ساتھ واقع ہوا ہے"۔(۲۶)

اس کو آسان الفاظ میں یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ صنعت مشاکلت یہ ہے کہ ایک ہی شکل و صورت اور ایک ہی مصدر و مادہ کے دو الفاظ جیسے "مکر" اور "کید" یا استہزا وغیرہ ساتھ ساتھ استعمال کیے جائیں دونوں لفظوں سے الگ الگ معنی و مفہوم مراد ہوں۔

قرآن مجید کے نزول سے قبل بھی عربی ادب اپنی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے تمام زبانوں میں ممتاز تھا۔ عرب کے فصحاء و بلغا اپنی گفتگو کے

۲۶۔ علامہ جلال الدین السیوطی "الاتقان فی علوم القرآن" ج ۲ ص ۲۴۳

علاوہ قصائد میں بھی کلام کو ظاہری اور خارجی حسن سے مزین کرنے کے لیے صنعت مشاکلت کا عام طور پر استعمال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک عربی زبان میں نازل کیا جس میں عربی ادب کے تمام ہی انواع موجود ہیں اگرچہ کلام اللہ عربی زبان میں چند ہزار آیات کی صورت میں نازل ہوا مگر عرب کے فصحا و بلغا کلام مجید کی فصاحت و بلاغت کو سن کر خود حیرانی میں پڑ گئے اور یہ جملہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ " ماھذا کلام البشر"۔ امام احمد رضا جو بحیثیت شاعر بھی ایک اعلیٰ مقام کے مالک ہیں اس وصف کو اپنے نعتیہ شعر میں اس طرح پیش کرتے ہیں :۔

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں (۲۷)

عربی ادب سے ناواقف شخص قرآن مجید میں جب عوامی محاورات کو پڑھتا ہے تو بعض اوقات وہ الجھن کا شکار بھی ہو جاتا ہے مگر عربی ادب سے مکمل واقف کاران کلمات سے پورے طور پر لطف اندوز ہوتا ہے۔ صنعت مشاکلت کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے قرآن مجید میں جن آیات میں مشاکلت کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے انہیں محض عربی لغت کی مدد سے نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ عربی زبان و ادب کے محاورات کی روشنی میں ان کا مفہوم تلاش کیا جانا چاہیے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ نظم قرآن سے مکمل طور پر آشنائی ہو ورنہ

---

۲۷ ؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی " حدائق بخشش " حصہ دوم ص ۔ ۸۳
مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

قرآن کو سمجھنا خاصا دشوار ہے چنانچہ امین احسن اصلاحی رقمطراز ہیں :۔

"سب سے پہلی چیز جس کے سبب سے لوگ عموماً نظم قرآن سے مانوس نہیں ہوتے وہ قدیم عربی ادب کی خصوصیات سے ناآشنائی ہے۔ عربی زبان میں اطناب وایجاز اور طول و اختصار کے جو قاعدے ہیں اور جن کو عرب کے فصحاء نہایت آزادی کے ساتھ برتتے ہیں ہم اپنی زبان میں عام طور پر ان چیزوں سے اچھی طرح مانوس نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے جب قرآن میں ان سے سابقہ پیش آتا ہے تو وہ ہماری گرفت میں نہیں آتے۔ اعلیٰ عربی ادب سے جن لوگوں کو سابقہ رہا ہے وہ جانتے ہیں کہ عربی زبان میں کس طرح بات ایک خاص نقطہ سے شروع ہوتی ہے اور پھر بات میں بات پیدا ہوتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ ایک حد تک پہنچ کر کلام پھر اپنے اصل مرکز کی طرف لوٹ آتا ہے۔ ایک طرف یہ پھیلاؤ ہوتا ہے دوسری طرف اسی کے اندر ایجاز و اختصار کے گوناں گوں پہلو ملحوظ ہوتے ہیں جس سے صرف عربی ادب کے ماہرین ہی آشنا ہوتے ہیں، دوسرے لوگ ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔" (۲۸)

اب مشاکلت اور نظم قرآن کی ابحاث کی روشنی میں مندرجہ ذیل آیت کو دیکھیے کہ ایک ہی کلمہ میں دو مختلف ذاتوں کے دو مختلف افعال کو کس طرح

---

۲۸ ۔ امین احسن اصلاحی، "مبادی تدبر قرآن"، ص۔ ۲۰۸ فاران فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۰۸ھ

پیش کیا گیا ہے:۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ: (ال عمران:۵۴)

اس آیت مبارکہ میں لفظ "مکر" علم بدیع کی صنعت مشاکلت کو ظاہر کر رہا ہے۔ یہ نظم قرآن کا اپنا انداز ہے مگر ہمارے ہاں اردو ادب میں ان مواقع پر دوسرا انداز اختیار کیا جاتا ہے۔ ایسے موقعے پر ہماری زبان میں اس طرح کہا جاتا ہے:"اس نے ہمیں دھوکا دیا ہم اسے سمجھ لیں گے"۔ یا کوئی اس طرح کہتا ہے کہ وہ بڑا چالاک بنتا ہے ہم بھی کسی سے کم نہیں۔ اسی طرح ایسے موقعوں پر ہر زبان کا اپنا اسلوب بیان ہوتا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت اگر دونوں زبان کے اسلوب کا خیال نہیں رکھا گیا تو پھر یقیناً دوسری زبان میں ایک عام آدمی کو مفہوم سمجھنے میں دشواری پیش آئے گی اس لیے مترجم کے لیے نہایت ضروری ہوگا کہ ترجمہ کرتے وقت ایسے الفاظ منتخب کیے جائیں کہ دونوں اسالیب کی افادیت بھی برقرار رہے اور معنی سمجھنے میں کوئی الجھن باقی نہ رہے اور قاری پر کسی قسم کے منفی اثرات مرتب نہ ہونے پائیں ورنہ وہ اصل متن ہی میں عیب اور نقص سمجھے گا جو ترجمے کے باعث اس کے فہم میں پیدا ہوا ہے۔

اب مندرجہ بالا آیت ہی کو لیجیے اس آیت میں "مَكَرُوْا" میں یہودیوں کی طرف مکر کی نسبت ہے اور دوسرا مکر یعنی مَكَرَ اللّٰهُ کا کلمہ باری تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور تیسرے مکر کا کلمہ بھی ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اب اگر دونوں جگہ یعنی دوسرے اور تیسرے مکر کا ترجمہ اللہ تعالیٰ کی

ذات کو پیش نظر نہ رکھتے ہوئے ایک ہی کر دیا جائے تو پھر دھوکا، فریب، دغا، چال، کید، حیلہ، دورنگی، چالاکی، عیاری جیسے مترادفات(۲۹) ذات باری تعالیٰ کی طرف صراحتہً خلاف شانِ الوہیت ہوں گے کیونکہ مکروفریب کمزور کی طرف سے قوت والے کی طرف کیا جاتا ہے، طاقتور ہستی کو مکروفریب کی ضرورت ہی نہیں وہ جس طرح چاہے کمزوروں کو سزا دے سکتا ہے۔ دشمنوں کی سازشوں کو جس طرح چاہے ناکام بنا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر عیب ونسیان سے پاک ہے اس کی شان میں اس قسم کے الفاظ جو اردو مترجمین قرآن نے استعمال کیے ہیں انتہائی نامناسب اور شان الوہیت میں گستاخی کے مترادف ہیں۔ ایسے الفاظ سے غیر مسلموں کو مذاق اڑانے کی شہ ملتی ہے اور مسلمانوں کا عقیدہ بھی متاثر ہوتا ہے۔ عربی کلمات "مکر"، "کید"، "خدع" جو کہ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اردو کے تمام ہی مترجمین نے سوائے امام احمد رضا بریلوی کے، اللہ کے لیے بھی وہی الفاظ (جن کی نسبت یہود کی طرف کی گئی ہے) استعمال کر کے بہت بڑا دھوکا کھایا ہے۔ ان تراجم سے ان کی علمی وسعتوں کا بھی پتہ چلتا ہے خاص کر قرآنی علوم سے ناواقفیت مگر امام احمد رضا بریلوی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ "مشاکلت" کے کلمات میں اللہ تعالیٰ کی بے ادبی سے محفوظ رہے ہیں اور اپنا دامن بچا کر ترجمہ کرنے میں کامیاب رہے یہ ان کے مطالعہ اور احتیاط اعلیٰ نمونہ ہے۔ آپ نے ایسے

۲۹۔ وارث سرہندی "قاموس مترادفات"، ص۔۴۱۲-۱۰۱، اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۸۶ء

تمام مقامات پر "مکر"، "کید" اور "خدع" کے معنی اللہ تعالیٰ کے لیے "خفیہ تدبیر" یا "چھپی تدبیر" استعمال کیے ہیں دوسری خوبی یہ کہ آپ کو ادب الوہیت کا اتنا خیال ہے (اور یہ ان کے یقین کا نکتہ کمال ہے)، کہ وہ اس بات کو بھی ماننے کے لیے تیار نہیں کہ خداوند کریم کو بھی (معاذ اللہ) دھوکا دیا جاسکتا ہے۔ وہ قاری کے ایمان کو مزید تقویت پہنچانے کے لیے توضیحی کلمات استعمال کرکے ترجمہ کرتے ہیں کہ کفار اپنے گمان میں اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں یعنی یہ محال ہے کہ اللہ کو کسی طرح بھی دھوکا دیا جاسکے۔ اس لیے امام صاحب نے اس طرح ترجمہ کیا کہ کفار اپنے گمان میں دھوکا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے جب کہ دیگر تمام مترجمین کے ترجموں سے اس بات کا یقین حتمی نہیں کہ کفار ومشرکین جو دھوکا دے رہے ہیں، وہ حقیقتاً ممکن بھی ہے یا یہ ایک خام خیال ہے اور آیا ایسا ممکن بھی ہے یا نہیں۔ ان سوالوں کا جواب بھی صرف امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" میں ملتا ہے جو واقعی نام کی مناسبت کے ساتھ ساتھ ایمان کا خزانہ ہے۔ اس سے قبل کہ تفاسیر کی روشنی میں ان مقامات کا جائزہ لیا جائے اور اردو تراجم سے موازنہ کیا جائے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کے معانی کا لغت کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا جائے:

تاج العروس میں "مکر" کی جو تعریف کی گئی ہے وہ یہ ہے۔

"مکر المکر الخدیعۃ) والاحتیال وقال اللیث احتیال فی خفیۃ وقال اللیث المکر من اللہ تعالیٰ جزاء مسمی

باسم مکر المجازی (۳۰)"

ترجمہ: مکر سے مراد (درحقیقت) دھوکا ہے اور لیث نے اسے خفیہ حیلہ گری بتایا ہے۔ لیث کے قول کے مطابق مکر من اللہ کی مراد جزا دینے والے کا مکر (کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ مکر نہیں کرتا جو خلقت کرتی ہے اور ایسا مکر اللہ کے لیے محال ہے۔)

امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں "مکر" کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"'المکر' کے معنی کسی کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں۔ یہ دو قسم پر ہے اگر اس سے اچھا فعل مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے ورنہ مذموم"۔ (۳۱)

امام راغب "خدع" کے معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"الخداع: بعض نے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی فریب کاریوں کا بدلہ دے گا اور بعض نے کہا کہ مقابلہ اور مشاکلہ کے طور پر یہ کہا گیا ہے جیسا کہ آیت وَمَکَرُوا وَ مَکَرَ اللّٰهُ میں ہے"۔ (۳۲)

۳۰۔ السید محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی "تاج العروس من جواہر القاموس" الجزالثالث ص۔ ۵۴۸، المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

۳۱۔ امام راغب اصفہانی "مفردات القرآن" (مترجم محمد عبدہ) ص۔ ۱۰۰۵، اہلحدیث اکادمی لاہور

۳۲۔ ایضاً ص ۲۸۹

معجم القرآن میں "مکر" کے مندرجہ ذیل معنی بیان ہوئے ہیں۔
المکر: تدبیر، حیلہ، چال وغیرہ (۳۳)
جب کہ "کید" کے معنی خفیہ تدبیر، مکر، فریب، چالاکی بیان کیے گئے ہیں۔ (۳۴)
ان لغت کی کتابوں میں بھی "مکر"، "خداع" اور "کید" کے معنوں میں تدبیر، خفیہ تدبیر یا فعل محمود کہا گیا اور جب ایک لفظ کے متعدد معنی ہوں تو وہ موقع محل کی مناسبت سے استعمال ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کیلئے خفیہ تدبیر سے بہتر کوئی اور معنی اردو میں ممکن ہی نہیں۔

مکر، خداع اور استہزا تفاسیر کی روشنی میں

اب تفاسیر کی روشنی میں ان آیات کے ترجموں کا جائزہ لیا جائے گا:
صاحب تفسیر خازن علاء الدین علی بن محمد البغدادی (المتوفی ۷۴۱ھ) کلمۂ "مکر" کے معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"وأصل المکر صرف الغیر عما یقصده بضرب من الحیلة وقیل هو السعی لفساد الخفیة (ومکر الله) ای مجازاتهم علی مکرهم فسمی الجزاء باسم

۳۳۔ سید فضل الرحمٰن "معجم القرآن" ص۔۴۱۹، ادارہ مجددیہ کراچی
۳۴۔ ایضاً ص ۳۶۲

الابتدأ لأنه فی مقابلتـه" (۲۵)

ترجمہ: مکر کی اصل غیر کی جانب تصرف ہے اور کہا گیا کہ یہ ایک ایسی کوشش ہے جو خفیہ طور پر کی جاتی ہے (یعنی انسان سمجھتا ہے کہ وہ اللہ کو دھوکا دیتا ہے) اور اللہ تعالیٰ تو ان کے مکر کی جزاء دیتا ہے، مکر کی جزاء کو بھی مکر ہی کہا گیا ہے۔

صاحب "مدارک" عبداللہ بن احمد النسفی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"(ومکراللہ) اضافۃ المکر الی اللہ تعالیٰ علی معنی الجزا لانہ مذموم عندالخلق وعلی ھذا الخداع والاستھزاء کذا فی شرح التاویلات" (۳۶)

ترجمہ:۔ یہاں اضافۃ المکر سے مراد (حقیقت میں) جزا ہے اس لیے کہ خلق کے نزدیک یہ معنی مذموم ہیں جیسا کہ شرح تاویلات میں ہے۔

۲۵۔ الف) العلامۃ علاء الدین علی بن محمد البغدادی المعروف بالخازن "تفسیر الخازن" ج اول ص۔ ۲۵۴، نعمانی کتب خانہ لاہور

۲۵۔ ب) العلامۃ ابی محمد حسین بن مسعود الفراء البغدادی الشافعی "تفسیر البغوی" ج اول ص۔ ۳۰۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

۳۶۔ العلامۃ ابی البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی "مدارک التنزیل وحقائق التاویل" ج اول ص۔ ۲۵۴ نعمانی کتب خانہ لاہور

تفسیر البیضاوی کے مصنف ناصر الدین بن عمر البیضاوی (المتوفی ۶۹۱ھ) مکر کے متعلق رقمطراز ہیں:۔

"والمکر من حیث انه فی الاصل حیلة یجلب بها غیرہ الی مضرة لا یسند الی الله تعالیٰ الا علیٰ سبیل المقابلة والازدواج" (۳۷)

ترجمہ: مکر دراصل اس حیلے کو کہتے ہیں جس کے ذریعے دوسرے کو نقصان پہنچایا جائے اس لئے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بطور مقابلہ اور صنعت ازدواج کی جائے گی (یعنی مکر سے مراد مکر کی جزاء ہے)

شیخ زادہ رقمطراز ہیں:۔

"والمکر من حیث انه فی الاصل حیلة' ای احتیال فی ایصال الشرّ والاحتیال محال فی حقه تعالیٰ فسمی جزاء المکر مکرا کما سمی جزاء المخادعة وجزاء الاستهزاء بالاستهزاء" (۳۸)

ترجمہ: مکر اصل کے اعتبار سے حیلہ ہے یعنی نقصان پہنچانے میں حیلہ گری کا سہارا لینا

۳۷۔ علامہ ناصر الدین ابی الخیر عبداللہ بن عمر القاضی البیضاوی "انوار التنزیل واسرار التاویل" المعروف تفسیر البیضاوی الجزاول ص۔ ۱۴۰

۳۸۔ علامہ محمد بن مصلح الدین القوجوی الحنفی المعروف شیخ زادہ "حاشیہ شیخ زادہ" الجزالثانی ص۔ ۳۵ مکتبہ الحقیقۃ استنبول ترکی ۱۹۸۸ء

اللہ تعالیٰ کے بارے میں حیلہ گری محال ہے اس لئے مکر کی جزاء کا نام مکر ہی رکھا گیا۔ جیسے مخادعت کی جزاء کا نام مخادعت اور استہزاء کی جزاء کا نام استہزاء رکھا گیا ہے۔

ان چاروں تفسیری اقوال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ "مکر" کے اصل معنی تو حیلہ بہانہ کے ہیں مگر اس کے معنی خفیہ تدبیر کے بھی ہیں پس اللہ تعالیٰ کے لیے مکر کے وہی معنی جو غیر کے لیے آئے ہیں محال ہیں بلکہ "مَکَرَ اللّٰہُ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقابل کے لیے بدلہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے یعنی اللہ اس مکر کی سزا ان مکر کرنے والے کافروں کو دے گا۔

جن مفسرین نے مکر اللہ کو مشاکلت سے تعبیر کیا ہے ان کے اقوال ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں مثلاً حضرت ابی السعود العمادی (المتوفی ۹۵۱ھ) تفسیر ابی السعود میں رقمطراز ہیں :۔

"(ومکر اللہ) والمکر من حیث أنہ فی الاصل حیلۃ یجلب بہا غیرہ إلی مضرۃ لا یمکن اسنادہ الیہ سبحانہ الا بطریق المشاکلۃ"(۲۹)

ترجمہ: مکر اصل میں اس حیلے کو کہتے ہیں جس کے ذریعے دوسرے کو نقصان کی طرف کھینچا جائے اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت صرف بطور مشاکلت ہی ہو سکتی ہے۔

صاحب فتح القدیر محمد شوکانی (المتوفی ۱۲۵۰ھ) تفسیر بیان کرتے

۲۹۔ الامام ابی السعود محمد بن محمد العمادی "تفسیر ابی السعود" ج ۲ ص ۴۲
دار احیاء التراث العربی بیروت

ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"وقال الزجاج : مكر الله مجازاتهم على مكرهم، فسمى الجزاء باسم الابتداء كقوله تعالى الله يستهزئ بهم وهو خادعهم۔ وأصل المكر في اللغة الاحتيال والخدع : حكاه ابن فارس، وعلى هذا فلا يسند إلى الله سبحانه إلا على طريق المشاكلة "(۴۰)

ترجمہ: زجاج نے کہا کہ مکرَ اللّٰہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کی جزاء دی، جزاء کو وہی نام دے دیا گیا جو ابتدائی فعل کا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اَللّٰہُ یَسْتَھْزِءُ بِھِمْ اللہ ان کے استہزاء کی جزاء دیتا ہے اور وَھُوَ خَادِعُھُمْ اور وہی ان کے دھوکے کی جزاء دینے والا ہے، مکر کا اصل معنی حیلہ سازی اور دھوکہ ہے، اسی طرح ابنِ فارس نے بیان کیا۔ اس بناء پر مکر کی نسبت اللہ کی طرف مشاکلت کے طور پر ہوگی۔

ان دونوں حضرات کے نزدیک بھی مکر دراصل حیلہ اور بہانہ ہے، لیکن دونوں مفسر اللہ تعالیٰ کے لیے ان ہی الفاظ کو منسوب نہیں کرتے ہاں جہاں وارد ہوا ہے اسے از قبیل مشاکلت قرار دیتے ہیں۔

۴۰؎ امام محمد بن علی محمد الشوکانی "تفسیر فتح القدیر"، ج ۱ ص ۔ ۳۴۴
دار احیاء التراث العربی۔ بیروت

ملا حسین واعظ کاشفی (المتوفی ۸۹۷ھ) اپنی تفسیر میں اسی آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:۔

"(ومکروا) ومکر کردند آن (ومکر اللہ) وخدائے تعالیٰ جزای مکر بدیشان رسانید یار خود را بخواری تمام بکشتند (واللہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ) و خدا بہترین مکافات کنند گانست اھل مکر را"۔ (۴۱)

ترجمہ: اور مکر کیا ان لوگوں نے اور خدا نے مکر کی جزاء انہیں دی کہ انہوں نے اپنے ہی یار و سردار کو بڑی ذلت اور رسوائی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ اور اللہ خوب بدلہ دینے والا ہے مکاروں کو۔ (تفسیر قادری ص ۱۰۲)

ملا واعظ کاشفی کے نزدیک بھی مَکَرَ اللہُ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مکر کی جزا دی۔ یہ عربی ادب کا اسلوب ہے کہ وہی لفظ خود اپنے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو مخاطب کے لیے استعمال کیا گیا ہو۔ صنعت مشاکلت کو سمجھے بغیر اردو ترجمہ خاص کر ایسے مقامات کا انتہائی دشوار ہوتا ہے۔

الحاصل خدع، کید اور استہزا جیسے کلمات جب اللہ تعالیٰ سے منسوب ہوں تو تمام مفسرین نے ایسے افعال کو اللہ کی طرف اس طرح منسوب مانا ہے کہ یہ درحقیقت مشاکلہ کے طور پر لایا گیا ہے

۴۱۔ ملا حسین الواعظ الکاشفی "جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر" (المعروف تفسیر حسینی) ص ۸۰۔ مخطوطہ (قلمی)

ورنہ اللہ تعالیٰ کے لیے حیلہ بہانہ، مکر و فریب دھوکا دہی جیسے غیر شائستہ افعال کا منسوب کرنا غیر مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان افعال کا صدور محال ہے۔

چنانچہ صاحب تفسیر البحر المحیط علامہ ابی حیان المتوفی ۷۵۴ھ "کید" کے ضمن میں رقمطراز ہیں :۔

"انهم أي الكافرون يكيدون أي في ابطال أمر الله وإطفاء نور الحق وأكيد أي أجازيهم على كيدهم فسمى الجزاء كيدا على سبيل المقابلة نحو قوله تعالى ومكروا ومكر الله انما نحن مستهزؤن الله يستهزئ بهم "(۴۲)

ترجمہ: (اِنَّهُمْ) یعنی کافر (یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا) اللہ تعالیٰ کے امر کو باطل کرنے اور حق کے نور کو بجھانے کے سلسلے میں مکر کرتے ہیں۔ (وَاَکِیْدُ کَیْدًا) اور میں ان کے مکر کی جزاء دیتا ہوں، جزاء کو بطور مقابلہ کید کہا گیا ہے جیسے وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰهُ اور اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤُنَ اللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ میں بطور مقابلہ، مکر اور استہزاء کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔

۴۲۔ الامام محمد بن یوسف الشہیر بابی حیان اندلسی "تفسیر البحر المحیط"، ج ۸ ص۔۴۵۶، دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ

تفسیر قادری میں مولوی فخرالدین ،تفسیر حسینی ،کے ترجمہ میں رقمطراز

ہیں :۔

"اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا : تحقیق کہ قریش کے معاند مکر کرتے ہیں دارالندوہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یہ مکر کرنے کی خبر ہے یعنی حق تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ کفار یہ مکر کریں گے۔ وَاَکِیْدُ : اور میں جزا دوں گا ان کو مکر کی آہستہ آہستہ اس کے مناسب جزا۔" (۴۳)

علامہ ابوبکر احمد الجصاص الحنفی (المتوفی ۳۷۰ھ) "خدع" اور "استھزأ" کے سلسلے میں رکھتے ہیں :۔

"(یُخَادِعُوْنَ اللّٰہَ) ھو مجاز فی اللغۃ لان الخدیعۃ فی الاصل ھی الاخفاء وکان المنافق اخفی الاشراک واظھر الایمان علی وجہ الخداع والتمویہ۔" (۴۴)

(یُخَادِعُوْنَ اللّٰہَ) یہ لغوی اعتبار سے مجاز ہے، کیونکہ خَدِیْعَۃٌ کا معنی لغت میں چھپانا ہے، منافق نے دھوکے اور ملمع کاری کے طور پر شرک کو چھپایا تھا اور ایمان کا اظہار کیا تھا۔

اس سلسلہ میں آگے چل کر علامہ الجصاص یستھزئ کی تفسیر میں

۴۳۔ مولوی فخرالدین قادری "تفسیر قادری"، ج دوم ص ۵۸۸ مکتبہ سعید کراچی

۴۴۔ الامام ابی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی "احکام القرآن"، ج اول ص ۲۶ ، سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ

رقمطراز ہیں:۔

"(اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ) مجاز وقد قیل فیہ وجوہ احدھا علی جھۃ مقابلۃ الکلام بمثلہ وان لم یکن فی معناہ کقولہ تعالی وجزاء سیئۃٍ سیئۃٌ مثلھا"(۴۵)

ترجمہ (اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ) اس جگہ استہزاء کا مجازی معنی مراد ہے' اس کے کئی مطالب بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ شے کی مثل پر شے کا اطلاق کیا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا۔

دور حاضر کے مشہور مصری مفسر سید محمد رشید رضا (المتوفی ۱۳۵۴ھ) مکر اللہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اس کے معنی خفیہ تدبیر قرار دیتے ہیں:۔

"والمکر فی الاصل التدبیر الخفی"(۴۶)

اس طرح محمد رشید رضا، اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ کے معنی بیان کرتے ہیں کہ یہ فعل اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔

"(اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ) وھذا المعنی محال علی اللہ تعالی"(۴۷)

۴۵۔ علامہ ابی بکر بن علی الرازی الجصاص الحنفی "احکام القرآن" ج اول ص۔ ۲۷، سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ

۴۶۔ سید محمد رشید رضا "تفسیر المنار" ج الثالث ص۔ ۲۱۵ دار المعرفہ بیروت

۴۷۔ ایضا ایضا ج اول ص۔ ۱۶۳ ایضاً

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے لیے مذاق کے معنی محال ہیں اور خلاف عقل ہیں۔

علامہ ابی السعود اللہ تعالیٰ کے لیے استہزا کو مشاکلت کے طور پر سمجھتے ہیں:۔

"(اللہ یستھزئ بھم) ای یجازیھم علی استھزائھم سمی جزاءہ باسمه کما سمی جزاء السیئة سیئة إما للمشاکلة فی اللفظ" (۴۸)

ترجمہ: (اللہُ یستھزئ بھم) یعنی اللہ تعالیٰ انہیں ان کے استہزاء کی جزاء دیتا ہے۔ استہزاء کی جزاء کا نام استہزاء رکھا گیا ہے، جیسے برائی کی جزاء کا نام برائی رکھا گیا ہے لفظی مشاکلت کی وجہ سے۔

قاضی شوکانی بھی "استھزا" کو جو اللہ کی طرف منسوب ہے مکافات اور مشاکلت قرار دیتے ہیں:۔

"وإنما جعل سبحانه ما وقع منه استھزاء مع کونه عقوبة ومکافاة مشاکلة" (۴۹)

صاحب روح البیان یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ کی تفسیر بیان کرتے

۴۸؎ الامام ابی السعود محمد بن محمد العمادی "تفسیر ابی السعود"، ج اول ص۔ ۴۷
دار احیا التراث العربی بیروت

۴۹؎ قاضی محمد بن محمد الشوکانی "فتح القدیر"، ج اول ص۔ ۴۴
دار احیا التراث العربی بیروت

ہوئے لکھتے ہیں :۔

ترجمہ: یُخٰدِعُوْنَ بمعنی یَخدَعُوْنَ ہے۔ فَعَلَ کو فَاعَلَ کے وزن پر مبالغۃً لایا گیا ہے اور یخٰدعون اپنے ظاہری معنی پر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی شئے مخفی نہیں ہے اور منافقین کا دھوکا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہیں بلکہ ان کی غرض دھوکے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ اس معنی پر مضاف محذوف ہو گا یعنی یخدعون رسول اللہ یا یوں کہ جو معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جا رہا ہے یہ دراصل اللہ تعالیٰ سے ہو رہا ہے کیونکہ آپ دراصل زمین پر اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔" (۵۰)

علامہ ثعلبی المالکی بھی اللہ کے لیے خدع محال کہتے ہیں اور کفار اور مشرکوں کے دھوکا اور فریب دینے کو بھی محال مانتے ہیں کہ کوئی فرد اللہ کو دھوکا نہیں دے سکتا یا تو وہ لوگ اپنے گمان میں ایسا کرتے ہیں یا پھر مضاف جو یہاں محذوف ہے اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جس کو کافر و مشرک دھوکا دیتے ہیں :۔

"(فی قولہ یخدعون اللہ) فقال الحسن یخادعون رسول اللہ فاضاف الامر الی

۵۰۔ علامہ ابو صالح محمد فیض احمد اویسی "فیوض الرحمان" اردو ترجمہ روح البیان) پارہ ۱ ص۔ ۱۳۸ ۔ مکتبہ اویسیہ بہاولپور ۱۴۰۵ھ

اللّٰہ" (۵۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اس قول (یخدعون اللّٰہ) کی تفسیر میں حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ کفار رسول اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں، تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی گئی۔

روح المعانی کے حوالے سے صاحب تفسیر الحسنات سید محمد احمد قادری (المتوفی ۔ ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ سے مراد علامہ حسن اور زجاج کے نزدیک ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وَھُوَ خَادِعُھُمْ پر صاحب روح المعانی لکھتے ہیں یعنی اللہ منافقین کے ساتھ وہ کرے گا جو دھوکا باز فریبی کے ساتھ ایک غالب ذات کر سکتی ہے۔" (۵۲)

ان تمام تفسیری اقوال سے جو بات سامنے آئی وہ یہ ہے کہ مکر، خدع، کید اور استہزا جیسے کلمات کے جو معنی ایک عام انسان سے منسوب کیے جاتے ہیں وہ ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ سے منسوب نہیں کیے جا

---

۵۱ ۔ العلامہ عبدالرحمٰن الثعلبی المالکی "جواہر الحسان فی تفسیر القرآن"، ج اول ص ۔ ۳۴ مطبوعہ بیروت ، لبنان

۵۲ ۔ علامہ سید محمد احمد قادری "تفسیر الحسنات"، ج اول ص ۔ ۶۸۹ ۔ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

سکتے۔ اس لحاظ سے امام احمد رضا واحد مترجم قرآن ہیں جنہوں نے ان الفاظ کا ترجمہ جہاں بھی کیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف عام بازاری الفاظ منسوب نہیں کئے اور ایسے الفاظ استعمال کیے جو اس کی شان کے شایاں ہیں۔ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن تمام اسلاف کی تفاسیر کے عین مطابق ہے اور اُن کے ترجمہ کو ابن کثیر کے اقوال سے بھی تقویت حاصل ہوتی ہے۔ ابن کثیر نے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کو مکر، خدع، کید، اور استہزاء جیسے افعال سے پاک اور مبرّا قرار دیا ہے۔

"مفسرین کہتے ہیں یہ الفاظ مکر، خدع، کید، استہزاء صرف جواب کے طور پر لائے گئے ہیں ورنہ خدا کی ذات مکر اور مذاق سے پاک ہے۔ ان الفاظ کا یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اللہ ان کی ہنسی، دھوکا، تمسخر اور ٹھٹوں کا ان کو بدلہ دے گا پس بدلے میں بھی وہی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں مگر معنی دونوں لفظوں کے دونوں جگہ جدا جدا ہیں۔" (۵۳)

ان تمام معتبر تفاسیر کی روشنی میں یہ بات واضح طور سے سامنے آئی کہ تمام مفسرین حضرات نے ہر طور سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے جو اگرچہ قرآن میں عربی زبان کی فصاحت وبلاغت کے باعث وارد ہوئے ہیں لیکن اپنی اپنی تشریحات میں

۵۳۔ علامہ ابن کثیر "تفسیر ابن کثیر" (اردو ترجمہ: محمد میمن جونا گڑھی) ج اول ص۔ ۶۷ نور محمد اصح المطابع کراچی

ہر مفسر نے اُن کو اسی اسلوب، لہجے اور لفظوں میں بیان کرنے سے گریز کیا ہے
لہٰذا اردو زبان میں بھی جب ان کلمات کا ترجمہ کیا جائے تو زبان و قلم دونوں
کو بہت احتیاط درکار ہے۔ اردو مترجمین کی صف میں امام احمد رضا واحد مترجم
قرآن ہیں جنہوں نے قرآن پاک کے ترجمہ میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے اور قاری کو
ذہنی اُلجھن سے محفوظ رکھا ہے اور اس کے اس اعتماد کو جو اس کو خدا کی ذات
سے ہے ہر طرح خطرے اور گزند سے محفوظ رکھا ہے اسی مطمح نظر کے باعث
انہوں نے لفظ استہزاء کا ترجمہ استہزاء ہی کیا ہے اور مکر کا ترجمہ خفیہ تدبیر فرمایا
جس کو تمام مفسرین کی آراء سے موافقت کلی حاصل ہے۔

مقام نبوّت و رسالت

اس سے قبل کہ مقام نبوت و رسالت کی عظمت
و عظمت سے متعلق چند آیات کا مختلف مترجمین قرآن کے تراجم پیش کر کے ان کا
موازنہ "کنزالایمان" سے کروں یہ امر بے حد ضروری ہے کہ مقام نبوت و
رسالت سے متعلق جو تعظیم و ادب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ قرآن و
حدیث اور اسلاف کرام کے اقوال کی روشنی میں سامنے آتا ہے اس کو مختصراً
بیان کروں پھر مختلف مترجمین کے قلم سے ان آیات کا ترجمہ پیش کیا جائے۔
کیونکہ یہ مقامات انتہائی نازک اور اہم ہیں اس لیے ایسے مقامات کا تقابلی
ترجمہ پیش کرنا ضروری خیال کیا گیا۔

گناہ چند طرح کے ہوتے ہیں مثلاً شرک کفر اور دوسرے گناہ پھر دوسرے گناہ یا تو
کبائر سے ہوں گے یا صغائر سے، جبکہ صغائر بھی دو طرح کے ہو سکتے ہیں ایک وہ جو
دناءت طبع پر دلالت کریں اور بعض اس سے مختلف۔ پھر صدور گناہ کی بھی

دو جہتیں ہیں ایک عمداً اور دوسری سہواً۔ عام انسانوں کے برعکس انبیاء کرام کی دو حالتیں ہیں ایک قبل بعثت اور دوسری بعد بعثت یعنی عہد نبوت و رسالت۔ تمام ادوار میں امت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ تمام انبیاء کرام (علیہم السلام اجمعین) شرک، کفر، ضلالت اور گمراہی نیز تمام رذائل اخلاق سے اپنی بعثت سے قبل اور بعد بعثت دونوں ادوار میں ہمہ وقت وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے معصوم رہے ہیں جیسا کہ "فقہ الاکبر" میں مذکور ہے۔

"والانبياء عليهم الصلاة والسلام كلهم منزهون
عن الصغائر والكبائر والكفر والقبائح"(۵۴)

ترجمہ: تمام انبیائے کرام ہر کفر و قبیح اور چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے مبرا ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ انبیاء و رسل نبوت سے قبل بھی اور اس کے بعد بھی عمداً یا سہواً ایک آن کے لیے بھی قبائح اور رذائل سے ملوث نہیں ہوتے کیونکہ وہ پیدائش ہی سے عارف باللہ ہوتے ہیں۔

معارف انبیاء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا:۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ (مریم: ۳۰)

ترجمہ:۔ (بچہ نے) فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب

۵۴۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی "فقہ الاکبر" ص۔ ۵۶، قدیمی کتب خانہ کراچی

کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔ (۵۵)

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پیدائش کے وقت ہی سے حکمت نظری یعنی رب کی ربوبیت، اپنی نبوت اور عطائے انجیل کو جانتے تھے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کمسنی ہی میں اپنی کافر و مشرک قوم پر توحید کی ایسی قوی حجت قائم کی کہ چاند تاروں کے طلوع اور اُن کے ڈوبنے اور چھپنے کی کیفیت کو ان کے مخلوق ہونے کی دلیل بنا کر ان کے الٰہ اور رب ہونے کا رد کیا اور فرمایا:۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ: ۷۶:۔۔۔:۷۷:۔:۷۸::۷۹:

(سورۃ الانعام)

ترجمہ:۔ پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارہ دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا بولے مجھے خوش نہیں آتے۔ ڈوبنے والے :۷۶: پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب بتلاتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں سے ہوتا: ۷۷: پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو: ۷۸: میں نے اپنا منہ اس کی

---

۵۵ ۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی ۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن ۔ ص۔ ۲۴۴

طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں: ۹: ۷۹ (۵۶)

یہ کلمات عالیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت ارشاد فرمارہے ہیں کہ ابھی بعثت نبوت ورسالت کا اعلان نہیں کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی ساق عرش پر لکھا ہوا کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیا۔(۵۷) اس عمل سے حضرت آدم علیہ السلام کا پیدائشی عارف باللہ ہونا بھی ثابت ہوا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو پیدائش کے ساتھ ہی تمام علوم کا راز بتادیا گیا جس کو قرآن نے اس طرح ارشاد فرمایا:۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا.... (سورہ البقرۃ ۳۱)

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے...(۵۸)

اوّل الخلق یعنی پیدائشی نوری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام خلق میں اول ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل ہی نبوت اور رسالت پر فائز تھے جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے جس کو ابن جوزی

۵۶۔ امام احمد رضا خاں قادری۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن۔ ص۔ ۱۹۷/ ۱۹۸

۵۷۔ الف) علامہ ابو الفرج جمال الدین ابن جوزی محدث۔ المیلاد النبوی، ص۔ ۱۸ ادارہ اصلاح تبلیغ لاہور

(ب)۔ علامہ الشیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ مدارج النبوت، ج اوّل ص۔ ۵

۵۸۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن، ص۔ ۹

(المتوفی ۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب میلاد النبوی میں لکھا ہے

"وقال صلی اللہ علیہ وسلم کنت نبیا وادم بین الماء والطین وانا اول من جاء فی وجود العالم ولا ماء ولا طین ولا جسد ولا ادم، وقد سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن اول ما خلق اللہ فی الکون فقال اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق جمیع الکائنات" (۵۹)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے اور میں ہی سب سے پہلے عالم وجود میں آیا اس وقت نہ پانی تھا نہ مٹی نہ جسم تھا اور نہ آدم تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب دریافت کیا گیا کہ عالم وجود میں سب سے پہلے کونسا وجود پیدا کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میرے نور سے ساری کائنات کو پیدا فرمایا۔

اس مقام پر شیخ محی الدین ابن عربی ایک نکتہ بیان فرماتے ہیں:۔

"فانہ قال کنت نبیا وما قال کنت انسانا ولا کنت موجودا ولیست النبوۃ الا بالشرع المقرر علیہ من عند اللہ فاخبر انہ صاحب النبوۃ قبل وجود الانبیاء الذین

۵۹۔ علامہ ابوالفرج جمال الدین ابن جوزی محدث "المیلاد النبوی" ص۔ ۲۴

ھم نوابه فی ھذه الدنیا"۔ (۶۰)

ترجمہ:۔ جیسا کہ خود فرمایا (کنت نبیا) یعنی میں نبی تھا۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں انسان تھا نہ یہ فرمایا کہ میں موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ شرع کے بغیر نبوت نہیں ہوتی لیکن آپ نے خبر دی ہے کہ میں انبیاء کرام کے وجود میں آنے سے قبل بھی نبی تھا۔ حالانکہ اس دنیا میں وہ آپ کے نائب اور صاحب شریعت تھے"۔ (۶۱)

مولوی اشرف علی تھانوی بھی نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوری پیدائش کے متعلق مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے مندرجہ ذیل روایت بیان کرتے ہیں:۔

"عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجیے کہ سب اشیاء سے قبل اللہ نے کون سی چیز پیدا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا

۶۰۔ شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی "الفتوحات المکیہ" ج اوّل ص۔ ۱۴۳

۶۱۔ علامہ یوسف بن اسمٰعیل انبہانی "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" (مترجم علامہ غلام رسول رضوی) ج اول ص۔ ۲۴۵ مکتبہ حامدیہ لاہور

رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت اور نہ دوزخ تھی اور نہ فرشتہ اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان۔" (۶۲)

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں بشری صورت میں آنے سے قبل ہی نبوت و رسالت کے منصب پر فائز تھے اور جب دنیا میں خاتم النبیین کی حیثیت سے تشریف لائے تو کامل صفات کے ساتھ تشریف لائے جو قرآن میں کئی مقامات پر مذکور ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو تمام عالم میں کامل ترین نمونہ قرار دیا، یہ جب ہی ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عیوب سے پاک صاف اور منزہ ہوں۔ یہ ملت اسلامیہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا میں کوئی گناہ بھی سرزد نہ ہوا اور نہ آپ سے پہلے کسی نبی سے کسی قسم کا گناہ سرزد ہوا نہ صغائر میں سے نہ کبائر سے (۶۳) اور یہ کیونکر ہوتا جب کہ انبیاء و رسل تو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے ہیں۔ اللہ کی ذات اپنے کام کے لیے کامل ترین نفوس کا ہی انتخاب کرے گی اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان نفوس کے ارادوں سے بھی گناہ کے تصور کو (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو) دل سے نکال دے۔ چنانچہ

۶۲۔ مولوی اشرف علی تھانوی۔ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب۔ ص ۵، تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

۶۳۔ ملا علی قاری۔ شرح فقہ الاکبر۔ ص۔ ۵۶ قدیمی کتب خانہ کراچی

ارشادِ خداوندی ہے:۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ط :٦٥: سورۃ بنی اسرائیل

ترجمہ:۔ بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔ (٦٤)

اس پر شیطان لعین نے خود اقرار بھی کیا تھا:۔

وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ :٣٩: اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ :٤٠: (سورۃ الحجر)

ترجمہ:۔ اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کروں گا۔ مگر وہ جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ (٦٥)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام تک شیطان لعین کی رسائی ممکن ہی نہیں تو پھر ان سے کسی قسم کے چھوٹے یا بڑے گناہ کیسے سرزد ہوں گے جبکہ اس کی گواہی انبیاء نے خود بھی دی کہ ہم سے گناہ سرزد ہو ہی نہیں سکتے چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول نقل فرمایا:۔

مَا کَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ط :٣٨: (سورہ یوسف)

ترجمہ:۔ ہمیں (یعنی گروہ انبیاء) کو نہیں پہنچتا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں۔ (٦٦)

دوسری طرف حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:۔

٦٤۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمہ القرآن"، ص۔ ٤٠٨

٦٥۔ ایضاً ص۔ ٣٧٤

٦٦۔ ایضاً ص۔ ٣٤٠

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ۔ ۸۸:

(سورۃ ہود)

ترجمہ:۔ اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں میں آپ اس کے خلاف کرنے لگوں۔ (۶۷)

ان آیات بینات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ انبیاء کرام علیہم السلام شرک اور کسی دوسری قسم کے گناہ کرنے کا ارادہ تک نہیں فرماتے اور یہ ہی عصمت انبیاء کی دلیل ہے کیوں کہ فسق و نبوت یا گمراہی و نبوت ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتے چنانچہ اللہ تعالیٰ خود انبیاء کی تعریف میں ارشاد فرماتا ہے:۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِىْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ : ۶۱: (سورۃ الاعراف)

ترجمہ:۔ کہا اے میری قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو رب العلمین کا رسول ہوں۔ (۶۸)

انبیاء کا گناہوں سے معصوم ہونا

الحاصل انبیاء علیہم السلام سے ہرگز ہرگز کسی طرح کے گناہ سرزد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ سے امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصمت انبیاء کے

۶۷۔ امام احمد رضا خاں بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ص۔ ۲۴۰

۶۸۔ ایضاً ص۔ ۲۲۸

معاملے میں اجماع رہا ہے۔ چنانچہ شرح فقہ الاکبر، عقائد نسفی، شفاء شریف، نسیم الریاض، مواہب لدنیہ، روح البیان، مدارج النبوۃ تفسیرات احمدیہ وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے یہاں بطور دلیل چند حوالے پیش کیے جاتے ہیں:۔

صاحب شرح الفقہ الاکبر مولوی نجم الدین رقمطراز ہیں:۔

"تمام انبیاء و رسل صغیرہ اور کبیرہ گناہوں اور کفر اور برائیوں سے پاک ہیں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء پیغمبری پانے کے آگے بھی اور پیچھے بھی اصلی اور طبعی کفر اور گمراہی سے پاک اور محفوظ ہیں۔" (۶۹)

علامہ قاضی عیاض (المتوفی ۵۴۴ھ) اپنی شہرہ آفاق تصنیف الشفاء میں عصمت انبیاء کا یوں ذکر فرماتے ہیں:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی پختگی اظہار نبوت کے وقت سے ہی تھی ہمیں اور تمہیں اللہ کی توفیق کے ساتھ معلوم ہونا چاہیے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید باری، علم وصفات الٰہی، ایمان باللہ اور جو کچھ کہ آپ پر وحی کی گئی، ان سب پر اعلیٰ درجہ کی معرفت، علم واضح اور یقین کامل حاصل تھا۔ ان میں نہ تو کسی قسم کی جہالت تھی اور نہ شک وشبہ اس معرفت ویقین کے جو مخالف ہوسکتا تھا ان سب سے آپ معصوم اور منزہ تھے یہ ایسی بات ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔" (۷۰)

۶۹۔ مولوی محمد نجم الغنی خاں رامپوری "تعلیم الایمان" (ترجمہ و شرح فقہ الاکبر) ص۔ ۲۰۴ مطبوعہ نولکشور لکھنو ۱۹۲۷ء

۷۰۔ قاضی عیاض "کتاب الشفاء" (ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی ص ۱۲۲ مطبوعہ لاہور

اس سے قبل قاضی عیاض رقمطراز ہیں :۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ نوع انسانی میں سے بشر ہیں اور آپ کی جبلت (طبیعت) پر ان باتوں کا اطلاق جائز و ممکن ہے جو دیگر انسانوں کی جبلت و طبیعت پر ہوتی ہے لیکن یقینی طور پر دلائل قاطعہ قائم ہو چکے ہیں اور کلمۂ اجماع پورا ہو چکا ہے کہ آپ عام انسانوں کی جبلّت و طبیعت سے باہر ہیں اور ہر اس آفت سے منزّہ و مبرّا ہیں جو قصد و اختیار سے یا بغیر قصد و اختیار کے واقع ہوں" (۷۱)

شرح عقائد نسفی میں مندرجہ ذیل عقیدہ پیش کیا گیا ہے :۔

"اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عمداً کسی نبی سے کذب سرزد نہیں ہوا اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ انبیاء سہواً بھی جھوٹ بولنے سے معصوم رہے ہیں اس لیے کہ کذب مخبر کا بمقابلہ دوسرے معاصی کے بدتر ہے ۔۔اس میں بھی سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء مبعوث ہونے سے پہلے بھی اور پیغمبری پانے کے بعد بھی اصلی اور طبعی کفر اور گمراہی سے محفوظ ہیں" (۷۲)

صاحب روح البیان شیخ اسمٰعیل حقی (المتوفی ۱۱۳۷ھ) عصمت انبیاء کا

۷۱۔ قاضی عیاض "کتاب الشفاء" (ترجمہ مفتی غلام معین الدین) ص ۱۲۲

۷۲۔ مولوی محمد نجم الغنی خاں رامپوری "تہذیب العقائد" (ترجمہ و شرح عقائد نسفی) ص ۷۲۔ قدیمی کتب خانہ کراچی

ذکر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"قال اہل لکلام ان الانبیاء معصومون من
الکفر قبل الوحی وبعدہ باجماع العلماء ومن سائر
الکبائر عمداً بعد الوحی واما سہواً فجوزہ
الاکثرون واما الصغائر فتجوز عمداً عند
الجمہور وسہواً بالاتفاق اما قبل الوحی"۔(۷۳)

ترجمہ:۔ اہل کلام نے فرمایا بیشک تمام انبیاء ہر قسم کے کفر سے معصوم ہیں نبوت سے قبل بھی اور نبوت کے بعد بھی اس پر علماء کا اجماع ہے۔ انبیاء کرام وحی کے بعد عمداً کبائر کے ارتکاب سے معصوم ہیں، اکثر علماء نے سہواً جائز قرار دیے ہیں' رہے صغائر تو جمہور کے نزدیک جائز ہیں، سہواً بالاتفاق جائز ہیں لیکن وحی سے پہلے۔

صاحب تفسیر احمدی ملا احمد جیون امیٹھوی عصمت انبیاء کے سلسلے میں رقمطراز ہیں :۔

"انبیاء کرام جھوٹ اور دیگر گناہوں سے معصوم ہیں"۔(۷۴)

صاحب بہار شریعت مفتی حکیم محمد امجد علی اعظمی رقمطراز ہیں :۔

"انبیاء علیہم السلام اجمعین شرک اور کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہ صفاتِ ذمیمہ سے نیز

۷۳۔ العلامہ الشیخ اسمٰعیل حقی "تفسیر روح البیان"، ج التاسع ص ۔ ۸، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

۷۴۔ ملا احمد جیون امیٹھوی "تفسیرات احمدی" ج اول ص ۔ ۶۱ قرآن کمپنی لاہور ۱۹۷۸ء

ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت
اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم
ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمداً صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد
نبوت معصوم ہیں۔" (۷۵)

مولوی ظفر احمد عثمانی احکام القرآن میں رقمطراز ہیں :۔

"فکل نبی معصوم عن الکبائر من الذنوب"(۷۶)

امام احمد رضا خاں قادری بریلوی عصمت انبیاء علیہم السلام کے سلسلے
میں ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"بیشک جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام قبل و بعد بعثت
عمداً اور سہواً کفر و ضلالت سے باجماع اہلسنت معصوم ہیں
اور نہ صرف ذنوب بلکہ ہر اس امر سے جو باعث نفرت خلق
و ننگ و عار و بدنامی ہو اور مذہب صحیح و حق معتمد میں صغائر
سے بھی باجماع اہلسنت معصوم ہیں۔" (۷۷)

۷۵۔ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی "بہار شریعت"، ج اول، ص۔ ۱۰
مکتبہ اسلامیہ گجرات پاکستان

۷۶۔ مولوی ظفر احمد عثمانی "احکام القرآن"، ج اول، ص۔ ۶۸
ادارہ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی

۷۷۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "احکام شریعت"، حصہ سوم ص۔ ۲۱۸
نذیر سنز پبلشرز لاہور

ان چند شواہد کی روشنی میں یہ عقیدہ واضح طور سے سامنے آیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم عن الذنوب ہوتے ہیں اور انبیاء کرام سے تو اس طرح کے اعمال کا صدور رہوا ہی نہیں۔

قرآن پاک میں کئی مقامات پر انبیاء علیہم السلام سے منسوب آیات کا ترجمہ مترجم کے لیے ایک کڑی آزمائش ہوتا ہے۔ کیونکہ ترجمہ بندے اور رسول کے تعلق سے ہے جبکہ قرآن اللہ اور رسول کے درمیانی رابطے سے ہے اسی لیے مترجم کو انبیاء سے متعلق بعض آیات میں بیحد کمال احتیاط درکار ہوتی ہے اور سوائے امام احمد رضا کے قرآنی مترجمین ان مقامات پر اپنے قلم پر قابو نہ رکھ سکے۔

چند آیات کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔

سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ مِنْۢ بَعْدِ مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْھُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ ط ۱۱۷:

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا ترجمہ / مفہوم اس آیت کا ملاحظہ کیجیے:۔

"اللہ نے معاف کر دیا نبی کو اور ان مہاجرین اور انصار کو جنہوں نے بڑی تنگی کے وقت میں نبی کا ساتھ دیا اگرچہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چلے تھے (مگر جب

انہوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبی کا ساتھ دیا تو) اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔" (۷۸)

اس ترجمہ میں تَابَ اللّٰہُ کا ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا قابل غور ہے کیونکہ اس ترجمے سے جو بات ذہن میں آتی ہے اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) کسی قصور کے باعث اللہ نے اپنے نبی کو معاف کیا جبکہ عصمت انبیاء کا عقیدہ مسلم ہے۔ تَابَ اللّٰہ کے کسی طور سے یہ معنی نہیں۔ اس کے برعکس خود مودودی صاحب دوسرے مقام پر تَابَ اللّٰہُ کا مفہوم "التَّآئِبون" میں "اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے" کرتے ہیں اور توبہ کے اصلی معنی رجوع کرنے یا پلٹنے کے یا اللہ کی طرف بار بار پلٹنے کے بتاتے ہیں۔ (۷۹)

تَابَ تَوْبَۃً کا فعل ماضی ہے جس کے معنی "پلٹا" یا "توبہ کی" ہوتے ہیں تاب فعل لازم ہے نہ کہ فعل متعدی۔

۔اب "تَابَ اللّٰہ" کے لغوی معنی کیے جائیں تو اس کے معنی ہوں گے اللہ نے توبہ کی (معاذ اللہ)

یا پھر اللہ پلٹا جبکہ پلٹنے کے لیے متوجہ ہونا بھی استعمال کیا جاتا ہے مثلاً وہ پلٹا یا اس نے توجہ کی یا وہ متوجہ ہوا۔ جب اللہ کے لیے تاب کا لفظ بولا جائے گا اور مخاطب نبی ہو تو اس کے معنی متوجہ ہونا

---

۷۸ ۔ سید مودودی "تفہیم القرآن" ج اول ص۔ ۲۴۴

۷۹ ۔ ایضاً ایضاً ص۔ ۲۳۹

ہی ہوں گے اور خاص کر اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے چونکہ اپنے نبی پر اتمام نعمت فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

"ویتم نعمتہ علیک "یعنی وہ جو تم پر اپنی نعمتیں تمام کرتا ہے تو وہ خدا جب اپنے نبی کی طرف متوجہ ہوگا تو یقیناً نظر رحمت ہی سے ہوگا جیسا کہ امام احمد رضا نے ترجمہ فرمایا:۔

"بیشک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور مہاجرین اور انصار پر جنھوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں گے ان پر رحمت سے متوجہ ہوا...(۸۰)

مولانا امام احمد رضا کا ترجمہ مندرجہ بالا دیے ہوئے دلائل کی روشنی کے حوالے سے پڑھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ ترجمہ کی تمام تکنیک کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ کرتے ہیں اور ایسے نازک مقامات پر بہت محتاط ترجمہ کرتے ہیں اور اس بات کا اہتمام رکھتے ہیں کہ ترجمہ کرتے وقت حفظ مراتب کا خصوصیت کے ساتھ خیال رکھا جائے جس طرح شان الوہیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ امام احمد رضا بریلوی کے ترجمے میں یہ خصوصیت نمایاں طور پر نظر آتی ہے کہ وہ آیت کے سیاق سباق، عربی، اردو کے معنوی فوائد اور ضمائر کے مراجع کو ملحوظ رکھتے ہوئے

۸۰۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص۔ ۲۹۲، اہلسنت برقی پریس مراد آباد ۱۳۳۰ھ

ترجمہ کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن میں جمہور مفسرین کے مقرر کردہ معیار کی خلاف ورزی نظر نہیں آتی دوسری طرف ان کی لغت پر بھی بھرپور توجہ دکھائی دیتی ہے جس کا ثبوت اس آیت کا ترجمہ ہے۔

ذنب کی ظاہری نسبت اور اس کی تاویلات

قرآن پاک میں چند مقامات ایسے بھی ہیں جہاں ذنب کی ظاہری نسبت انبیاء کرام (علیہم السلام) کی طرف ہے لیکن عصمت انبیاء کے عقیدہ کے مطابق گناہ ان کی طرف منسوب نہیں ہیں کیونکہ انبیاء کرام ذنب جیسے عمل سے منزہ ہیں۔ قرآن پاک میں ایسے نازک مقام پر ترجمہ کرنے کی بہت عمیق اور اعلیٰ صلاحیت درکار ہے امام احمد رضا بریلوی نے بیشتر مترجمین کے مقابلے میں ان مقامات پر اپنی اعلیٰ فنی مہارت کا ثبوت دیا ہے اور قاری کو مترجم کی صلاحیتوں کا اعتراف کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ ایسے اہم و نازک مقامات پر چونکہ کسی ایک نوع کا ابہام پیدا ہو سکتا ہے اس لیے امام احمد رضا خاں عام قاری کی ذہنی صلاحیت کو سامنے رکھتے ہوئے، تمام ممکنہ ابہام کو دور کر دیتے ہیں، ان کی کوشش یہ بھی ہوتی ہے کہ مفسرین کے اقوال کی روشنی میں مسائل شرعیہ پیش نظر رکھتے ہوئے ایسی وضاحت کی جائے کہ جس کو پڑھ کر قاری کے ذہن میں کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے مثلاً سورہ محمد اور سورہ فتح کی آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط ۱۹: (سورۃ محمد)

ترجمہ :۔ تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور (اے محبوب) اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (۸۱)

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ.... ۲: (سورۃ الفتح)

ترجمہ :۔ بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح دی : تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے... (۸۲)

اردو زبان کے تمام مترجمین نے ان دونوں آیات میں ذنب کا متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو قرار دیا ہے کہ اے نبی اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیئے (معاذ اللہ) اور ہم نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے چند مترجمین کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے :۔

اور معافی مانگو اپنے قصور کے لیے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے۔

.... (۸۳) (مولوی وحیدالدین)

تاکہ تمہاری اگلی پچھلی خطائیں معاف کرے... (۸۳) (مولوی وحیدالدین)

آپ اپنے اسی عقیدے پر جمے رہیے اور اپنی خطا اور قصور کی معافی مانگتے رہیے... (۸۴) (مولوی نعیم دہلوی)

۸۱۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص ۔ ۱۶ ۷

۸۲۔ ایضاً ص ۔ ۱۹ ۷

۸۳۔ مولوی وحیدالدین خاں "تذکیرالقرآن"، ج ۲ ص ۔ ۵۹۲/۵۹۸ فضل سنز لمیٹڈ کراچی ۱۹۸۶ء

۸۴۔ مولوی محمد نعیم دہلوی "کمالین (ترجمہ و شرح جلالین)" ج ۶ ص ۔ ۱۷۲/۱۹۷ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔(۸۴)

(مولوی نعیم دہلوی)

سو (اے نبی) تو یقین کر کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کر اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی۔(۸۵)

(مولوی محمد میمن جوناگڑھی)

تاکہ جو کچھ تیرے گناہ کیے ہوئے اور جو پیچھے رہے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے....(۸۵) (مولوی محمد میمن جوناگڑھی)

اور معافی مانگیے اپنے اور مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی۔(۸۶)

(مولوی فیروزالدین روحی)

تاکہ معاف کردے اللہ جو پہلے ہو چکا کوئی گناہ آپ سے اور جو پیچھے رہا۔(۸۶)

(مولوی فیروزالدین روحی)

ان آیات کا ترجمہ یقیناً بہت اہم ہے جیسا کہ آیات کے مضمون اور ظاہری کلمات سے نظر آرہا ہے یہاں جمہور مفسرین کی آرا کو ملحوظ رکھ کر ترجمہ کرنا صرف ضروری ہی نہیں بلکہ ایک انتہائی مشکل کام ہے۔ جمہور مفسرین کی آرا کا خلاصہ ایک جملے میں بیان کرنا نہ صرف مشکل ترین مرحلہ ہے بلکہ اس کے لیے اعلیٰ فنی مہارت بھی درکار ہے جس کا ثبوت ترجمہ میں صرف امام

---

۸۵ ۔ مولوی محمد میمن جوناگڑھی "ترجمہ قرآن" (معہ اردو ترجمہ ابن کثیر) ج ۵ پارہ ۲۶ ص ۳۶، ۴۴ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی

۸۶ ۔ مولوی فیروزالدین روحی "ترجمہ قرآن" ص۔ ۸۱۱ / ۸۱۵ فیروز سنز لمیٹڈ کراچی

احمد رضا خاں بریلوی نے دیا ہے۔

عربی قواعد سے واقفیت رکھنے والے بخوبی واقف ہیں کہ "لک" میں لک دراصل ضمیر مجرور متصل ہے جس کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے عامل سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔ (۸۷)

"لک" کے اصل معنی "تمہارے لیے" (۸۸) ہے اور اردو زبان میں تمہاری خاطر اور تمہارے سبب بھی کہا جاتا ہے۔ مثلاً میں تمہارے لیے یا تمہاری خاطر یہ کام کر رہا ہوں جس طرح انگریزی زبان میں (For You) کہا جاتا ہے۔

امام احمد رضا نے اس مقام پر مفسرین کی آرا کے پیش نظر اس طرح ترجمہ کیا ہے کہ عامۃ المسلمین کسی قسم کے مشتبہ معنی مراد لے کر کسی مشکل میں مبتلا نہ ہوں۔ آپ نے "لک" کا ترجمہ سبب کر کے عصمت انبیاء کو مکمل طور پر محفوظ رکھا ہے۔ رہا ذنب کا مسئلہ تو نبی چونکہ معصوم عن الذنوب ہوتا ہے اسی لیے مشہور مفسرین نے ذنب کی نسبت شافع یوم النشور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف کرنے سے گریز کیا ہے زیادہ تر مفسرین ذنب کو اُمت کی طرف منسوب کرتے ہیں یعنی "ذَنبِ اُمَّتِكَ" (۸۹) اسی طرح

۸۷۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی "نحو میر" (حواشی محمد عبدالحکیم شرف قادری) ص۔ ۲۱ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور

۸۸۔ سید فضل الرحمٰن "معجم القرآن" ص۔ ۲۷۴ ادارہ مجددیہ کراچی

۸۹۔ العلامۃ نظام الدین الحسن القمی النیشاپوری "تفسیر غریب القرآن ورغائب الفرقان" ج ۱۱ ص۔ ۳۵ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۰۷ھ

اور مثالیں ملاحظہ ہوں۔

علامہ نیشاپوری (المتوفی ۷۲۸ھ) (۹۰) (مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ) کی تفسیر بیان فرماتے ہیں:۔

"وقیل ما تقدم من ذنب أبویه آدم وحواء وَمَا تَاَخَّرَ من ذنب اُمته" (۹۱)

ترجمہ:۔ کہا گیا ہے کہ ما تقدم من ذنبك سے مراد آدم و حوا کے ذنوب ہیں اور ما تاخر میں "ذنب" سے مراد امت کے گناہ ہیں۔

امام بغوی ان آیات کی تفسیر کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:۔

"(واستغفر لذنبك) امر بالا ستغفار مع انه مغفور له لتستن به امته" (۹۲)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کا حکم دینا ترغیب امت کی خاطر ہے کیونکہ آپ مغفور ہیں۔

"(لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر) وقال عطاء الخراسانی ما تقدم من ذنبك

۹۰۔ الاکتور محمد حسین الذہبی "التفسیر والمفسرون" ج ۱ ص۔ ۳۲۲ دار الکتب الحدیثہ

۹۱۔ العلامہ نظام الدین النیشاپوری "تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان" ج ۱۱ ص۔ ۵۱ بیروت

۹۲۔ امام ابی محمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی "معالم التنزیل المسمی تفسیر البغوی" ج ۴ ص۔ ۱۸۲

یعنی ذنب ابویک آدم وحوا ببرکتک وما تاخر
ذنوب امتک بدعوتک » (۹۳)

ترجمہ: عطاء خراسانی کے قول کے مطابق ما تقدم من ذنبک سے مراد آپ کی برکت سے آدم وحوا کی لغزشوں کی درگزر ہے جب کہ ما تاخر سے مراد آپ کی دعاؤں سے آپ کی امت کے گناہوں کی بخشش۔

امام فخر الدین الرازی (المتوفی ۶۰۴ھ) سورہ محمد اور سورہ فتح کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں :۔

« (واستغفر لذنبک) ای واستغفر لذنب امتک فی حقک » (۹۴)

یعنی آپ امت کے ان گناہوں کی مغفرت طلب کریں جو آپ کے حق میں ان سے سرزد ہوئے۔ آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

« ان یکون الخطاب معہ والمراد المومنون وھو بعید لافراد المومنین والمومنات بالذکر و قال بعض الناس (ای لذنب اھل بیتک وللمومنین وللمومنات ای الذین لیسوا منک باھل بیت » (۹۵)

۹۳۔ (الف) امام ابی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی "معالم التنزیل المسمی تفسیر البغوی" ج ۴ ص ۱۸۹
(ب) قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی "فتح القدیر"، ج ۵ ۔ ص ۔ ۴۵ دار احیاء التراث العربی بیروت

۹۴۔ امام فخر الدین رازی "التفسیر الکبیر" الجزء السابع والعشرون ص ۔ ۸۷، مطبوعہ ایران

۹۵۔ ایضاً ایضاً الجزء ۲۸ ص ۔ ۶۱ ایضاً

ترجمہ: ایک احتمال یہ ہے کہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو اور مراد مومن ہوں، یہ بعید ہے کیونکہ مومن مردوں اور عورتوں کا الگ ذکر کیا گیا ہے' بعض لوگوں نے کہا کہ اپنے اہلِ بیت کے ذنوب اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کے لئے دُعائے مغفرت کریں یعنی ان لوگوں کیلئے جو آپ کے اہلِ بیت میں سے نہیں ہیں۔

امام رازی سورۃ فتح میں لیغفر لک اللہ کی تفسیر پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"(لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر) علی قولنا المراد ذنب المومنین كانه تعالیٰ قال لیغفرلك ذنب المؤمنین ؛ لیدخل المومنین والمومنات جنات..." (۹۶) (الخ)

ہمارے اس قول کے مطابق کہ مومنوں کے گناہ مراد ہیں، گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تاکہ اللہ آپ کے سبب بخش دے مومنوں کے گناہ، تاکہ ایماندار مردوں اور عورتوں کو جنتوں میں داخل فرمائے۔

امام قرطبی المتوفی ۶۷۱ھ بھی ذنب سے مراد امت کے گناہ لیتے ہیں: "وقیل الخطاب له والمراد به الامة"

۹۶ے امام فخر الدین رازی "التفسیر الکبیر" الجزء السابع والعشرون ص۔ ۸۲ مطبوعہ ایران

۹۷ے (الف) ابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی "الجامع الاحکام القرآن" ج الثامن ص۔ ۲۶۲، انتشارات ناصر خسرو ایران

(ب) قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی "فتح القدیر" ج ۵ ص ۔ ۳۶ احیاء التراث العربی بیروت

آیت کے مخاطب تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر مراد امت ہے۔

تفسیر سعدی میں سید عبدالرحمٰن "تفسیر حسینی" کا ترجمہ کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں :۔

"معالم" میں فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کے لیے اس واسطے مامور ہوئے تا کہ امت سنّت ہونے کی صورت میں آپ کی اقتدا کرے۔ باوجود یکہ آپ معصوم ومغفور تھے اور "تبیان" میں روایت ہے کہ مراد یہ ہے کہ عصمت کو طلب کرتے رہیے تا کہ خدا تعالیٰ آپ کو گناہ سے محفوظ رکھے اور امام علامہ روح اللہ سے منقول ہے کہ حق سبحانہ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ امت کے گناہوں کی معافی طلب کرو اور امر الٰہی کے خلاف آپ سے متصور نہیں ہو سکتا" (۹۸)

سورۃ فتح کی تفسیر میں رقمطراز ہیں :۔

"(لیغفر لک اللہ) امام ابو اللیث نے کہا کہ گزشتہ گناہ آدم و حوا کی لغزشیں ہیں اور آئندہ سے امت کے گناہ مراد ہیں یعنی آدم و حوا کی لغزشیں آپ کی برکت سے بخش دیں اور امت کے گناہوں کو جو آپ کی طرف منسوب کیا شفاعت سے

۹۸۔ مولوی سید عبدالرحمٰن بخاری "تفسیر سعدی"، ج ۲، ص۔ ۲۴۶
ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

بخشے گا۔" (۹۹)

تفسیر جلالین میں امام السیوطی اور امام المحلی (ما تقدم من ذنبك وما تاخر) میں تاویل کے قائل ہیں چونکہ انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اس لیے ان کی معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ حاشیہ میں رقمطراز ہیں :۔

(ما تقدم من ذنبك وما تاخر) وهو موول لعصمة الانبياء عليهم السلام بالدليل العقلى القاطع من الذنوب واللام للعلة الغائية فمدخولها مُسَبَّبٌ لَاسَبَبٌ " (۱۰۰)

یعنی یہ بات دلیل عقلی قطعی سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ومبرا ہوتے ہیں (اسی لیے یہاں گناہ سے مراد انبیاء کے گناہ نہیں ہوسکتے) اور یہاں لك کا لام علت غائیہ ہے جو سبب کے بجائے مسبب پر داخل ہے۔

تفسیر صدیقی میں مولانا عبدالقدیر صدیقی رقمطراز ہیں :۔

"پیغمبر تو معصوم ہوتا ہے اور بے گناہ پھر ان کے اگلے پچھلے گناہ کی معافی کے کیا معنی، قاعدہ یہ ہے کہ جب فوجی سپاہیوں میں

۹۹؎ مولوی سید عبدالرحمان بخاری "تفسیر سعیدی،، ج ۲ ص۔ ۳۴۹
ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۰۰؎ علامہ السیوطی والمحلی "تفسیر جلالین،، ج ۲ ص ۔ ۳۱۷
شرکتہ مکتبہ ومطبع مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۹۳۹ء

سے کوئی غلطی کرتا ہے تو سردار لشکر کو معافی چاہنا پڑتا ہے اور
سپاہی کی خطا کو ایسا بیان کرتا ہے گویا اس کی خطا ہے.....
پیغمبر سے گناہ کا سرزد ہونا ممکن ہی نہیں۔ انسانیت کی راہ سے
جو ممکن ہے ان کے ظاہر ہونے کو روکا جا رہا ہے اس روکے
جانے کو بھی معافی سے تعبیر کرتے ہیں۔" (۱۰۱)

مولوی نجم الغنی "شرح الفقہ الاکبر" میں سورۃ محمد
اور سورۃ فتح کی ان ہی آیتوں کے حوالے سے رقمطراز ہیں :۔

"سورۃ محمد میں واستغفر لذنبك اور سورۃ فتح میں
لیغفر لك الله (الخ) میں ذنب ظاہر الدلالت
ہیں اور ان سے بالبداہت آپ کی نسبت گناہ مستفاد ہوتے
ہیں جو سراسر عصمت انبیاء کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور علماء
کے نزدیک کوئی بھی قول جو گناہ کی نسبت کسی طرح بھی نبی کی طرف
کرنے باطل ہے اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت
ہے او بقول "ابن عطیہ" کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت
تو ایسی اتم و اکمل ہے کہ آپ سے کبھی بھولے سے صغائر بھی
صادر نہیں ہوئے اور علماء نے یہاں ذنب سے مراد "امت

۱۰۱۔ علامہ عبدالقدیر صدیقی قادری حسرت "تفسیر صدیقی سورۃ فتح" ص۔ ۳

کے گناہ" مراد لیے ہیں"۔ (۱۰۲)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (المتوفی ۶۳۸ھ) (۱۰۳) فتوحات مکیہ میں سورۃ فتح کی دوسری آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ)

وهو معصوم من الذنوب فهو المخاطب بالمغفرة

والمقصود من تقدم من آدم الى زمانه وما تاخر

من الامة من زمانه الى يوم القيامة فان الكل امته

صلى الله عليه وسلم"۔ (۱۰۴)"

ترجمہ:۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے معاف کرے گناہ تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو گناہوں سے معصوم تھے۔ پس مغفرت کے ساتھ مخاطب اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر مراد وہ پہلے لوگ ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے زمانے تک ہوتے اور پچھلوں سے وہ لوگ مقصود ہیں جو آپ کے زمانہ اقدس سے قیامت تک امتی

۱۰۲۔ مولوی نجم الغنی رامپوری "تعلیم الایمان" (ترجمہ شرح فقہ اکبر) ص۔ ۲۲۱ نولکشور لکھنو ۱۹۲۷ء

۱۰۳۔ ڈاکٹر محسن جہانگیری "محی الدین ابن عربی حیات و آثار" ص۔ ۸۲، ادارہ ثقافت السلامیہ لاہور ۱۹۸۹ء

۱۰۴۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی "الفتوحات المکیہ" ج الثانی باب ۷۳ ص۔ ۱۲۸ مطبوعہ بیروت

ہوں گے کیونکہ سارے انسان نبی آخر زماں کے امتی ہیں"۔ (۱۰۵)

آگے چل کر مزید وضاحت فرماتے ہیں :۔

"فالناس امته من آدم الی یوم القیامة فبشره الله بالمغفرة لما تقدم من ذنوب الناس وما تأخر منهم فكان هو المخاطب والمقصود الناس فيغفر الله للكل" (۱۰۶)

ترجمہ :۔ پس سارے انسان آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آپ کی امت ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اگلے لوگوں اور پچھلوں کے گناہوں کو معاف کرنے کی آپ کو خوشخبری سنائی ہے اس ارشاد میں مخاطب اگرچہ آپ ہیں لیکن مقصود دوسرے افراد ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو بخش دے گا"۔ (۱۰۷)

شیخ احمد الصاوی اپنی تفسیر میں " ذنب " کی نسبت رقمطراز ہیں:۔

"ای اسناد الذنب له صلی الله علیه وسلم مؤول اما بان المراد ذنوب امتك او هو من حسنات

---

۱۰۵ ۔ علامہ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" (مترجم مولانا غلام رسول) ج اول ص ۔ ۳۸۴ مکتبہ حامدیہ لاہور

۱۰۶ ۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی " الفتوحات المکیہ " ج الثانی باب ۷۲ ص ۔ ۱۲۸ مطبوعہ بیروت

۱۰۷ ۔ علامہ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی "جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" (مترجم مولانا غلام رسول) ج اول ص ۔ ۳۸۵ مکتبہ حامدیہ لاہور

الابرار سیّات المقربین"(۱۰۸)

ترجمہ:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف: ذنب، کی نسبت کی تاویل یوں کی گئی ہے کہ اس سے امت کے گناہ مراد ہیں یا وہ اعمال صالحہ ہیں جنہیں مقربین اپنی شان کے مناسبت سے گناہ تصور کرتے ہیں"(۱۰۹)

احمد مصطفی المراغی (المتوفی ۱۹۴۵ء) اپنی تفسیر میں سورۃ محمدؐ میں ذنب کی نسبت امت کی طرف کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں:۔

"واستغفر لذنبک) المراد بہ الامۃ"(۱۱۰)

محمد عزہ دروزہ بھی سورۃ محمدؐ میں ذنب کی نسبت اہل بیت کی طرف کرتے ہیں:۔

" ای وجہ الخطاب إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہا أنہ خوطب بذلک لتستن أمتہ بسنتہ ومنہا أنہا بمعنی استغفر لذنوب اہل بیتک"(۱۱۱)

۱۰۸ـ الشیخ احمد الصاوی "تفسیر الصاوی"، ج ۴ ص ـ ۸۰ مطبوعہ مصر

۱۰۹ـ مولانا محمد صدیق ہزاروی "کنز الایمان تفاسیر کی روشنی میں"، ص ـ ۲۲ رضا اکیڈمی لاہور

۱۱۰ـ شیخ محمد مصطفٰے المراغی "تفسیر المراغی"، الجزالسادس العشرون ص ـ ۲۸۵ مطبوعہ مصر

۱۱۱ـ محمد عزہ دروزہ "التفسیر الحدیث"، الجز التاسع ص ـ ۲۲۵ دار ضیاء الکتب العربیہ مصر

اب یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کا موقف بھی ان آیات کے متعلق پیش کر دیا جائے چنانچہ امام صاحب خود لیغفر لك کی تفسیر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"اللام فی لك للتعلیل واضافة الذنب لا دنی ملابسة ای لیغفر اللّٰہ بسببك و بجاهك ماتقدم من ذنوب اهلك معاصیهم اوزلاتهم من آبائك و امهاتك من عبد اللّٰہ وآمنة إلى ادم وحوا وما تاخر من ذنوب نسلك من احفادك واسباطك بل ونسلك المعنوی جمیعا وهم اهل السنة إلى یوم القیمة هذا هو الاحسن الازین الاحلی فی تاویل الآیة عندنا واللّٰہ تعالیٰ اعلم" (۱۱۲)

ترجمہ:۔ لك میں لام تعلیل کے لیے ہے اور ذنب کی اضافت ادنی مناسبت کی بنا پر ہے معنی یہ ہوئے تاکہ معاف کر دے اللہ تمہارے سبب یا تمہاری وجاہت سے خطائیں تمہارے گھر والوں کی یعنی گناہ یا لغزشیں تمہارے آباو امہات حضرت عبد اللہ و آمنہ سے لے کر آدم و حوا تک اور پچھلے ذنوب تمہاری نسل یعنی بیٹوں، پوتوں بلکہ ساری نسل معنوی کی قیام قیامت تک تمام اہلسنت کی۔ یہی بہتر و شیریں تر ہے تاویل آیت میں ہمارے نزدیک واللہ تعالیٰ اعلم" (۱۱۳)

---

۱۱۲ ۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی ، الدولة المکیة بالمادة الغیبة " ص ۔ ۲۹ المکتبۃ الحقیقۃ ترکی ۱۴۰۲ھ

۱۱۳ ۔ مولانا مفتی حامد رضا خاں قادری بریلوی ، ترجمہ اردو دولۃ المکیۃ " ص ۔ ۵۰ مکتبہ رضویہ کراچی

ان تمام اقوال زریں کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ یہاں ذنب سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ ہرگز نہیں ہیں جیسا کہ تمام اردو مترجمین نے ان دونوں آیات میں کھلے لفظوں میں بغیر کسی تاویل کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہ منسوب کیے ہیں جبکہ مفسرین کی کثیر جماعت نے گناہ کی نسبت آپ کی طرف نہیں کی بلکہ جمہور کا مذہب جو سامنے آیا اس کے اعتبار سے یہاں امت محذوف ہے اور گناہ امت کی طرف لوٹا دیے گئے اگرچہ خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہے مگر مراد امت ہے۔ اس کا ایک اور ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، جس میں اس بات کا اشارہ بھی موجود ہے کہ آپ دن میں ۷ مرتبہ امت کے لیے استغفار فرماتے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا تو یہ استغفار اپنے لیے تو عبد شکور کے طور پر تھا اور امت کے لیے ان کی بخشش کے واسطے چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

"وقد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر قال افلا اكون عبدا شكورا" (۱۱۴)

ترجمہ: آپ سے کہا گیا کہ آپ اس قدر عبادت کیوں کرتے ہیں جب کہ آپ کے سبب سے آپ کی امت کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے آپ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں

قرآن پاک کی سورۃ النساء میں تو اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ آپ امت کے لیے استغفار فرمائیں اور میں ان کے گناہوں کو معاف کردوں چنانچہ ارشاد خداوند ملاحظہ ہو:۔

۱۱۴ے شیخ ولی الدین تبریزی مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۹ مطبوعہ اصح المطابع دہلی

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا: ۶۴ (سورۃ النساء)

ترجمہ :۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (اے محبوب) تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے (۱۱۵)

اس مقام پر ملا علی قاری کا تجزیہ اس ساری بحث کو سمیٹ لیتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"ان اللہ تعالیٰ اطلع نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یکون فی امتہ من بعدہ من الخلاف وما یصیبھم فکان اذا ذکر ذلک وجد غینا فی قلبہ فاستغفر لامتہ" (۱۱۶)

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے مطلع فرمایا کہ ان کے بعد ان کی امت پر کیا گزرے گی۔ پس جب بھی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں آتی تو آپ اپنے دل میں ایک حجاب محسوس فرماتے اور اُمت کیلئے استغفار فرماتے تاکہ امت ہر طرح کے شر سے محفوظ رہے۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو روزانہ ستر دفعہ یا سو دفعہ دن میں استغفار فرماتے تو روزانہ آپ کو امت کا یہ درد بیتاب

---

۱۱۵ ۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص ۔ ۱۲۸

۱۱۶ ۔ ملا علی قاری "شرح فقہ الاکبر"، ص ۔ ۵۷ قدیمی کتب خانہ کراچی

کرتا تو آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار فرماتے نہ کہ اپنے گناہوں کی (معاذ اللہ) معافی چاہتے۔

سورۃ النساء میں امت کی توبہ کی قبولیت اس بات سے مشروط کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہمارے حق میں وسیلہ اعظم کا درجہ رکھتی ہے اور جو مقبول بھی ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تمام دعائیں جو آپ امت کی خاطر رات رات بھر اللہ تعالیٰ کے حضور فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے ساتھ ہی ساتھ امت کے لیے فتح آخرت کا مژدہ بھی سنا دیا کہ جس طرح ہم نے آپ کو اور صحابہ کو دنیا میں فتح دی ہے اسی طرح قیامت میں تمہارے سبب سے تمہاری اگلی اور پچھلی تمام امت کے گناہ معاف کر دیں گے کیونکہ آپ تمام رسولوں کے بھی رسول ہیں اس لیے آپ سے پہلے کی تمام امتیں اگلی امتوں میں شامل ہیں اور امت محمدی میں قیامت تک کے مسلمان شامل ہیں۔ اسی امر کو پیشِ نظر اور عصمت انبیاء کو سامنے رکھتے ہوئے جمہور مفسرین نے گناہ سے متعلق دونوں آیات میں تاویلات سے کام لیا ہے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ آپ اپنے فلاں گناہ کی معافی طلب کریں یا آپ سے فلاں گناہ سرزد ہوا تھا وہ معاف کر دیا گیا یا فلاں گناہ کا صدور ممکن تھا تو وہ سرزد ہونے سے قبل ہی معاف کر دیا گیا وغیرہا لہٰذا یہاں "لیغفر لک" میں لَکَ کا لام تعلیل اور ک ضمیر مجرور کا محل واضح طور سے امت کے اگلے پچھلے گناہوں کی معافی ثابت کر رہا ہے۔ لک کا ترجمہ اکثر مترجمین سورۃ الم نشرح میں خاطر،

سبب، آپ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو "اَلَمْ نَشْرَحْ" کی آیات کا ترجمہ:۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

(سورۃ الم نشرح)

ترجمہ:۔ کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہ فرمایا ۞ اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کیا۔ (۱۱۷)

(اے محبوب) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہ فرمایا ۞ اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کیا۔ (۱۱۸)

(اے نبی) کیا ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لیے کھول نہیں دیا ۞ اور تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا۔ (۱۱۹)

کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارے سینے کو کشادہ نہیں کیا ۞ اور ہم نے ارفع کیا تمہارے لیے تمہارے ذکر کو۔ (۱۲۰)

کیا نہ کھولا ہم نے تیرے لیے تیرا سینہ ۞ اور اونچا کیا تیرے لیے مذکور تیرا (۱۲۱)

۱۱۷۔ مولوی اشرف علی "ترجمہ قرآن"، ص۔ ۶۸۰

۱۱۸۔ علامہ شاہ احمد سعید کاظمی "البیان"، ص۔ ۷۷۳

۱۱۹۔ سید مودودی "ترجمہ قرآن"، ص۔ ۱۱۵۷

۱۲۰۔ مولانا عبدالقدیر صدیقی قادری حسرت "تفسیر و ترجمہ الم نشرح"، ص۔ ۲۴

۱۲۱۔ مولانا مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی "اکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح"، ص۔ ۱۴ مکتبہ رضا پبلی بھیت انڈیا

جب ان آیات میں لک کا ترجمہ آپ کی خاطر، آپ کے لیے کیا جا سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ سورۃ فتح میں "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ" میں مترجمین نے اس سے گریز کیا البتہ امام احمد رضا خاں بریلوی نے ان دونوں آیات میں ذنب کو اُمت کی طرف منسوب کر کے اردو مترجمین کے تراجم سے ہٹ کر انتہائی مثبت و مؤثر ترجمہ فرمایا اور امت کو ایک خلفشار سے محفوظ رکھا۔

انبیاء ضلالت سے پاک ہیں

اردو زبان کے اکثر مترجمین قرآن نے سورۃ محمد اور سورۃ فتح میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو "ذنب کا مرتکب ٹھہرایا اور دیگر آیات میں انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی قصوروار قرار دیا اور مندرجہ ذیل آیات میں انہی مترجمین نے انبیاء کو معاذ اللہ گمراہ گردانا ہے جب کہ اسلام اور ایمان سے غافل قرار دیا آیئے ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ کریں پھر اس کے بعد امام احمد رضا کا ترجمہ غور فرمائیں جس کو تمام جمہور مفسرین کی آراء کی حمایت حاصل ہے:۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ (والضحیٰ : ۷)

اس آیت کے ترجمے میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ آیت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور ضآلًّا کے کلمہ کے ساتھ اس لیے بہت احتیاط کے ساتھ ترجمہ کرنے کی ضرورت تھی، مگر تمام مترجمین نے اس بات کو قطعاً نظر انداز کر دیا انہوں نے جہاں اور مقامات پر ضآلًّا، کا ترجمہ گمراہی کیا اس جگہ بھی وہی ترجمہ کر کے عصمت انبیاء کو بری طرح مجروح

کیا ہے۔ مختلف مترجمین قرآن کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے :۔

(۱) اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی :۷: (۱۲۲) شاہ رفیع الدین

(۲) اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی ۔ (۱۲۳) شاہ عبدالقادر

(۳) اور راستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا۔(۱۲۴)

فتح محمد جالندھری

(۴) اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی ۔ (۱۲۵) محمود الحسن دیوبندی

(۵) اے پیغمبر ! ہم نے دیکھا کہ ہماری تلاش میں ہو ہم نے خود ہی تمہیں اپنی راہ دکھلادی ۔ (۱۲۶) ابوالکلام آزاد

(۶) آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتا دیا ۔(۱۲۷) عبدالماجد دریا آبادی)

(۷) اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی ؟ (۱۲۸) محمد میمن جونا گڑھی)

(۸) تو تلاش حق میں حیران و سرگرداں پھر رہا تھا تو اس نے بذریعہ وحی زندگی کے صحیح رستے کی طرف تیری راہ نمائی کر دی ۔ (۱۲۹) چوہدری غلام احمد پرویز

---

۱۲۲ ۔ شاہ رفیع الدین دہلوی " ترجمہ قرآن " ص ۔ ۶۸۰

۱۲۳ ۔ شاہ عبدالقادر دہلوی " ترجمہ قرآن " ص ۔ ۱۰۰۰

۱۲۴ ۔ مولوی فتح محمد جالندھری " ترجمہ قرآن " ص ۔ ۵۷۸

۱۲۵ ۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی " ترجمہ قرآن " ص ۔ ۷۷۹

۱۲۶ ۔ ابوالکلام آزاد " ترجمہ القرآن " ج ۲ ص ۔ ۱۸۴

۱۲۷ ۔ مولوی عبدالماجد دریا آبادی " ترجمہ قرآن "

۱۲۸ ۔ مولوی میمن جونا گڑھی " اردو ترجمہ و تفسیر ابن کثیر " ج ۵ ص ۔ ۱۷ پارہ ۳۰

۱۲۹ ۔ چوہدری غلام احمد پرویز " مفہوم القرآن " ج ۳ ص ۔ ۱۴۶۰

(۹) اس نے تمہیں حیران پایا پھر تمہاری رہنمائی کی۔ (۱۳۰) مولوی عبدالحق حقانی

(۱۰) اور اللہ نے آپ کو بے خبر پایا شریعت سے پھر ہدایت بخشی۔ (۱۳۱)

مولوی نعیم دہلوی دیوبندی

سورۃ یوسف کی ۹۵ ویں آیت شریفہ کا مختلف مترجمین کے یہاں ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ۔(یوسف):۹۵:

(۱) لوگ بولے قسم اللہ کی: تو ہے اپنی اسی غلطی میں قدیم کی (۱۳۲)

شاہ عبدالقادر دہلوی

(۲) وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں۔ (۱۳۳) ڈپٹی نذیر احمد دہلوی۔

(۳) وہ کہنے لگے خدا کی قسم تو تو اسی اپنے پرانے خبط میں ہے۔ (۱۳۴)

مولوی وحید الزمان

(۴) انہوں نے کہا تو یقیناً اپنی پرانی غلطی میں (پڑا ہوا) ہے (۱۳۵) مرزا بشیر الدین قادیانی

۱۳۰۔ مولوی عبدالحق حقانی "تفسیر حقانی" ج ۸ ص۔ ۱۷۱

۱۳۱۔ مولوی محمد نعیم دہلوی دیوبندی "اردو ترجمہ کمالین" ج ۷ ص۔ ۲۹۸

۱۳۲۔ شاہ عبدالقادر دہلوی "ترجمہ قرآن" ص۔ ۵-۴

۱۳۳۔ مولوی اشرف علی تھانوی "ترجمہ قرآن" ص۔ ۳۷۷

۱۳۴۔ مولوی وحید الزمان "تبویب القرآن" ص۔ ۸۴۲

۱۳۵۔ مرزا بشیر الدین قادیانی "القرآن الحکیم" ص ۲۳۶ ادارہ طباعت و اشاعت قرآن ربوہ

(۵) گھر کے لوگ بولے خدا کی قسم آپ ابھی تک اپنے اسی پرانے خبط میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۱۳۶) (سید مودودی)

(۶) وہ کہنے لگے قسم اللہ کی تو تو البتہ اپنی پرانی بھول میں ہے۔ (۱۳۷)

(مولوی فیروزالدین روحی)

(۷) وہ بولے واللہ آپ تو اب بھی اپنے پرانے خبط میں کھوئے ہوئے ہیں (۱۳۸)

(عبدالرحمٰن قادیانی)

(۸) بولے خدا کی قسم تم تو اپنے اسی پرانے خیال میں پڑے ہو۔ (۱۳۹)

(ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی)

(۹) لوگ بولے کہ خدا کی قسم آپ ابھی تک اپنے پرانے خبط میں مبتلا ہیں۔ (۱۴۰)

(امین احسن اصلاحی)

(۱۰) ان لوگوں نے کہا کہ بخدا بیشک تو اپنی قدیمی گمراہی (یعنی غلط خیال اور الٹی سمجھ) میں پڑا ہوا ہے۔ (۱۴۱) (سرسید احمد خاں)

ان تمام مترجمین نے سورۃ یوسف کی ۸ویں آیت کے علاوہ سورۃ

۱۳۶۔ سید مودودی "تفہیم القرآن" ج ۲ ص۔ ۴۲۹

۱۳۷۔ مولوی فیروزالدین روحی "قرآن مجید مترجم" ص۔ ۳۹۲

۱۳۸۔ مولوی عبدالرحمٰن قادیانی "قرآن مجید مترجم" ج سوم ص۔ ۸۱۱

۱۳۹۔ ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی "فیوض القرآن" ج ۳ ص۔ ۵۵۰

۱۴۰۔ امین احسن اصلاحی "تدبر القرآن" ج ۲ ص۔ ۲۸۱

۱۴۱۔ سرسید احمد خاں "ترجمہ رتفسیر القرآن" ج ۵ ص۔ ۸۵ مطبوعہ علی گڑھ انڈیا

طٰہٰ کی ۱۲۱ ویں آیت، سورۃ انبیاء کی ۸۷ ویں، آیت سورۃ احزاب کی ۳۰ ویں آیت میں بھی اسی نوع کے الفاظ میں ترجمہ کر کے عصمت انبیاء کو مجروح کیا ہے جبکہ امام احمد رضا نے تمام مقامات پر بہت ہی احتیاط برتی ہے اور ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو نہ صرف مناسب ہیں بلکہ لغت اور تفاسیر سے کلی مطابقت رکھتے ہیں۔

اب امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے :۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ (والضحیٰ : ۷)

ترجمہ :۔ اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ (۱۴۲)

امام احمد رضا نے "ضَآلًّا" کا ترجمہ یہاں محبت میں خود رفتہ کیا ہے اس کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی جہاں لفظ "ضَآلًّا" نبی کی طرف منسوب ہے یہی ترجمہ کیا ہے مثلاً :۔

اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (یوسف : ۸)

ترجمہ :۔ بیشک ہمارے باپ (یعقوب) صراحتہً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ (۱۴۳)

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِىْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ۔ (یوسف : ۹۵)

ترجمہ :۔ بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں۔ (۱۴۴)

۱۴۲؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص۔ ۸۲۷

۱۴۳؎ ایضاً ص۔ ۳۳۵

۱۴۴؎ ایضاً ص۔ ۳۴۹

امام احمد رضا ہر جگہ "ضَآلًّا" کا ترجمہ وارفتگی ہی کرتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ جب یہ کلمہ غیر نبی کی طرف منسوب ہو تو وہاں اس کے معنی گمراہی کرتے ہیں جو سیاق و سباق کے لحاظ سے بالکل درست طریقہ ہے مثلاً

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ (ال عمران: ۱۶۴)

ترجمہ:۔ اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (۱۴۵)

ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۔ (حٰم السجدۃ: ۵۲)

ترجمہ:۔ پھر تم اس کے منکر ہوئے تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو دور کسی ضد میں ہے۔ (۱۴۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۔ (النساء: ۱۶۷)

ترجمہ:۔ وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں پڑے۔ (۱۴۷)

سورۃ والضحیٰ اور سورۃ یوسف کی آیات ضَآلًّا کا ترجمہ دیگر تمام مترجمین نے سوائے امام احمد رضا کے "گمراہ، غلطی، خبط، پرانی بھول،

۱۴۵۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۔ ۱۰۵

۱۴۶۔ ایضاً ص ۔ ۶۸۰

۱۴۷۔ ایضاً ص ۔ ۱۵۰

بھٹکا ہوا اور بے خبر شریعت ،، سے کیے ہیں جبکہ ان دونوں آیات میں انبیاء کرام (علیہ السلام) سے منسوب ہے۔ یہ تراجم یقیناً کسی نبی کی شان کے لائق ہرگز ہرگز نہیں اور کسی قسم کی تاویلات بالکل غیر ضروری ہیں بلکہ دین سے ایک قسم کا استہزاء ہے اس لیے کہ نبی نہ گمراہ ہوتا ہے اور نہ ہی شریعتِ خداوندی سے بے خبر بلکہ نبی تو ہدایت یافتہ بن کر آتا ہے اور لوگوں کو سیدھی راہ دکھاتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:۔

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (المؤمنون ۷۳)

ترجمہ:۔ اور بے شک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو۔ (۱۴۸)

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (الشوریٰ ۵۲)

ترجمہ:۔ اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔ (۱۴۹)

کوئی بھی نبی (معاذ اللہ) کسی طرح ہدایت سے دور نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا نبی بن کر دنیا میں آنا محض اس لیے ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے سیرت و کردار سے سیدھی راہ بتلائے۔ کوئی بھی نبی نہ کسی لمحہ گمراہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کبھی اس پر کسی بھی قسم کی خبط کی کیفیت معاذ اللہ) طاری ہو سکی۔ اس قسم کے الفاظ انبیاء و رسل کی شان میں قطعاً غیر مہذب اور قابل گرفت ہیں۔ افسوس کہ دیگر تمام مترجمین نے

۱۴۸۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی ،، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ،، ص۔ ۴۹۰

۱۴۹۔ ایضاً ص۔ ۶۸۹

سیاق وسباق کا سہارا بھی نہ لیا اور گمراہی جیسے مذموم فعل کو نبی کی طرف منسوب کردیا اور تعجب کی بات یہ ہے کہ از اول تا آخر ہر مترجم "ضالاً" کے معنی نبی کی نسبت بھی گمراہ ہی کرتا ہے مگر امام احمد رضا محدث بریلوی واحد مترجم قرآن ہیں جنہوں نے اپنے دامن کو ایسے ترجموں سے محفوظ رکھا اور سب سے ہٹ کر ترجمہ کیا جو تمام معتبر جمہور مفسرین کی تفاسیر اور لغت کے عین مطابق اور مرتبۂ انبیاء کے شایان شان ہے آیئے پہلے مفسرین کے اقوال کا مطالعہ کریں :۔

(۱) علامہ آلوسی (المتوفی ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) تفسیر روح المعانی میں سورۃ والضحیٰ میں رقمطراز ہیں :۔

"وقیل (وَوَجَدَكَ ضَآلاً) عن معنی محض المودة فسقاك كاسا من شراب القربة والمودة فهداك به الى معرفته عز وجل وقال جعفر الصادق كنت ضالا عن محبتي في الازل فمننت عليك بمعرفتي وهو قريب من سابقه" (۱۵۰)

ترجمہ :۔ کہا جاتا ہے کہ اس آیت میں ضالاً کے معنی خالص محبت کے ہیں پس آپ کو اپنی شراب قرب ومحبت کا جام پلایا پھر اس نے آپ کی اپنی معرفت کی طرف رہنمائی کی اور جعفر صادق رضی اللہ عنہ ضالاً کا مطلب بیان کرتے ہوئے

۱۵۰۔ علامہ ابی الفضل سید محمود آفندی محدث الآلوسی "روح المعانی"، پارہ ۳۰ ص۔ ۱۶۲ المکتبۃ الرشیدیہ لمیٹڈ پاکستان

فرماتے ہیں تم ازل میں میری محبت سے خالی تھے پس ہم نے تم کو اپنے کرم سے اپنی معرفت بخشی اور یہ قول پچھلے معنی سے قریب تر ہے۔

(۲) علامہ الثعلبی المالکی اسی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"قال ابن عطاء ووجدك ضالاً ای محباً لمعرفتی والضال المحب کما قال تعالٰی اِنّك لفی ضلالك القدیم ای محبتك القدیم" (۱۵۱)

ترجمہ:۔ ابن عطاء نے کہا کہ وَوَجَدَكَ ضَالاً کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اپنی معرفت کا محب پایا، ضال کا معنی بطور دلیل وہ جس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں وہ سورۃ یوسف کی آیت "انّك لفی ضلالك القدیم" ہے یہاں ضلالك القدیم سے مراد قدیم اور سابقہ محبت ہے۔

(۳) علامہ نظام الدین نیشاپوری اسی صورت میں ضالاً کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"وقیل الضلال المحبة لفی ضلالك القدیم فهداك إلی وجه الوصول إلی المحبوب و المراد بالسلوك"۔ (۱۵۲)

۱۵۱۔ علامہ عبدالرحمٰن ثعلبی المالکی "جواہر الحسان فی تفسیر القرآن" ج ۴ ص: ۴۲۳ مطبوعہ بیروت

۱۵۲۔ علامہ نظام الدین نیشاپوری "غرائب القرآن ورغائب الفرقان" ج ۱۲ پ۔ ۳۰ ص۔ ۱۱۰ مطبوعہ بیروت

ترجمہ:۔ الضلال المحبۃ کو پرانی محبت میں خود رفتہ ہونا کہا گیا ہے پس اس نے آپ کی رہنمائی کی تاکہ محبوب تک رسائی ہو اور اس سے مراد سلوک ہے۔

(۴) علامہ حقی "روح البیان" میں اسی مقام پر رقمطراز ہیں:۔

"وفی تاویلات النجمیۃ ای متحیرا فی تیہ الالوھیۃ فھدیٰ إلی کمال المعرفۃ بالصحو بعد المحو والسکر۔ والضلال الحیرۃ کما قال انک لفی ضلالک القدیم" (۱۵۳)

ترجمہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تجلیات الوہیت کے بیابان میں بے قرار پایا تو استغراق و بیخودی کے بعد تمہیں اپنی کمال معرفت کی راہ دکھلا کر چین عطا فرمایا اور ضلال بمعنی حیرت و وارفتگی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام کا قول قرآن مجید میں نقل فرمایا۔

"انّک لفی ضلالک القدیم" "بے شک آپ اپنی اسی پرانی وارفتگی میں ہیں۔ (۱۵۴)

(۵) علامہ الصاوی جلالین کے حاشیہ پر رقمطراز ہیں:۔

"فیکون الضلال بمعنی الطلب والحب قال تعالیٰ

۱۵۳؎ علامہ شیخ اسمٰعیل حقی "تفسیر روح البیان"، پ۔ ۳۰ ص۔ ۲۰۳ مطبوعہ کوئٹہ

۱۵۴؎ مولانا مبین الہدیٰ نورانی "امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن اور مسلک اسلاف" ص۔ ۲۶/۲۷ بزم رضا، انڈیا

انك لفی ضلالك القديم ای محبتك " (١٥٥)

ترجمہ:۔ یعنی ضلال اشتیاق اور محبت کے معنی میں ہے قرآن کریم کی دوسری آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام سے متعلق حضرت یعقوب علیہ السلام کی شان میں ضلال کا لفظ محبت کے معنی میں ہی آیا ہے۔

(٦) علامہ رازی نے الضلال کی بیس توجیہات بیان کی ہیں اس میں ایک پیش خدمت ہے :۔

" الضالّ بمعنی المحب کما فی قوله انك لفی ضلالك القديم ای محبتك ومعناه انك محب فهديتك إلى الشرائع التی بها تتقرب إلی خدمة محبوبك " (١٥٦)

ترجمہ:۔ اس جگہ ضلال کا معنی محبت ہے جس طرح " انك لفی ضلالك القديم " میں ضلال کا معنی محبت ہے یہاں معنی یہ ہوں گے کہ بے شک آپ محب ہیں (یعنی آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا) ________ . ان احکام کی راہنمائی کی جن کی وجہ سے محبوب کی خدمت کا قرب حاصل ہو گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب اللہ تعالیٰ کی ذات ہی تو ہے۔ (١٥٧)

---

١٥٥ علامہ شیخ احمد الصاوی " الصاوی علی جلالین " ج ۴ ص ۔ ٢٠١ مطبوعہ مصر

١٥٦ علامہ الفخر الدین الرازی " التفسیر الکبیر " الجزا الحادی والثلاثون پارہ ، ٣٠ ص ۔ ٢١٨ مطبوعہ

١٥٧ مولانا عبدالرزاق حطاروی " تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان " ص ۔ ٣١٩ مطبوعہ اسلام آباد ١۴٠٧ھ

(۷) علامہ یحییٰ ابن زیاد الفرا (المتوفی ۲۰۷ھ) سورۃ والضحیٰ میں ووجدك ضالا سے مراد قوم کی گمراہی لیتے ہیں کہ جس کو پھر راہ دکھائی چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"یرید فی قوم ضلال فھدٰی" (۱۵۸)

(۸) مولوی عبدالدائم الجلالی تفسیر مظہری کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(ووجدك ضالا فھدٰی) بعض صوفیوں نے اس طرح کہا ہے کہ تم کو عاشق محب پایا کہ تمہارا عشق حد سے آگے بڑھ چکا تھا۔ جذب کی حالت کو ضلال بطور کنایہ کہا جا سکتا ہے" (۱۵۹)

(۹) سید امیر علی ملیح آبادی (المتوفی ۱۳۳۷ھ) تفسیر مواہب الرحمٰن میں ضالا کی تفسیر بیان کرتے ہیں :۔

"(ووجدك ضالا فھدٰی) واضح ہو کہ حضرت رسول اللہ خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم باجماع ازل ہی سے احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ تھے تو ضال بمعنی کافر و گمراہ ہرگز آپ کی شان مقدس میں لائق و جائز نہیں اور اہل حق کا بالاجماع

۱۵۸ے علامہ ابی ذکریا یحییٰ بن زیاد الفرا "معانی القرآن" الجزء الثالث ص ۔۲۷۴ ۔ ایران

۱۵۹ے علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی "تفسیر مظہری" (مترجم مولانا عبدالدائم الجلالی) ج ۱۲ ص ۔۴۴۴ سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۹۸۵ء

یہی قول ہے"۔(۱۶۰)

(۱۰) مولوی شبیر احمد عثمانی اپنی تفسیر میں ضالا کی اس طرح توضیح بیان کرتے ہیں:۔

"(ووجدك ضالا فهدى) جب حضرت جوان ہوئے تو قوم کے مشرکانہ اطوار سے سخت بیزار تھے۔ عشق الٰہی کی آگ سینہ مبارک میں تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ وصول الی اللہ اندر ہی اندر جوش مارتا اور آپ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں بے قرار سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے غارِ حرا میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاحِ خلق کی تفصیلی راہیں کھول دیں" وَمَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ "الخ۔ یہاں ضالا کے معنی کرتے وقت سورۃ یوسف کی آیت لفی ضلالك القديم کو پیش نظر رکھنا چاہیے"۔(۱۶۱)

(۱۱) علامہ خازن ضالا کو استغراقی کیفیت بتاتے ہیں:۔

---

۱۶۰ ؎ مولوی سید امیر علی ملیح آبادی "مواہب الرحمٰن"، حصہ ۳۰ ص ۔ ۵۵۷ مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور ۱۳۹۸ھ

۱۶۱ ؎ مولوی شبیر احمد عثمانی "تفسیر عثمانی" (۔۱۳۵۰ھ) ج دوم ص ۔ ۷۶۷ تاج کمپنی لمیٹڈ

"وقیل الضلال هنا بمعنی الحیرة وذلک لانه
صلی اللہ علیہ وسلم یخلو فی غار حراء فی طلب
ما یتوجہ بہ إلی ربہ حتی ھداہ اللہ لدینہ"(۱۶۲)

ترجمہ:۔ کہا جاتا ہے یہاں ضلال سے مراد استغراقی کیفیت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تنہا قیام فرماتے اور یاد الٰہی میں مصروف رہتے، یہاں تک کہ (پہلی) وحی کا نزول ہوا۔

(۱۲) صاحب تفسیر حسینی ووجدک کی توجیح فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

" در حقائق سلمی مذکور ست کہ ترا یافت دوستی
مستغرق در بحر معرفت وصحبت بر تو منت نہاد
وبمقام قرب رسانید" (۱۶۳)

ترجمہ:۔ حقائق سلمی میں مذکور ہے کہ آپ کو ایسا دوست پایا کہ محبت و معرفت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں تو آپ پر احسان کیا اور مقام قرب میں پہنچا دیا۔ (۱۶۴)

اب سورۃ یوسف کی ۹۵ ویں آیت سے متعلق چند تفسیری حوالہ جات

۱۶۲۔ علامہ علاؤالدین البغدادی المعروف بالخازن "تفسیر خازن" جلد ۴ ص ۔ ۳۸۷

۱۶۳۔ ملا حسین الواعظ الکاشفی "جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر" (المعروف تفسیر حسینی) ص ۔ ۹۵۴

۱۶۴۔ مولوی سید عبدالرحمٰن بخاری "تفسیر سعیدی" ج ۲ ص ۔ ۴۸۸

ملاحظہ ہوں:

(۱۳) امام نسفی اس سلسلے میں کہتے ہیں :۔

"(قالوا) أی أسباطه (تا لله انك لفی ضلالك القديم) لفی ذهابك عن الصواب قديم فی افراط محبتك ليوسف" (۱۶۵)

ترجمہ:۔ کہنے والوں نے کہا کہ آپ تو یوسف کی پرانی محبت میں اب تک وارفتہ ہیں۔

(۱۴) قاضی البیضاوی اس آیت کی تشریح بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"(قالوا) ای الحاضرون (تا الله انك لفی ضلالك القديم) لفی ذهابك عن الصواب قدما بالافراط فی محبة يوسف واكثار ذكره والتوقع للقائه" (۱۶۶)

ترجمہ:۔ وہاں موجود حاضرین نے کہا خدا کی قسم بے شک آپ کے دل سے یوسف کی پرانی وارفتگی نہیں جاتی جو غلبہ محبت اور ان کے ذکر کی کثرت کے سبب سے ہے۔ اور آپ کو توقع ہے کہ یوسف آپ کو مل جائیں گے۔

۱۶۵۔ امام عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی "مدارک التنزیل وحقائق التاویل" ج ۳ ص ۔ ۴۴

۱۶۶۔ علامہ ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی "انوار التنزیل واسرار التاویل" ج ۱ ص ۔ ۴۲۰

(۱۵) تفسیر ابوسعود میں امام ابوسعود سورۃ یوسف کی اسی آیت پر تفسیری قول بیان فرماتے ہیں :۔

"(قالوا) ای الحاضرون عندہ (تا للہ انك لفی ضلالك القدیم) لفی ذھابك عن الصواب قدما فی افراط محبتك لیوسف ولھجك بذکرہ و رجائك للقائہ وکان عندھم أنہ قد مات"(۱۶۷)

ترجمہ :۔ وہاں موجود لوگ بولے کہ آپ کے دل سے یوسف کی محبت نہیں جاتی اور اب بھی آپ کو اس کے ملنے کی توقع ہے جبکہ حاضرین کے خیال میں حضرت یوسف علیہ السلام وفات پا چکے تھے۔

(۱۶) مولانا ابوالحسنات قادری تفسیر الحسنات میں رقمطراز ہیں :۔

"تو سب نے مل کر کہہ دیا قسم بخدا ابا جان آپ تو یوسف کی محبت میں از خود رفتہ ہو چکے ہیں۔ اس لیے اب حضرت یوسف کہاں۔ اتنی مدت مدیدہ کے اندر نہ معلوم وہ کہاں وفات پا چکے ہوں۔"(۱۶۸)

(۱۷) تفسیر قادری میں مولانا فخر الدین قادری رقمطراز ہیں :۔

"انہوں نے کہا جو حاضر تھے کہ قسم خدا کی بے شک آپ اب تک ضرور اسی حیرت قدیمی میں ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے

---

۱۶۷ ے قاضی امام ابی السعود محمد بن محمد العمادی "تفسیر ابی السعود"، ج ۴ ص ۔ ۳۰۵

۱۶۸ ے علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری "تفسیر الحسنات" ج ۲ ص ۔ ۳۶۱

غلبہ محبت اور ان کے ذکر کی کثرت کے سبب سے ان کی ملاقات کی توقع چالیس یا اسی برس کے بعد رکھتے ہیں۔" (۱۶۹)

(۱۸) علامہ مفتی مظہر اللہ دہلوی جنہوں نے شاہ ولی اللہ کا فارسی ترجمہ قرآن اردو میں منتقل کیا ساتھ ہی ساتھ آسان تفسیر بھی تصنیف فرمائی سورۃ یوسف کی ۹۵ ویں آیت میں رقمطراز ہیں :۔

"(قالوا تا للہ انک لفی ضلالک القدیم) انہوں نے کہا اللہ کی قسم آپ بے شک قدیمی حیرت میں گرفتار ہیں یوسف (علیہ السلام) کے غلبہ محبت اور ان کے ذکر کی کثرت سے ان کی ملاقات کی توقع آپ کو چالیس برس بعد بھی باقی ہے۔" (۱۷۰)

تفسیری حوالہ جات کے بعد اب چند اہم لغت کے حوالوں کی روشنی میں لفظ "ضآلاً" کے معانی و مطالب ملاحظہ کیجیے :۔

صاحب تاج العروس اور صاحب مفردات القرآن "ضآلاً" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"(ووجدک ضالا فھدی) ای غیر مھتد لما سبق الیک من النبوۃ وقال فی یعقوب (انک لفی ضلالک القدیم) وقال اولادہ (ان ابانا

۱۶۹ے مولانا فخر الدین قادری "تفسیر قادری" ج ۱ ص ۔ ۴۶۸

۱۷۰ے علامہ مفتی مظہر اللہ دہلوی "آسان تفسیر" ص ۔ (ضمیمہ ۲۰) اقبال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۳۶۱ھ

لفی ضلال مبین) اشارۃ الی شغفہ بیوسف وشوقہ الیہ (۱۷۱) وکذلک قد شغفہا حبا انا لنراھا فی ضلال مبین "(۱۷۲)

یعنی نبوت کے عطا کیے جانے سے قبل تم ہماری طرف سرگرداں تھے جیسا کہ اولاد یعقوب نے اپنے والد سے کہا کہ بے شک آپ یوسف کی محبت میں اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں یا جیسا انہوں نے کہا بے شک ہمارے باپ صراحتًہ ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان آیات میں ضلال سے مراد یہ ہے کہ وہ یوسف علیہ السلام کی محبت اور ان کے اشتیاق میں سرگرداں ہیں جیسا کہ (قد شغفہا حبا انا لنراھا فی ضلال مبین) والی آیت ہے کہ بے شک ان کی محبت اس کے دل میں پیر گئی ہے ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں۔ یہاں بھی ضلال مبین سے مراد والہانہ محبّت ہے۔

صاحب معجم القرآن نے "ضآلّ" کے معنی گمراہی کے ساتھ ساتھ "گم ہو جانا" بھی کیے ہیں۔ (۱۷۳)

امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر تدبر القرآن میں "ضآلّ" کے معنی بتاتے

۱۷۱۔ ابی الفیض السید محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی "تاج العروس من جواہر القاموس" الجزء ۷ ص۔ ۴۱۱ مطبعۃ الخیریہ

۱۷۲۔ علامہ حسین بن محمد بن مفضل بالراغب الاصفہانی "المفردات فی غریب القرآن"

۱۷۳۔ مولوی سید فضل الرحمٰن "معجم القرآن" ص۔ ۲۷۲

ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"ضالاً (سورۃ والضحیٰ میں) یہاں گمراہ کے معنی میں نہیں بلکہ وہ" راہ پانے" کے معنی میں ہے کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے بھی فطرت سلیم پر ہوتے ہیں۔" (۱۷۴)

تمام تفسیری اقوال میں اور لغات میں "ضالاً" کے معنی (ووجدك ضالا فھدیٰ) کے حوالے سے جس نے بھی بیان کیے تو کسی نے بھی معاذ اللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہ نہیں کہا جس طرح اردو مترجمین نے "ضالاً" کے عام معنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفت پر نہایت بے باکی سے کر دیئے جو کسی طرح بھی درست نہیں۔ ہر مفسر قرآن نے "وَوَجَدَكَ ضَآلًا فَهَدٰى" کے معنی سمجھانے کے لیے سورۃ یوسف کی ۹۵ ویں آیت کا حوالہ ضرور دیا ہے کہ جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے ان کی محبت میں وارفتہ تھے اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے منصب پر فائز ہونے سے قبل بھی اللہ کی محبت میں اتنے زیادہ مستغرق تھے کہ کئی کئی دن تک اسی محبوب کی یاد میں گھر سے دور غار میں اللہ کو یاد کرتے رہتے۔ دراصل یہ محبت کی انتہا ہے نہ کہ شریعت سے بے راہ روی (معاذ اللہ) اور یوسف علیہ السلام کی محبت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی وارفتگی بھی عین محبت کی وجہ سے ہے لیکن تمام اردو مترجمین نے یہاں بھی صریح

۱۷۴ے مولوی امین احسن اصلاحی "تدبر القرآن" ج ۹۔ ص۔ ۴۱۶

گمراہی کے معنی کیے ہیں یہاں تمام اسلاف کی تفاسیر سے اگر کوئی اردو ترجمہ قرآنی تائید حاصل کر سکا تو وہ صرف امام احمد رضا خاں قادری بریلوی کا ترجمہ قرآن ہے جو تمام مفسرین کے اقوال کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔

باب ہشتم

○

کنزالایمان کی
امتیازی خصوصیات

گزشتہ باب میں دیگر معروف اُردو قرآنی تراجم کا جائزہ اسلاف کی تفاسیر کی روشنی میں پیش کیا جا چکا ہے جس سے نہ صرف مترجمین قرآن کی صلاحیتوں کا اندازہ ہوا بلکہ ساتھ ہی ساتھ ان کی فکری بصیرت، فہم و ذکا کی وسعت، علمی گیرائی و گہرائی اور خاص کر ان کی وسعت مطالعہ کی واضح نشاندہی ہوئی۔ اس سے قبل ہر معروف مترجم قرآن کے ساتھ ساتھ اس کے ترجمہ قرآن کے محاسن اور خصوصیات پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن پر قدرے تفصیل سے بحث کی جائے امام صاحب کے ترجمہ قرآن کو کاملاً چونکہ زیر بحث نہیں لایا جا سکتا اس لیے منتخب آیات کے ترجموں کا ایک طرح جائزہ پیش کیا جائے گا کہ ترجمے کو سمجھنے میں کسی قسم کی دقت یا الجھن کا سامنا باقی نہ رہے۔ یہ خالصتاً فنی، علمی بنیادوں پر ہوگا۔ جن خطوط کی روشنی میں اس ترجمہ قرآن کا جائزہ لیا جائے گا وہ اگرچہ کثرت رکھتے ہیں مگر چند خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے محاسن بیان کیے جائیں گے۔ جن خصوصیات کو خاص طور سے مدنظر رکھا گیا ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱)، نام کا انتخاب (۲)، اسلوب ترجمہ (۳)، جامعیت و معنویت اور مقصدیت (۴)، صوتی حسن، سلاست و ترنم (۵) ادبی خصوصیت

کنزالایمان امام احمد رضا خان کے ترجمہ قرآن کی ایک اہم خصوصیت اس ترجمہ قرآن کا نام ہے جس کا موصوف نے تاریخی نام "کنزالایمان

فی ترجمہ القرآن" (۱۳۲۰ھ) رکھا۔ جس طرح خداوند کریم نے کتاب الٰہی کا نام قرآن رکھا جو نہ صرف نام کی مناسبت سے جامع ہے بلکہ قرآن کے اندر موجود تمام جامع رموز کی نشاندہی بھی کرتا ہے یعنی یہ وہ کتاب الٰہی ہے جس کے اندر سب کچھ جمع کر دیا گیا، امام صاحب نے اپنی مناسبت سے اپنے ترجمہ کا نام "کنز الایمان فی ترجمہ القرآن" رکھا یعنی قرآن مجید کا ایسا ترجمہ جس کو پڑھ کر قاری "ایمان کا خزانہ" پالیتا ہے۔ آپ نے قاری کو پہلے ہی ذہن نشین کرا دیا کہ حقیقت میں یہ "الکتاب" ایسا خزانہ ہے کہ اس سے بڑھ کر دنیا کا کوئی خزانہ ممکن ہی نہیں۔

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کا نام "کنز الایمان" اس لحاظ سے صد فیصد مناسب ہے کہ قرآن کی ہر ہر آیت شریفہ مسلمانوں کے لیے خصوصاً اور عام انسانوں کے لیے عموماً خزانہ ہے۔ مثلاً اگر کوئی آیت شریفہ امر بالمعروف کا حکم دے رہی ہے تو اس حکم پر عمل اور اس کی پیروی ہی اصل ایمان ہے۔ اگر نہی عن المنکر کا ذکر ہے تو گناہ سے بچنا ہی مومن کے لیے ایمان کی دلیل ہے۔ اگر آیت کریمہ عزیز و اقارب کے ساتھ حسن سلوک کا پیغام دے رہی ہے تو اس پر عمل درآمد مسلمانوں کے فرائض میں سے ہے اور اگر آیت مبارکہ کفار و مشرکین کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع کر رہی ہے تو ان سے دور رہنے میں ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے اور اگر قرآن کی آیت مسلمانوں کو مژدہ سنا رہی ہے تو اللہ سے امید رکھنا ایمان کا بنیادی حصہ ہے۔ اس لحاظ سے قرآن کی ہر آیت ایمان کے خزانے کا پتہ دے رہی ہے اس لیے یہ نام "کنز الایمان" تمام تراجم قرآن میں انفرادی خصوصیت کا حامل

ہے کیونکہ ہر آیت کے حوالے سے ایمانی خزانے کی نشاندہی ہو رہی ہے۔

اسلوب ترجمہ

اردو قرآنی تراجم میں سوائے شاہ محمد رفیع الدین دہلوی کے ترجمہ قرآن کے بقیہ تمام تراجم قرآن بامحاورہ ہیں۔ ان تراجم میں مترجمین قرآن نے اپنے ترجمہ قرآن کو سلیس اور سادہ زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اکثر مترجمین قرآن نے "کنزالایمان" سے قبل خاص طور سے ترجمہ قرآن میں عبارت آرائی، انشاء پردازی اور روزمرہ کی زبان اور گوناگوں محاورات کے استعمال پر قوت زیادہ صرف کی ہے جبکہ "کنزالایمان" کے بعد مترجمین قرآن نے عموماً مفہومی، توضیحی اور تشریحی اسلوب پر زیادہ زور دیا ہے جس کے نتیجے میں بعد کے مترجمین خصوصیت کے ساتھ نظم قرآنی کی اصل روح سے دور ہوتے چلے گئے جبکہ قرآن پاک کا اپنا اسلوب نہ صرف لفظی ہے اور نہ صرف محاوراتی۔ اسی طرح نہ صرف تقریری اسلوب ہے اور نہ صرف تحریری بلکہ قرآن پاک کا اپنا ایک انفرادی اسلوب ہے جس کو اسلوب قرآنی کہا جانا چاہیے۔ (۱)

جناب مودودی صاحب تمام مترجمین میں واحد مترجم قرآن ہیں جن کی نظر میں قرآن کا اسلوب صرف تقریری ہے اور وہ قرآن مجید کے طرز بیان کو صرف تقریری قرار دیتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں تفہیم القرآن کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں:-

"ایک اور وجہ اور بڑی اہم وجہ لفظی ترجمہ کے غیر مؤثر ہونے کی یہ ہے

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، "منہاج القرآن"، ج ۱ شمارہ ۷، ص ۔ ۲۷

ادارہ منہاج القرآن لاہور ۱۹۸۷ء

کہ قرآن کا طرز بیان تحریری نہیں بلکہ تقریری ہے۔ اگر اس کو منتقل
کرتے وقت تقریر کی زبان کو تحریر کی زبان میں تبدیل نہ کیا جائے
اور جوں کا توں اس کا ترجمہ کر ڈالا جائے تو ساری عبارت غیر
مربوط ہو کر رہ جاتی ہے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید ابتداءً
لکھے ہوئے رسالوں کی شکل میں شائع نہیں کیا گیا تھا بلکہ دعوت
اسلامی کے سلسلے میں حسب موقع و ضرورت ایک تقریر نبی (صلی اللہ
علیہ وسلم) پر نازل کی جاتی اور آپ اسے خطبے کی شکل میں لوگوں
کو سناتے تھے" (۲)

مودودی صاحب کی یہ بات ہرگز درست نہیں کیونکہ بقول جوہری طنطاوی
قرآن مجید میں ۷۰ ہزار علوم ہیں تو پھر ان علوم کا یکسر تقریری انداز میں اترنا کیسے
ممکن ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے متعلق ارشاد فرمایا :۔

كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَ
يُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ
تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (البقرۃ : ۱۵۱)

اس آیت میں یا اس جیسی کسی دوسری آیات میں یہ مفہوم کس طرح اخذ کیا جا
سکتا ہے کہ قرآن جب اترتا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صرف خطبے کی شکل میں لوگوں
کو پڑھ کر سنا دیتے بلکہ قرآن کی یہ آیت تو اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے کہ

---

۲ سید مودودی "تفہیم القرآن" ج۔ اول، ص ۔ ۸
مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۱۹۶۷ء

تلاوت کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کو سمجھانے کے لیے تمام ترحکمتوں سے کام لیتے ساتھ ہی ان کے قلوب کی صفائی بھی فرماتے لہٰذا قرآن کا اسلوب صرف تقریری ہرگز نہیں بلکہ اس کا اپنا "اسلوب قرآنی" ہے۔

اہل زبان اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ قرآنی اسلوب بیان میں حسن کلام روانی بیان، شکوہ لفظی اور مضامین کا ربط وضبط ایسی منفرد صفات ہیں جنہیں کوئی ایک اسلوب اپنے اندر سمو نہیں سکتا جب تک کہ اس اسلوب بیان میں سب کو جذب کر لینے کی استعداد نہ ہو اور یہ صرف اسلوب الٰہی میں ہی ممکن ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ کوئی بھی ترجمہ اس اسلوب قرآنی کے قریب تر ضرور ہو سکتا ہے مگر اس حقیقی روح کا ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کا حقیقی مفہوم نہ تو صرف لفظی ترجمہ ادا کر سکتا ہے اور نہ ہی صرف بامحاورہ بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ جہاں لفظی ترجمہ کی ضرورت ہے وہاں لفظی ترجمہ کیا جائے اور بامحاورہ کی جگہ محاوراتی ترجمہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ الفاظ کا انتخاب اس طرح کیا جائے کہ ترجمہ نہ تو صرف تحریری معلوم ہو اور نہ صرف تقریری بلکہ الفاظ کا چناؤ آیت کی مناسبت سے ہو۔

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی کا ترجمہ قرآن خاصی حد تک قرآنی اسلوب کے قریب تر ہے کیونکہ آپ کا ترجمہ قرآن نہ تو صرف بامحاورہ ہے اور نہ صرف لفظی بلکہ آپ نے ترجمہ قرآن میں یہ التزام واہتمام کیا ہے کہ حتی الامکان لفظ کے نیچے لفظ ہی کا ترجمہ لائیں مگر الفاظ کا چناؤ موقعہ اور محل کی مناسبت سے اتنا عمدہ کیا ہے کہ عبارت میں تسلسل بھی قائم رہتا ہے اور ترجمہ لفظی ہونے کے باوجود بامحاورہ معلوم ہوتا ہے مثلاً

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط (البقرۃ : ۱۰۴)

اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو ۔ (۳)

جبکہ دیگر معروف اردو قرآنی مترجمین نے ترجمہ کو بامحاورہ بنانے کی کوشش میں اسلوب قرآنی کی روشنی کو مدھم کر دیا مثلاً چند دوسرے تراجم ملاحظہ ہوں ۔

(۱) مسلمانو : (پیغمبر کے ساتھ) راعنا کہہ کر خطاب نہ کیا کرو بلکہ انظرنا کہا کرو اور (دھیان لگا کر) سنتے رہا کرو ۔ (۴)

(۲) اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو ۔ (۵)

(۳) اے ایمان لانے والو ، راعنا نہ کہا کرو ، بلکہ انظرنا کہو اور توجہ سے بات کو سنو ۔ (۶)

(۴) اے ایمان والو : راعنا نہ کہا کرو انظرنا کہا کرو اور تم ہمہ تن گوش رہا کرو ۔ (۷)

پیش کردہ تراجم میں دیگر مترجمین نے لفظ انظرنا کا ترجمہ نہیں کیا حالانکہ

---

۳ ۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ، ص ۔ ۲۴

۴ ۔ مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی "حمائل شریف مترجم" ، ص ۔ ۲۴

۵ ۔ مولوی محمود حسن دیوبندی "ترجمہ قرآن مجید" ، ص ۔ ۲۰

۶ ۔ سید مودودی "تفہیم القرآن" ، ج اول ص ۔ ۱۰۰

۷ ۔ ڈاکٹر سید حامد بلگرامی "فیوض القرآن" ، ج اول ص ۔ ۲۷

انظرنا عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ کلمہ یہاں اللہ تعالیٰ کے قول میں بھی موجود ہے اور جب ہر لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے تو انظرنا کا بھی کوئی ترجمہ ضرور ہونا چاہیے تاکہ قاری راعنا کے محل کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔ عربی تفاسیر کا اگر مطالعہ کیا جائے تو قرآن فہمی میں ماٰخذ کی حیثیت رکھتی ہیں اور جس میں مفسرین حضرات نے قرآن مجید کو بہت وضاحت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کی ہے وہ بھی دراصل الفاظ اور جملوں کے معانی ومطالب پر بہت زور دیتے ہیں مثلاً علامہ قرطبی انظرنا کی وضاحت فرماتے ہیں " اقبل علینا وانظر إلینا "۔(۸) علامہ خازن تحریر فرماتے ہیں (انظرنا) " ای انظر إلینا "۔(۹) اسی طرح التفسیر الحدیث کے مصنف محمد غزہ دروزۃ بھی انظرنا کے معنی " انظر إلینا "(۱۰) ہی بیان فرماتے ہیں۔

اب امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ دیکھیں کہ لفظ کے نیچے لفظی ترجمے کا اہتمام بھی ہے اور ہر لفظ کے معنی ایسے منتخب کیے ہیں کہ ترجمہ میں روانی بھی برقرار رہی اور کسی لفظ کے معنی بھی قاری کی نظر سے اوجھل نہ رہے جبکہ دیگر تمام تراجم کو پڑھنے کے بعد قاری انظرنا کے معنی سے نہ صرف بے خبر رہتا ہے بلکہ عبارت

۸۔ علامہ ابی عبداللہ محمد بن احمد قرطبی " الجامع الاحکام القرآن "، ج اول الجزالثانی، ص۔ ۶۰ مطبوعہ ایران

۹۔ علامہ علاؤ الدین علی بن محمد الخازن " تفسیر الخازن "، ج اول ص۔ ۷۷ نعمانی کتب خانہ لاہور

۱۰۔ علامہ محمد غزہ دروزۃ التفسیر الحدیث " الجزاول ص۔ ۲۱۹ مطبوعہ مصر

میں تسلسل بھی قائم نہیں رہتا اسی طرح "واسمعوا" کی معنویت سے بھی بے خبر رہتا ہے کیونکہ مترجمین نے "واسمعوا" کا ترجمہ سنو، سنتے رہو، اور خوب سنو کیا ہے جبکہ امام احمد رضا بریلوی اس معنوی ماحول کی پوری عکاسی کرتے ہوئے ترجمہ کرتے ہیں کہ "پہلے ہی سے بغور سنو" (۱۱) امام احمد رضا بریلوی ہر ہر لفظ پہ گہری نظر رکھتے ہیں اسی لیے قاری کو ہر طرح تفسیری مواد چند لفظوں میں پہنچانے کے ساتھ ساتھ ترجمہ میں قرآنی اسلوب سے قریب تر بھی رہتے ہیں۔ چند مثالیں اور ملاحظہ کیجیے :۔

عربی زبان کے قواعد کے مطابق تین مختلف زمانوں کے اعتبار سے افعال کو ماضی اور مضارع میں تقسیم کیا گیا ہے فعل ماضی زمانہ کے لئے آتا ہے اور مضارع زمانہ حال اور مستقبل دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی فعل مضارع ہو تو اس سے دونوں زمانے مراد لیے جائیں گے اور سیاق و سباق کے حوالے سے زمانے کا تعین کیا جائے گا۔ اور اگر سیاق و سباق دونوں زمانے کی نشاندہی کر رہے ہوں تو پھر ضروری ہے کہ ترجمہ بھی دونوں زمانوں کی نشاندہی کرے۔ یہ خصوصیت بھی امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کو حاصل ہے۔ آپ ترجمہ کرتے ہوئے فعل، فاعل اور صرفی و نحوی قواعد وغیرہ کا بخوبی خیال رکھتے ہیں۔ آپ نے یہ اہتمام پورے ترجمہ قرآن میں رکھا ہے جبکہ دیگر مترجمین نے عموماً اس بات کو نظر انداز کیا ہے جس کی وجہ سے ترجمہ قرآن کی چاشنی کا کیف کم ہو گیا ہے۔ عربی قواعد کے اعتبار سے مرکب اضافی میں مضاف

۱۱۔ امام احمد رضا بریلوی "کنز الایمان" ص۔ ۲۴

(جس کو نسبت دی جاتی ہے) پہلے آتا ہے اور مضاف الیہ (جس کی طرف نسبت کی جاتی ہے) بعد میں آتا ہے (۱۲) مثلاً "نبی اللہ" مگر جب اردو زبان میں ترجمہ کریں گے تو اردو زبان کے قاعدے کے مطابق مضاف الیہ پہلے آئے گا۔ اور مضاف بعد میں اس لیے ترجمہ ہوگا "اللہ کا نبی"، اس قاعدے کی پابندی بھی امام صاحب کے ترجمۂ قرآن میں ہر جگہ نظر آئے گی مثلاً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا۔ (۱۳)

بسم اللہ کے ترجمہ میں ہر ایک مترجم نے اسم اللہ کو مضاف کے بعد رکھا ہے۔

جب کہ اردو قواعد کے مطابق اسم اللہ جو مضاف الیہ ہے پہلے آنا چاہیے مگر سوائے امام احمد رضا بریلوی کے تقریباً بہت مترجمین نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے مضاف کا پہلے ترجمہ کیا ہے مثلاً "شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے"، اس قسم کا ترجمہ قاعدے کے مطابق غلط ہے اور اس میں بلاضرورت اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں لاکر کے بارگاہ الوہیت کے ادب کا بھی خیال نہ رکھا۔ (۱۴)

۱۲؎ مولوی عبدالستار خاں "عربی کا معلم"، ج اول ص۔ ۴۲ قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۳؎ مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص۔ ۱

۱۴؎ ملک شیر محمد خاں اعوان "محاسن کنزالایمان"، ص۔ ۹۱ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۴۰۲ھ

عربی قواعد کے مطابق "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" ظرف مستقر ہے جس کا تعلق کسی فعل یا اسم سے کیا جاتا ہے جس کو اپنی طرف سے اعتبار کرنا پڑتا ہے اگرچہ کئی احتمال ہیں۔ اسم ہو یا فعل، خاص ہو یا عام اول ہو یا آخر اس مقام پر امام احمد رضا کے ترجمہ میں لفظ اللہ پہلے ہے اور شروع بعد میں لیکن دیگر معروف اردو تراجم میں شروع پہلے اور اسم اللہ بعد میں۔ امام بریلوی کے ترجمہ سے پتا چلتا ہے کہ اس کا تعلق بعد سے ہے اس ترجمہ کی تائید صاحب مدارک کی تفسیر سے ملتی ہے جو اس طرح ہے:۔

"وتعلقت الباء بمحذوف تقديره بسم الله أقرأ أو أتلو" (۱۵)

یہاں پڑھنے یا تلاوت کو بعد میں ہونے کی وجہ بھی مفسر آگے بیان کرتے ہیں:۔

"وانما قدر المحذوف متاخرا لان الاهم من الفعل والمتعلق به هو المتعلق به وكانوا يبدؤن باسماء آلهتهم فيقولون باسم اللات وباسم العزى فوجب أن يقصد الموحد معنى اختصاص اسم الله عزوجل بالابتدأ و بتقديمه وتاخير

---

۱۵ ؎ العلامہ ابی البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النفسی "تفسیر مدارک" ج اول، ص ۔ ۱۲ نعمانی کتب خانہ لاہور

الفعل" (۱۶)

ترجمہ: فعل کے مؤخر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فعل کا متعلق بنسبت فعل کے زیادہ مقصود ہے کیونکہ کافر اپنے کاموں کی ابتدا میں اپنے معبودان باطلہ کے نام لیا کرتے تھے "باسم اللات" اور "باسم العزی" کہتے تھے اس لیے مومن کے لائق یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کو اول میں لائے۔ یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ فعل مؤخر ہو اور اللہ کا اسم گرامی مقدم۔

اب واضح ہوا کہ اسی نکتہ کے پیش نظر امام احمد رضا اپنے ترجمۂ قرآن میں لفظ اللہ کو پہلے لائے اور فعل بعد میں جس کا دیگر حضرات قطعی خیال نہ کر سکے۔

اب ماضی، مضارع کی مناسبت سے ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ (الفاتحہ: ۴)

(۱) ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ (۱۷)

جبکہ دیگر مترجمین اس طرح ترجمہ کرتے ہیں:۔

(۲) ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کرتے ہیں۔ (۱۸)

(۳) اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے

---

۱۶ ۔ العلامہ ابی البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی "تفسیر مدارک"، ج اول، ص ۔ ۱۴ ، نعمانی کتب خانہ لاہور

۱۷ ۔ مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص ۔ ۱

۱۸ ۔ مولوی اشرف علی تھانوی "ترجمہ قرآن"، ص ۔ ۱

ہیں۔ (۱۹)

(۴) ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں (یعنی تیری ہی پوجا کرتے ہیں) اور تجھی سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ (۲۰)

سورۃ فاتحہ کی اس آیت میں "نعبد" اور "نستعین" دونوں فعل مضارع ہیں اور ساتھ ہی ساتھ جمع متکلم کے صیغے بھی۔ جن کا ترجمہ صرف حال میں کرنے سے اگرچہ قاعدے کی سراسر خلاف ورزی تو نہیں ہوتی مگر امام احمد رضا کے ترجمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایسے مقامات پر بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے اور عربی زبان کو اردو میں بڑی خوبی سے بیان کرتے ہیں، جیسا کہ قرآنی اسلوب سے قریب تر اس مقام پر ترجمہ کیا "ہم تجھی کو پوجیں اور تجھ ہی سے مدد چاہیں"۔ امام بریلوی اس مقام پر ترجمہ کرتے ہوئے خشوع اور خضوع کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے اس مقام پر بندے کو بارگاہ خداوندی میں عجز وانکساری کے محل کی نشاندہی کرتے ہوئے یہ ترجمہ کیا ہے جو احتیاط کا تقاضا بھی ہے کہ جب بندہ سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے صفات باری تعالیٰ کے بارے میں بخوبی جان لے اور یہ بھی اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ جو "رب العلمین" ہے جو "الرحمٰن والرحیم" ہے اور انصاف کے دن کا مالک ہے۔ اس مقام پر پہنچنے کے بعد اسے اللہ سے ہی توفیق مانگنی چاہیے کہ وہ اسے اپنی عبادت کی توفیق دے اور اپنے

۱۹؎ مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی۔ قرآن مجید مترجم۔ ص ۔ ۱

۲۰؎ مولوی وحید الزماں۔ تبویب القرآن۔ ص ۔ ۱

سوا کسی کا محتاج نہ کرے۔ یہ عجز و انکساری عربی قواعد کی پابندیوں کے ساتھ سوائے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کے اور کسی ترجمے میں نظر نہیں آتی جب کہ ہر کسی نے الفاظ کی غیر ضروری اضافت کر کے عبارت میں جھول پیدا کر دیا جس کی وجہ سے وہ اسلوب قرآن سے دور ہو گئے جبکہ امام صاحب کا ترجمہ اسلوب قرآنی سے قریب تر ہے اور مختصر الفاظ میں ترجمہ کرتے ہوئے عبارت کی روانی کو بھی قائم رکھا اور لفظی ترجمے کو با محاورہ بھی بنا دیا۔

قرآن پاک کے آزاد اور لفظی تراجم کے علاوہ مترجمین قرآن نے قرآنی اسلوب اپنانے کی کوشش تو ضرور کی ہے مگر امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن، لفظی تراجم کے نقائص سے بھی پاک ہے اور با محاورہ ترجمہ کی کمزوریوں سے بھی مبرا ہے۔ آپ کے ترجمے کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ لفظی ترجمے کے محاسن کے حوالے سے قرآن کے ہر ہر لفظ کا مفہوم و معنی اس طرح واضح کر دیا ہے کہ اسے پڑھ لینے کے بعد کسی لغت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ با محاورہ ترجمے کے محاسن کو بھی اس خوبی و کمال کے ساتھ اپنے اندر سمو لیا ہے کہ عبارت میں کسی قسم کا بوجھ یا ثقل محسوس نہیں ہوتا اسی طرح امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ انہوں نے قرآن کے ترجمے کے انداز کو کسی نئے اسلوب میں نہیں ڈھالا بلکہ اسلوب قرآن کو قائم رکھتے ہوئے اس کا اس طرح ترجمہ کیا کہ یہ اسلوب نہ تو تقریری ہے اور نہ تحریری۔ اب چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن کی مدد سے مذکورہ بالا توجیہات کی تصدیق ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ کلام الٰہی میں ارشاد فرماتا ہے :۔

وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۝ (یوسف : ۴)

ترجمہ :۔ اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا ۔ (۲۱)

دیگر مترجمین کا ترجمہ ملاحظہ ہو :۔

(۱) اور تجھ کو (خواب کی) باتوں کی تعبیر سکھائے گا ۔ (۲۲)

(۲) اور سکھادے گا کل بٹھانی باتوں کی ۔ (۲۳)

(۳) اور سکھادے گا تجھ کو تعبیر بتانی باتوں کی ۔ (۲۴)

(۴) اور سکھادے گا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا ۔ (۲۵)

ان تراجم کے علاوہ دیگر اردو قرآنی تراجم میں لفظ "تاویل" اور "احادیث" کے معنی واضح نہیں ہیں جبکہ امام بریلوی کے ترجمۂ قرآن میں دونوں معنی واضح ہیں ۔ اسی طرح اسلوب پر نظر ڈالیں تو امام صاحب کی تحریر میں وہی تسلسل قائم رہتا ہے جس طرح متن میں پڑھنے والے کا ربط نہیں ٹوٹتا جب کہ بقیہ تراجم میں کہیں الفاظ ثقیل ہیں اور کہیں اضافی الفاظ سے عبارت میں جھول پیدا ہو گیا ۔

---

۲۱ ۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۔ ۲۷۷
اہل سنت برقی پریس مراد آباد

۲۲ ۔ مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی "قرآن مجید مترجم" ص ۔ ۳۷۶

۲۳ ۔ شاہ عبد القادر دہلوی " ایضاً " ص ۔ ۳۸۷

۲۴ ۔ شاہ رفیع الدین دہلوی "ترجمہ قرآن" ص ۔ ۲۶۵

۲۵ ۔ مولوی محمود حسن دیوبندی " ایضاً " ص ۔ ۳۰۵

اب لغت اور تفاسیر کی روشنی میں امام صاحب کے ترجمہ کی حقانیت ملاحظہ کیجیے۔

لفظ تاویل "اول" سے مشتق ہے اور امام راغب کے نزدیک اس کا مفہوم کچھ اس طرح بنتا ہے۔

"ردالشئ الی الغایۃ" (۲۶) یعنی کسی چیز کا غایت مقصودہ یعنی انجام کی طرف لوٹ آنا۔

اس لیے تاویل کے معنی ہوئے انجام نکالنا، انجام سے باخبر ہونا، غایت سے آگاہ ہونا وغیرہ جو کسی کلام کی تہ میں مخفی ہو لہذا امام احمد رضا کا ترجمہ "وہ تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھا دے گا قواعد عربی کے عین مطابق ہے۔ مذکورہ ترجمہ لفظی ہے اور بامحاورہ بھی اور امام صاحب کے اس ترجمے میں جہاں عبارت آرائی سے گریز ہے وہیں لفظ تاویل کا معنی تلاش کرنے کی حاجت بھی باقی نہیں رہتی۔ امام صاحب نے لفظی اشکال قطعی پیدا ہونے نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام قاری اس ترجمہ کو بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم تھا اس میں کوئی شک نہیں مگر اس مقام پر امام احمد رضا نے لفظ احادیث کا مرادی ترجمہ کرنے کے بجائے بالکل لفظی ترجمہ کیا اور جب لفظ حدیث کا لغت میں مطلب دیکھا گیا تو احمد رضا کے ترجمہ کی گہرائی کا صحیح اندازہ ہوا۔ اگرچہ تاویل سے مراد خواب کی تعبیر بھی لیا جاتا ہے مگر قرآن کریم نے اس مقام پر لفظ تاویل کے ساتھ ساتھ رویا کا ذکر بھی کیا ہے۔ جیسا

۲۶۔ علامہ حسین بن محمد بن مفضل بالراغب الصفہانی "المفردات فی غریب القرآن"، ص۔ ۳۱

کہ قرآن کا ارشاد ہے :۔

وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ط (یوسف : ۱۰۰)

ترجمہ :۔ اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک میرے رب نے سچا کیا۔(۲۷)

ٹھیک اسی آیت کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی وہ حمد و مناجات اگلی آیت میں مذکور ہے جو انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے وقت ملاقات بارگاہ خداوندی میں بصد عجز و انکساری عرض کی۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ج (یوسف : ۱۰۱)

ترجمہ :۔ اے میرے رب بے شک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھایا۔(۲۸)

اب غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ تاویل کا لفظ رویا کے ساتھ بھی ہے اور احادیث کے ساتھ بھی۔ ایسی صورت میں یقیناً احادیث اور رویا کے معنی میں فرق ہونا چاہیے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ رویا کے ساتھ تاویل ہی کا لفظ آتا ہو۔ قرآن کریم نے ایسی صورت میں ایک موقع پر ارشاد فرمایا :۔

يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا

۲۷۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص۔ ۳۵۰

۲۸۔ ایضاً ص۔ ۳۵۰

تَعْبُرُوْنَ : (یوسف ۴۳)

ترجمہ:۔ اے درباریو میرے خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہے (۲۹)

یہاں خواب کے ساتھ لفظ تعبیر کے بجائے افتونی بھی وارد ہوا ہے یعنی تعبیر کے بجائے افتا لایا گیا ہے جس کا مطلب تعبیر ہی لیا گیا ہے۔ اسی طرح حدیث کے لغوی معنی نئی پیدہ شدہ بات کے لیے جاتے ہیں۔(۳۰) اس لحاظ سے تاویل الاحادیث کا ترجمہ امام احمد رضا کے یہاں پڑھا جائے گا تو اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ "تمہیں نئے نئے امور کی تہہ تک پہنچنا سکھائے گا،" چاہے وہ امور سلطنت ہوں یا لوگوں کے درمیان تنازعات کے فیصلے، یا لوگوں کے خوابوں کی تعبیر۔ اس اعتبار سے امام بریلوی کے ترجمہ قرآن سے یہ بات سمجھنا آسان ہو جاتی ہے اور ایک محقق کو بات کی گہرائی تک پہنچنے میں بالکل دشواری نہیں ہوتی۔ چنانچہ امام احمد رضا کا ترجمہ "وہ تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھا دے گا" قواعد عربی کے عین مطابق ہے۔ ترجمہ مختصر بھی ہے اور جامع بھی اور ترجمے میں نہ عبارت کی روانی متاثر ہوئی اور نہ ہی کہیں تسلسل ٹوٹا اس کے علاوہ نہ کہیں عبارت میں سقم پیدا ہوا اور نہ مضمون کا نظم مضمحل ہوا۔ حقیقتاً اس ترجمہ میں لفظی اور بامحاورہ ترجموں کا حسن، کمال خوبی کے ساتھ یکجا کر دیا گیا ہے اور اسی ترجمے میں غیر ضروری عبارت آرائی سے گریز بھی ہے اور لفظ تاویل کا معنی تلاش کرنے کی حاجت بھی نہیں رہتی۔

---

۲۹ ۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، ص ۔ ۳۸۵

۳۰ ۔ المنجد ص ۔ ۱۹۲ دار الاشاعت کراچی ۱۹۷۵ء

ایک اور مقام ملاحظہ کیجیے۔ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:۔

وَاِذَا خَلَوۡا عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ ؕ قُلۡ مُوۡتُوۡا بِغَيۡظِكُمۡ ؕ (ال عمران: ۱۱۹)

اس آیت شریفہ میں کفار کی ذہنی اور نفسیاتی کیفیت کا بیان ہے اور خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اس مقام پر حسن ترجمہ کے جس پہلو کی نشاندہی مقصود ہے وہ یہ کہ اس آیت میں لفظ "غیظ" دو مرتبہ آیا ہے اور دونوں کا محل اگرچہ قدرے مختلف ہے اس لیے دونوں جگہ ترجمہ بھی موقع محل کی مناسبت سے ہونا چاہیے اس پہلو کا خاص خیال سوائے امام احمد رضا کے ترجمے کے اور کہیں نہیں ملتا۔ ترجمہ ملاحظہ کیجیے:۔

(۱) اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے، تم فرماؤ کہ مر جاؤ اپنی گھٹن میں۔ (۳۱)

(۲) اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں دشمنی سے تو کہہ مرو تم اپنی دشمنی میں۔ (۳۲)

(۳) اور جب اکیلے ہوتے ہیں (تو) کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں غصے کے مارے کہدے کہ مر و اپنے غصے میں۔ (۳۳)

(۴) اور جب علیحدہ ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں غصے

۳۱؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمہ القرآن"، ص ۔ ۱۰۴

۳۲؎ شاہ عبد القادر دہلوی "ترجمہ قرآن"، ص ۔ ۱۰۵

۳۳؎ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی "قرآن مترجم"، ص ۔ ۲۳۲

کے مارے کہہ دیجیے مر جاؤ اپنے غصے میں۔ (۳۴)

(۵) اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر (شدت) غیظ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں آپ کہہ دیجیے کہ تم غیظ میں مر رہو۔ (۳۵)

ترجمے میں کسی بھی مترجم نے غیظ کے موقع و محل کا لحاظ نہ رکھا مگر امام موصوف نے پہلے غیظ کے معنی تو غصہ ہی کیا ہے اس لیے کہ غیظ عربی زبان میں شدید غصّے کی حالت کو کہتے ہیں اور غیظ کے معنی غصہ یا سخت غضب میں بیان کیے گئے ہیں۔ (۳۶) اسی آیت کے دوسرے حصّے میں جو لفظ غیظ وارد ہوا ہے اس کا ترجمہ تمام مترجمین نے بلا استثناء غصہ ہی کیا ہے اور کسی کا ذہن اس حقیقت کی جانب متوجہ نہ ہو سکا کہ پہلے مقام پر لفظ غیظ شدت غضب کی نشاندہی کر رہا ہے جبکہ دوسری جگہ یہی لفظ طبیعت کی اس گھٹن پر دلالت کر رہا ہے جو شدید غصے کی بنا پر پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بریلوی نے دوسرے مقام پر "موتوا بغیظکم" کا ترجمہ "مر جاؤ اپنی گھٹن میں" میں کیا ہے۔ امام راغب نے مفردات میں پہلے غیظ کا مفہوم تو شدت غضب ہی کیا ہے لیکن دوسرے غیظ کے معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"إمساك النفس عند اعتراء الغيظ" (۳۷)

۳۴۔ مولوی فیروزالدین روحی "قرآن مجید مترجم" ص۔ ۱۰۲

۳۵۔ مولوی عبدالماجد دریا آبادی۔ "ترجمہ قرآن" ص۔ ۲۳۲

۳۶۔ المنجد ص۔ ۷۲۴ دارالاشاعت کراچی ۱۹۷۵ء

۳۷۔ علامہ الحسین بن محمد الراغب الاصفہانی "المفردات فی غریب القرآن" ص۔ ۳۶۸

یعنی جب غصہ شدت اختیار کر لیتا ہے تو اس کے نتیجے میں طبیعت میں ایک گھٹن سی پیدا ہو جاتی ہے کہ اسی حال میں انسان نہ کچھ کر سکتا ہے اور نہ خاموش رہ پاتا ہے تو اس ذہنی و نفسیاتی کیفیت کو بھی عربی زبان میں غیظ ہی سے تعبیر کرتے ہیں مگر موقع محل اسی کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے لہٰذا پہلا غیظ سبب ہے جبکہ دوسرا غیظ اس کا نتیجہ۔ اسی حقیقت کے پیش نظر امام احمد رضا نے پہلے مقام پر غیظ کا ترجمہ غصہ کیا کہ یہ "سبب" تھا اور دوسرے مقام پر غیظ کو "گھٹن" سے تعبیر کیا کہ یہ "مسبب" تھا۔ یہ انفرادیت صرف امام صاحب ہی کے ترجمے میں نظر آتی ہے کیونکہ آپ نے ایک ہی آیت میں وارد ہونے والے ایک ہی کلمہ کا دو مختلف مقامات پر اس طرح ترجمہ کیا ہے کہ لغت کی باریکیوں کا لحاظ بھی برقرار رکھا اور آیت کا مفہوم بھی اس طرح واضح کیا کہ ترجمہ قرآن میں ربط تسلسل باقی رکھا اور دونوں مقامات پر لغوی ترجمہ کیا نہ کہ سطحی۔ اس آیت کے ترجمے سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کو عربی اور اردو دونوں ادب پر کس قدر کامل دسترس حاصل ہے۔

اسی طرح اسی آیت میں ایک کلمہ "عضوا" وارد ہوا ہے یہ کلمہ بھی قابل توجہ ہے۔ تمام مترجمین نے "عضوا علیکم الانامل" کے معنی "اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھانا" کیا ہے، حالانکہ یہاں کاٹ کاٹ کر کھانا نہیں بلکہ غصے کی کیفیت میں انسان درحقیقت انگلیاں چباتا ہے اور یہ انگلیاں چبانا محاورہ بھی ہے جس سے شدید غصے کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی وہ واحد مترجم ہیں جنہوں نے قرآن کے مقصد و مراد کو کمال خوبی کے ساتھ واضح کرتے ہوئے اس کا ترجمہ کیا: "اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں"۔ اس

جگہ امام صاحب نے متروک لفظ کو ترک کیا اور بہترین متبادل لفظ کا برمحل استعمال کیا تاکہ مفہوم سمجھنے میں دشواری نہ ہو اور لفظ "چبائیں" کا اس طرح استعمال کیا کہ کسی غیر ضروری اضافہ کے بغیر بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ ان مثالوں سے یہ حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے کہ امام بریلوی کے ترجمہ قرآن میں لفظی اور بامحاورہ ترجمہ کے درمیان ایک راہ اعتدال پائی جاتی ہے جس سے ان کے ترجمے میں نہ لفظی ترجمے کی انتہاپسندی باقی رہتی ہے اور نہ بامحاورہ ترجمہ کی بلامقصد عبارت آرائی وغیرہ۔ ان مثالوں سے امام موصوف کی عربی لغت وادب کے ساتھ ساتھ اردو زبان، اس کی لغت وادب، اور روزمرہ محاورات کے استعمال پر کامل دسترس کا ثبوت بھی ملتا ہے

جامعیت، معنویت اور مقصدیت

امام احمد رضا بریلوی کے ترجمۂ قرآن کا ایک اور امتیازی پہلو دیگر معروف اردو قرآنی مترجمین کے مقابلے میں یہ ہے کہ جو جامعیت، معنویت اور مقصدیت قرآن کے کلمات میں پوشیدہ ہے اس کی مکمل جھلک امام موصوف کے ترجمہ میں نمایاں ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ مترجم کے ذہن میں وہ تمام تفاسیر، لغوی معنی، اس سے متعلق احادیث مبارکہ اور اقوال صحابہ موجود ہوں اور ساتھ ہی ساتھ قوت حافظہ بھی اتنا قوی ہو کہ وہ کمپیوٹر کی طرح کام کرے، جس طرح کمپیوٹر کا بٹن دبا کر مطلوبہ معلومات ([illegible]) یکجا طور پر ایک ہی نظر میں اسکرین پر دیکھی جا سکتی ہے اسی طرح مترجم کا ذہن بھی اتنا قوی اور فعّال ہو کہ فوراً ان تمام کلمات کے مقامات کو یکجا کر کے اور ان کی جامعیت، معنویت اور مقصدیت کے پیش نظر

ایسے الفاظ کا انتخاب کرے کہ ترجمہ میں کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہے اور نہ عبارت میں کوئی جھول۔ حقیقت میں بلا امتیاز اگر امام احمد رضا کے ترجمہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ یہ ترجمہ مستند تفاسیر اور لغات کی مستند کتب کی عکاسی کرتا ہے۔ اگرچہ یہ تینوں پہلو ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں مگر تینوں میں جو فرق ہے اسی فرق کے پیش نظر چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں :۔

ترجمہ میں جامعیت

جامعیت قرآنی کو امام بریلوی نے جس خوبی کے ساتھ ترجمہ میں ڈھالا اس کے لیے مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو :۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۔ (الرحمٰن : ۳۳)

ترجمہ :۔ اے جن و انس کے گروہ اگر تم سے ہو سکے آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ ؕ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔ (۴۸)

قرآن پاک کی یہ آیت شریفہ سائنس و حکمت کے بہت ہی اہم نکتہ کی طرف نشاندہی کر رہی ہے۔ اس آیت میں کلمۂ سلطٰن کے ترجمے میں اکثر حضرات کے یہاں ابہام پایا جاتا ہے اور لفظ سلطٰن کی جامعیت کو کوئی بھی مترجم ترجمہ میں پیش نہ کر سکا البتہ تفاسیر میں کسی حد تک اس کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

---

۴۸ ۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، ص ۔ ۷۶۹

مگر احمد رضا خاں نے "سلطٰن" کا ترجمہ سلطنت کر کے عظمت خداوندی کو عوام کی نظر میں اجاگر کیا ہے۔ اس ترجمہ سے یہ احساس و یقین قوی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت پوری کائنات میں ہے گویا احمد رضا یہاں لفظ سلطنت کی مدد سے حکومت الٰہیہ اور اقتدار اعلیٰ کا تصور قاری کے ذہن میں بٹھانا چاہتے ہیں جب کہ دیگر تراجم میں اس قسم کا قطعی تاثر نہیں ملتا۔

امام احمد رضا ترجمہ میں اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ جس آیت سے جس علم پر روشنی پڑتی ہے اس آیت کا ترجمہ ٹھیک اسی علم کی مصطلحات میں کیا جائے جیسا کہ انہوں نے اس آیت میں بھی کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی وہ واحد مترجم قرآن ہیں جن کے علوم عقلیہ یعنی موجودہ اور قدیم سائنس و حکمت پر بھی سو سے زیادہ رسائل موجود ہیں اور سائنس و حکمت کا کوئی بنیادی شعبہ ایسا نہیں جس پر امام صاحب کی دو چار قلمی یادگاریں نہ ہوں۔(۳۹) یہاں سائنس و حکمت کے حوالے سے چند امثال پیش کرنا چاہوں گا تاکہ امام موصوف کی ان علوم پر دسترس کا اندازہ لگایا جا سکے۔ مثلاً سورۃ النباء کی ۲۰ ویں آیت ملاحظہ ہو:۔

وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ (النباء: ۲۰)

ترجمہ:۔ اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا ریتا اور پانی کا دھوکا دیتا۔(۴۰)

۳۹۔ مجید اللہ قادری، "قرآن سائنس اور امام رضا"، ص ۱۵/۱۴، ادارہ تحقیقات امام رضا کراچی ۱۹۸۹ء

۴۰۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص ۔ ۸۱۹

دیگر مترجمین کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو:۔

(۱) اور چلائے جاویں گے پہاڑ پس ہو جاویں گے مانند ریت کی۔(۴۱)

(شاہ رفیع الدین دہلوی)

(۲) اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیے جائیں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جاویں گے۔ (۴۲) (مولوی اشرف علی تھانوی)

(۳) اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) چلائے جائیں گے اور وہ غبار ہو کر رہ جائیں گے۔ (۴۳) (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)

(۴) اور پہاڑ چلائے جائیں گے یہاں تک کہ وہ سراب ہو جائیں گے(۴۴)۔

(ابوالاعلیٰ مودودی)

اس آیت کا ترجمہ جو امام احمد رضا نے کیا ہے اس کو پڑھ کر جہاں ایک دینی عالم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا وہیں علوم عقلیہ کا ماہر خاص کر علوم ارضیات اور طبیعات کا ماہر بھی امام صاحب کے اس ترجمۂ قرآن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا خاص کر لفظ "سرابا" کا ترجمہ جبکہ اکثر مفسرین نے انہی معنوں میں تفسیر فرمائی ہے۔ مثلاً:۔

تفسیر خازن میں ہے (فکانت سرابا) "ای ھبا منبثا

۴۱۔ شاہ رفیع الدین دہلوی "قرآن مجید مترجم" ص۔ ۸۱۹

۴۲۔ مولوی اشرف علی تھانوی "قرآن مجید مترجم" ص۔ ۸۱۹

۴۳۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی "حمائل شریف مترجم" ص۔ ۹۲۹

۴۴۔ سید مودودی "ترجمہ قرآن مجید" ص۔ ۵۱۴

کا لسراب فی عین الناظر" (۴۵)

ریت کے ذرات جو دور سے دیکھنے میں (پانی کی طرح) چمکتے ہیں انہیں سراب کہا جاتا ہے۔

مدارک میں ہے :۔ای هباء تخیل الشمس انه ماء" (۴۶)

ریت کے ذرات جو سورج کی روشنی میں پانی کی طرح چمکتے معلوم ہوں۔

تفسیر فتح القدیر میں ہے :" فکانت هباء منبثا یظن الناظر أنها سراب والمعنی کما ان السراب یظن الناظر انه ماء ولیس بماء" (۴۷)

ریت کے ذرات کی چمک کا دیکھنے میں پانی کا گمان ہوتا ہے اور سراب درحقیقت دیکھنے میں پانی کا گمان دیتا ہے مگر حقیقت میں وہاں پانی نہیں ہوتا۔

تفسیر البغوی میں ہے :" ای هباء منبثا اعین الناظر کالسراب" (۴۸)

چمکتا ریت دیکھنے والے کو سراب کا دھوکا دیتا ہے۔

مفردات القرآن میں ہے :" والسراب اللامع فی المفازة کالماء وذلک لانسرابه فی

---

۴۵ ۔ علامہ علاؤالدین علی المعروف بالخازن "تفسیر الخازن" ج ۴ ص ۔ ۳۴۷

۴۶ ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی "تفسیر مدارک"

۴۷ ۔ علامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانی "فتح القدیر" ج ۵ ص ۔ ۳۶۵

۴۸ ۔ الامام ابی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی "تفسیر البغوی" ج ۴ ص ۔ ۴۸۲

مرأی العین وکان السراب: (۴۹)

یعنی سراب اس کو کہا جاتا ہے جب شدت گرمی میں دوپہر کے وقت بیاباں میں جو پانی کی طرح ریت چمکتی ہوئی نظر آتی ہے اس کو سراب کہتے ہیں۔

معجم القرآن میں سرابًا کے معنی ہیں: "ریت جو موسم گرما میں دُور سے پانی کی طرح چمکتی ہے" (۵۰)

تفاسیر اور لغت کی معنویت سے جو بات سامنے آئی وہ یہ ہے کہ سرابًا ایک قسم کا دھوکا ہے کہ جب ریگستان میں یا کسی سخت سطح پر سورج کی شعائیں پڑتی ہیں تو دُور سے پانی کی موجودگی کا دھوکا ہوتا ہے دیگر مترجمین نے اس کا ترجمہ صرف ریت کیا ہے جس سے "سرابًا" کی جامعیت اجاگر نہیں ہوتی۔ جبکہ امام احمد رضا نے "سرابًا" کی جامعیت کے پیش نظر صحیح مفہوم اخذ کر کے ترجمہ کیا ہے۔

امام احمد رضا خاں نے دراصل قرآن پاک کی سورۃ القارعہ میں قیامت میں پہاڑوں کی حالت کے پیش نظر رکھ کر ترجمہ کیا ہے ارشاد خداوندی ہے:۔

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ (القارعہ: ۵)

ترجمہ:۔ اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھنکی کی اون۔ (۵۱)

۴۹ے علامہ ابی القاسم الحسین بن محمد الراغب الاصفہانی، المفردات غریب القرآن، ص۔ ۲۹۹

۵۰ے سید فضل الرحمن، معجم القرآن، ص۔ ۳۳۲۔ ادارہ مجددیہ کراچی، ۵۔۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

۵۱ے امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، ص۔ ۸۴۲

اسی طرح سورۃ المرسلات کی آیت کے پیش نظر کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ (المرسلٰت : ۱۰)

ترجمہ :- اور جب پہاڑ غبار کر کے اڑا دیئے جائیں ۔ (۵۲)

امام احمد رضا نے "سرابًا" کا وہ مفہوم بیان کیا ہے کہ جیسا اس وقت نظر آئے گا کیونکہ قیامت سے قبل جو زلزلوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگا جس کی وجہ سے پہاڑ جو اپنی جگہ سے چلنا (سرکنا) شروع ہوں گے۔ ٹوٹ ٹوٹ کر گر جائیں گے اور زمین کی اپنی تھرتھراہٹ کی وجہ سے بڑے بڑے گڑھے پڑ جائیں گے جس میں سے زمین اپنے اندر کا لاوا (LAVA) اگلے گی (یعنی VOLCANIC ERUPTION ہوگا) اور جب یہ لاوا (LAVA) ٹھنڈا ہو جائے گا تو یہ دُور سے چمکتی ریت کی طرح پانی کا دھوکا دے گا کہ لوگ پانی کی طرف دوڑیں گے مگر پانی ان کو نہ مل سکے گا کیونکہ اسی وقت زمین سخت تانبے کی ہوگی (۵۳) اور تانبے پر سورج کی شعاعیں پڑیں تو دُور سے دیکھنے والوں کو اس کی سطح پر پانی کا گمان ہوتا ہے۔ اس سارے منظر کے پیش نظر امام احمد رضا بریلوی نے لفظ "سرابًا" کی مکمل جامعیت کو اپنے ترجمہ میں سمو دیا ہے۔ انہوں نے ترجمہ کرتے ہوئے تمام علوم کا لحاظ رکھا ہے۔ اسی طرح سورۃ نور کی ۳۹ ویں، سورۃ فرقان کی ۲۳ ویں اور الواقعہ کی چھٹی آیت کے تراجم آپ کی وسعت علمی کا بیّن ثبوت ہیں۔

---

۵۲ ۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص ۔ ۸۱۶

۵۳ ۔ علامہ عبدالمصطفےٰ اعظمی "قیامت کب آئے گی"، ص ۔ ۲۲ رضا پبلی کیشنز لاہور ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

امام احمد رضا نے اپنی وسعت علمی کو بروئے کار لاتے ہوئے جس کا اوپر ذکر کیا گیا "سورۃ الرحمٰن" کی آیت کا جو ترجمہ تحریر کیا ہے وہ بالکل منفرد اور مفہوم کے اعتبار سے انتہائی جامع ہے۔ اس حقیقت سے آج کون انکار کر سکتا ہے کہ انسان زمین کے کناروں سے نکل کر فضاؤں کو چیرتا ہوا چاند کے کناروں پر قدم رکھنے کے قابل ہو گیا اور ہر کوئی ہوائی جہاز، راکٹ، اپالو وغیرہ میں کئی کئی گھنٹے اور بعض دفعہ کئی کئی دن زمین لمد آسمان کے کناروں کے درمیان زمین سے بعض وقت ....ہم فٹ اور کبھی کبھی لاکھوں میل بلند معلق رہتا ہے اور حقیقت کے لیے دو وضاحتیں مطلب ہیں ۱۔ کیا انسان زمین کے کناروں / حدوں (BOUNDARIES) سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں؟ ۲۔ بالفرض اگر نکل جائے تو اس کا وجود کس کی حاکمیت میں تصور کیا جائے گا۔ ان دونوں سوالوں کا مربوط جواب سوائے احمد رضا بریلوی کے کوئی مترجم قرآن نہ دے سکا۔ مثلاً اسی "سورۃ الرحمٰن" کی آیت کے آخری حصے کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۔ (سورۃ الرحمٰن)

(۱) نہ بھٹ جاؤ گے تم مگر ساتھ غلبہ کے (۵۴)

(۲) اور زور کے سوا تم نکل سکتے ہی نہیں۔ (۵۵)

(۳) مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں) (۵۶)

---

۵۴ ؎ شاہ رفیع الدین دہلوی "قرآن مجید مترجم" ص ۔ ۶۴۹

۵۵ ؎ مولوی فتح محمد جالندھری "قرآن مجید مترجم" ص ۔ ۵۱۲

۵۶ ؎ مولوی اشرف علی تھانوی۔ قرآن مجید مترجم ص ۔ ۶۹۳

(۴) تم دلیل کے بغیر ہرگز نہیں نکل سکتے۔ (۵۷)
(۵) بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نکل ہی نہیں سکتے۔ (۵۸)
(۶) نہیں بھاگ سکتے اس کے لیے بڑا زور چاہیے۔ (۵۹)

ان مترجمین قرآن اور اس کے علاوہ دیگر تراجم میں اس آیت کے حصّہ کا جو مفہوم بیان کیا گیا ہے اس کی روشنی میں انسان زمین کے کناروں سے جدا ہو ہی نہیں سکتا جب کہ امام احمد رضا کا ترجمہ یہ بتا رہا ہے کہ زمین کے کناروں سے نکلنا آسان تو نہیں ہے مگر جہاں بھی نکل کر جاؤ گے اسی ربِّ کائنات کی سلطنت ہے۔

موجودہ دَور میں سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ انسان ہوائی جہاز میں بیٹھ کر زمین کے کناروں کو چھوڑ کر کئی کئی ہفتے معلق رہ سکتا ہے جیسا کہ تاریخ انسانیت میں ایک واقعہ ۱۹۶۹ء میں پیش آیا جب ۲، امریکی خلاباز اپالو ۹، میں بیٹھ کر ۲۱، جولائی کو چاند کی سرزمین پر اُترے۔ (۶۰) یہ ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور جب یہ حقیقت مسلّمہ ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمام مترجمین قرآن کے ترجمے کی روشنی میں یہ عمل ناممکن دکھائی دیتا ہے اور اگر عمل ممکن ہو گیا تو پھر یا تو (معاذ اللہ) آیت اپنے دعوے میں پوری

---

۵۷ ۔ مرزا بشیر محمود قادیانی "قرآن حکیم مترجم"، ص ۔ ۵۶۲

۵۸ ۔ مولوی محمد میمن جوناگڑھی "ترجمہ قرآن"، ج ۵ ص ۔ ۵۴

۵۹ ۔ سید مودودی "ترجمہ قرآن مجید"، ص ۔ ۱۳۵۷

۶۰ ۔ روزنامہ اخبار جنگ کراچی مورخہ ۲۱ر جولائی ص ۔ ۱ ، ۱۹۶۹ء

نہیں یا پھر تمام مترجمین نے آیت کو سمجھنے میں غلطی کی ہے جبکہ قرآن کا کھلا دعویٰ یہ بھی ہے کہ :۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الانعام : ۵۹)

ترجمہ :۔ اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (۶۱)

جب قرآن کا یہ دعویٰ ہے تو تاریخ انسانیت کے اتنے بڑے واقع کی قرآن نے اشارۃً یا کنایۃً ضرور نشاندہی کی ہو گی۔ لہٰذا استدلال کے لیے قرآن پر گہری نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ہم جب قرآن پر نظر ڈالتے ہیں تو "سورۃ الانشقاق" کی آیات اس صدی کے اس اہم واقعہ کی نشاندہی کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اگرچہ اس کی تفسیر جو اس سے پہلے علماء حق نے بیان کی وہ حق ہے مگر اس واقعہ کی تاویل اس آیت سے کی جا سکتی ہے مثلاً

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ : ۱۸؛ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ :۱۹:
فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ : ۲۰ : (الانشقاق)

ترجمہ :۔ اور چاند کی قسم جب کامل ہو جائے : ۱۸ : ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے : ۱۹ : تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے۔ (۶۲)

امام احمد رضا بریلوی نے سورۃ الانشقاق میں (لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ) کا ترجمہ منزل بہ منزل چڑھنا کر کے یہ بتا دیا کہ انسان جب فضاؤں کو چیرتا ہوا باہر نکلے گا تو ضرور اس کی کوئی دوسری منزل بھی ہو گی اور اس منزل کی

۶۱؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔ ص۔ ۱۹۴

۶۲؎ ایضاً ایضاً ص۔ ۸۶۹

نشاندہی اس آیت کی ۱۸ ویں آیت کر رہی ہے کہ وہ منزل چاند ہوگی اور ۲۰ ویں آیت جمع کے صیغے کے ساتھ اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے کہ اس منزل کو طے کرنے والے متعدد ہوں گے اور یہ حقیقت ہے کہ چاند پر قدم رکھنے والے تین غیر مسلم (عیسائی) امریکی باشندے تھے۔ امام احمد رضا نے جن الفاظ کا انتخاب کیا ہے وہ قرآن کی جامعیت کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ امام احمد رضا ان دونوں سوالوں کا جواب سورۃ الرحمٰن کی آیت میں ترجمہ کے اندر پیش کر رہے ہیں کہ زمین کے کناروں سے نکلنا ہر کسی کے بس کی بات تو نہیں مگر جب عقل و فہم کے استعمال کے بعد انسان اتنی ترقی کر لے گا کہ انسان راکٹ، ہوائی جہاز بنا سکے تو پھر یہ ممکن ہوگا مگر یہ یاد رہے کہ زمین کے کناروں سے نکل کر فضاؤں میں ہزاروں، لاکھوں میل معلق رہو یا چاند کی سطح پر پہنچ جاؤ یا اور ترقی کر کے منزل بہ منزل دوسرے سیاروں پر پہنچ جاؤ جہاں بھی پہنچو گے سلطنت، بادشاہت، مملکت، حکومت، غلبہ یا قوت اسی رب کی رہے گی جس نے انسان اور جن کو بنایا اور ان کو عقل و فہم عطا کی اور سورج، چاند، ستارے اور سیارے بنائے۔ یعنی وہ زمین پر بسنے والوں کا بھی رب اور خالق و مالک ہے اور جس جگہ انسان پہنچ جائے اس جگہ کا بھی۔ الحاصل جہاں بھی نکل کر جاؤ گے اسی خالق کائنات کی سلطنت پاؤ گے لہٰذا اس نکتہ کو کہ زمین سے باہر انسان نکل سکتا ہے مگر ہر جگہ سلطنت اسی رب کی ہے سوائے احمد رضا کے اور کوئی مترجم بیان نہ کر سکا۔ یہ ترجمہ تفاسیر کی عکاسی کے ساتھ سائنسی توجیہات کی بھی عکاسی کرتا ہے۔

آیئے اب مزید تحقیق تفاسیر میں ملاحظہ کیجیے:۔

تفسیر ابن کثیر میں سلطٰن کا مفہوم ملاحظہ کیجیے :۔

"وہ تم سب کو گھیرے ہوئے ہے اس کا ہر ہر حکم تم پہ بے روک جاری ہے جہاں جاؤ اسی کی سلطنت ہے" (۶۳)

مولوی شبیر احمد عثمانی "لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"یعنی اللہ کی حکومت سے کوئی چاہے کہ نکل بھاگے تو بدون قوت اور غلبہ کے کیسے بھاگ سکتا ہے پھر نکل کر جائے گا کہاں، دوسری قلمرو کون سی ہے جہاں پناہ لے گا" (۶۴)

مولوی غلام اللہ خاں جواہر القرآن میں اپنے استاد مولوی حسین علی (المتوفی ۱۳۶۲ھ) کے افادات کی روشنی میں تفسیر الرحمٰن کے تحت رقمطراز ہیں۔

"لیکن یاد رکھو: خدا کے مقابلے میں قوت وشوکت کے بغیر تم کہیں نہیں جا سکتے مگر یہ قوت وغلبہ تمہیں کہاں نصیب ہوگا اس لیے جہاں بھی جاؤ گے خدا کے ملک ہی میں رہو گے اور پکڑے جاؤ گے" (۶۵)

علامہ شوکانی قتادہ کا قول نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

---

۶۳ – علامہ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، مترجم مولانا محمد جوناگڑھی ، ج ۵ پارہ ۲۷ ص۔ ۵۴

۶۴ – مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی، تفسیر عثمانی، ص ۔۶۹۱ ۔ دار التصنیف لمیٹڈ کراچی۔

۶۵ – مولوی غلام اللہ خاں، تفسیر جواہر القرآن، ج ۳ ص ۱۲۰۷ ، کتب خانہ رشیدیہ لمیٹڈ ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء

وقال قتادة: (لا تنفذون الا بسلطن)، "معناها لا تنفذون الا بملك لكم ملك" (۶۶)

اسی قول کو صاحب بحر المحیط نے بھی نقل کیا ہے کہ بسلطن سے مراد اللہ کی سلطنت / بادشاہت ہے۔ (۶۷)

اکثر مترجمین قرآن نے اس آیت کریمہ کے کلمہ "بسلطن" کی لغوی ترکیب پر بھی غور نہیں کیا۔ یہاں لفظ سلطن سے قبل حرف "ب" ہے جو حرف جار ہے۔ حرف ب کے معنی عموماً کا، کے، کی لیے جاتے ہیں اور سلطان کے معنی صاحب سلطنت کے ہیں۔ امام احمد رضا نے یہاں لغوی، معنوی اور تفسیری پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے ترجمہ کیا ہے کہ

"جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے" (۶۸)

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو ایسے مقامات سے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ امام موصوف دینی معلومات کے ساتھ ساتھ عقلی اور سائنسی پہلوؤں کو بھی ترجمہ کرتے وقت اپنے پیش نظر رکھتے ہیں اور پھر ایسے الفاظ کا چناؤ کرتے ہیں کہ اردو ترجمہ پڑھنے والا قاری سائنسی شعور بھی حاصل کر لے اور اگر وہ پہلے سے سائنسی شعور رکھتا ہے تو پھر اس کو ترجمہ پڑھنے کے بعد اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ امام احمد رضا صرف دینی علوم کے ہی نہیں سائنسی علوم کے بھی اپنے وقت

۶۶۔ محمد بن علی بن محمد الشوکانی "فتح القدیر"، ج ۵ ص ۔ ۱۲۷

۶۷۔ محمد بن یوسف ابی حیان اندلسی "البحر المحیط"، ج ۸ ص ۔ ۱۹۴

۶۸۔ امام احمد رضا خاں بریلوی "کنزالایمان"، ص ۔ ۷۴۹

کے امام ہیں یہاں صرف دو امثال علم ارضیات کے حوالے سے بھی دینا چاہوں گا۔
کیونکہ علم ارضیات راقم کا شعبہ تعلیم ہے اور ترجمہ کے مطالعہ کے وقت کئی آیات ایسی نظر کے سامنے آئیں کہ جن کے تراجم میں اگر علم ارضیات کی اصطلاحات میں ترجمہ نہ کیا جاتا تو راقم امام موصوف کے سائنسی شعور سے کبھی آگاہ نہ ہوتا اس لیے دو مثالیں ملاحظہ کیجیے جس کو دیگر مترجمین اپنے تراجم میں علم ارضیات کی صحیح عکاسی نہ کر سکے۔ قرآن پاک کی سورہ النّٰزعٰت کی ۳۰ ویں آیت میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۝ (النزعت: ۳۰)

ترجمہ:۔ اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔ (۶۹)

دیگر تراجم قرآن کا جب مطالعہ کیا تو اکثر مترجمین نے "دحٰها" کے معنی پھیلنے کے بجائے "جماؤ" کیے ہیں جبکہ پھیلنا اور جمانا دو مختلف مفہوم رکھتے ہیں۔ جمانے سے جو مفہوم ذہن آتا ہے وہ یہ کہ کوئی چیز تہہ بہ تہہ ایک کے اوپر ایک جم رہی ہو جس طرح سمندر کے اندر مٹی تہہ بہ تہہ جمتی ہے اور اس طرح آبی چٹانیں (SEDIMENTARY ROCKS) بنتی ہیں اور یہ عمل دراصل پہاڑوں کے بننے یا جمائے جانے کا تصور پیش کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں لفظ پھیلنے سے جو مفہوم ایک علم ارضیات کے طالب علم کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کسی چیز کے پھیلنے سے اس کا حجم (یہاں رقبہ مراد ہے) بڑھے۔ علم ارضیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین جب سے وجود میں آئی ہے برابر پھیل رہی ہے۔ (۷۰) یہ عمل اسی

۶۹۔ امام احمد رضا خاں بریلوی "کنزالایمان"، ص ۸۴۲

۷۰۔ Swakins, F.S. et al. 1978 "The Evolving Earth" Page 53.

طرح جاری ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے سمندروں (Oceans) یعنی بحیرہ ہند، بحیرہ اوقیانوس وغیرہ میں بیچ و بیچ ۵ تا ۶ میل گہرے پانی کے نیچے سمندری خندقیں جن کو Oceanic Trenches بھی کہا جاتا ہے موجود ہیں۔ یہ خندقیں ہزاروں میل لمبی ہیں۔ ان خندقوں سے ہر وقت گرم گرم پگھلا ہوا لاوا (Lava) نکل رہا ہے۔ جب یہ لاوا خندق کے دونوں سروں پر آتا ہے تو جلد ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جب نیا لاوا پھر نکلتا ہے تو وہ پہلے سے جمع شدہ لاوے کی تہہ کو دونوں جانب سرکاتا ہے۔ خندق کے کنارے پر جو یہ عمل ہوتا ہے تو اس سرکنے سے پورا خشک براعظم بھی سرکتا ہے اور سمندر پیچھے کی جانب چلا جاتا ہے یعنی زمین کی سطح بلند ہو جاتی ہے۔ یہ عمل اگرچہ بہت خاموشی کے ساتھ اور بہت آہستہ ہوتا ہے مگر برابر جاری رہتا ہے۔ (۷۱)

براعظم اسی عمل کی وجہ سے برابر پھیل رہے ہیں۔ اس پھیلاؤ کی رفتار مختلف براعظموں کی مختلف ہے۔ کوئی براعظم ہر سال ۲ سنٹی میٹر سمندر سے اونچا ہو جاتا ہے کوئی ۴ سنٹی میٹر۔ براعظم ایشیا کا برصغیر پاک و ہند کا حصہ (Mount Everest) ہر سال ۲.اعشاریہ ۵ سنٹی میٹر ہر سال اوپر اٹھ جاتا ہے اس کو آسانی سے سمجھنے کے لیے بحیرہ ہند کا مطالعہ کریں یہ ہر سال پیچھے ہٹ جاتا ہے اس طرح سمندری کناروں کا حجم ہر سال بڑھ جاتا ہے۔ اس قدرتی عمل سے زمین برابر پھیل رہی ہے اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی نشاندہی سورہ النٰزعت کی آیت میں فرمائی اور سوائے امام احمد رضا کے قدرت کے اس عمل کو سمندر

۷۱۔ Sawkins, F.S. et.al. 1978 "The Evolving Earth" Page 153.

کی ۶ میل تہہ کے نیچے کوئی اور نہ دیکھ سکا۔ امام موصوف نے باطنی علوم کی روشنی میں دیکھ لیا اس لیے انہوں نے اس قدرت کے عمل کو ترجمے میں ارضیاتی اصطلاح کو استعمال کرتے ہوئے اپنی علمی وسعتوں کا اظہار کیا اور ترجمہ کیا "اس کے بعد زمین پھیلائی"، زمین کے پھیلنے کے اس عمل کو صرف امام احمد رضا جیسا سائنسدان ہی دیکھ سکا کیونکہ ظاہری لفظوں کے ساتھ ساتھ وہ قرآن کا باطن بھی اللہ کی دی ہوئی فہم سے سمجھتے ہیں جبکہ اردو زبان کے تمام مترجمین قرآن آیت کا ترجمہ علم ارضیات کی روشنی میں نہ کرسکے جس علم کے متعلق آیت اشارہ کررہی ہے۔

راقم الحروف علم ارضیات کا طالب علم ہے اور گزشتہ ۲۰ سال سے جامعہ کراچی کے شعبہ ارضیات میں علوم ارضیات کی تدریس میں مصروف عمل ہے اس لیے میری نظر جب قرآن پر پڑتی ہے تو میں آیات قرآنی میں وہ قانون تلاش کرتا ہوں جو زمین کی پیدائش اور اسی کے ارتقار سے تعلق رکھتے ہیں۔ مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی کہ کسی بھی ترجمۂ قرآن میں مجھے علوم ارضیات سے متعلق خصوصاً اور دیگر سائنسی علوم سے متعلق عموماً ایسی اصطلاحات نہیں ملتیں جو ان علوم وفنون کی نشاندہی کریں مثلاً

"علم ارضیات میں یہ قانون عام ہے کہ زمین جب پیدا ہوئی تو یہ آگ کا گولہ تھی اس کے بعد یہ ٹھنڈا ہونا شروع ہوئی ٹھنڈا ہونے کے دوران یہ برابر ہچکولے کھاتی رہی یعنی اس میں تھرتھراہٹ تھی اور زمین کو قرار نہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ زمین کے اوپر پہاڑ بننا شروع ہوئے، زمین اگرچہ اوپر سے ٹھنڈی ہوگئی مگر اس کے اندر (نیچے) گرم پگھلا ہوا لاوا مائع کی شکل میں موجود رہا، پہاڑ

(آبی یا آتشی) سمندر کے نیچے بھی موجود ہیں اور سمندر کے باہر زمین کے اوپر بھی موجود ہیں اور یہ سب پہاڑ اسی گرم لاوا کے اوپر اسی طرح لنگر انداز ہیں جس طرح سمندری جہاز سمندر میں لنگر انداز ہوتا ہے۔ اس سمندری جہاز کو اس کے لنگر (ANCHOR) روکے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کی جنبش یا تھرتھراہٹ کو پہاڑوں کے لنگر ڈال کر زمین کو روک رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ زمین ہم کو ساکن محسوس ہوتی ہے۔ جب کبھی اس توازن میں فرق آتا ہے تو ان مقامات پر زلزلے آجاتے ہیں اور بعض اوقات بڑی بڑی دراڑوں (Deep Faults) کے ذریعے وہ پگھلا ہوا لاوا بھی اوپر آجاتا ہے کیونکہ ان سخت پہاڑوں کے نیچے ہر جگہ یہ لاوا موجود ہے کہیں اس کی گہرائی ہزاروں فٹ میں ہے اور کہیں اس کی گہرائی کئی سو میل نیچے ہے۔ زلزلے کے وقت جو تھرتھراہٹ یا جنبش ہوتی ہے زمین اپنی پیدائش کے وقت اس طرح کانپتی رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ بنا کر اس پر لنگر انداز کیے اور اس طرح اس زمین کو سکون حاصل ہوا۔ اس سارے عمل کو علم ارضیات میں (PLATE - TECTONICS) کہتے ہیں۔ (۷۲)

قرآن مجید و فرقان حمید نے زمین کے متعلق کئی انداز میں تذکرہ کیا ہے اردو مترجمین قرآن نے ہر آیت کا ترجمہ تو بے شک کیا ہے لیکن ان آیات کے پیچھے جو علم کا سمندر ہے اس کو لفظی، لغوی ترجمہ کرنے والے سمجھنے سے قاصر رہے وہ صرف لفظی ترجمہ کر کے آگے بڑھ گئے مگر امام احمد رضا علوم دینیہ کے

۷۲۔ Arthur Holmes, 1972, "Principles of Physical Geology" P.22.

ساتھ ساتھ علوم ارضیات کے بھی ماہر ہیں ان کی نگاہ نے آیت کے پیچھے قدرت کے اس سارے عمل کو دیکھ لیا اور پھر ترجمہ کرتے وقت ان آیات کے لیے ایسے الفاظ کا چناؤ کیا جو علوم ارضیات کی عکاسی بھی کر رہا ہے۔ آئیے سورہ الانبیاء کی آیات کا مطالعہ کریں :

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ (النّٰزعٰت: ۳۰/۳۱)

ترجمہ :۔ کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان لائیں گے۔ اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے کہ انہیں لے کر نہ کانپے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں رکھیں کہ کہیں وہ راہ پائیں۔ (۷۳) ڈپٹی نذیر صاحب کا ترجمہ بھی ملاحظہ کیجئے۔

کیا جو لوگ منکر ہیں انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ آسمان و زمین دونوں کا ایک بھنڈا (ڈھیر) سا تھا تو ہم نے (اس کو توڑ کر) زمین و آسمان کو الگ الگ کیا اور پانی سے تمام جاندار چیزیں بنائیں تو کیا اس پر بھی لوگ (ہم پر) ایمان نہیں لاتے۔ اور ہم ہی نے زمین میں بھاری بوجھل پہاڑ (مواقع مناسب پر) رکھے تاکہ زمین لوگوں کو لے کر (کسی طرف کو) جھک نہ پڑے اور ہم ہی نے اس میں چوڑے چوڑے راستے بنائے تاکہ

---

۷۳ ۔ امام احمد رضا خاں بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص۔ ۴۵۸

لوگ اپنی اپنی منزلِ مقصود کو جا پہنچیں۔ (۴۷)

چند مزید تراجم وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ... سے متعلق ملاحظہ کیجیے:

— اور رکھ دیے ہم نے زمین میں بھاری بوجھ، کبھی ان کو لے کر جھک پڑے۔ (مولوی محمود الحسن دیوبندی)

— اور ہم نے زمین میں جمے ہوئے پہاڑ بنا دیے کہ ایک طرف ان کے ساتھ جھک نہ پڑے۔ (ابوالکلام آزاد)

— اور زمین میں ہم نے بھاری بھاری پہاڑ قائم کر دیے کہ کہیں ان کو لے کر جھک نہ جائے۔ (مقبول احمد دہلوی)

سورہ انبیاء کی ۳۱ویں آیت کریمہ کی جامعیت جو امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں پائی جاتی ہے وہ جامعیت دیگر تمام تراجم میں ناپید ہے اور دیگر مترجمین قدرت کے اس طریقے کو جان ہی نہ سکے کہ پہاڑ کس طرح قائم ہیں اور زمین کا سکون کس طرح برقرار ہے کیونکہ کوئی بھی مترجم (Asostatic Theory) کو نہیں سمجھا ہے اس لیے ترجمہ میں جو بات پوشیدہ ہے ضبط تحریر میں نہ لا سکا۔ یہ صرف امام احمد رضا کے فکر کی گہرائی ہے کہ انہوں نے دو لفظوں کے چناؤ سے اس قدرتی طریق کو ترجمہ میں ظاہر کر دیا کہ پہاڑ ضرور تہہ بہ تہہ جلے گئے ہیں مگر یہ لنگر انداز ہیں اور یہ کھلی حقیقت ہے کیونکہ جیولوجی سے تعلق رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ یہ پہاڑ کیونکر خاموش کھڑے ہیں۔

۴۷۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی "حمائل شریف مترجم"، ص۔ ۵۱۹

دیگر تراجم میں ایک بات اور جو انہونی ترجمہ کی گئی ہے وہ یہ کہ زمین لوگوں کے بوجھ سے ادھر سے ادھر جھک جاتی ہے اس لیے پہاڑوں کو جمایا گیا جبکہ زمین انسانوں کی پیدائش سے ۴ سے ۶ بلین سال پہلے قرار پا چکی تھی یا کم از کم حضرت آدم علیہ السلام کی آمد سے قبل قطعی سکون میں آ چکی تھی اور اگر انسانوں کے بوجھ سے ہلتی جلتی تو آج اس کو پہلے کے مقابلے میں زیادہ ہلنا چاہیے کیونکہ روزانہ ہزاروں لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں پاکستان ہی کی مثال لیجیے کہ کراچی شہر میں ۱½ کروڑ انسان رہتے ہیں جبکہ پورے بلوچستان میں کچھ لاکھ افراد بستے ہیں مگر شہر کراچی میں لوگوں کے بوجھ سے زمین نہ دب رہی ہے اور نہ ہچکولے کھا رہی ہے۔ انسان کا بوجھ ہوتا ہی کیا ہے جو زمین کو غیر متوازن کر سکے۔ درحقیقت آیت کا مفہوم یہ ہے جو امام احمد رضا کی نظر اور عقل نے سمجھا ہے جو علوم ارضیات سے بھی مطابقت رکھتا ہے کہ پہاڑوں کے لنگر اس لیے ڈالے ہیں کہ زمین ان لنگروں کے بغیر ہچکولے کھاتی تھی اس لیے ان لنگروں سے اس کو قائم کر رکھا ہے۔

ان تمام امثال کے بعد یہ بات قطعی واضح ہوتی ہے کہ امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن دیگر تمام اردو تراجم سے زیادہ بہتر ہے اور یہ مبین سائنٹیفک توجیہات کے مطابق بھی ہے یہاں موقع نہیں ورنہ دیگر سائنسی علوم و فنون سے متعلق بھی آیات کا تقابل پیش کرتا۔ شواہد اور دلائل اس بات کے مظہر ہیں کہ امام احمد رضا مسلمان سائنسدانوں میں ان چند ہستیوں میں شامل ہیں جن کو دین کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم کا مجدد تسلیم کیا جا سکتا ہے کیونکہ امام احمد رضا کی کوئی بھی تھیوری قرآن اور حدیث کے خلاف نہیں ہوتی۔ دنیا آج زمین کو سورج کے گرد گھومتا ہوا

تسلیم کرتی ہے مگر آپ نے اپنی کتاب "فوزِ مبین دَر ردِ حرکت زمین" میں ۱۰۵
دلائل سے زمین کو ساکن قرار دیا کیونکہ قرآن کی نص سے یہ بات ثابت ہے
کہ زمین و آسمان ساکن ہیں اور باقی سارے سیارے گھوم رہے ہیں۔

تاریخ میں ہزاروں مسلمان سائنسدان علوم عقلیہ کے امام تسلیم کیے گئے
ہیں مگر ان میں علوم نقلیہ کی استعداد رکھنے والے بہت کم ہیں۔ اگرچہ ہر کوئی
قرآن و حدیث سے استفادہ ضرور کرتا ہے کیونکہ اوّل ماخذ یہی ہے لیکن دونوں
علوم میں دسترس رکھنے والے امام غزالی جیسی ہستیاں کم ہیں۔ امام احمد رضا
کو دین اسلام کا چودھویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے مگر آپ علوم
عقلیہ کے بھی اکثر علوم و فنون کے مجدد نظر آتے ہیں۔ راقم یہ بات
کہنے میں غلط نہیں کہ امام احمد رضا مجدد دین و ملت اور مجدد علوم جدیدہ
ہیں۔ حکیم محمد سعید صاحب نے صحیح تجزیہ فرمایا، آپ لکھتے ہیں:۔

"گزشتہ نصف صدی میں طبقہ علماء میں جو جامع شخصیات ظہور
میں آئی ہیں ان میں مولانا احمد رضا کا مقام بہت ممتاز ہے، ان
کی علمی، دینی اور ملی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ تفقہ اور دینی
علوم کے ساتھ ساتھ فاضل بریلوی کی مہارت سائنس اور طب
کے علوم میں بھی بہت زیادہ ہے ان کی بصیرت علماء سلف
کے اس ذہن و فکر کی نمائندگی کرتی ہے جس میں دینی یا دنیاوی
علوم کی تفریق نہ تھی، ان کی شخصیت کا یہ پہلو عصر حاضر کے
علماء اور دانش گاہوں کے معلمین دونوں کو دعوت فکر و مطالعہ

دیتا ہے۔" (۷۵)

حکیم صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لیے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کسی لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔" (۷۶)

ترجمہ میں معنویّت کا پہلو

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کے سب ہی معترف ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام الٰہی کے الفاظ اپنی جگہ اتنے جامع ہوتے ہیں اور الفاظ اپنے اندر اتنے معانی سموئے ہوتے ہیں کہ انسان اگر احادیث و تفاسیر کا سہارا نہ لے تو اس کے جو معنی چاہے وہ اخذ کر کے مطالب نکال سکتا ہے جب ہی قرآن نے ارشاد فرمایا :۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ط (البقرہ:۲۶)

قرآن کی معنویت اور مقصدیت کو سمجھنا ہر کسی فرد یا عربی زبان کی معمولی قابلیت رکھنے والوں کا کام نہیں بلکہ قرآن پاک کی فہم و ادراک کے لیے اگر علم لدنی حاصل نہ ہو تو کم از کم علامہ جلال الدین السیوطی کی شرائط پر اترنا

---

۷۵ ؎ حکیم محمد سعید، پیغام برائے مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۸ء کراچی، ص ۵، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

۷۶ ؎ ایضاً، طبی بصیرت، معارف رضا شمارہ نہم ص ۱۰۰، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ۱۹۸۹ء

مترجم اور مفسر دونوں کے لیے اشد ضروری ہے۔ علامہ سیوطی کی شرائط تفسیر، ترجمہ کی روشنی میں اکثر اردو مترجمین قرآن پابندیوں سے دور نظر آتے ہیں، جو شرائط پر پورے بھی اترتے ہیں تو ان میں سوائے امام احمد رضا بریلوی کے اور کوئی علم لدنّی کا حامل نظر نہیں آتا۔ امام بریلوی نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی ہر نوع پر کتب و رسائل لکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ ان کے معاصرین میں نہ کوئی عالم ہی ان جیسا تھا اور نہ کوئی مسلمان سائنسدان، بلکہ وہ انگریز سائنسدانوں سے بھی بہت آگے تھے افسوس کہ ان کے یہ علمی کارنامے زیور طباعت سے پیوستہ نہ ہو سکے۔ یہاں قرآن کے معنوی پہلو سمجھنے کے لیے امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن سے سورۃ رحمٰن کی ابتدائی آیات کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے یہ ترجمہ تفاسیر کی مکمل عکاسی بھی کرتا ہے، ملاحظہ کیجیے:۔

اَلرَّحْمٰنُ ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۔ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ؕ (سورۃ الرحمٰن)

ترجمہ:۔ رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ما کان و ما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔ (۷۷)

دیگر معروف مترجمین کا ترجمہ بھی ملاحظہ کیجیے:۔

(۱) رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ پھر اسی کو گویائی سکھائی۔ (۷۸)

(۲) رحمٰن نے قرآن پڑھایا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ پھر اسی کو بولنا

۷۷؎ مولانا امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص ۸۴۸

۷۸؎ مولوی اشرف علی تھانوی "قرآن مجید مترجم"، ص ۷۴۸

سکھایا۔ (۷۹)

(۳) بڑے رحم والے خدا نے قرآن "محمد" کو سکھایا۔ اسی نے آدم کو پیدا کیا۔ اس کو بولنا سکھایا۔ (۸۰)

(۴) نہایت مہربان خدا نے۔ اس قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ (۸۱)

امام احمد رضا بریلوی نے سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیات کے ترجمے میں جس مہارت کا ثبوت دیا ہے اسے لغت و تفاسیر کی روشنی میں دیکھنا ضروری ہے۔ تب ہی اس فیصلے پر پہنچنے میں آسانی ہوگی کہ کہاں تک یہ ترجمہ جو بالکل انفرادی خصوصیت کا حامل ہے معیاری ہے کیونکہ ایک فریق اس ترجمے کو کھلی تنقید کا نشانہ بناتا ہے جبکہ دوسرا گروہ اس ترجمہ کی تائید میں دلائل فراہم کرتا ہے لہٰذا ایسی صورت میں یہ ضروری ہے کہ ترجمہ کا حقائق کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے۔ ان ابتدائی آیات میں "علّم القرآن" کے ترجمہ میں امام احمد رضا بریلوی کے علاوہ صرف نواب وحید الزماں نے اس مقام پر قرآن سکھانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف منسوب کیا ہے مگر فرق پھر بھی یہ ہے کہ نواب وحید الزماں نے نام نامی "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کیا ہے جبکہ امام احمد رضا نے "محبوب" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۷۹؎ مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی "حمائل مترجم"، ص۔ ۸۴۹

۸۰؎ نواب وحید الزماں "تبویب القرآن"، ص۔ ۹۰

۸۱؎ سید مودودی "ترجمہ قرآن مجید" ص۔ ۱۳۵۲

امام احمد رضا نے سورۃ رحمٰن کی تیسری اور چوتھی آیات کا مرادی ترجمہ کیا ہے جو تقریباً تمام مترجمین سے مختلف ہے۔ ایک لمحہ کے لیے ترجمہ پڑھ کر تعجب یقیناً ہوتا ہے لیکن عام قاری اس ترجمہ قرآن کو پڑھنے کے بعد محظوظ ضرور ہوتا ہے جبکہ عربی زبان سے کچھ واقفیت رکھنے والا جس کی تفاسیر پر اچھی نظر ہو داد دیئے بغیر نہیں رہتا کیونکہ تفاسیر کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس ترجمہ قرآن میں معتبر تفاسیر کا بھرپور سہارا لیا گیا ہے۔ جیسا کہ "خلق الانسان" سے جمہور مفسرین قرآن نے خلقت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد لی ہے اور "علمہ البیان" سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک "علم ما کان وما یکون" ہی لیا گیا ہے۔ مثلاً امام القرطبی اس مرادی معنی کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے اخذ کرتے ہیں:۔

"وعن ابن عباس ایضاً وابن کیسان (خلق الانسان) الانسان ھاھنا مرادبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" (۸۲)

ترجمہ:۔ ابن عباس اور ابن کیسان "خلق الانسان" سے متعلق فرماتے ہیں کہ یہاں "الانسان" سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۲) امام ابن الجوزی (المتوفی ۵۹۸ھ) رقمطراز ہیں:۔

"خلق الانسان" انہٗ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (علمہ البیان) کل شئ ما کان وما یکون قالہ ابن کیسان" (۸۳)

۸۲۔ الامام ابوعبداللہ بن احمد قرطبی المالکی "الجامع الاحکام القرآن" ج ۹، الجزء ۲، ص۔ ۱۵۲

۸۳۔ الامام جمال الدین عبدالرحمٰن ابن الجوزی "زادالمسیر فی علم التفسیر" ج ۷، ص۔ ۲۵۴ دارالفکر بیروت ۱۹۸۷ء

ترجمہ: خلق الانسان سے مراد یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو ما کان ویکون کا کل علم اللہ سے سکھایا یہ فرمان ابن کیسان کا ہے۔

(۳) امام صاوی رقمطراز ہیں :۔

"(خلق الانسان علمه البيان) هو محمد صلى الله عليه وسلم لانه الانسان الكامل والمراد بالبيان، علم ما كان وما يكون وما هو كائن" (۸۴)

ترجمہ: وہ ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو انسان کامل ہیں اور البیان سے مراد یہ ہے کہ آپ کو جو کچھ ہو چکا، جو ہے اور جو ہونے والا ہے سب کا علم عطا فرمادیا۔

(۴) صاحب خازن نے یہ معنی مراد لیے ہیں جو امام بغوی (المتوفی ۵۱۶ھ) نے مراد لیے تھے :۔

"الرحمٰن علم القرآن) قال الكلبي يعني علم محمد القرآن وقال ابن كيسان (خلق الانسان) يعني محمد صلى الله عليه وسلم (علمه البيان) يعني بيان ما يكون وما كان لانه صلى الله عليه وسلم ينبئ عن خبر الاولين والآخرين وعن يوم الدين" (۸۵)

۸۴؎ علامہ احمد بن محمد صاوی "تفسیر صاوی" ج ۴ ص ۔ ۱۵۲ مطبوعہ بیروت

۸۵؎ علامہ علاؤالدین المعروف بالخازن "تفسیر خازن" ج ۴ ص ۔ ۲۰۸

ترجمہ:۔ (الرحمٰن علم القرآن) کلبی نے کہا کہ اس کے معنی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھایا اور ابن کیسان (خلق الانسان) سے متعلق فرماتے ہیں کہ یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیے گئے ہیں اور (علمہ البیان) کے معنی ہیں جو کچھ ہوگا یا ہو چکا سب کا علم عطا فرمایا، کیونکہ آپ اوّلین، آخرین اور قیامت کے بارے میں خبر دیتے ہیں۔

(۵) علامہ نیشاپوری بھی یہاں مرادی معنی بیان کرتے ہیں:۔

"عن ابن عباس ان الانسان آدم علمہ الاسماء کلھا او محمد صلی اللہ علیہ وسلم والبیان القرآن فیہ بیان ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ۔ (۸۶)

ترجمہ: ابن عباس فرماتے ہیں کہ انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہیں جن کو اللہ نے تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، اور بیان سے مراد قرآن پاک ہے جس میں ان چیزوں کا بیان ہے جو ہو چکیں اور جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔

(۶) صاحب تفسیر فتح القدیر علامہ الشوکانی (المتوفی ۱۲۵۰ھ) بھی یہ ہی معنی بیان کرتے ہیں۔

"علم القرآن، قال الکلبی علم القرآن محمدا وعلمہ محمد امتہ (خلق الانسان) قال قتادہ والحسن: المراد بالانسان آدم والمراد بالبیان اسماء کل شئ وقال ابن کیسان المراد بالانسان

۸۶؎ علامہ نظام الدین الحسن النیشاپوری "تفسیر غرائب القرآن ورغائب القرآن" ج ۱۱، الجزء ۲۷ ص ۶۷ بیروت ۱۴۰۷ھ

ھاھنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وبالبیان بیان الحلال من الحرام والھدی من الضلال۔" (۸۷)

ترجمہ:۔ (علم القرآن) کلبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھایا اور آپ نے اپنی امت کو سکھایا جبکہ قتادہ اور حسن نے خلق الانسان سے مراد آدم علیہ السلام اور بالبیان سے مراد آدم علیہ السلام کو کل اشیاء کے نام سکھانا مراد لیا ہے۔ ابن کیسان نے انسان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد لئے ہیں اور بیان سے مراد ہر حلال اور حرام اور اچھے اور برے کا علم ہے جو حضور کو سکھا دیا گیا۔

(۷) ملا واعظ حسین کاشفی اپنی فارسی تفسیر میں جمہور مفسرین کی آرا کے مطابق تشریح فرماتے ہیں:۔

"(خلق الانسان) بیافرید خدا جنس آدمیان را (علمہ البیان) بیان آموخت خدا آموخت محمد صلی اللہ علیہ وسلم را و بیاموزید ویرا بیان آنچہ بود ھست و باشد چنانچہ مضمون فعلمت علم الاولین والاخرین معنی خبر میدھد" (۸۸)

ترجمہ: پیدا کی خدا نے انسان کی جنس..... تعلیم کر دیا اس کو بیان یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور جو کچھ تھا اور ہے اور ہوگا سب ان کو تعلیم کر دیا چنانچہ فعلمت علم الاولین... والآخرین کا مضمون اسی کی خبر دیتا ہے۔ (۸۹)

۸۷۔ القاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی۔ فتح القدیر" ج ۵ ص ۔ ۱۳۱

۸۸۔ ملا حسین واعظ الکاشفی۔ جواہر التفسیر تحفۃ الامیر" ص ۔ ۸۵۰

۸۹۔ مولوی فخر الدین قادری۔ تفسیر قادری (ترجمہ تفسیر حسینی) ج ۲ ص ۔ ۴۶۷

(۸) دورِ حاضر کے مفسرین میں علامہ طنطاوی (المتوفی ۱۳۵۸ھ/۱۹۴۰ء) بھی قریب قریب یہی مرادی معنی لیتے ہیں :۔

(الرحمٰن علم القرآن ای علم محمداً القرآن ومحمد علم امته) (۹۰)

ترجمہ: یعنی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو قرآن سکھایا۔

(۹) علامہ مفتی مظہر اللہ دہلوی بھی اپنی تفسیر میں یہی معنی بیان کرتے ہیں :۔

"انسان سے اس آیت میں مراد سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بیان سے ماکان وما یکون کا بیان کیونکہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین کی خبر دیتے ہیں۔" (۹۱)

(۱۰) علامہ پانی پتی کی تفسیر بھی جمہور مفسرین کی آراء کے مطابق ہے :۔

(خلق الانسان) یعنی محمداً صلی اللہ وسلم (علمه البیان) یعنی القرآن فیہ بیان ماکان ومایکون من الازل الی الابد" (۹۲)

ترجمہ: (خلق الانسان) یعنی الانسان سے مراد یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں علمہ البیان کے معنی ہیں کہ یہ قرآن ہے جس میں ماکان ومایکون اور ازل سے ابد تک کا علم موجود ہے

۹۰۔ الشیخ طنطاوی جوہری "الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم" الجزء الرابع والعشرون ص۔ ۱۵

۹۱۔ مفتی مظہر اللہ دہلوی "آسان تفسیر" ص ضمیمہ ۵۹۵

۹۲۔ علامہ قاضی محمد ثناء اللہ مجددی پانی پتی "التفسیر المظہری" ج ۹۔ ص۔ ۱۳۵

تفسیر ضیاء القرآن میں علامہ پیر کرم شاہ الازہری (م ۱۹۹۸ء) سابق جسٹس شریعت کورٹ حکومت پاکستان رقمطراز ہیں :۔

"خلق الانسان" میں الانسان سے مراد اگر نوع انسانی ہو اور "علمہ البیان" میں بھی اسی کے بیان کی تعلیم کا ذکر ہو تو بلاشبہ یہ بھی الرحمٰن کی شان رحمانیت کا روشن ظہور ہے لیکن آپ خود بتائیں "الانسان" سے مراد اگر وہ باعث تخلیق کائنات، فخر آدم و بنی آدم ہو جسے خداوند کریم نے "رحمۃ للعالمین" کے دلنواز لقب سے مشرف فرمایا ہے اور "علمہ البیان" سے مراد بیان حقیقت اور اظہار و اسرار کی وہ بے پناہ صلاحیت جو شانِ نبوت کا خاصہ ہے تو شانِ رحمانیت کی ضیاء باریوں کا کیا عالم ہوگا۔ یہ بھی بتا دیا کہ خود باری تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول اور برگزیدہ بندہ کو قرآن سکھایا اور خود ہی اسے بیان قرآن کی تعلیم دی نہ قرآن اس نے خود گھڑا ہے اور نہ اس کا بیان خود ساختہ ہے۔ قرآن بھی اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے اور اس کا بیان بھی اسی نے سکھایا ہے۔ اب جو شخص آیات قرآنی کے وہ معانی بیان کرتا ہے جو سُنّتِ نبوی کے خلاف ہیں تو وہ صرف سنت کا ہی انکار نہیں کر رہا ہے بلکہ قرآن کے بیان خداوندی سے اعراض کر رہا ہے۔" (۹۳)

سورۃ رحمٰن کی ان آیات میں مرادی معنی اکثر مفسرین نے "ابن کیسان" کی

۹۳؎ علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری "تفسیر ضیاء القرآن" ج ۵ ص ۔ ۶۶/ ۶۷

رائے کو ترجیح دیتے ہوئے اپنائے ہیں جس میں "خلق الانسان" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور "علمہ البیان" سے مراد ما کان وما یکون کا علم مراد لیا ہے۔ ابن کیسان کے قول کو اہمیت اس لیے بھی حاصل ہے کہ آپ کا شمار الحسن، ضحاک، مجاہد وغیرہم جیسے جمہور مفسرین میں ہوتا ہے (۹۴)
ان تفاسیر کے علاوہ سورۃ رحمٰن کی ان آیات کی تفاسیر میں مندرجہ ذیل تفاسیر میں ابن کیسان ہی کے حوالے سے قول نقل کیا گیا ہے مثلاً تفسیر روح البیان، تفسیر جمل، تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی وغیرہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی ترجمۂ قرآن میں ان الفاظ کو منتخب کرتے ہیں اور اس مفہوم اور مراد کو بیان کرتے ہیں جو مفسرین کے نزدیک معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ جو حقیقت میں اسلاف کے عقائد کی ترجمانی بھی کرتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ بیشتر مفسرین "علمہ البیان" کی تفسیر کے سلسلے میں قرآن ہی سے استدلال کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط (النسآء: ۱۱۳)

ترجمہ: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

اس آیت مبارکہ میں خطاب مخبر صادق علیہ السلام ہی سے ہے۔ اس موقف کو مزید تقویت اس طرح بھی حاصل ہوتی ہے کہ اگر اسی آیت شریفہ کو ذرا اور پیچھے سے پڑھا جائے تو بات زیادہ آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے

۹۴۔ الدکتور محمد بن عبد الرحمٰن "حاشیہ زاد المسیر فی علم التفسیر"، ج ۸ ص ۲۶۹، دار الفکر بیروت ۱۹۸۷ء

۹۵۔ امام احمد رضا خاں بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص ۱۴۰

اور پھر آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لینے میں قطعاً دشواری نہیں ہوتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ : (النساء : ۱۱۳)

ترجمہ:۔ اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔[۹۶]

آیت شریفہ میں تینوں ضمیریں خطاب کی ہیں اور واحد ہیں جب کہ دونوں افعال "انزل" اور "علم" ماضی کے صیغے ہیں اور مفہوم یہ ظاہر کرتا ہے کہ سورۃ رحمٰن میں "علمہ البیان" سے "ما کان وما یکون" مراد لینے والوں کی اس آیت شریفہ کے مضمرات پر گہری نظر تھی یہی وجہ ہے کہ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لینے میں اشکال اس لیے بھی پیدا نہیں ہوتا کہ کتاب حکمت کسی عام بشر پہ نازل ہو ہی نہیں سکتی لہذا جس پر کتاب حکمت نازل ہوئی اسی کو تمام علوم بھی دیئے گئے۔ اس مقام پر مفتی احمد یار خاں نعیمی (المتوفی ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) اپنی تفسیر "اشرف التفاسیر" المعروف بہ تفسیر نعیمی میں رقمطراز ہیں :۔

"(وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ) یہاں انزل اللہ کے نتیجے کا بیان عَلَّمَ تفعیل کا ماضی، مبالغہ کے لیے ہے یعنی تم کو خوب اور بہت سکھا دیا..... ما میں کوئی قید نہیں سارے علوم غیبیہ مراد ہیں (لم تکن تعلم) یعنی آپ نزول قرآن

۹۶؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۱۴۰

یا ہمارے بتانے سے پہلے جو کچھ نہ جانتے تھے وہ سب کچھ آپ کو رب نے اچھی طرح خوب سکھا دیا۔ خیال رہے یہاں "علم" فرمایا ہے "انبأ" یا "اخبر" نہیں فرمایا لہٰذا معلوم ہوا کہ ہم نے آپ کو سب کچھ سکھا دیا" (۹۷)

مفسرین حضرات نے یقیناً اس مقام پر احادیث سے بھی ضرور استفادہ کیا ہوگا کیونکہ متعدد احادیث سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم "ما کان وما یکون" کی نشاندہی ہوتی ہے مثلاً جامع ترمذی کی ایک حدیث ملاحظہ کیجیے:۔

"عن ابی سعید الخدری قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ العصر بنہار ثم قام خطیبا فلم یدع شیأ یکون الی قیام الساعۃ الا اخبرنا بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ ..... الخ (حدیث حسن) (۹۸)

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کی ہمیں خبر دی یاد رکھا اسے جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا" (۹۹)

۹۷؎ مفتی احمد یار خاں نعیمی "تفسیر نعیمی" ج ۵ ص۔ ۴۴۴

۹۸؎ الامام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی "جامع ترمذی" ج ۲ باب ۴۰ حدیث ۶۸ ص۔ ۴۴/۴۶

۹۹؎ مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی "ترمذی شریف (مترجم اردو)" ص۔ ۴۴

حدیث بالا اگرچہ طویل ہے مگر ان ابتدائی کلمات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہو گا سب کا علم عطا فرمایا ہے اور مستقبل میں پیش آنے والے واقعات حتیٰ کہ قیامت تک کے واقعات بالتفصیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھے۔ اب حدیث حسن کے بعد کسی حجت کی گنجائش باقی نہ رہی۔ اس قسم کی احادیث صحیح مسلم، صحیح بخاری، مسند امام احمد، طبقات ابن سعد اور معجم کبیر طبرانی میں بھی موجود ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم سے متعلق احادیث اپنی مختلف کتب و رسائل میں جمع کی ہیں مثلاً "مالی الحبیب بعلوم الغیب" ۱۳۱۸ھ، "اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون" (۱۳۱۸ھ)، "انباء المصطفیٰ بحال سر واخفی" ۱۳۱۸ھ مگر سب سے اہم رسالہ اس موضوع پر "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" ہے جس میں متعدد احادیث کی مدد سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم "ما کان وما یکون" کو ثابت کیا ہے۔ چند سطور اس کتاب کی ملاحظہ کیجیے:۔

"فحسبک حدیث البخاری عن امیر المومنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم وحدیث مسلم عن عمر بن اخطب الانصاری فی خطبتہ

صلی اللہ علیہ وسلم من الفجر الی الغروب وفیہ
فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا وحدیث
الصحیحین عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئا یکون فی
مقامہ ذلک الی قیام الساعۃ الاحدث بہ وحدیث
الترمذی عن معاذ بن جبل وفیہ قولہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرایتہ عزوجل وضع کفہ بین کتفی
فوجدت بردانا ملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شئی
وعرفت صححہ البخاری والترمذی وابن خزیمۃ
والائمۃ بعدھم وحدیث ابن عباس رضی
اللہ تعالی عنھما وفیہ قولہ صلی اللہ علیہ
وسلم فعلمت ما فی السموت والارض وفی اخری
فعلمت ما بین المشرق والمغرب ... (۱۰۰)

ترجمہ:۔ صحیح بخاری کی حدیث امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ انہوں نے فرمایا ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے آفرینش سے یہاں تک کہ جنت والے جنت میں جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں سب احوال کی ہمیں خبر دے دی، اور صحیح مسلم کی حدیث عمر بن اخطب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس میں نبی کریم

۱۰۰؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ ص ۵۲/۵۴ مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ۱۹۸۳ء

صلی اللہ علیہ وسلم کا صبح سے مغرب تک خطبہ فرمانا مذکورہ ہے اس میں یہ لفظ ہیں،
توجو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے اس سب کی ہمیں خبر دی ہم میں زیادہ علم
اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے انہوں نے فرمایا، ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ دینے کھڑے
ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت قیام سے روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا
تھا کچھ نہ چھوڑا سب بیان فرمادیا۔" اور ترمذی کی حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ، میں نے رب عزوجل کو دیکھا
اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے
اپنے سینے میں پائی تو مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا، بخاری، ترمذی اور
ابن خزیمہ اور ان کے بعد کے ائمہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی نیز ترمذی کی حدیث
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے "میں
نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب جان لیا، اور دوسری روایت میں ہے، جو کچھ
مشرق سے مغرب تک ہے سب مجھے معلوم ہوگیا۔" (۱۰۱)

امام احمد رضا بریلوی نے "علمہ البیان" کا جو ترجمہ سیاق و سباق... احادیث اور جمہور مفسرین کے آراء کی روشنی میں کیا وہ بالکل درست ہے کیونکہ تمام دلائل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے ما کان وما یکون کا علم عطا کیا جانا ثابت ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن میں معنویت کے نکتۂ نظر سے ایک

۱۰۱۔ مولانا حامد رضا خاں بریلوی "ترجمہ دولتہ المکیہ" ص ۔ ۸۲ مکتبہ رضویہ کراچی

اور آیت شریفہ کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے :۔

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ....(البقرة : ۲)

ترجمہ :۔ وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں .... (۱۰۲)

اب چند دیگر معروف ترجمے بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) یہ وہ کتاب ہے جس میں کچھ شک نہیں ... (۱۰۳)

(۲) یہ کتاب (کہ) کوئی شبہ اس میں نہیں ۔ (۱۰۴)

(۳) یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ۔ (۱۰۵)

(۴) یہی وہ (ذی مرتبت) کتاب ہے اس میں کوئی شبہ نہیں (کہ یہ کلام اللہ ہے۔ (۱۰۶)

اہل علم جانتے ہیں کہ "ذلك" اسم اشارہ بعید ہے جو دور کے لیے استعمال ہوتا ہے جب کہ قریب "ھذا" بطور اسم اشارہ استعمال کیا جاتا ہے۔ قابل غور نکتہ یہ ہے کہ قرآن اگرچہ پڑھنے سننے والے کے بہت نزدیک ہے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کے لیے "ذالك" فرمایا ہے۔

مترجمین قرآن عموماً ذالك کا ترجمہ "یہ کتاب" یا "یہ وہ کتاب"

---

۱۰۲ ے امام احمد رضا خاں بریلوی "کنز الایمان فی ترجمہ القرآن"، ص ۔ ۲

۱۰۳ ے مولوی عاشق الٰہی میرٹھی "قرآن مجید مترجم"، ص ۔ ۴

۱۰۴ ے مولوی عبدالماجد دریا آبادی "قرآن مجید مترجم"، ص ۔ ۲

۱۰۵ ے مولوی محمود حسن دیوبندی "ترجمہ قرآن"، ص ۔ ۲

۱۰۶ ے ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی "فیوض القرآن"، ج اول ص ۔ ۶

کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ذلک کا یہ ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ترجمہ اس لیے بھی درست نہیں کہ دو مختلف اسماء اشارۃ ایک ساتھ کبھی استعمال نہیں ہو سکتے، اور یہ بات یاد رہے کہ انسانی کلام میں ترجمانی کے وقت تو کچھ نہ کچھ نقص ہو سکتا ہے مگر خدا کے کلام میں ترجمہ کرتے ہوئے بہت احتیاط کرنی چاہیے اس لیے "ذٰلِكَ" کا ترجمہ "وہ" ہی کرنا ہوگا۔ قرآن اپنے دعوے میں سچا ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ کا ترجمہ وہ بلند رتبہ کیا جائے تو بات سمجھ میں آتی ہے یعنی وہ کتاب جو انسانی فہم و رسائی سے بلند تر ہے اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ وہ کلام الٰہی ہے اب اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے کوئی اسم اشارہ بڑھائے بغیر بھی بات سمجھ میں آجاتی ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن میں "بلند رتبہ" کا اضافہ ہی در اصل قرآن کی اس حکمت کی عکاسی کر رہا ہے کہ "ذٰلِكَ الْكِتٰبُ" وہ (بلند رتبہ کتاب) جس کی عظمت کا ہم اندازہ کر ہی نہیں سکتے اس لیے عظمت کے جو معنی ذٰلِكَ میں پنہاں ہیں یہاں امام صاحب نے اسی کی عکاسی فرمائی ہے جو ان سے پہلے کسی اور مترجم کے ہاں نہیں ملتی البتہ ڈاکٹر بلگرامی نے ضرور استفادہ کیا ہے اسی لیے انہوں نے قوسین میں (ذی مرتبت) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

امام الرازی (المتوفی ۶۰۶ھ) ذٰلِكَ کی تفسیر بیان کرتے ہیں:۔

"(ذلك) اسم مبهم يشار به الى البعيد"

(ذٰلِكَ الْكِتٰبُ) ..... والقرآن وان كان حاضراً

نظراً الى صورته لكنه غائبٌ نظراً الى

اسرارہ وحقائقہ » (۱۰۷)

ترجمہ :۔ یہ اسم مبہم اشارہ بعید ہے اگرچہ قرآن ظاہری صورت میں ہمارے سامنے ہوتا ہے لیکن اپنے حقائق اور اسرار کی بنا پر ہماری نظروں سے بہت دور ہے۔

امام تاج الدین الحنفی رقمطراز ہیں :۔

«ذٰلك) ذا اسم اشارة واللام مشعرة بالمشار الیه والکاف للخطاب واذا کان علی موقوعه من البعد » (۱۰۸)

پیر محمد کرم شاہ الازہری ان تفاسیر کی روشنی میں اسی نکتہ کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں :۔

" ذٰلك اگرچہ عام طور پر اس مشار الیہ کے لیے استعمال ہوتا ہے جو دور ہو لیکن ایسے مشار الیہ کے لیے بھی یہ استعمال ہوتا ہے جو حسًّا تو نزدیک ہو لیکن اپنی شان اور رتبہ کے اعتبار سے بہت بلند اور دسترس سے دُور ہو" (۱۰۹)

دَور حاضر کے مصر کے مفسر قرآن محمد رشید رضا بھی اس نکتہ سے متفق نظر آتے ہیں :۔

---

۱۰۷ ۔ علامہ فخر الدین الرازی الشافعی " تفسیر الکبیر " ج ۲ ص ۔ ۱۲/ ۱۳

۱۰۸ ۔ الامام تاج الدین الحنفی " الدر اللقیط من البحر المحیط " ج اوّل ص ۔ ۳۲

۱۰۹ ۔ الف، پیر محمد کرم شاہ الازہری " ضیاء القرآن " ج اول ص ۔ ۲۹ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۰۲ھ

ب ، ایضاً ایضاً ایضاً

"(ذٰلك الكتب) والاشارة البعيدة بالكاف يراد بها بعد مرتبته فی الکمال" (۱۱۰)

ترجمہ: ذٰلک اشارہ بعید ہے اور اس میں "ک" سے درحقیقت مرتبۂ کمال کی بلندی کی طرف اشارہ ہے۔

ان تمام تفسیری آراء کی روشنی میں امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ "وہ بلند رتبہ کتاب" ہر لحاظ سے درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ نے ترجمہ میں قرب حسی اور بعد رتبی دونوں کا خیال رکھتے ہوئے ترجمہ کیا ہے جو آپ کی ذہانت وفطانت کا غماز ہے اور تفاسیر معتبرہ کا صحیح ترجمان۔

امام احمد رضا نے "لاریب فیہ" کا ترجمہ بھی نہایت جامع کیا ہے جس کی وجہ سے قاری قرآنی الفاظ کی معنویت کی تہ تک بآسانی پہنچ جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ کا ترجمہ دوبارہ ملاحظہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کو غور سے پڑھیں۔ "وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں" کنزالایمان

"کوئی شک کی جگہ نہیں" یہ 'لاریب فیہ' کا ترجمہ ہے۔ تمام دیگر اردو مترجمین قرآن نے جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے "اس میں کوئی شک نہیں" حالانکہ لوگوں نے اس میں شک وشبہ اس وقت بھی کیا تھا اور آج بھی کرنے والے کرتے ہیں۔ جو اس میں شک کرتے ہیں وہ دراصل کور باطن ہیں ورنہ خود بلند رتبہ کتاب قرآن مجید شک کا محل ہی نہیں۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے دور حاضر کے مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

---

۱۱۰ ؎ علامہ محمد رشید رضا، تفسیر القرآن الحکیم الشہیر تفسیر المنار، ج اول ص۔ ۱۲۳ مطبوعہ بیروت

"یہ نہیں فرمایا کہ لَا یُرَابُ فِیْہِ "کہ اس میں شک نہیں کیا جاتا کیونکہ اس میں شک وشبہ کی گرد اڑانے والوں کی نہ تب کمی تھی نہ اب ہے بلکہ فرمایا لَارَیْبَ فِیْہِ" یعنی اس کے واضح دلائل، اس کی روشن تعلیمات، اس کے بیان کردہ تاریخی واقعات اور اس کی پیش گوئیاں حق وصداقت کے وہ بلند معیار ہیں جہاں شک وشبہ کا غبار نہیں پہنچ سکتا، اگر کوئی شک کرتا ہے تو اس کی اپنی کج فہمی اور کور ذوقی ہے"۔(۱۱۱)

مشہور مفسر قرآن شیخ زادہ اپنے حاشیہ علی البیضاوی" میں اس سوال کے جواب میں کہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں "ذٰلک الکتاب لاریب فیہ" کیوں کہا گیا ہے اور جنس "ریب" کی نفی کیسے ثابت ہوگی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت سے لے کر آج تک کثیر تعداد میں "مرتابین" (قرآنی آیات پر اعتراض اور شکوک وشبہات کی گرد اڑانے والے) قرآن مجید کی آیات پر اعتراضات اور شکوک وشبہات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ آپ رقمطراز ہیں:۔

"انہ لیس المراد انہ لا یرتاب فیہ احد حتی یرد ما ذکر من کثرۃ المرتابین بل المراد انہ بلغ فی حقیقۃ کونہ من عند اللہ تعالٰی وسطوع برھانہ الدال علی انہ وحی الٰھی الی حیث خرج عن کونہ مظنۃ للریب فلا ینبغی لمرتاب ان یرتاب فیہ وحاصلہ ان المنفی لیس وجود

---

۱۱۱ ۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری "ضیاء القرآن" جلد اوّل ص ۲۹

الریب فی نفسہ ولا صدورہ عن العاقل بل تعلقہ

استحقاقا ولیاقۃ ''(۱۱۲)

ترجمہ:۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ کوئی فرد اس میں (قرآن مجید) میں شک نہیں کرے گا جیسا کہ کثیر مترجمین کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ اس آیت کریمہ سے اس حقیقت کا پتا چلتا ہے کہ قرآن مجید کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کی بلند دلیل کے طور سے ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ بیشک یہ کلام وحی الٰہی ہے اور اس اعتبار سے یہ کسی قسم کے شک و شبہ کے سایہ کی گنجائش بھی نہیں رکھتا۔ یہ امر اتنی قوی دلیل ہے کہ کسی بھی مذبذب ذہن کو زیب نہیں دیتا کہ اس کتاب کے متعلق اپنے دل میں کسی قسم کے شک و شبہ کو جگہ دے۔ حاصل کلام یہ کہ یہ آیت کریمہ وجود ریب یا صدور ریب کی نفی نہیں کر رہی ہے بلکہ وحی الٰہی کے تعلق کی بنا پر محل ریب کی نفی کر رہی ہے۔

ترجمے میں مقصدّیت کی عکاسی

امام احمد رضا کا ترجمہ لفظوں کی مقصدیت کے اعتبار سے بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ترجمہ قرآن میں مقصدیت کے پہلو سے مراد یہ ہے کہ قرآن کسی مقام پر خاص مضمون یا کسی خاص حقیقت کو عام لفظوں میں جو تاثر قائم کرتا ہے ترجمہ قرآن میں مناسب الفاظ کو منتخب کر کے اس تصور قرآن کو ذہن نشین کرایا جائے اس مقصد کے لیے جو آیت منتخب کی ہے اس میں امام احمد رضا خاں نے عام مترجمین قرآن سے ہٹ کر اور قرآن سے قریب تر رہ کر تمام معتبر تفاسیر کی جمہور رائے کے مطابق ترجمہ کیا ہے اس

۱۱۲ ؎ شیخ زادہ ''حاشیہ علی تفسیر القاضی البیضاوی'' ، جلد اوّل ص ۴۷

سلسلے میں مندرجہ ذیل آیت ملاحظہ ہو۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ : (سورۃ الکھف۔١١٠/حٰمٓ السجدہ۔٦)

ترجمہ:۔ تم فرماؤ (ظاہر صورت بشری میں تو) میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔(١١٣)

تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔(١١٤)

ساتھ ہی ساتھ دیگر تراجم قرآن بھی ملاحظہ ہوں:۔

(١) تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم، حکم آتا ہے مجھ کو کہ تمہارا صاحب ایک صاحب ہے۔(١١٥)

(٢) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ میں (بھی تو) تم ہی جیسا ایک بشر ہوں۔ (مجھ میں تم میں صرف اتنا فرق ہے)، کہ میرے پاس (خدا کی طرف سے) یہ وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود (وہی اکیلا) ایک معبود ہے۔(١١٦)

(٣) (اور) آپ (یوں بھی) کہہ دیجیے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے۔(١١٧)

١١٣؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ص۔ ٤٣١

١١٤؎ ایضاً ص۔ ٦٤٧

١١٥؎ شاہ عبد القادر دہلوی "القرآن کریم مترجم" ص۔ ٥٠٤

١١٦؎ مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی "حمائل شریف مترجم" ص۔ ٤٨٦

١١٧؎ مولوی اشرف علی تھانوی "قرآن مجید مترجم" ج ٢ ص۔ ٣٩٣

(۴) (نیز) کہہ دے، میں تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوں کہ تمہارا ہی جیسا آدمی ہوں، البتہ اللہ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔(۱۱۸)

(۵) (اے پیغمبر) کہدے، میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں (فرق یہ ہے) کہ مجھ پر (اللہ کی طرف سے) وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا وہی ایک سچا خدا ہے اور تم پر وحی نہیں آتی۔ (۱۱۹)

(۶) اعلان کر دے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں ہاں میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔(۱۲۰)

اس آیت کے ترجمہ میں ہر مترجم نے کسی نہ کسی لفظ کا اضافہ کیا ہے اور کچھ نہ کچھ زور دینے کی کوشش کی ہے بلکہ آیت کا سادہ ترجمہ کرنے کے بجائے اس میں زور بیان پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو قرآنی آیات کے لیے مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہوتا کہ قرآن کا وہی مفہوم لیا جاتا جو آیت سے حاصل ہو رہا ہو۔ اپنا من پسند مفہوم اخذ کرنے کے لیے کسی لفظ کا غیر ضروری اضافہ یا ترجمہ کرتے وقت زور بیان پیدا کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ قرآنی آیات کی خوبی یہ ہے کہ اگر انہیں اردو میں اسی انداز سے منتقل کیا جائے تب بھی بات سمجھ میں ضرور آجاتی ہے۔

اسی آیت میں "قل" اگرچہ فعل امر ہے لیکن اس سے مراد محض کہنا ہے،

---

۱۱۸ ؎ ابوالکلام آزاد "ترجمان القرآن" ج ۲ ص۔ ۴۹۲

۱۱۹ ؎ مولوی نواب وحید الزماں "تبویب القرآن" ص۔ ۱۶

۱۲۰ ؎ مولوی محمد میمن جوناگڑھی "ترجمہ ابن کثیر معہ ترجمہ قرآن" ج ۲ ص۔ ۱۶

اعلان کرنا ایک الگ بات ہے۔ اسی طرح آیت مبارکہ میں لفظ "بس" کا اضافہ یا "بھی" اور "واحد صاحب" قطعی غیر ضروری اور غیر مناسب معلوم ہوتے ہیں یوں بھی چونکہ قل کے مخاطب کفار و مشرکین مکہ ہیں اور وہ بھی اہل زبان جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی بشر کہتے اور سمجھتے تھے اور اس مسئلے میں ان کو کوئی اختلاف بھی نہیں تھا مگر اس کو قرآن پاک نے کئی مقامات پر خود کفار مکہ کی زبانی دھرایا بھی گیا ہے مثلاً سورۃ فرقان میں اللہ تعالیٰ کفار مکہ کے قول کو دھراتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:۔

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۔ (الفرقان: ۷، ۸)

ترجمہ۔ اور بولے (کفار قریش) اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں نہ اتارا گیا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ ان کے ساتھ ڈر سناتا، یا غیب سے انہیں کوئی خزانہ مل جاتا یا ان کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے کھاتے اور ظالم بولے (مسلمانوں سے) تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا۔ (۱۲۱)

اللہ تعالیٰ نے کفار کی ان کہاوتوں کا اپنے محبوب کی تسلی کی خاطر یہ جواب دیا:۔

۱۲۱؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۵۰۹

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۔ (الفرقان: ۹)

ترجمہ:۔ (اے محبوب) دیکھو کیسی کہاوتیں تمہارے لیے بنا رہے ہیں تو گمراہ ہوئے کہ اب کوئی راہ نہیں پاتے۔ (۱۲۲)

پچھلے نبیوں کے زمانے کے امتی ان نبیوں اور رسولوں کے متعلق بھی یہی کہا کرتے تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ نبوت کے دوران کفار اور مشرکین کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) جادوگر ہیں، شاعر ہیں، جھوٹا کلام بنا کر پیش کرتے ہیں اور ہمارے ہی جیسے آدمی ہیں۔ ان باتوں کا سختی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا اور سورۃ الکھف اور حٰمٓ السجدہ میں اس کا موثر لفظوں میں جواب دیا کہ اے لوگو! تم اگرچہ میرے نبی کو ظاہری اعضا کی وجہ سے اپنے جیسا ہی انسان تصور کرتے ہو مگر ایسا نہیں کیونکہ وحی الٰہی ہر کس و ناکس پر نازل نہیں ہوتی ہاں اگر وحی کا نزول ہر کسے باشد پر ہوتا تو ضرور سب انسان حقیقتاً ایک جیسے ہوتے لیکن ایسا نہیں کیونکہ انبیاء و رسل کی ذوات کو اللہ نے بشری تخلیق سے پہلے ہی چن لیا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ .... (ال عمران: ۱۷۹)

ترجمہ۔ اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دیدے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ (۱۲۳)

۱۲۲۔ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، ص ۔ ۵۰۹

۱۲۳۔ ایضاً ص ۔ ۱۰۸

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی

مِنْ رَّسُوْلٍ ..... (الجن ۲۶/۲۷)

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں

کے۔ (۱۲۴)

غیب بتانے کے لیے انبیاء کو اس لیے منتخب کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ (ال عمران: ۱۶۱)

ترجمہ: اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے۔ (۱۲۵)

اس کی وجہ یہ ہے کہ

وَماھو علی الغیب بضنین ۔ (التکویر: ۲۴)

ترجمہ: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ (۱۲۶)

ان آیات کی روشنی میں نبی کے سچا ہونے کی شرط سے ایک شرط یہ سامنے آئی کہ نبی اللہ کی عطا سے غیب پر مکمل مطلع ہوتا ہے وضاحت کے لیے "عقائد جلالی" دیکھی جا سکتی ہے جس میں سچے نبی کی شروط میں نبی کے لیے مغیبات پر مطلع ہونا بھی شرط قرار دیا ہے۔

۱۲۴ے امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص ـ ۸۰۷

۱۲۵ے ایضاً ص ـ ۱۰۴

۱۲۶ے ایضاً ص ـ ۸۲۵

"شرط النبوة ادعا النبوة واظہار المعجزة وقد شرط مع ذلك الاطلاع مع المغیبات" (۱۲۷)

ترجمہ:۔ یعنی اثبات و ثبوت نبوت کے لیے نبوت کا دعویٰ اور معجزے کا اظہار شرط ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی رکھی گئی ہے کہ نبی مغیبات پر مطلع ہوں۔ (۱۲۸)

اسی کتاب میں مزید آگے درج ہے:۔

"النبی بمعنی المخبر عن اللہ تعالیٰ وقال ان المخبر بمعنی الاخبار فیکون النبی بمعنی المخبر متعدیا" (۱۲۹)

ترجمہ:۔ یعنی نبی کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے غیب کی خبر دینے والے اور فرمایا کہ خبر اخبار کے معنی میں (بھی) آتا ہے پس نبی بمعنی مخبر کے ہیں جو متعدی ہے (۱۳۰)

ان دلائل سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ عام انسان غیب پر مطلع ہی نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ عام انسان کے مقابل اپنے نبی کی عظمت اس طرح اجاگر کرتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا۔ (الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ:۔ اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے طور پر۔ (۱۳۱)

۱۲۷؎ ملا جلال الدین "عقائد جلالی مع شرح اخوند" ص ۷ نول کشور لکھنو

۱۲۸؎ ابو الفتح نصر اللہ خاں "مقدمہ عید میلاد النبی" ص ۱۰۲ مطبوعہ کراچی ۱۴۰۷ھ

۱۲۹؎ ملا جلال الدین "عقائد جلالی مع شرح اخوند" ص ۱۱

۱۳۰؎ ابو الفتح نصر اللہ خاں "مقدمہ عید میلاد النبی" ص ۱۰۲

۱۳۱؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۶۸۹

یہاں عام انسان اور رسول میں فرق بالکل واضح ہوگیا کہ اگرچہ دونوں اللہ کے بندے ہیں مگر آپس میں دونوں ایک جیسے نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عام انسان کو مندرجہ ذیل عظمتیں میسر ہی نہیں۔

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ۔

(ال عمران:۷۹)

ترجمہ:۔ کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور پیغمبری دے۔(۱۳۲)

دلائل قرآن سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر نبی مغیبات الٰہیہ پر مطلع ہوتا ہے اور وحی کسی عام بشر پر یعنی غیر نبی پر کبھی نہیں آتی اس لیے اب کوئی بھی انسان ذات انبیاء و رسل کی برابری نہیں کرسکتا یہاں ایک مسئلہ خود بخود حل ہوگیا کہ ہم جیسے بشر کو کوئی نبی سمجھے (معاذ اللہ) تو یقیناً وہ گمراہ اور دیوانہ کہلائے گا یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا نے دونوں آیات میں مثلکم کے ترجمہ کو بہت احتیاط کے ساتھ بیان کیا ہے جو مفسرین کی توضیح کی بھرپور عکاسی کرتا ہے مثلاً،

امام رازی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں:۔

"واعلم انہ تعالٰی لما بین کمال کلام اللہ امر محمدا صلی اللہ علیہ وسلم بان یسلک طریقۃ التواضع (فقال قل انما انا بشر مثلکم)"(۱۳۳)

ترجمہ:۔ یعنی: جب اللہ تعالٰی نے اپنے کلام کے کمال کو ظاہر فرمادیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳۲؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص۔۸۸

۱۳۳؎ امام محمد فخر الدین الرازی "تفسیر الکبیر"، الجزء ۱۵ ص۔

کو حکم دیا کہ وہ تواضع کی شاہراہ پر چلیں چنانچہ فرمایا کہ فرما دو میں آدمی ہونے میں تمہاری طرح ہوں۔

امام بغوی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"قال ابن عباس علم اللہ رسولہ التواضع لئلا یزھو علی خلقہ، فامرہ اللہ یقر أ فیقول أنا آدمی مثلکم إلا انی خصصت بالوحی وأکرمنی اللہ بہ" (۱۳۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اظہار تواضع کے لیے حکم فرمایا چنانچہ آیت کریمہ میں یوں ارشاد کیا گیا کہ پیارے محبوب فرما دیجیے کہ آدمی ہونے میں تمہاری مثل ہوں مگر مجھے وحی جیسی نعمت عظیمہ کے ساتھ مختص کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس وحی کی وجہ سے بزرگ کیا۔

اس کے علاوہ امام بغوی کے اس قول کو جو ابن عباس سے منسوب ہے تفسیر نیشاپوری، تفسیر خازن اور دیگر معروف مفسرین نے بھی نقل کیا ہے تفسیر روح البیان میں علامہ شیخ اسمٰعیل حقی اسی بشریت کی مزید وضاحت فرماتے ہیں:۔

"(قل انما انا بشر مثلکم) بمعنی قل یا محمد ما انا الا ادمی مثلکم فی الصورۃ ومساویکم فی بعض الصفات البشریۃ" (۱۳۵)

---

۱۳۴ ۔ الامام ابی محمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی "تفسیر البغوی" ج ۳ ص ۔ ۱۸۷

۱۳۵ ۔ علامہ شیخ اسمٰعیل حقی "تفسیر روح البیان" پارہ ۱۶ ص

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما دو میں نہیں ہوں مگر تم جیسا آدمی صورت میں (نہ کہ حقیقت میں) اور بعض صفات بشریہ (نہ کہ کل) کے ظہور میں تم جیسا ہوں۔

اس مقام پر ملا واعظ حسین کاشفی شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی کے اقوال نقل فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صورتیں ہیں ایک صورت بشری جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا (قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ) دوسری ملکی جسے خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "انی لست کاحدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" تیسری صورت حقی جیسا کہ خود ارشاد فرمایا "لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی ومرسل" اور اس سے بھی کھلی یہ حدیث ہے "من رانی فقد رای الحق" (۱۳۶)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں واضح طور پر (قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ) کو متشابہات میں شمار کیا ہے۔ (۱۳۷) ان کے نزدیک اس آیت کو متشابہات میں شمار کرنے کی واضح دلیل یہ ہے کہ جمہور مفسرین کے نزدیک مثلکم کا خطاب ان کفار و مشرکین سے ہے جو طرح طرح کی کہاوتیں گھڑتے تھے اور پھر کہتے کہ ہم اپنے جیسے آدمی کو کیسے نبی و رسول مان لیں اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کی دلجوئی کی خاطر اور ان کو تواضع کی تعلیم دینے کی خاطر اس آیت کریمہ کو نازل کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ

۱۳۶ے مولوی فخر الدین قادری "تفسیر قادری" (اردو ترجمہ تفسیر حسینی) ج ۲ ص ۔ ۹

۱۳۷ے شیخ عبد الحق محدث دہلوی "مدارج النبوۃ" ج اول حصہ سوم ص ۔ ۱۵۲

میں کسی صحابی رسول نے اپنی زبان مبارک سے کفار و مشرکین کی کہاوتوں کے الفاظ کبھی نہیں دہرائے یہاں تک کہ جب ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ" قال انی لست کھیئتکم"(۱۳۸) اس پر کسی بھی صحابی رسول نے یہ نہیں فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے ہی جیسے انسان تو ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر تصور ہی نہیں کرتے تھے اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ محض ادب رسالت کی وجہ سے تھا تو بھی صحیح ہے کیونکہ ادب کی ہی وجہ سے ہم قرآن کریم کو دوسری کتابوں کے مثل نہیں سمجھتے اگرچہ تمام کتابیں ایک ہی طرح کے کاغذ پر چھپی ہوئی ہوتی ہیں اگر سرورق پر کوئی نام لکھا ہوا نہ ہو تو کوئی انسان کسی بھی کتاب میں تفریق نہ کر سکے مگر جب سرورق پر قرآن کریم لکھا ہوا ہوتا ہے تو وہ کتاب سب سے منفرد و ممتاز ہو جاتی ہے اسی طرح ہر انسان دیکھنے میں ایک جیسا ہے مگر جب کسی کے پاس وحی کا نزول ہوتا ہے تو وہ تمام انسانوں سے منفرد و ممتاز ہو جاتا ہے اور سوائے ظاہری صورت کے وہ اس جیسا ہرگز نہیں ہوتا۔

اسی بحث کو مولانا ابوالقاسم محمد عتیق فرنگی محلی کے ترجمے اور تفسیر سے بھی تائید حاصل ہے۔ پہلے مولانا فرنگی محلی کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے:۔

"آپ فرما دیں کہ بس میں تو (صورت میں) تمہارے جیسا انسان ہوں

---

۱۳۸ ۔ امام ابو عبد اللہ بخاری، صحیح البخاری، ج اول باب الوصال (۴ احادیث) باب التشکیل لمن اکثر الوصال (۲ احادیث)، باب الوصال الی السحر (۱ حدیث) ص ۲۶۳/۲۶۴ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۸۱ھ

البتہ میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس معبود یکتا ہے۔" (۱۳۹)

اس کے بعد فوائد کے عنوان کے تحت تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"قدیم و جدید تفاسیر ابن کثیر بیضاوی، فتح القدیر، التاویل، انوار التنزیل شوکانی وغیرہا کے پیش نظر یہ امر بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام انسانوں جیسا ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ آپ کا امتیاز، آپ کی فوقیت، آپ کی برتری و رفعت شان کا ثبوت ملتا ہے پھر اب کس کی مجال ہو سکتی ہے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جیسے انسان تھے اور اس پر اس آیت شریفہ سے استدلال کر سکے اس کا ایسا کہنا ویسا ہی منقصت شان ہوگا جیسے مہتر، بادشاہِ ہفت اقلیم کے متعلق کہے کہ وہ میرا جیسا انسان ہے۔ بارگاہِ رسالت میں ایسی منقصت موجب کفر ہے العیاذ باللہ اور معاذ اللہ ایسا کہنا کافروں کے جیسا قول ہوگا جو آپس میں کہتے تھے (یہ شخص نہیں ہے مگر تمہاری مثل ایک آدمی) پس ایسے گستاخانہ کلام اور ایسے فاسدہ عقیدہ سے احتراز و اجتناب کلی کرنا چاہیے۔" (۱۴۰)

ان تمام دلائل و براہین کے بعد آئیے قرآن پاک پہ ایک نظر ڈالیں کہ پچھلی امتیں اپنے انبیاء کو کیا سمجھتی تھیں اور وہ ان کو کس طرح پکارتے تھے قرآن پاک

---

۱۳۹ ۔ ابو القاسم محمد عتیق فرنگی محلی "رکن ایمان ترجمہ قرآن و توضیح العجیب" (۱۳۷۱) ص۔ ۲۰۷ مطبوعہ کراچی

۱۴۰ ۔ ایضاً ص ۔ ۲۲۱

کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن اقوام کا قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے ان اقوام کے تمام ہی سرداروں کے اقوال انبیاء سے متعلق قرآن نے نقل کر دیے ہیں کہ ہر نبی کا امتی اپنے نبی کو اپنا جیسا بشر کہا کرتا تھا اور اسی بنا پر وہ یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوتا تھا کہ جب یہ ہماری طرح کا بشر ہے تو نبی کیسے ہو گیا ان کے خیال میں نبی کا فرشتہ صفت ہونا ضروری تھا اور وہ انسان کو کسی حالت میں فرشتہ صفت تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے اسی لیے وہ التجا بھی کرتے کہ آپ اگر رسول یا نبی ہیں تو کوئی فرشتہ گواہی دے۔ وہ شاید اس بات کو نہیں سمجھ پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض چنے ہوئے بشر کو فرشتہ صفت ہی بنا کر دنیا میں بحیثیت نبی اور رسول بھیجا ہے اگر وہ یہ نکتہ سمجھ لیتے تو شاید پھر اپنے جیسا بشر کہنے کی رٹ نہ لگاتے آیئے پہلے ان تمام آیات کو ایک بار پڑھیں جن میں پچھلے امتیوں کے اقوال اللہ تعالیٰ نے دہرائے ہیں۔

۱۔ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا... الآیۃ (ھود:۲۷)

تو اس کی (نوح علیہ السلام کی) قوم کے سردار جو کافر ہوئے تھے بولے ہم تو تمہیں اپنا ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے اور ہم تم میں کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ (کنزالایمان ص ۳۵۹)

۲۔ قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ط تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ○ (ابراہیم:۱۰)

بولے (حضرت ابراہیم کے امتی) تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے باز رکھو جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ اب کوئی روشن سند ہمارے پاس لاؤ۔ (کنزالایمان ص ۴۱۰)

۳۔ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖ ...... لا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ (المومنون۔۳۳/۳۴)

اور بولے اس (قوم ھود) کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں چین دیا۔ کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے۔ اور اگر تم اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔ (کنزالایمان ص ۵۵۱)

۴۔ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ .....۔(الشعرآ: ۱۵۳/۱۵۵)

بولے (قوم صالح کے سردار) تم پر تو جادو ہوا ہے ۝ تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو تو کوئی نشانی لاؤ اگر سچے ہو ۝ فرمایا یہ ناقہ ہے... (کنزالایمان ص ۵۹۷)

۵۔ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (الشعرآء: ۱۸۶)

بولے (قوم شعیب کے لوگ) تم پر جادو ہوا ۝ تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور بیشک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں ۝ (کنزالایمان ص ۵۹۹)

۶۔ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝ (یٰسین: ۱۵)

بولے (قوم عیسیٰ کے لوگ) تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نرے جھوٹے ہو ۝ (کنزالایمان ص ۷۰۳)

اب ملاحظہ کیجیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کفار اور مشرکین مکہ کے اقوال اور پھر اللہ تعالیٰ کا جواب

۱۔ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ○ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ○

(المدثر: ۲۴۔۲۵)

پھر بولا (ولید) یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا ○ یہ تو نہیں مگر آدمی کا کلام۔

(کنزالایمان ص ۹۲۱)

۲۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۹۴)

اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اسی نے کہ بولے (کفار و مشرکین مکہ) کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا۔ (کنزالایمان ص ۲۶۶)

۳۔ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ○ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ○ (الفرقان: ۸)

اور بولے (کفار قریش) اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے ط کیوں نہ اتارا گیا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ ان کے ساتھ ڈر سناتا ○ یا غیب سے انہیں کوئی خزانہ مل جاتا یا ان کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے کھاتے ط اور ظالم بولے تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا ○ (کنزالایمان ص ۵۷۶۔۵۷۷)

۴۔ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ○ (الانبیاء: ۳)

کہ یہ کون ہیں ایک تم ہی جیسے آدمی تو ہیں ہو کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کرہ

(کنزالایمان ص ۵۱۷)

کفار مکہ اور مشرکین مکہ کے اقوال آپ نے ملاحظہ کیے ان اقوال اور پچھلی امتوں کے اقوال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنی جنس کی طرح قیاس کر رہا ہے کہ ہم جیسے گنہگار اور بدکردار انسان ہیں تو ہماری اس جنس سے کوئی معزز کیسے ہو سکتا ہے لہٰذا وہ نبی تسلیم کرنے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر اور جھوٹا انسان تصور کرتے رہے۔ یہ ان سب کی بے ادبی اور گستاخی تھی لہٰذا اب ان ، الفاظ کو اگر ہم اپنے اوپر قیاس کر کے ہم بھی یہیں کہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہی طرح کے انسان تھے کیونکہ وہ ہماری طرح کھاتے پیتے تھے، ہماری طرح چلتے پھرتے تھے اور ہماری ہی طرح ان کو موت بھی آئی ہے تو یہ سب کہنا اللہ کے نزدیک صریح گمراہی ہے کیونکہ اللہ نے ان اقوال کے بعد حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ (الفرقان: ۹)

اے محبوب دیکھو کیسی کہاوتیں تمہارے لیے بنا رہے ہیں تو گمراہ ہوئے کہ اب کوئی راہ نہیں پاتے ۔ (کنزالایمان: ۵۷۷)

اب ذرا ان مترجمین کا ترجمہ ایک دفعہ پھر دیکھیے جنھوں نے نبی اور عام بشر میں فرق کو اس طرح بتایا کہ بس اور صرف اتنا سا فرق ہے کہ آپ کو وحی آتی ہے۔ ہر مترجم سارا زور اس بات کی طرف ڈالتا نظر آرہا ہے کہ نبی بالکل ہماری طرح کا انسان ہے۔

- تو کہہ کہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم (شاہ عبد القادر)
- (اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میں (بھی تو) تم ہی جیسا ایک بشر ہوں مجھ میں تم میں صرف اتنا فرق ہے) کہ میرے پاس (خدا کی طرف سے) یہ وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود (وہی اکیلا) ایک معبود ہے (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)
- (اور) آپ (یوں بھی) کہہ دیجیے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں .....

(مولوی اشرف علی تھانوی)
- اے، نبی کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔ (سید مودودی)

امام احمد رضا نے تمام آیات کو سامنے رکھتے ہوئے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد سمجھتے ہوئے انتہائی جامعیت کے ساتھ اس آیت کریمہ کا ترجمہ فرمایا کہ
"تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔" (کنزالایمان ص ۴۸۸)

عام قاری امام احمد رضا کے اس ترجمہ کو پڑھنے کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی اپنی طرح نہیں سمجھے گا بہت ذہن اس طرف گیا تو یہ خیال کرے گا کہ حضور صرف ظاہری صورت میں ہماری طرح نظر آتے تھے حقیقت میں ہم ان جیسے بشر ہو ہی نہیں سکتے کہ جس بشر عظیم کو اللہ تعالیٰ لامکاں پر بلا کر اپنا دیدار نصیب کرے اور وہاں بھی فرمائے کہ ہم نے اپنے خاص بندے کو جو معراج عطا کی اس خاص بندے کو جو چاہا ہم نے اس کو وحی کی کہ قرآن شاہد ہے۔

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ (النجم: ۱۰)

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (کنزالایمان ص ۸۲۸)

تفاسیر کی روشنی سے بھی یہ ہی بات ثابت ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع کی خاطر فرمایا ورنہ آپ کی بشریت عام انسانوں سے افضل ہی نہیں افضل ترین ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاء کو اپنا مثل بشر کہتے تھے صحابہ کرام میں کسی بھی صحابی یا صحابیہ کا قول حدیث اور تاریخ میں نہیں ملتا کہ کسی نے کبھی بھی اس طرح کے الفاظ منہ سے نکالے ہوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہی طرح بشر تھے خیال رہے کہ وہ ہم سے زیادہ آیات کو سمجھنے والے تھے۔

آخر میں کنزالایمان کے محشی مولنا نعیم الدین مراد آبادی کا حاشیہ نقل کر کے اس بحث کو ختم کر رہا ہوں آپ لکھتے ہیں :۔

"کسی کو جائز نہیں کہ حضور کو اپنی مثل بشر کہے کیونکہ جو کلمات اصحاب عزت و عظمت بہ طریق تواضع فرماتے ہیں ان کا کہنا دوسروں کے لیے روا نہیں ہوتا۔ دوئم یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے فضائل جلیلہ و مراتب رفیعہ عطا فرمائے ہوں اس کے ان فضائل و مراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے وصف عام سے ذکر کرنا جو ہر کہ و مہ میں پایا جائے ان کمالات کے نہ ماننے کا مشعر ہے۔ سوئم یہ کہ قرآن کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاء کو اپنے مثل بشر کہتے تھے اور اسی سے گمراہی میں مبتلا ہوئے پھر اس کے بعد آیت یوحیٰ الیّ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص بالعلم اور مکرم عند اللہ ہونے کا بیان ہے۔ (۱۴۱)

۱۴۱ ۔ مولنا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی "خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" ص ۴۸۸ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

مولانا سید محمد اشرف محدث اعظم کچھوچھوی (المتوفی ۱۳۸۱ھ) کا ترجمۂ قرآن[ف] بھی امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کی مکمل تائید کرتا ہے۔ آپ ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"کہدو کہ میں بس چہرہ مہرہ رکھنے میں تمہاری روپ میں ہوں وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود بس معبود اکیلا ہے۔ (۱۴۲)

ف: نوٹ: مولانا سید محمد اشرف محدث اعظم کچھوچھوی کا ترجمہ قرآن مسمے بہ "معارف القرآن" ۱۳۶۶ھ میں مکمل ہوا تھا مگر ۱۴۰۵ھ میں پہلی دفعہ محدث اعظم پبلیکیشنز احمد آباد گجرات سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ شاہ رفیع الدین کے بعد دوسرا مکمل لفظی ترجمہ ہے مگر محدث کچھوچھوی نے لفظی ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کو محاوراتی بنانے کی بھی عمدہ سعی کی ہے لیکن مجموعی خصوصیت کے اعتبار سے یہ ترجمہ لفظی ہے، اس ترجمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سید محمد اشرف علیہ الرحمہ نے اپنے ترجمۂ قرآن میں امام احمد رضا بریلوی کے ترجمۂ قرآن سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور تمام حساس مقامات پر قلم کو احتیاط سے آگے بڑھایا ہے۔ زبان اگرچہ قدیم ہے مگر سادہ اور سلیس۔ محدث کچھوچھوی کے اسی اردو ترجمۂ قرآن کا ہندی اور گجراتی ترجمہ بھی ساتھ میں شائع ہوا ہے جس کو جناب شوکت خاں اشرفی نے منتقل کیا ہے یہ ترجمہ قرآن ۱۰۴۲ صفحات پر بڑے سائز پر مشتمل ہے یہ ترجمہ عام مارکیٹ میں میسر نہیں ہے اس لیے بڑی جدوجہد کے بعد علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نائب مہتمم دار العلوم امجدیہ کراچی (سابق ممبر قومی اسمبلی) کے توسل سے اس وقت ملا جب آخری باب کی ٹائپنگ کا کام جاری تھا اس لیے اس ترجمۂ قرآن سے بھرپور استفادہ نہیں کیا جاسکا لیکن جو کچھ مطالعہ کیا جاسکا اس کے پیش نظر امام احمد رضا بریلوی کی لفظی ترجمانی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا

۱۴۲ ؎ مولانا سید محمد اشرف کچھوچھوی "معارف القرآن" ص ۔ ۳۶۶

صوتی حسن، سلاست ترنم

علوم قرآنی سے شغف رکھنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ اعجاز قرآن میں ایک اچھوتا صوتی حسن اور وجد آور صوتی سلاست و ترنم ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے "الفوز الکبیر" کے باب سوم میں قرآن کے صوتی ترنم اور سلاست نغمگی پر سیر حاصل گفتگو کی ہے مثلاً ایک جگہ کہتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے اکثر سورتوں میں آواز کی کشش کا اعتبار کیا ہے نہ کہ بحر طویل و مدید وغیرہ کا۔" (۱۴۳)

آگے تحریر فرماتے ہیں:۔

"دیکھو حضرت حق تعالیٰ ایک جگہ "کریما"، دوسری جگہ "حدیثا" اور تیسرے مقام پر "بصیرا" فرماتا ہے۔ اگر حرف روی کی موافقت کا التزام اس موقع پر کیا جائے تو گویا خود کو ایک غیر لازمی شئے کا پابند بنانا ہے جیسا کہ سورۃ "مریم" اور سورۃ "فرقان" کے ابتدا میں واقع ہوا ہے علی ہذا ایک مخصوص جملے کو کلام کے درمیان بار بار لانا ہی لذت پیدا کرتا ہے جیسا کہ سورۃ "شعرا"، سورۃ قمر، سورۃ رحمٰن و مرسلات میں واقع ہے۔" (۱۴۴)

۱۴۳۔ شاہ ولی اللہ دہلوی "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر"، (مترجم مولوی رشید احمد) ص۔ ۶۷، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۸۲ء

۱۴۴۔ ایضاً ص۔ ۶۸

دورِ حاضر کے محقق اور ادیب شہیر علامہ شمس الحسن شمس بریلوی قرآن کے صوتی حسن سے متعلق لکھتے ہیں :۔

"قرآن کریم کے اسلوب بیان کے سلسلے میں کوئی جامع بات کہنا انسانی قدرت سے باہر ہے کیونکہ انسان کے نظم اور نثر کے جتنے بھی اسلوب جس جس زبان میں بھی بنائے گئے ہیں قرآن کسی اسلوب میں محدود نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس کا اپنا ایک اسلوب ہے جس کو قرآنی اسلوب کہا جاتا ہے۔ قرآنی اسلوب کے وجوہ اعجاز میں ایک وجہ اعجاز "نظم قرآن" ہے۔ قرآن بطور کل، حروف، کلمات اور جملوں سے مرکب ہوتا ہے۔ حروف کا مادہ صوت (آواز) ہے یعنی وہ صوت سے بنتے ہیں اور قرآن کے کلمات کی ترکیب حروف سے ہوتی ہے اور جملہ ان کلمات کی ترکیب سے بنتا ہے، نظم کلام کا اعجاز ان تینوں سے وابستہ ہے۔

قرآن پاک کی بلاغت یہ ہے کہ فنون ادبی از قسم مجاز، کنایہ استعارہ اور دوسری ادبی خصوصیات جو قرآن حکیم میں ادبی حیثیت سے موجود ہیں بالکل طبیعی ہیں۔ قرآن حکیم نے بصورت مجاز، استعارہ اور کنایہ جو لفظ جہاں استعمال کیا ہے، اس کے سوا کوئی اور لفظ نہیں مل سکے گا یہی وجہ ہے کہ حروف، کلمات اور جملوں کے نظم سے اگر آپ قطع نظر بھی کر لیں تو یہی ایک وصف خاص کاملاً اعجاز قرآن میں ایک مقام رکھتا ہے۔ قرآن حکیم کا صرف ایک حرف بھی اپنے موقع کی مناسبت سے دوسرے تمام حروف بیان کی تقدیم و تاخیر اور اسی طرح دوسرے

کلموں اور جملوں کے مقابلے میں اپنے اندر اعجاز رکھتا ہے یعنی صرف ایک حرف جس طرح اور جہاں قرآن حکیم میں استعمال ہوا، خواہ تمام حروف کی تقدیم و تاخیر کی جائے یا دوسرے کلمات یا جملے اس کی جگہ رکھ دیئے جائیں وہ خوبی ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی۔" (۱۴۵)

قرآن حکیم کے الفاظ کی صوتی ہم آہنگی، ان کی سلاست کا صحیح معنوں میں اس وقت احساس ہوتا ہے جب کوئی بہت ہی خوش الحان قاری یکسوئی کے ساتھ فجر کے وقت جب ہلکی ہلکی روشنی ہو اور پرندے بھی چہچہا رہے ہوں کسی اونچے مقام پر بیٹھا تلاوت کر رہا ہو تو دلجمعی کے ساتھ سننے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آبشار گرتے وقت ایک عجیب دلنشیں آواز سنائی دیتی ہے جس سے ساز فطرت کے تار چھڑتے ہوں۔ حقیقت میں اس صوتی حسن کا احساس کوئی صاحب ذوق ہی کر سکتا ہے۔ یہ مثالیں تو محض علامتی ہیں ویسے تو پورے کلام میں صوتی حسن موجود ہے مگر آخری پاروں کی سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسے کلمات کا انتخاب فرمایا ہے جس کو پڑھ کر صوتی حسن اور نغمگی کی چاشنی میں کچھ اور ہی لطف ہوتا ہے کہ سننے اور پڑھنے والا جھوم جھوم اٹھتا ہے۔ بیان القرآن کے اس اعجاز کو ترجمے میں جس طرح امام احمد رضا بریلوی نے سمویا ہے یہ پہلو بھی کسی دوسرے ترجمے میں نظر نہیں آتا امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن صوتی ترنم کا آئینہ دار ہے اس سلسلے میں چند آیات ملاحظہ ہوں،

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انْكَدَرَتۡ ۝ وَاِذَ

۱۴۵۔ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی، "سرور کونین کی فصاحت"، ص ۔ ۱۷۰ / ۱۷۱ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔ ۱۹۸۵ء

الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۞

... جب دھوپ لپیٹی جائے ۞ اور جب تارے جھڑ پڑیں ۞ اور جب پہاڑ چلائے جائیں ۞

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۞ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۞ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۞

... اور جب تھلکی اونٹنیاں چھوٹی پڑیں ۞ اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں ۞ اور جب سمندر سلگائے جائیں ۞۔

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۞ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۞ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۞

... اور جب جانور کے جوڑے بنیں ۞ اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے ۞ کس خطا پر ماری گئی ۞۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۞ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۞ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۞

... اور جب نامہ اعمال کھولے جائیں ۞ اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے ۞ اور جب جہنم بھڑکایا جائے ۞۔

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۞ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۞ (سورۃ التکویر)

... اور جب جنت پاس لائی جائے ۞ ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی ۞۔ (۱۴۶)

---

۱۴۶ ۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی ۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ، ص ۔ ۸۲۴

اب ذرا مولوی فتح محمد جالندھری کا ترجمہ ملاحظہ ہو :۔

جب سورج لپیٹ لیا جائے گا ؀ اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے ؀ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے ؀ اور جب بیانے والی اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی ؀ اور جب وحشی جانور اکٹھا ہو جائیں گے ؀ اور جب دریا آگ ہو جائیں گے ؀ اور جب روحیں بدنوں سے ملا دی جائیں گی ؀ اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنائی گئی ہو پوچھا جائے گا ؀ کہ وہ کس گناہ پر ماری گئی ؀ اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے ؀ اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی ؀ اور جب دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی ؀ اور جب بہشت قریب لائی جائے گی ؀ اور تب ہر شخص معلوم کرے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے ؀۔ (۱۴۷)

دونوں تراجم میں فرق دیکھا جا سکتا ہے مولوی فتح محمد جالندھری کے ترجمہ قرآن میں گا، گے، گی پڑھتے ہوئے بوجھل معلوم ہو رہا ہے اور متن کا لطف ترجمے میں بالکل ہی محسوس نہیں ہوتا جب کہ امام احمد رضا نے قرآنی متن سے قریب ترجمہ کرتے ہوئے قرآنی ترنم اور سلاست کو برقرار رکھا ہے۔ دراصل اس سورۃ میں تمام افعال یا تو ماضی مجہول کے صیغے ہیں یا ماضی معروف ایک ایسی بات جو مستقبل میں پیش آنے والی ہو فعل ماضی میں بیان کرنا قرآن کریم ہی کا خاصہ ہے اس لیے ترجمہ کرتے ہوئے احتیاط ضرور ملحوظ رکھنی چاہیے۔ اب اگر امام احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن کو قدرے غور سے پڑھا جائے تو پڑھنے والے کے دل میں عظمت قرآن کے ساتھ ساتھ محبت خداوندی اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ گھر کرتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس سورت کا ترجمہ امام احمد

۱۴۷۔ مولوی فتح محمد جالندھری "قرآن مجید مترجم"، ص ۔ ۵۶۸

رضا نے اسی انداز سے کیا ہے کہ پڑھنے والا نہ صرف قرآن کی طرف راغب ہوتا ہے بلکہ اس کی اصلاح باطن بھی ہو جاتی ہے۔

اسی صوتی حسن کے سلسلے میں ایک اور مقام ملاحظہ ہو:۔

إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ (سورۃ الواقعہ)

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا ۔ تو انہیں بنایا کنواریاں ۔ اپنے شوہر پر پیاریاں " انہیں پیار دلاتیاں ایک عمر والیاں " (۱۴۸)

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کے مقابلے میں دور حاضر کے مترجم سید مودودی صاحب کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے:۔

" ان کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں باکرہ بنا دیں گے، اپنے شوہروں کی عاشق اور عمر میں ہم سن " (۱۴۹)

جناب وحید الزماں صاحب کا ترجمہ بھی دیکھتے چلیے:۔

" ہم ان کو ایک دم سے اٹھا کر کھڑا کر دیں گے ۔ اور ان کو کنواریاں پیاری پیاری ۔ داہنے ہاتھ والوں کی ہم عمر بنا دیں گے ۔ (۱۵۰)

یہاں امام احمد رضا بریلوی نے فعل اور مصدر کے ترجمہ کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔ محض زور بیاں پیدا کرنے کی خاطر کسی امر کو نظر انداز نہیں کیا اور فعل ہو یا مصدر

---

۱۴۸ ۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، " کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن " ص ۔ ۷۵۲

۱۴۹ ۔ سید مودودی " ترجمہ قرآن " ص ۱۳۶۵ مطبوعہ کراچی

۱۵۰ ۔ نواب وحید الزماں " تبویب القرآن " ص ۷۴۲ مطبوعہ لاہور

سب کا صحیح صحیح ترجمہ کیا ہے اس آیت کے ترجمہ کے وصف خاص کو عربی زبان سے واقف حضرات بخوبی سمجھ سکتے ہیں جبکہ نواب وحید الزماں صاحب اور مودودی صاحب کا ترجمہ قرآن کے صوتی حسن کی عکاسی سے نہ صرف دور ہیں بلکہ قاری کو ترجمہ میں کسی قسم کی لذت یا کیف حاصل نہیں ہوتا۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۗ (سورۃ النّٰزعٰت)

ترجمہ:۔ قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں ۰ اور نرمی سے بند کھولیں ۰ اور آسانی سے پیریں ۰ پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں ۰ پھر کام کی تدبیر کریں ۰ جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی ۰ اس کے پیچھے آئے گی آنے والی۔ (۱۵۱)

شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

قسم ہے گھسیٹ لانے والوں کی، ڈوب کر ۱ اور بند چھڑا دینے والوں کی، کھول کر ۲ اور پیرنے والوں کی، پیرنے پر ۳ پھر آگے بڑھتے دوڑ کر ۴ پھر کام بناتے حکم سے ۵ جس دن کانپے کانپنے والی ۶ اس کے پیچھے دوسری ۷ (۱۵۲)

شاہ عبدالقادر کے ترجمہ قرآن میں نہ تو صوتی حسن و سلاست ہے اور نہ ہی ترجمہ اس نغمگی کا ساتھ دے رہا ہے جو قرآن کی اس سورۃ میں رچا بسا ہے۔ شاہ

۱۵۱۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص۔ ۸۲۱

۱۵۲۔ شاہ عبدالقادر دہلوی "القرآن الحکیم مترجم"، ص۔ ۹۷۸

صاحب نے ترجمے میں اتنا الجھاؤ پیدا کر دیا ہے کہ پڑھنے والے کا ذہن کچھ بھی سمجھنے سے قاصر ہے جبکہ امام احمد رضا بریلوی نے کم لفظوں میں کسی بھی اضافے کے بغیر ترجمہ کیا ہے اور ساتھ ہی کیف و سرور کا حسن اور صوتی ترنم کو بھی بدستور قائم رکھا جو قرآن کے متن میں ہے، دوسری خصوصیت یہ بھی ہے کہ امام احمد رضا نے ترجمۂ قرآن میں مصدری معنیٰ کا خصوصیت کے ساتھ یہاں بھی خیال رکھا ہے۔

ایک آخری مثال اس سلسلے میں اور ملاحظہ ہو:۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ (سورۃ البلد)

ترجمہ:۔ کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں ۔ اور زبان دو ہونٹ ۔ اور اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی ۔ (۱۵۳)

مولوی اشرف علی تھانوی کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے:۔

"کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں ۔ اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے ۔ اور (پھر) ہم نے اس کو دونوں دونوں رستے (خیر و شر کے) بتلا دیئے ۔ (۱۵۴)

اب مولوی محمود حسن دیوبندی کا ترجمہ بھی اس مقام کا ملاحظہ ہو:۔

"بھلا ہم نے نہیں دیں اسکو دو آنکھیں ۔ اور زبان اور دو ہونٹ ۔ اور دکھلا دیں اس کو دو گھاٹیاں ۔ (۱۵۵)

۱۵۳؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۔ ۸۳۵

۱۵۴؎ مولوی اشرف علی تھانوی "ترجمہ قرآن" ص ۶۲۸ مطبوعہ کراچی

۱۵۵؎ مولوی محمود حسن دیوبندی "ترجمہ قرآن اردو" ص ۔ ۷۷۶

مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی محمود حسن دیوبندی نے سورۃ البلد کے استفہام کی لذت کو ترجمے میں مسخ کر دیا اور سب سے بڑی بھول ان سے "نجد" کے ترجمے میں ہوئی۔ کسی بھی لغت کی کتاب میں نجد کے معنی گھاٹی (VALLEY) یا خیر و شر کے رستے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ "نجد" ابھری جگہ کو کہتے ہیں جیسے پہاڑی کی چوٹی یا کوئی بڑا ٹیلہ (PLATEAU) جو سطح زمین سے ابھرا ہوا ہو جیسا کہ "المنجد" میں اس کے معنی بلند زمین، عورت کے پستان بتائے گئے ہیں (۱۵۶) کیونکہ وہ سینے سے ابھرے ہوتے ہیں۔ امام راغب نے بھی "المفردات" میں النجد کے معنی بلند اور سخت جگہ کے بتائے ہیں۔ (۱۵۷) صاحب مصباح اللغات نے بھی اس کے معنی بلند زمین، پستان وغیرہ بتائے ہیں۔ (۱۵۸)

موجودہ سعودی عرب کا دارالحکومت ریاض پہلے النجد کہلاتا تھا جس کا ذکر احادیث میں بھی آیا ہے اس کو نجد یا (PLATEAU) اسی لیے کہا گیا کہ یہ علاقہ چاروں طرف سے سطح زمین سے خاصا بلند ہے۔ صحیح البخاری میں نجد کا ذکر ملاحظہ کیجیے:۔

حدیث:۔ "حدثنا علی ابن عبد اللہ قال حدثنا ازھر بن سعد عن ابن عون عن نافع عن ابن عمر قال ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللّٰھم بارک لنا فی شامنا اللّٰھم بارک

۱۵۶۔ المنجد عربی / اردو ص۔ ۹۹۵، دارالاشاعت کراچی

۱۵۷۔ الامام راغب الاصفہانی "مفردات القرآن" مترجم محمد عبدہ، ص۔ ۱۰۲۸

۱۵۸۔ مولوی عبد الحفیظ بلیاوی "مصباح اللغات" ص۔ ۸۵۵

لنا فی یمننا قالوا وفی "نجدنا" قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی "نجدنا" فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبہا یطلع قرن الشیطان" (۱۵۹)

مولوی محمود حسن دیوبندی کے علاوہ تمام معروف مترجمین قرآن نے 'النجد' کا ترجمہ راستے یا راہیں کیا ہے مگر جناب سید محمد اشرف محدث کچھوچھوی نے 'النجدین' کا ترجمہ دو ابھری راہیں کیا ہے۔(۱۶۰) جبکہ محمود حسن دیوبندی سے قبل مولوی عبدالحق حقانی نے النجدین کا ترجمہ "دو گھاٹیاں" کیا تھا۔(۱۶۱)

اب چند تفاسیر سے النجدین کے معنی تلاش کیے جاتے ہیں:

صاحب تفسیر ابی السعود النجدین کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:۔

"(وھدیناہ النجدین) ای الخیر والشر او الثدیین واصل النجد المکان المرتفع" (۱۶۲)

یعنی یا تو یہ خیر اور شر کی دو راہیں ہیں یا پستان مگر اصل میں النجد اونچی، بلند جگہ کو

۱۵۹۔ الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری "صحیح البخاری" ج ۲ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفتنۃ من قبل المشرق ص۔ ۱۰۵۰ / ۱۰۵۱، قدیمی کتب خانہ کراچی البعۃ الثانیۃ کراچی

۱۶۰۔ مولانا سید محمد اشرف کچھوچھوی "معارف القرآن" ص۔ ۷۲۰، محدث اعظم پبلیکیشنز، احمد آباد گجرات انڈیا۔ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

۱۶۱۔ مولوی عبدالحق حقانی دہلوی "ترجمہ قرآن مع خلاصہ تفسیر حسینی وحقانی" ص۔ ۱۲۲۲

۱۶۲۔ الامام ابی السعود محمد بن محمد العماری "تفسیر ابی السعود" ج ۹ ص۔ ۱۶۱

کہتے ہیں۔

اکثر مفسرین قرآن نے نجدین سے مراد الثدیین ہی لیے ہیں مثلاً ملا واعظ حسین کاشفی، علامہ اندلسی، قاضی شوکانی اور شبیر احمد عثمانی وغیرہم چنانچہ ان کے تفسیری اقوال ملاحظہ ہوں۔

(۱) ونمودیم ویرا راہ پستان تا بعد از ولادت دران چفسیدہ بشیر خوردن اشتغال نمود"۔(۱۶۳)

(۲) وقال عکرمة وسعید بن المسیب والضحاک: النجدان: الثدیان لانہما کالطریقین لحیاة الولد ورزقہ" و اصل النجد المکان المرتفع"۔(۱۶۴)

(۳) وقال ابن عباس ایضا وعلی وابن المسیب والضحاك: الثدیین لانہما کالطریقین لحیاة الولد ورزقہ"(۱۶۵)

(۴) حدثنا ابو کریب قال ثنا وکیع قال ثنا عیسٰی بن عقال عن ابیہ عن ابن عباس وھدیناہ النجدین قال ھما الثدیان"۔(۱۶۶)

(۵) بعض مفسرین نے النجدین سے مراد عورت کے پستان لیے ہیں یعنی بچے

۱۶۳؎ ملا حسین واعظ کاشفی "جواہر التفسیر لتحفتہ الامیر" ص۔ ۹۵۱

۱۶۴؎ علامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانی "فتح القدیر" الجز الخامس، ص۔ ۴۴۴، مطبوعہ مصر ۱۳۸۲ھ

۱۶۵؎ علامہ محمد بن یوسف حیان الاندلسی "تفسیر البحر المحیط" ج ۸ ص۔ ۴۷۶ دار الفکر بیروت ۱۴۰۲ھ

۱۶۶؎ الامام محمد بن جریر الطبری "جامع البیان فی تفسیر القرآن" ج ۱۲ پارہ ۲۳ ص۔ ۱۲۸ دار المعرفة ۱۴۰۲ھ

کو دودھ پینے اور غذا حاصل کرنے کا راستہ بتلا دیا"۔ (۱۶۷)

امام احمد رضا نے اپنے ترجمہ قرآن میں النجدین کے معنی "دو ابھری چیزیں" استعمال کر کے قرآنی فصاحت و بلاغت کو اردو زبان میں بہت عمدگی سے سمویا ہے۔ آپ نے مرادی معنی (پستان) اور اصل معنی (المکان المرتفع) دونوں کا خیال رکھتے ہوئے لفظ نجد کی معنویت کی بالکل صحیح ترجمانی فرمائی اور ترجمہ فرمایا "دو ابھری چیزوں کی راہ" بتائی۔

کنزالایمان کی امتیازی خصوصیات اگرچہ بہت زیادہ ہیں مگر یہاں چند کا ذکر کیا گیا ہے جس سے امام احمد رضا کی وسعت نظر اور کمال فہم کا اندازہ ہوتا ہے آخر میں ادبی جائزہ سے قبل ایک اور منفرد خصوصیت رقم کر کے اس باب کو ختم کرنا چاہوں گا اسی امید کے ساتھ کہ پروردگار عالم اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کو مقبولیت عامہ عطا فرمائے۔ آمین: بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ترجمہ قرآن میں لفظ محبوب کا استعمال

قرآن کریم میں ان گنت آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست مخاطب ہے۔ ایسی آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے جس میں براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہو امام احمد رضا آیت کا ترجمہ "اے محبوب" یا "پیارے محبوب" جیسے "القاب" سے کرتے ہیں اور اسی انداز میں وہ تمام مترجمین قرآن سے منفرد ہیں یہ بات یقینی ہے کہ رب کائنات اپنے خاص الخاص نبی سے مخاطب ہوگا۔ جس کے لیے یہ کائنات

۱۶۷؎ مولانا شبیر احمد عثمانی۔ تفسیر عثمانی۔ ص [illegible]۔ دار التصنیف لمیٹڈ کراچی [illegible]

پیدا فرمائی تو اس سے تخاطب کا لہجہ بھی بڑا پیار بھرا اور وجاہت والا ہوگا اور ایسے ہی مقامات پر اس نے آپ کا نام "محمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لانے کی بجائے طٰہٰ، یٰسین، یا ایھا المزمل، یا ایھا المدثر، یا ایھا الرسول، یا ایھا النبی وغیرہ جیسے محبت بھرے اور عظیم المرتبت القاب ارشاد فرمائے ہیں عربی گرامر سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ جب کسی سے والہانہ محبت ہو اور ایسے میں محب جب اپنے محبوب کو پکارے تو اس کے لہجے میں پیار ہی پیار ہوتا ہے جیسے کوئی پکارے یا اخی یعنی میرے بہت ہی پیارے بھائی یا ہر دلعزیز بھائی یا محبوب ترین بھائی وغیرہ۔ اسی طرح بعض دفعہ یا اخی کہہ کر مخاطب نہ بھی کیا جائے تب بھی پیار بھرے لہجے کی گفتگو سے یہ تاثر ضرور ملے گا کہ متکلم کو مخاطب بہت ہی محبوب ہے۔ امام احمد رضا نے قرآن کے ان ہی رموز کی نزاکت کے پیش نظر ایسی آیات میں ترجمہ کرتے وقت چند الفاظ کا اضافہ کیا ہے جو آپ کے انتہائی عشق و محبت کی علامت ہے امام احمد رضا تخاطب کی اُن آیات میں "اے محبوب" یا "پیارے محبوب" کے لفظوں کا اضافہ کرتے ہیں جن آیات کے ضمائر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہوتی ہیں ایسے چند مقامات ملاحظہ کیجیے:۔

(۱) لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۔ (الحجر: ۷۲)

ترجمہ:۔ (اے محبوب) تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں[۱۶۸]۔

(۲) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ۔ (الانفال: ۳۳)

---

[۱۶۸] امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ص۔ ۴۷۶

ترجمہ۔ اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک (اے محبوب) تم ان میں تشریف فرما ہو۔ (۱۶۹)

(۳) وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۔ (الانفال:۱۷) (۱۷۰)

ترجمہ:۔ اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

(۴) إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۔ (سورۃ الکوثر)

ترجمہ:۔ (اے محبوب) بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ (۱۷۱)

(۵) وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۔ (سورۃ النساء)

ترجمہ:۔ اور (اے محبوب) ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لیے رسول بھیجا۔ (۱۷۲)

امام احمد رضا نے ایسے تمام مقامات پر ضمائر کا ترجمہ جن کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے "اے محبوب" یا "پیارے محبوب" کیا ہے عربی تفاسیر میں زبان کے قاعدے کے مطابق ان ضمائر سے وہاں "یا محمد" مراد لی جاتی ہے جبکہ اردو زبان کے قواعد کے مطابق اگر کسی محبوب اور محترم ہستی کا نام اسی طرح یا اسی انداز سے لیا جائے یا اس کو اسی انداز سے مخاطب کیا جائے تو اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ مگر عربی زبان میں خطاب کا یہ انداز معیوب نہیں اہل عرب جب اس انداز سے تفسیر کرتے ہیں تو اس میں محبت کا پہلو موجود ہوتا

۱۶۹؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص ۔ ۲۵۹

۱۷۰؎ ایضاً ص ۔ ۲۵۷

۱۷۱؎ ایضاً ص ۔ ۸۴۴

۱۷۲؎ ایضاً ص ۔ ۱۳۱

ہے جبکہ اردو زبان میں کسی سے محبت کے اظہار کے لیے مختلف القاب کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ امام احمد رضا کے اسلوب ترجمہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اس قسم کی ضمائر کا ترجمہ کرتے وقت قرآن مجید و فرقان حمید کی مندرجہ ذیل آیت کو سامنے رکھا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔

(اٰل عمران : ۳۱)

(اے محبوب) تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ (۱۷۳)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے مشروط کیا ہے یعنی اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اتباع کرو پھر خدا تم سے محبت کرے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ کے مطیع سے محبت فرماتا ہے تو جب اتباع کرنے والی کی یہ منزلت ہے تو جس کی اتباع کی جا رہی ہے وہ خود خدا کی نظر میں کتنا محبوب و مقبول بارگاہ ہوگا اس کا اندازہ عاشقان رسول ہی لگا سکتے ہیں۔ یوں بھی حبیب اللہ کا محبوب ہونا اظہر من الشمس ہے۔ لہذا قرینہ یہی کہتا ہے کہ اردو زبان کے آداب سامنے رکھتے ہوئے نام کی جگہ "اے محبوب" یا "پیارے محبوب" جیسا ترجمہ ہی مناسب ہے

---

۱۷۳ ؎ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ص ۔ ۸۰

امام احمد رضا نے ترجمہ کرتے ہوئے ان مقامات پر ضمائر کے مرادی معنی لیتے وقت احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور بے ادبی کے پیش نظر نام لینے کے بجائے "اے محبوب"، یا "پیارے محبوب" جیسے القاب کا استعمال کیا ہے تاکہ غیر مسلم بھی ترجمہ کرتے وقت نام لینے کے بجائے "اے محبوب"، ہی استعمال کرے اور اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کی بے ادبی نہ ہونے پائے۔ اُردو تراجم میں یہ وصف صرف امام احمد رضا خاں قادری بریلوی کے ہی ترجمہ میں پایا جاتا ہے جو تمام گستاخانہ اور عامیانہ لفظوں سے پاک و مبرا ہے۔
آخر میں ایک ترجمہ سورۃ "البلد"، کا اور ملاحظہ کیجیے جس میں "اے محبوب"، کا خطاب ترجمے میں ایک عجیب کیف پیدا کر دیتا ہے ساتھ ہی دوسرے اُردو مترجمین کا ترجمہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ التین

مجھے اس شہر کی قسم ۔ کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔ (امام احمد رضا)

ہمیں اس شہر (مکہ) کی قسم ۔ اور تم اسی شہر میں تو رہتے ہو۔ (مولوی فتح محمد جالندھری)

قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی ۔ اور تو داخل ہونے والا ہے بیچ اس شہر کے ۔ (شاہ رفیع دہلوی)

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی ۔ (اور بطور جملہ معترضہ کے تسلی کے لیے پیش گوئی فرماتے ہیں کہ) آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے ۔ (مولوی اشرف علی تھانوی)

قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی ۔ اور تجھ پر قید نہیں رہے گی اس شہر میں ۔ (محمود الحسن دیوبندی)

نہیں ۔ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی ۔ اور حال یہ ہے کہ (اے نبی) اس شہر میں تو حلال کر لیا گیا ہے ۔ (سید مودودی)

کنزالایمان کا ادبی جائزہ

ان تمام تراجم میں کسی نے اس ذات کی عظمت کو ترجمے میں بیان نہیں کیا جس ذات کی موجودگی کے باعث اللہ تعالیٰ نے اس شہر مکہ کی قسم یاد فرمائی۔ مترجمین حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ میں موجودگی کی بجائے کوئی ان کے وہاں داخل ہونے کا ذکر کر رہا ہے کوئی لڑائی حلال کروا رہا ہے کوئی قید سے آزادی ترجمہ کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مترجمین نے قسم کھانا کہاں سے روا رکھا کیونکہ اس قسم کے الفاظ اس کے شایان شان ہی نہیں اور اللہ قسم کھاتا نہیں قسم یاد فرماتا ہے یہی اس کی شان کے لائق ترجمہ ہو سکتا ہے اس لحاظ سے امام احمد رضا کا ترجمہ ان دو مختصر آیات میں نہ یہ کہ شان الوہیت کا تقدس بیان کر رہا ہے بلکہ عظمت محبوب دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی صحیح ترجمانی کر رہا ہے ایک دفعہ پھر اس ترجمہ کو پڑھیے۔

"مجھے اس شہر کی قسم ہ کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔"

امام احمد رضا خاں اردو زبان وادب پر کامل قدرت رکھتے ہیں جس کا ثبوت ان کی منظوم اور منثور عبارتیں ہیں جو ہزار سے زیادہ کتابوں اور رسائل میں پھیلی ہوئی ہیں اگرچہ زبان وادب کو بہت ہلکا سمجھا جاتا ہے مگر کسی ادیب کے لیے سب سے مشکل یہی ہے کیونکہ تحریر کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور یہ ذوق سلیم کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ ایک اچھے ادب کے لیے نہ صرف بڑے ریاض کی ضرورت

ہے بلکہ دل گداختہ اور جگر سوختہ پیرائے کی بھی ضرورت ہے، یہ دل پھوٹتا ہے اور دماغ ابلتا ہے۔ ہر زبان داں اور عالم و فاضل کا ادیب ہونا ضروری بھی نہیں، یہ اور ہی چیز ہے کیونکہ ادیب کے یہاں عجب نظارے نظر آتے ہیں۔ اعلیٰ ادیب کی کسی تحریر کو پڑھیں تو قاری اس کو پڑھنے میں بالکل محو ہو جاتا ہے اس میں ڈوبتا چلا جاتا ہے اور جب تک مضمون ختم نہ ہو جائے اس کا دل ہٹتا نہیں یہ ہی ایک بہت اچھے ادیب، باکمال ہونے کی علامت ہے۔

قرآن کریم عربی ادب کا بے مثال اور انمول خزانہ ہے۔ ادبی لحاظ سے اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ فصیح و بلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ سہل بھی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ جس زبان میں بھی منتقل کیا جائے وہ ترجمہ بھی سہل ہو اگرچہ ترجمہ کرنا تصنیف و تالیف سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے

اس کی نزاکت کا اندازہ اہل فن ہی کر سکتے

ہیں۔ امام احمد رضا مترجمین کی صف میں واحد مترجم نظر آتے ہیں جن کو مضامین قرآن پر نہ صرف گہری دسترس حاصل تھی بلکہ لغات عربی میں بھی ایسی مہارت حاصل تھی کہ خود اہل عرب ششدر و حیران تھے۔ دوسری جانب اردو زبان کے بھی ایسے باکمال ادیب نظر آتے ہیں کہ زبان اور ادب کے مزشناسوں نے جن کی زبان کو کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان قرار دیا۔ قرآن کریم کا ایسا نکتہ داں کہ اس کی نظر ان علوم پر بھی تھی جو قرآن کریم کے پردہ میں سے جھلک کو بھی واضح کر دیا جن کی نظر ان علوم پر بھی تھی جو قرآن کریم کے پردہ میں سے جھلک

تیما۔ عبدالحفیظ بلیاوی۔ مصباح اللغات۔ ص۔ ۔ مطبوعہ کراچی

۔ محمد حنیف۔ مفردات القرآن۔ مقدمہ ص۔

رہے تھے وہ ایک باخبر، ہوشمند اور باادب مترجم ہیں اور اس کا صحیح اندازہ تو ایک اُردو ادب کا ماہر ہی کر سکتا ہے کیونکہ امام احمد رضا نے ترجمہ آنکھ بند کر کے نہیں بلکہ چشم باطنی سمیت بصیرت اور بصارت کی تمام قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کیا ہے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ جب وہ ترجمہ کرتے تو پورا قرآن اُن کے سامنے ہوتا اور وہ قرآن کے سامنے ہوتے مگر یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب مترجم قرآن کے باطن پر نظر رکھتا ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہو گا کہ جب مترجم کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے علم لدنی حاصل ہو جائے اور بغیر علم لدنی کے قرآن پاک کی مراد کا ترجمہ ایک مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن مرحلہ نظر آتا ہے۔ قرآن کے ظاہری الفاظ کا لغوی ترجمہ یقیناً مشکل نہیں مگر قرآن کے باطنی معنی سمجھنا اور ان کے مرادی معنی جاننا ہر ایک کے بس کی بات نہیں جس کو اللہ تعالیٰ علم لدنی عطا کر دے وہی قرآن جیسی کتاب کے مرادی معنی سے آگاہ ہو سکتا ہے مثلاً سورۃ "النور" کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔

ترجمہ: "اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے، موتی سا چمکتا، روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے، جو نہ پورب کا نہ پچھم کا، قریب ہے کہ اس کی تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے، نور پر نور ہے، اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے۔" (۱۷۵)

قرآن پاک کے اس باطنی سلسلہ لامتناہی کو حقیقتہً ظاہر بین نگاہیں نہیں سمجھ سکتیں، اس کے لیے ایسے مترجم کی ضرورت ہوتی ہے جو تمام علوم و فنون کے ساتھ

۱۷۵ ۔ امام احمد رضا خاں بریلوی ۔ کنزالایمان، ص ۵۶۷

ساتھ دونوں زبانوں کے ادب پر بھی مکمل دسترس رکھتا ہو کیونکہ اس پاک کتاب کا ترجمہ کرتے وقت مترجم کی ایک ذہنی فضا بھی ہوتی ہے جو علم و دانش کے اضافے کے ساتھ ساتھ وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جاتی ہے، ورنہ مترجم لغت میں اُلجھ کر ہی رہ جاتا ہے کہ کس معنی کا انتخاب کرے اور کن معانی کو چھوڑ دے۔ یہی وجہ ہے کہ محدود نظر رکھنے والا مترجم ہرگز قرآن جیسی عظیم کتاب کے ترجمہ کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ جس طرح نگینے جڑنے والا زیورات میں رنگ برنگے چھوٹے بڑے نگینے بٹھاتا چلا جاتا ہے، ٹھیک اسی طرح باکمال مترجم الفاظ کے سامنے الفاظ بٹھاتا چلا جاتا ہے بلکہ کبھی کبھی تو الفاظ خود بھی بیٹھتے چلے جاتے ہیں۔ ایسی صلاحیتوں کے مالک کم ہی ہوتے ہیں۔ قرآن پاک کے مترجم کی حیثیت سے امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن ایسے ہی حسین نگینوں کا مرقع ہے جن کو انہوں نے نہایت ہی مہارت کے ساتھ سجایا ہے مثلاً ایجاز و اختصار، روزمرہ محاورات کا استعمال، لغات سے انتہائی مناسب الفاظ کا انتخاب، ذہانت و فطانت، معنویت و ادبیت، فصاحت و بلاغت، سائنسی امکانات کی نشاندہی مختلف علوم و فنون کی جلوہ گری، لاینحل علمی عقدوں کی عقدہ کشائی وغیرہ وغیرہ۔

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کی ایک امتیازی شان یہ بھی ہے کہ دوسرے ترجموں کو پڑھیے تو قدم قدم پر ذہن الجھتا چلا جاتا ہے اور شکوک و شبہات جنم لیتے چلے جاتے ہیں مگر "کنزالایمان" میں مترجم نے ساری الجھنوں کو ختم کر دیا، اب اس رواں ترجمہ قرآن کے جستہ جستہ چند نمونے سورہ البقرہ سے پیش کیے جا رہے ہیں کیونکہ تمام قرآن پاک کے ترجمہ کا تقابل یہاں مقالے کی طوالت کے باعث ممکن نہیں۔ آپ یہاں محسوس کریں گے کہ مترجم نے ہر ہر حرف ایسا موزوں استعمال کیا ہے

جیسے خوبصورت انگوٹھی میں حسین نگینہ جڑا ہوسا تھ ہی دوسرے تراجم سے تقابل بھی پیش کیا جا رہا ہے تا کہ کنزالایمان کی ادبی حیثیت قاری محسوس کر سکے۔ امثال ملاحظہ ہوں۔

(۱) وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ ۴۲

— اور دیدہ دانستہ حق نہ چھپاؤ۔ (امام احمد رضا)

— اور مت چھپاؤ سچ کو جان بوجھ کر۔ (مولوی محمود حسین دیوبندی)

— اور مخلوط مت کرو حق کو ناحق کے ساتھ اور پوشیدہ بھی مت کرو حق کو جس حالت میں کہ تم جانتے ہو۔ (مولوی اشرف علی تھانوی)

(۲) ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ ۵۶

— پھر مرے پیچھے ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان مانو۔ (امام احمد رضا)

— پھر اٹھا کھڑا کیا ہم نے تم کو مر گئے پیچھے تا کہ تم احسان مانو۔ (مولوی محمود حسن دیوبندی)

— پھر ہم نے تم کو اٹھا کھڑا کیا تمہارے مرے پیچھے تا کہ تم احسان مانو۔ (مولوی عاشق میرٹھی)

(۳) تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ○ ۱۱۱

— یہ ان کی خیال بندیاں ہیں۔ (امام احمد رضا)

— یہ ان کے (اپنے) خیالی پلاؤ ہیں۔ (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)

— یہ ان لوگوں کے خیالات باطلہ ہیں۔ (مولوی فتح محمد جالندھری)

(۴) قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ج ... (۱۴۴)

— ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا۔ (امام احمد رضا)

— بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف۔ (مولوی محمود حسن دیوبندی)

— بیشک ہم دیکھ رہے ہیں پھرنا آپ کے منہ کا آسمان کی طرف۔ (مولوی فیروزالدین)

(۵) فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ ۱۵۲

— تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔ (امام احمد رضا خاں)

— تو تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر (خیر) ہوتا ہے (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)

— پس (اب) میری یاد میں لگے رہو۔ میں بھی تمہاری طرف سے غافل نہ رہوں گا۔ (ابوالکلام آزاد)

(۶) وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۱۶۹

— اور یہ کہ اللہ پر وہ بات جوڑو جس کی تمہیں خبر نہیں۔ (امام احمد رضا)

— اور جھوٹ لگاؤ اللہ پر وہ باتیں جن کو تم نہیں جانتے۔ (مولوی محمود حسن دیوبندی)

— اور یہ کہ جھوٹ بولو اللہ پر جو تم کو معلوم نہیں ہے (شاہ عبدالقادر دہلوی)

(۷) اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۲۵۵

— وہ آپ زندہ اور اوروں کو قائم رکھنے والا اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ (امام احمد رضا)

— زندہ ہے سب کو سنبھالنے والا نہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے۔ (نواب وحید الزماں)

— جیتا ہے سب کا تھامنے والا نہیں پکڑتی اس کو اونگھ اور نہ نیند۔ (شاہ عبدالقادر دہلوی)

یہ منتخب نمونے صرف سورہ بقرہ سے لیے گئے ہیں ساتھ ہی امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن سے دیگر معروف تراجم کا تقابل بھی کیا گیا ہے تاکہ حقیقت خود بخود واضح ہو جائے۔

امام احمد رضا نے مختصر جملوں کے ترجمے میں بھی وہ چاشنی برقرار رکھی ہے جو کسی عربی جاننے والے کو قرآن کے متن میں محسوس ہوتی ہوگی۔ یہ دراصل جب ہی ممکن ہے کہ جب کوئی مترجم دونوں زبانوں کے ادب پر کامل دسترس کا مالک ہو۔ امام احمد رضا وہ واحد مترجم ہیں جنہوں نے قرآن کی فصاحت و بلاغت کو سامنے رکھتے ہوئے ایسا ترجمہ کیا ہے کہ اردو زبان کی فصاحت و بلاغت کی حلاوت

ترجمہ میں قائم رہے۔ علمی اعتراضات اپنی جگہ پر ہیں یہاں تو صرف ادب کے حوالے سے جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ تراجم کا جائزہ لیتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ امام احمد رضا بریلوی نے اپنے خلیفہ مولانا امجد علی کو فی البدیہہ یہ ترجمہ املا کروایا تھا۔ ان کے سامنے نہ سابقہ اردو تراجم تھے اور نہ متعلقہ کتب ہاں وہ کال فہم ضرور تھا جس کو دنیا کا عظیم کتب خانہ کہا جائے تو بجا ہے۔ ترجمہ برجستہ املا کروانے کے باوجود ایسا منظم اور مربوط معلوم ہوتا ہے جیسے برسوں محنت کی ہو اور مہینوں نوک پلک درست کی ہو۔

○

باب نہم

کنزالایمان پر اعتراضات
اور
ان کا محققانہ جائزہ

پچھلے دو ابواب میں کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن سے متعلق جو حقائق درج کیے گئے ہیں ان میں کنزالایمان کے محاسن بھی پیش کیے گئے ہیں، ساتھ ہی معروف اُردو تراجم سے تقابل بھی کیا گیا ہے اور جو نتیجہ برآمد ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ مترجمین قرآن میں امام احمد رضا ہی ایک ایسے مترجم نظر آتے ہیں جن کے قلم سے شانِ الوہیت کا تقدس بھی نمایاں ہے اور مقام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی۔ اس کے علاوہ ادب کے کسی بھی پہلو سے کنزالایمان کا مطالعہ کیا جائے تو تمام تراجم سے معنویت، فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے یہ ایک منفرد ترجمہ قرآن ہے لیکن کچھ نقاد حضرات کو اس ترجمہ میں بے شمار اغلاط نظر آئیں۔ جن کا انہوں نے برملا اظہار کیا اور اس کی مخالفت میں متعدد کتابیں اور مضامین تحریر کیے۔ خیال رہے اس قسم کے مضامین اور کتابیں اس وقت تحریری طور پر سامنے آئیں جب کچھ لوگوں نے ۱۹۸۲ء میں متحدہ عرب امارات اور سعودی حکمرانوں سے ان ممالک میں اس ترجمہ قرآن کی ترسیل پر پابندی عائد کروادی جس کا پچھلے باب میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

اخبار "خلیج ٹائم"، اور اخبار "رابطہ العالم اسلامی"، نے "کنزالایمان" پر پابندی کو خوب مشتہر کیا۔ ان دونوں اخبارات کا مؤقف یہ تھا کہ امام احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ قرآن اور اس کا حاشیہ "خزائن العرفان" دونوں غلط ہیں کیونکہ اس میں قابلِ اعتراض مواد پایا جاتا ہے مگر ان اخبارات نے

قطعاً کسی قسم کی اغلاط کی نشاندہی نہیں کی یعنی پابندی لگائے جانے کی وجوہ بیان نہیں کیں۔

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات میں "کنزالایمان" پر پابندی عائد ہونے کے بعد کچھ مخصوص طبقات کے علماء کی طرف سے اس ترجمۂ قرآن کے خلاف لٹریچر، کتابوں اور مضامین کی صورت میں سامنے آنا شروع ہوا مضامین تو خاصی تعداد میں مختلف جرائد میں شائع ہوئے مگر کتابی صورت میں جو تحریریں سامنے آئیں ان میں مولوی محمد سرفراز گکھڑوی کی کتاب "تنقید متین" اور اتمام البرہان فی توضیح البیان ہے جو ۷۰ کی دہائی میں لکھی گئی تھیں مولانا غلام رسول سعیدی مدرس دارالعلوم نعیمیہ کراچی نے ۱۹۷۹ میں تنقید متین کا رد "توضیح البیان لخزائن العرفان" کے نام سے لکھا تھا۔ جس کا جواب درجواب مولوی سرفراز خاں نے "اتمام البرہان" کے نام سے شائع کیا۔ مولوی محمد سرفراز خاں صاحب نے یہ کتاب کنزالایمان پر پابندی عائد ہونے سے قبل لکھی تھی اور اس کتاب میں انہوں نے امام احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ قرآن کنزالایمان سے زیادہ اس پر صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کی تفسیر "خزائن العرفان" پر تنقید کی ہے جس کا جواب جناب سعیدی صاحب نے تفصیل سے دیا تھا۔ مولوی محمد سرفراز صاحب کی تنقید کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو وہ ایسے عنوانات ہیں جن کو بنیادی عقائد کہا جاسکتا ہے مثلاً حیات النبی بعد الموت، انبیاء و اولیاء سے استمداد، مسئلہ نور و بشر، حاضر و ناظر، نذر و نیاز، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، امتناع کذب، علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ وغیرہ۔ مولوی سرفراز صاحب نے چونکہ زیادہ تنقید کا نشانہ "خزائن العرفان" کو بنایا ہے اس لیے ہم اس پر بحث نہیں

کریں گے بلکہ اصل بحث یہاں مولوی اخلاق حسین قاسمی دہلوی کی دو کتابوں سے کریں گے جس میں انہوں نے کنزالایمان پر تنقید کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام صاحب کے ترجمۂ قرآن میں چونکہ بنیادی اور... اعتقادی غلطیاں پائی جاتی ہیں اس لیے اس پر پابندی عائد کر دی گئی چنانچہ وہ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں :۔

"اس کے بعد ان علماء کرام کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ مولانا بریلوی کے ترجمہ اور مولانا مراد آبادی کے حاشیہ کے اندر سے بھی وہ تصورات نکال دیں جو امت کے سواد اعظم کے لیے قابل قبول نہیں اور انہیں خیالات کی وجہ سے رابطہ العالم اسلامی نے اس ترجمہ اور حاشیہ پہ پابندی لگائی" (۱)

اس کتاب کے مقدمہ میں مولوی محمد سعید الرحمٰن علوی مدیر "خدام الدین" امام بریلوی اور ترجمۂ قرآن کا تعارف کراتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"مولانا قاسمی کی یہ بات بالکل درست ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی شاعر تھے اور بطور شاعر ان کی حیثیت مسلم (ویسے یہ الگ مسئلہ ہے کہ انہوں نے شاعری میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس میں اپنے روایتی عقائد کا زہر بھرنے کے ساتھ ساتھ مقدس شخصیات کی توہین و تنقیص بھی جا بجا موجود ہے) لیکن جب ایک شاعر

۱؎ مولوی اخلاق حسین قاسمی "بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ" ص ۔ ۱۴
الفیصل اکادمی فیصل آباد ۔ ۱۹۸۳ء

قرآن پر قلم اٹھائے گا تو وہی حال ہوتا ہے جو اس ترجمہ کا ہوا کہ یہ جگہ جگہ اسلاف کی روش سے ہٹا ہوا نظر آنے لگا بلکہ رابطہ (رابطہ العالم اسلامی) کے فیصلہ کے مطابق "یہ ترجمہ مختلف قسم کے جھوٹ من گھڑت باتوں اور ایسی تحریفات سے بھرا پڑا ہے جن کی اس سے پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی"۔ (۲)

مولوی اخلاق حسین قاسمی صاحب نے "بریلوی ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ" کے علاوہ "محاسن موضح قرآن" میں بھی شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن سے تقابل کیا ہے اور کنزالایمان کی کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے لیکن "علمی جائزہ" میں بھرپور انداز سے تجزیہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اسی مکتبہ فکر کے کئی اور حضرات نے بھی کنزالایمان پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ ان ناقدین میں محفوظ الرحمٰن قاسمی کا مضمون بعنوان "مولانا احمد رضا خان صاحب کے ترجمۂ قرآن کا تقابلی مطالعہ" قابل ذکر ہے جو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ۱۹۸۳ء کے شمارے میں انڈیا سے چھ اقساط میں شائع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ مولوی امام علی رائے پوری کی کتاب "قرآن پر ظلم" میں بھی کنزالایمان کی اغلاط بیان کی گئی ہیں۔ میاں بشیر احمد نے بھی ایک کتاب "قرآن کے تراجم کا تقابلی مطالعہ" کے عنوان سے لکھی جس میں امام احمد رضا اور ترجمہ کنزالایمان کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ یہ کتاب ایک سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کو مجلس خبر و نظر

۲؎ مولوی اخلاق حسین قاسمی دہلوی "بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ"، مقدمہ مولوی محمد سعید الرحمٰن علوی ص۔۱۰

نے ۱۹۸۳ میں شائع کیا۔

کنزالایمان پر تنقیدی نظر اگرچہ متعدد حضرات نے ڈالی ہے لیکن ان سب میں مولوی اخلاق حسین کی کتاب "بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ" کی روشنی میں یہاں جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اور ساتھ ہی ان محرکات پر بھی بحث کی جائے گی کہ امارات اور سعودی عرب نے کیونکر کسی مخصوص گروہ کے ایماء پر یہ پابندی عائد کی۔ پہلے مولوی قاسمی کی تنقید کا جائزہ ملاحظہ کیجیے :۔

مولوی قاسمی کنزالایمان کا تعارف کراتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"مولانا احمد رضا خان صاحب نے ۱۹۱۱ء میں کنزالایمان کے نام سے قرآن کریم کا اردو ترجمہ کیا جس پر ان کے شاگرد رشید مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے مختصر تفسیری حاشیہ تحریر فرمایا۔"

مولانا نے اپنے نعتیہ کلام کے مجموعہ (حدائق بخشش جلد ۲ ص ۹۹) میں ایک مصرعہ لکھا ہے۔

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

مولانا کے اس مصرعہ سے یہ حقیقت واضح ہے کہ مولانا بریلوی کا اصلی مذاق نعت گوئی تھا اور انہیں قرآن کریم جیسی کتاب حقائق سے وہی چیز ملی جس کے وہ اہل تھے۔ (۳)

اس سلسلے میں گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

"مولانا احمد رضا خان صاحب ایک صاحب کمال نعت گو شاعر

۳؎ مولوی اخلاق حسین قاسمی "بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ" ص ۔ ۱۲

تھے، انہوں نے اپنے اسی فطری ذوق کے ساتھ قرآن کریم کا مطالعہ کیا اور انہیں اپنی طلب کے مطابق اسی ذوق کی غذا مل گئی۔ حالاں کہ قرآن کریم نہ شاعری ہے اور نہ اس کے داعی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر و شاعری سے کوئی مناسبت تھی بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے قول کے مطابق حضور علیہ السلام کو شاعری سے بغض تھا۔ (۴) (ابن کثیر)

آگے مزید لکھتے ہیں :۔

" لیکن مولانا مرحوم پر شاعری کی صنف نعت گوئی کا اتنا غلبہ تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کی اس آخری اور عظیم کتاب ہدایت کے مطالعہ کے وقت بھی ذوق عبدیت کی سنجیدگی اور خشیت سے خالی رہے کون تسلیم کر سکتا ہے کہ جس کلام حقیقت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے یہ فرمایا گیا۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ

(اعراف : ۱۸۸)

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

(ترجمہ مولانا احمد رضا خاں صاحب۔ ۲۰۸)

کیا اس کلام کے مطالعہ سے اس قسم کا شعری ذوق پیدا ہو سکتا ہے ؟

۴؎ مولوی اخلاق حسین قاسمی - بریلوی ترجمہ قرآن کا ترجمہ علمی تجزیہ - ص - ۱۲

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

مولانا مرحوم نے شاعرانہ استعارہ سے کام لے کر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب و محب کے طور پر آپس میں "ایک" ثابت کیا ہے۔(۵)

مولوی قاسمی آگے چند سطروں کے بعد رقمطراز ہیں :۔

"مولانا احمد رضا خان صاحب نے اوصاف رسول کی آیات سے ترجمہ کو اُردو شاعری کے استعارات میں ڈھال کر ان کے مفہوم کو ایسا رنگ رُوپ دے دیا ہے جس کا پتہ عہد رسالت اور دَور صحابہ میں دُور دُور تک نہیں ملتا اور اس طرح قرآنی محکمات کو متشابہات بنا کر رکھ دیا ہے۔"

"شَاهِدٌ" کا ترجمہ "حاضر و ناضر"

"بَشَرٌ" کا ترجمہ "ظاہری صورت بشر"

"وَلَا اَمْلِكُ" کا مطلب ذاتی ملک (نہ کہ عطائی) کی نفی وغیرہ کیا گیا ہے اور آیات استغفار کے مفہوم سلف کو بالکل ہی بگاڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔" (۶)

آگے مزید اس سلسلے میں لکھتے ہیں :۔

"کس قدر تعجب کی بات ہے مولانا بریلوی نے ترجمہ قرآن پاک

---

۵ ؎ مولوی اخلاق حسین قاسمی "بریلوی ترجمہ قرآن کا ترجمہ علمی تجزیہ" ص ۔ ۱۲

۶ ؎ ایضاً ص ۔ ۱۴

اور مولانا نعیم الدین صاحب نے اس کے حاشیہ میں حضور علیہ السلام
کے بارے میں علم کا کلی اور حاضر و ناظر جیسے اوصاف ثابت کرنے
کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے؟

ہو سکتا ہے کہ علما حق کے پُرزور علمی استدلال سے متاثر ہو کر مولانا
بریلوی نے اپنے عقائد کو صحیح کیا ہو اور "خالص الاعتقاد" لکھ کر
اپنے سابق عقائد سے رجوع کیا ہو اور بریلوی علماء کرام اب مولانا
بریلوی کے ان عقائد کی تشریح کر کے ان کا دامن صاف کر رہے
ہوں۔ واضح رہے کہ "خالص الاعتقاد" ترجمہ قرآن کے بعد کی
کتاب ہے۔

یہ بات طنز کے طور پر نہیں کہی جا رہی ہے بلکہ اس پر اظہار اطمینان
مقصود ہے کہ اب بریلوی علما کی طرف سے علما دیوبند پر تکفیر بازی
کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔" (۷)

مولوی قاسمی نے کنزالایمان کا مزید تجزیہ کرتے ہوئے امام احمد رضا
کے عقائد کا مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہار خیال کیا۔

• مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنے مبتدعانہ خیالات کے
لیے ضعیف روایات اور صوفیانہ اشارات کو ماخذ بنایا ہے اور
پھر اپنے خیالات کے مطابق قرآن کریم کو ڈھالنے کی نہایت
بھدی کوشش کی ہے۔ خاں صاحب بریلوی علم غیب کلی کا عقیدہ

۷ے مولوی اخلاق حسین قاسمی بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ۔ ص۔ ۱۵۔ ۱۶۔

رکھ سکتے ہیں وہ جائیں لیکن قرآن کریم کو اس مبتدعانہ خیال کے مطابق ڈھالنے کا اختیار انہیں حاصل نہیں ہو سکتا، وہ جگہ جگہ "یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ"، کا ترجمہ اے غیب جاننے والے کرتے ہیں اور ان آیات میں یہ ترجمہ بالکل مضحکہ خیز ہو جاتا ہے۔ (۸)

خود اپنا عقیدہ مولوی قاسمی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی کی روشنی میں فرماتے ہیں اور جن معاملات میں وحی الٰہی کی روشنی نہیں ہوتی وہاں وہ ایک بشر اور ایک انسان ہوتے ہیں اور ایک انسان کی جگہ اپنی رفیقہ حیات پر منافقین کی طرف سے لگائے گئے الزامات پر پریشان رہتے ہیں اور بے چینی کے عالم میں ایک ایک رفیق سے حقیقت حال کی جستجو فرماتے ہیں۔" (۹)

مولوی قاسمی استغفار والی آیات کا تجزیہ کرتے ہوئے کنزالایمان پر ان کلمات سے تنقید کرتے ہیں :۔

"گناہوں کے استغفار والی آیات میں تو خان صاحب نے غلبہ محبت کا وہ بھونڈا مظاہرہ کیا ہے کہ کلام اللہ کی معنوی اور ادبی عظمت ختم ہو کر رہ گئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فتح کی... ابتدائی آیات اور سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ کرتے وقت

۸۔ مولوی اخلاق حسین قاسمی "بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ" ص۔ ۲۲

۹۔ ایضاً ص ۲۲

خاں صاحب کو عربی لفظ "ذنب" کی حقیقت معلوم ہی نہ تھی
اور نہ عربی کے لفظ استغفار اور غفر کے معنی معلوم تھے۔" (۱۰)

اسی طرح ایک اور مقام پر مولوی قاسمی صاحب امام احمد رضا کی عربی زبان ولغت سے ناواقفیت کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح ذکر کرتے ہیں:۔

"مولانا احمد رضا نے 'وادی' کے لفظ کا جو ترجمہ کیا ہے اس پر سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے، نہ عربی لُغت دیکھا، نہ سابق اہل تراجم کو پڑھا اور نہ اولاد ابراہیم، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت حاجرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شان عظمت کو ملحوظ رکھا۔" (۱۱)

آگے مزید لکھتے ہیں:۔

"رضا خانی بڑا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اہل ادب ہیں عشق ومحبت کے صرف ہم ہی ٹھیکیدار ہیں وہ لوگ بتائیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد کو ایک نالہ میں آباد کر رہے تھے اردو میں نالہ اور نالی کا مفہوم کیا ہے بے ادبی ہوگی اگر میں اس موقعہ ومحل میں اس کا مفہوم نقل کر دوں۔" (۱۲)

مولوی قاسمی امام احمد رضا خاں کے علم غیب کے استدلال پر تنقید کرتے ہوئے

۱۰۔ مولوی خلیق حسین قاسمی۔ بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ، ص ۔ ۳۵
۱۱۔ ایضاً ص ۔ ۳
۱۲۔ ایضاً ص ۔ ۳۶

رقمطراز ہیں :۔

علم غیب "مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ" کی قرآنی دلیل اہل بدعت کے ہاں سورہ تکویر کی یہ آیت ہے "وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۲۴" "یہ لوگ اس آیت میں الغیب سے کارخانہ ہستی کی ہر پوشیدہ بات مراد لیتے ہیں اور یہ تفسیر نہ سلف سے منقول ہے اور نہ پچھلی بارہ صدیوں میں کسی مستند عالم سے مروی ہے اور نہ کسی معتبر کتاب میں نظر آتی ہے۔" (۱۲)

امام احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ قرآن پر مولوی قاسمی نے جو علمی تجزیہ اپنی کتاب میں پیش کیا ہے اس میں سے یہاں چند مقامات کی نشاندہی کی جارہی ہے جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ اختلافات اصولی ہیں اور عقائد سے تعلق رکھتے ہیں۔ راقم یہاں قاسمی صاحب کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا جائزہ لے گا کہ وہ کہاں تک درست ہیں اور غیر جانبدارانہ طور پر اسلاف کرام کے عقائد و دلائل کی روشنی میں تجزیہ پیش کرنے کی سعی کرے گا۔ جو حضرات کنزالایمان پر تنقید کا مکمل جائزہ پڑھنا چاہتے ہیں وہ قاسمی صاحب کی مذکورہ کتاب کا مکمل مطالعہ کریں۔ اس کے علاوہ ان کی کتاب موضح قرآن کو بھی ضرور پڑھیں اور پھر امام بریلوی کا ترجمہ قرآن اور ان کی دیگر کتب اور اسلاف کے عقائد و دلائل کا مطالعہ کریں حقیقت خود بخود واضح ہوجائے گی۔ اب آخر میں مولوی قاسمی صاحب کا ایک اور اعتراض نقل

۱۲؎ مولوی اخلاق حسین قاسمی "بریلوی ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ" ص ۱۰۷

کرکے ترتیب وار جواب رقم کروں گا :۔

"خاں صاحب کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ مرحوم نے (۶۵) سال کی مختصر زندگی میں (۵۲۱) علوم و فنون پر ایک ہزار کتب و رسائل تصنیف فرمائے (افق کراچی ۱۹۸۲ء)۔ یہ ایک ہزار کتب و رسائل جس قسم کے مبتدعانہ مسائل پر لکھے ہیں ان مسائل کا اندازہ صرف ایک رسالے سے لگائیے یہ رسالہ بنام "سلطنت مصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" ۱۲۹۷ھ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ تمام مخلوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت اور آپ کے اختیار میں ہیں۔" (۱۴)

○

کنزالایمان پر تنقید کا جائزہ

مولوی اخلاق حسین قاسمی نے سب سے پہلے تنقید کا نشانہ امام بریلوی کی شاعری کو ٹھہرایا اور قطعہ کے مندرجہ ذیل مصرعہ پر تنقید کی :۔

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

مولوی قاسمی نے امام بریلوی کو صاحب کمال، نعت گو شاعر تو تسلیم کیا ہے مگر اعتراض اس بات پر ہے کہ امام صاحب نے شاعرانہ نگاہ سے قرآن کا مطالعہ کیا ہے جبکہ شاعری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھی اور

۱۴؎ مولوی اخلاق حسین قاسمی، بریلوی ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ، ص ۱۲۵

حوالہ کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک قول ابن کثیر کے حوالے سے بھی پیش کیا ہے۔ اسی طرح آگے چل کر شاعری کے ذوق کے حوالے سے سورۃ اعراف کی روشنی میں امام موصوف کے ایک اور نعتیہ شعر کو تنقید کا نشانہ بنایا وہ شعر یہ ہے:۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

کسی چیز کا تعارف یا تو نثر میں کرایا جاتا ہے یا نظم میں تیسرا کوئی طریق کار ادب میں نہیں پایا جاتا۔ شعر کے لغوی معنی تو یہ ہیں کہ

"وا لشعر فی الاصل اسم للعلم الدقیق۔ (۱۵)

یعنی شعر اصل میں علم لطیف کا نام ہے پھر عرف میں موزوں اور مقفّٰی کلام شعر کہلایا جانے لگا اور شعر کہنے والا جو قصداً اور ارادۃً موزوں اور مقفّٰی کلام کہے "شاعر" کہلاتا ہے جیسا کہ امام راغب مفردات میں رقمطراز ہیں۔

وصار فی التعارف اسما للموزون المقفی من الکلام، و الشاعر للمختص بصناعتہ" (۱۶)

انسان صدیوں سے کسی بھی شے کی تعریف و توصیف کے لیے شاعری کا سہارا لیتا رہا ہے۔ مقرّر حضرات اپنی تقریر کا لُبِ لباب بھی کسی اچھے شعر کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ شعر دراصل کسی بھی دریا کو کوزہ میں بند کرنے کے

۱۵؎ علامہ الراغب الاصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، ص۔ ۲۶۲

۱۶؎ ایضاً ص۔ ۲۶۲

مترادف ہوتا ہے کہ جو بات بعض وقت دس بیس صفحات سیاہ کر کے یا دس پندرہ منٹ خطاب و گفتگو کر کے سمجھائی جائے وہ اہل ذوق کے لیے ایک شعر کے ذریعے کم وقت میں بآسانی سمجھائی جا سکتی ہے۔ عالم اسلام کے اکثر شعرا ر کرام قرآن کی پاکیزہ تعلیمات بالخصوص قصص الانبیاء کے واقعات اور دیگر مصطلحات کو اپنے اشعار میں سموتے رہے ہیں اس لحاظ سے یہ کوئی معیوب فعل نہیں بلکہ یہ کسی انسان کی قوت ادراک اور تخیل کی بلند پروازی کی دلیل ہوتا ہے اسی لیے ایسے شعرا ر کرام کسی بھی زبان و ادب میں اہم ترین مقام کے حامل ہوتے ہیں۔ جیسے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ یا جیسے آج کے دور کے شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال وغیرہ۔

نعتیہ شاعری سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف ہے۔ چنانچہ شعر و ادب کی تمام اصناف سخن میں شعراء کرام نے نعتیہ کلام پیش کیا ہے اور حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات اور شمائل و فضائل بیان کیے ہیں، منظوم کلام شاعر آسان بحر میں بھی کہتا ہے اور مشکل سے مشکل بحر میں بھی اور کسی کی تعریف و توصیف میں وہ مبالغہ آرائی سے بھی کام لیتا ہے، اس کے لیے ہر قسم کی تشبیہات اور صنعتوں کو بھی استعمال میں لاتا ہے لیکن شاعری میں سب سے مشکل ترین صنف سخن "نعت گوئی" ہے چنانچہ دور حاضر کے مشہور و معروف ادیب و شاعر اور سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان جناب مولانا کوثر نیازی (المتوفی ۱۹۹۴ء) رقمطراز ہیں۔

"شاعری ایک ایسا میدان ہے جہاں بے اختیار ادب و احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ چھوٹ جاتا ہے اور شاعری میں نعت گوئی

کی صنف تو ایک ایسی مشکل "صنف سخن" ہے جس میں ایک ایک
قدم پُل صراط پر رکھنا پڑتا ہے، یہاں ایک طرف محبّت ہے تو
ایک طرف شریعت، اگر صرف شریعت کو ملحوظ رکھا جائے تو
شعر شعر نہ رہے وعظ و تقریر بن جائے اور صرف محبّت کے تقاضے
پورے کیے جائیں تو ایک ایک لفظ شریعت کی جراحت کا مجرم
ٹھہرے"۔ (۱۷)

حضرت عرفی شیرازی نے اس نازک صورت حال کو اپنے اس شعر میں یوں
بیان کیا ہے۔

عرفی مشتاب ایں رہ نعت ست نہ صحرا
ہشیار کہ رہ بردم تیغ است قدم را

یعنی عرفی جلد جلد قدم نہ اُٹھا یہ نعت کا میدان ہے صحرا نہیں ہے آہستہ
آہستہ چل کیونکہ تو تلوار کی دھار پہ قدم رکھ رہا ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی نے بھی فن نعت گوئی کو حقیقۃً تلوار کی دھار
پر چلنا قرار دیا ہے چنانچہ ملفوظات میں یہ عبارت تحریر ہے۔

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے
ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں
پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان

۱۷۔ مولانا کوثر نیازی "امام احمد رضا بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت" ص ۱۴۔
ادارہ معارف نعمانیہ لاہور۔ ۱۹۹۰

ہے کہ اس میں رستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔
غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔" (۱۸)

مولانا کوثر نیازی صاحب نے امام بریلوی کی نعتیہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے :-

"امام احمد رضا کو اس مشکل کام کا کامل احساس ہے خود فرماتے ہیں "نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔" اس لیے ایک جگہ فرمایا، "قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی" اس معیار کو سامنے رکھ کر ہم نعتیہ شاعری کے ذخائر پر نظر ڈالتے ہیں تو اس پر صرف ایک ہی شاعر پورا اُترتا ہے اور وہ ہیں احمد رضا بریلوی۔"

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں۔

"جو زبان و بیان، جو سوز و گداز، جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور سیرت کے جو اسرار و رموز، انداز و اسلوب میں جو قدرت آپ کے کلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اہلِ قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔" (۱۹)

---

۱۸ ۔ مفتی اعظم مصطفےٰ رضا خان قادری۔ ملفوظات۔ جلد ۲، ص ۔ ۱۴۳
حامد اینڈ کمپنی لاہور

۱۹ ۔ مولانا کوثر نیازی۔ امام احمد رضا خان بریلوی۔ ص ۔ ۸۔ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور۔ ۱۹۹۰ء

امام احمد رضا خاں بریلوی نے اگرچہ یہ اعتراف کیا کہ نعت لکھنا بہت مشکل کام ہے مگر اس کے باوجود وہ ایک ایسے منفرد نعت گو شاعر ہیں کہ بقول مولانا کوثر نیازی نعتیہ شاعری میں صرف ایک نام ہی معیار پر پورا اترتا ہے یہ خیال رہے کہ امام احمد رضا نے کسی بھی استاد سے اس ضمن میں شرف تلمذ حاصل نہیں کیا محسوس یہ ہوتا ہے کہ جس طرح اور بہت سے علوم اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر کسی استاد کے ودیعت کیے تھے ان میں سے ایک فن شاعری بھی ہے چنانچہ آپ کی شاعری قرآن اور احادیث کا مکمل آئینہ ہوتی ہے. اس کے ثبوت میں ان کے ہی کلام سے ایک قطعہ پیش کر رہا ہوں جس کے تیسرے مصرعہ پر مولوی قاسمی نے اعتراض کیا ہے اگر وہ چاروں مصرعے تحریر کر دیتے تو ان کا اعتراض خود رفع ہو جاتا وہ قطعہ مندرجہ ذیل ہے۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ !
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے آداب شریعت ملحوظ (۲۰)

ایک اور قطعہ پر شرع کی پاسداری کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

پیشہ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھکو
ہاں شرع کا البتہ ہے جذبہ مجھکو
مولیٰ کی ثناء میں حکم مولیٰ کا خلاف

---

۲۰ ۔ امام احمد رضا خان بریلوی "حدائق بخشش حصہ دوم" ص ۔ ۹۹ ، ازہر بک ڈپو کراچی

لوزینہ میں سیر تو نہ بھایا مجھکو (۲۱)

قرآن مجید و فرقان حمید حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر آیت میں تعریف و توصیف بیان کرتا ہے کہیں نص کے ساتھ کہیں اشارۃً کہیں دلالتہً کہیں مفصل تو کہیں مجمل گویا سارا کا سارا قرآن حضور ہی کی تعریف بیان کرتا ہے اب اگر کوئی محتاط شاعر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف بیان کرنا چاہتا ہے تو یقیناً وہ، قرآن کی طرف رجوع لائے گا، قرآن میں غور و خوض کرے گا اور اس کتاب مبین میں اللہ ربّ العزّت کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے جو کمالات و اوصاف بیان کیے گئے ہیں اور اس بیان کا جو پیرایہ ہے، جو ایجاز و حسن ہے اور اس کے جو رموز و نکات ہیں، ان سب کو سمجھنے کے بعد زبان کے الفاظ میں اس طرح نظم کرے گا کہ مختصر سے مختصر الفاظ و کلمات کے ساتھ قلیل وقت میں پیغام محبّت دوسروں تک اس طرح پہنچ جائے کہ ان کے دلوں میں محبّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن ہو جائے چنانچہ امام احمد رضا جو وقت کے بہت بڑے فقیہ تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کے لیے قرآن کا سہارا لیا کہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تعریف بیان کر رہا ہے اس میں نہ مبالغہ ہے اور نہ تنقیص اور نہ ہی حد الوہیت تک پہنچنے کا کوئی شائبہ۔ اسی لیے انہوں نے اپنے استدلال کی حقانیت مصرعہ ثانی میں بیان کر دی کہ میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف لکھنا قرآن سے کیوں سیکھی؟

---

۲۱ ؎ امام احمد رضا خاں بریلوی "حدائق بخشش حصہ دوم"، ص ۔ ۱۰۰

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے آداب شریعت ملحوظ
قارئین کرام! آپ سے گزارش ہے کہ آپ مصرعہ ثانی کو ؏
یعنی رہے آداب شریعت ملحوظ

بار بار پڑھیں اور لطف اندوز ہوں اور رضا بریلوی کی بالغ نظری، قرآنی مفاہیم و معانی پر ان کی گہری نظر اور ان کی زبان کی فصاحت و بلاغت کی داد دیں کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی نعتیہ شاعری کے لیے قرآنی آیات بینات کو مأخذ قرار دیا ہے بلکہ مستقبل میں اس چمنستان سخن کی سیر کرنے والے متوالوں کے لیے "آداب شریعت" کے ملحوظ رکھنے کا اہتمام بھی فرما دیا۔

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے سلسلے میں آخر میں دورِ حاضر کے استاد الشعراء علامہ شمس الحسن شمس بریلوی کے تاثرات قلمبند کر رہا ہوں جو انہوں نے حدائق بخشش کے تحقیقی ادبی جائزہ میں رقم کیے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

"حضرت رضا قدس سرہ کے تبحر علمی کا اگر اندازہ کرنا ہے تو ایسے اشعار ملاحظہ کیجیے جن میں نعت شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن حکیم، ارشادات نبوی اور آثار و اخبار کی تلمیحات ہیں۔ حدائق بخشش میں ایسے اشعار کی بہتات ہے اور جناب رضا قدس سرہ کا یہی خاص رنگ شاعری ہے (۲۲) فرماتے ہیں۔

ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرہ نورفزا کی قسم

---

۲۲ ۔ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی "کلام رضا کا تحقیقی و ادبی جائزہ" ص۔ ۳۲ ۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم
(سورہ والشمس اور والضحیٰ)

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھکو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم
(سورہ البلد، سورہ الحجر، یٰسین)

مولوی قاسمی صاحب نے رضا بریلوی کے جس دوسرے شعر کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

شعر پر اعتراض یہ صادر ہے کہ امام صاحب نے شاعرانہ استعارہ سے کام لے کر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب و محب کے طور پر آپس میں ایک ثابت کیا ہے۔

اور خود قاسمی صاحب اس نظریہ کے رد میں قرآن کی سورہ اعراف کی آیت ۸۸ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

مولانا بریلوی سورہ اعراف کی ۱۸۸ آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ....ہ

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

مولوی قاسمی نے بالکل غلط استدلال شعر کے سلسلے میں پیش کیا ہے کیونکہ آیت کریمہ میں اس قسم کا مضمون ہی نہیں ہے جو امام موصوف نے ایسے شعر میں پیش کیا ہے۔ مولوی قاسمی صاحب نے آیت کا مفہوم خود غلط سمجھا ہے

جب کہ کسی بھی آیت کا ترجمہ سمجھنے کے لیے شان نزول کا جاننا بہت ضروری ہے چنانچہ اس کی شان نزول حضرت علامہ نظام الدین نیشاپوری (۲۳) اور علامہ فخرالدین رازی (۲۴) اپنی اپنی تفاسیر میں جو عبارت نقل کرتے ہیں اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے :۔

"بعض مفسرین بیان کرتے ہیں غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت راہ میں تیز ہوا چلی چوپائے بھاگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ مدینہ طیبہ میں رفاعہ کا انتقال ہو گیا (۲۵) اور یہ بھی فرمایا کہ دیکھو میرا ناقہ کہاں ہے۔ عبداللہ بن ابی منافق اپنی قوم سے کہنے لگا ان کا کیسا عجیب حال ہے کہ مدینے میں مرنے والے کی تو خبر دے رہے ہیں اور اپنا ناقہ معلوم ہی نہیں کہ کہاں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا یہ قول بھی مخفی نہ رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق لوگ ایسا ویسا کہتے ہیں اور میرا ناقہ اس گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت میں الجھ گئی ہے چنانچہ جیسا فرمایا تھا اسی شان سے وہ ناقہ پایا گیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

---

۲۳ ؎ علامہ نظام الدین النیشاپوری "تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان" ج التاسع ص ۹۲

۲۴ ؎ علامہ فخرالدین الرازی "تفسیر فخر الرازی" ج ۸ الجزالخامس العشر۔ ص ۔ ۸۷

۲۵ ؎ امام عبدالرحمٰن ابن جوزی الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم " ترجمہ علامہ محمد اشرف سیالوی، ص ۔ ۲۵۷

امام احمد رضا بریلوی نے آیت کریمہ کے ترجمہ میں یہ واضح کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود مختار نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ جو مختار کل ہے اپنے محبوب رسول کو جتنا چاہے اختیار عطا فرما دے چنانچہ اس نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ؕ سورۃ الکوثر

اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

بعض مترجمین اور مفسرین نے کوثر سے مراد کثرتیں لی ہیں یعنی آپ کو تمام نعمتوں کی کثرتیں عطا فرما دیں اور کیوں نہیں کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور یہ حدیث تو آپ کی بہت مشہور و معروف ہے جس میں آپ نے فرمایا۔

"اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ الْمُعْطِيْ (۲۶)

آیت و حدیث کا منظوم ترجمہ رضا بریلوی نے اس طرح کیا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَر

ساری کثرت پاتے یہ ہیں

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم

رزق اُس کا ہے کھلاتے یہ ہیں (۲۷)"

آیت اور حدیث کی روشنی میں یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو کل جہان کے لیے رحمت بنا کر دنیا میں بھیجا ہے تو یقیناً رحمت تقسیم کرنے کی تمام تر ذمہ داری بھی سونپی۔ اور خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

۲۶۔ ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح البخاری، ج ۲ ص ۱۵۱، فرید بک اسٹال لاہور

۲۷۔ امام احمد رضا خاں بریلوی، الاستمداد علی اجیال الارتداد، ۱۳۳۷ھ، ص ۳۳، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

وسلم فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام رحمتیں مجھ کو عطا کرتا ہے اور ان نعمتوں اور رحمتوں کو میں انسانوں، جنوں تمام جاندار نباتات، جمادات وحیوانات، شجر و حجر، بحر و بر، اجنہ و ملائک غرض تمام کائنات و ملأ اعلیٰ کی مخلوق میں تقسیم کرتا ہوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کی قرآن مجید نے ایک اور جگہ نشاندہی فرمائی ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ .....ط (الاحزاب:۶)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے (امام احمد رضا)

اس آیت کے تحت امام بغوی فرماتے ہیں :-

عن ابی هریرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم: مامن مؤمن الا انا اولی به فی الدنیا والاخرة - (۲۸)

ترجمہ: میں دُنیا اور آخرت میں ہر مومن سے اقرب ہوں۔

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بہ معنی اقرب ہے۔ (۲۹)
اب امام احمد رضا خاں کا ترجمہ ملاحظہ کریں جو اسلاف کے تفسیری اقوال

---

۲۸ – امام البغوی الشافعی "معالم التنزیل"، ج ۳ ص ۵۰۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

۲۹ – مولوی محمد قاسم نانوتوی "تحذیر الناس"، ص ۱۰، کتب خانہ رحیمیہ سہارن پور انڈیا

سے قریب تر محسوس ہوتا ہے۔

"یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔" (کنزالایمان ص۔۶۶۷)

ان آیات اور حدیث کی روشنی میں امام احمد رضا کا یہ شعر جس پر مولوی قاسمی صاحب نے تنقید کی ہے اسلاف کے عقائد کی بھرپور ترجمانی کرتا ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

مولوی اخلاق حسین قاسمی صاحب نے امام احمد رضا کی شاعری کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے شاعری کے حوالے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث ابن کثیر سے نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعری سے بغض تھا اور وہ بعد میں یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ جب حضور کو بغض تھا تو پھر امام موصوف کو شاعری سے پرہیز کرنا چاہیے تھا کہ قرآن و صاحب قرآن دونوں شاعری کو ناپسند کرتے ہیں مگر قاسمی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ کونسی شاعری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔ اگر واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی شاعری ناپسند ہوتی تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اور کسی موقعہ پر بھی اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اشعار نہ سنتے اور نہ شاعروں کی پذیرائی فرماتے اور نہ شاعروں کے اعزاز و اکرام فرماتے اور نہ ان کے لیے خصوصی دعا فرماتے جو آپ کے سامنے آپ کی مدح سرائی میں قصائد سناتے۔ یہ واقعات تمام کتب احادیث و آثار میں موجود ہیں۔ میں خوف طوالت سے تفصیل میں جانا نہیں چاہتا، صرف چند احادیث جامع

ترمذی سے نقل کر رہا ہوں تاکہ اس بات کی وضاحت ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قسم کی شاعری پسند تھی اور کس قسم کی شاعری سے منع فرمایا:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض اشعار حکمت ہیں۔(۳۰) (حسن صحیح)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے منبر بچھواتے جس پر وہ کھڑے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فخر کرتے یا مدافعت کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بیشک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا ہے جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فخر کرتے ہیں یا فرمایا مدافعت کرتے ہیں۔ (۳۱)

(۳) حضرت مقدام بن شریح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعر بھی پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہاں کبھی کبھی عبداللہ بن رواحہ کا یہ شعر پڑھتے تھے۔

۳۰۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی "جامع ترمذی"، ج دوم، مترجم علامہ محمد صدیق سعیدی ہزاروی، "باب ماجاء ان من الشعر حکمتہ"، حدیث۔ ۷۵۳، ص۔ ۳۰۲ فرید بک اسٹال لاہور۔ ۱۴۰۴ھ

۳۱۔ ایضاً "باب ماجاء فی انشاد الشعر" حدیث ۷۵۴، ص۔ ۳۰۳

ویاتیک بالاخبار من لم تزود۔ (۳۲) (حسن صحیح)

۴۰) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں سو بار سے زیادہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا۔ صحابہ کرام شعر پڑھتے تھے اور دورِ جاہلیت کی باتوں کا تذکرہ کرتے لیکن آپ خاموش رہتے اور بعض اوقات ان کے ساتھ تبسم فرماتے۔ (حسن صحیح) (۳۳)

ان احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے اشعار پسند تھے اور اچھے شعرا بھی البتہ ان اشعار سے آپ بیزار تھے جن میں بے معنی لایعنی مجموعہ اکاذیب اور تخیلات و توہمات کا اجتماع ہو حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب مدح خواں تھے اور آپ کا یہ شعر تو بہت مشہور ہے۔

مَا اِنْ مدحتُ محمدًا بِمقالتی

لٰکِن مدحتُ مقالتی بِمحمدٍ

ترجمہ: یعنی یہ نہیں کہ میں نے اپنے مقال سے سید عالم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کی ہے بلکہ خود میرا مقال (شعر) اس مدح کی بناء پر قابل تعریف اور مستند بن گیا۔

مولوی قاسمی کا دوسرا اعتراض لفظ "شاہد" اور "بشر" کے ترجمہ پہ ہے

۳۲؎ ایضاً باب ماجاء فی انشاد الشعر، حدیث ۵۷، ص ۳۰۴

۳۳؎ ایضاً حدیث ۵۹، ص ۳۰۵

۳۴؎ بحوالہ تفسیر الحسنات ج ۵ ص ۹۴۳ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

اس سلسلے میں رقمطراز ہیں :۔

"کس قدر تعجب کی بات ہے مولانا بریلوی صاحب نے ترجمہ قرآن میں اور مولانا نعیم الدین صاحب نے اس کے حاشیہ میں حضور علیہ السلام کے بارے میں علم کلی، ظاہری بشریت اور حاضر و ناظر جیسے اوصاف ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔"

یہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی (عطائی) صفت شاہد اور بشری کیفیت سے متعلق الگ الگ مختصراً دلائل کے ساتھ روشنی ڈالی جائے گی۔ اگرچہ ان پر تفصیل کے ساتھ سابقہ ابواب میں بحث کی جا چکی ہے، صرف اختیار اور ٹھوس دلائل کے ساتھ اعتراضات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

ان تینوں صفات کی تفصیلات بیان کرنے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح کی تمام صفات پر کسی قسم کی بحث شروع کرنے سے پہلے میں سمجھتا ہوں کہ کچھ ضروری اصولی اور عقلی ضابطہ سمجھ لیا جائے یہ اصول قرآن و حدیث کی روشنی میں مختصراً لکھے جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ازلی، حقیقی عَالم الغیوب ہے خیال رہے کہ اس کی ذات خود غیب ہے۔ اس نے جب یہ کائنات بنائی تو کائنات کے پوشیدہ راز اور علوم اپنے خلفاء کے ذریعے کھولنے کا اہتمام فرمایا۔ سب سے پہلے تمام فرشتوں کے سامنے اپنے اول خلیفہ کو پیش کر کے یہ منوایا کہ میں جس کو جتنا علم دینا چاہوں دیتا ہوں۔ وہ میرے سوا کوئی بھی دوسرا انہیں دے سکتا اور نہ میرے بغیر کوئی بھی کائنات میں ان علوم کو جان سکتا ہے۔ چنانچہ فرشتوں سے تمام اشیاء کے اسماء پوچھے گئے فرشتوں نے لاعلمی اور علمی استعداد کی کمی کا اعتراف کیا اور کہا کہ جتنا تو نے

بتایا اس سے زیادہ ہم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کا مظاہرہ اپنے خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام سے کروایا۔ آدم علیہ السلام کو یہ علم اسی وقت عطا کر دیا تھا جب آپ کے مٹی کے پتلے میں روح پھونکی، آدم علیہ السلام نے نے تمام اشیاء کے نام بتا دیئے۔ (۲۵)

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے تمام اشیاء کے نام بتلانے کے بعد فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمان اور زمین کی سب چھپی چیزیں (۲۶)" اللہ خود جانتا ہے اور اسی نے تمام آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کے نام حضرت آدم علیہ السلام کو بتا دیئے اس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ جتنا علم چاہے اپنے خاص اخاص بندوں کو عطا فرما دیتا ہے۔

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ کے یہ تمام خلفاء نبوت کے منصب کے ساتھ دنیا میں تشریف لاتے رہے اور اپنے اپنے وقت میں ہر نبی کو اللہ نے فضیلت عطا فرمائی ان میں کسی سے اللہ نے فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا اور حضرت مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

۲۵؎ القرآن سورۃ البقرہ آیت ۳۱، ۳۲

۲۶؎ ایضاً آیت ۳۳

اپنی کھلی نشانیاں دیں۔(۲۷)

یہاں ہر نبی کے فضائل و شمائل بیان کرنا مقصود نہیں، صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ خلفاء اللہ کے نائب کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لاتے رہے اور عام انسانوں سے یہ اس لیے ممتاز ہوتے ہیں کہ ان کا اپنے رب سے ہر وقت رابطہ رہتا ہے ہر وقت ان کو اللہ کی جانب سے ہر معاملے میں اشارات ملتے رہتے ہیں۔ ہر نبی کو تمام انسانوں کی مجموعی عقل اور مجموعی علم سے زیادہ عقل و فراست اور علم دیا جاتا ہے جس کا مظاہرہ تمام انبیاء کرتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے عطائی علم و قدرت سے مُردوں کو زندہ کرتے رہے' یہ سب اللہ کے علم و قدرت کا پرتو تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام معجزانہ طور پر دکھاتے رہے۔

سرورِ کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سردار انبیاء اور نبی الانبیاء ہیں، تمام جہانوں تمام مکان و زمان اور تمام مخلوق کے نبی ہیں اور قیامت تک کے لیے آپ ہی اس منصب پر فائز ہیں آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور علوم کا پرتو اور مظہرِ اتم ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں فرمایا کہ

"وعلمك ما لم تكن تعلم... " (سورۃ النساء: ۱۱۳)

اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ (۲۸)

۲۷۔ القرآن سورۃ البقرہ آیت ۲۵۳

۲۸۔ امام احمد رضا "کنز الایمان"، ص ۱۵۴

یعنی جو کچھ آپ نہ جانتے تھے وہ سب کچھ آپ کو سکھا دیا
ہم سے کہا جاتا ہے کہ قرآن کے
ہر ہر لفظ پر ایمان لاؤ ہم ایمان لائے کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ سکھا دیا سب کچھ بتا دیا لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آتے ہیں چنانچہ امام احمد رضا نے بھی قرآن کی اس آیت کے تحت اس عقیدے کا برملا اظہار کیا کہ آپ سب کچھ جانتے تھے۔ قرآن پاک مزید اس کی گواہی دے رہا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (سورۃ الرحمٰن)

ترجمہ: رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ماکان ومایکون کا بیان انہیں سکھایا ہے۔ (کنز الایمان)

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ الانعام

اور نہ کوئی تر اور خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو

جب اس بیان میں تمام اشیاء شامل ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مغیبات کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیا سب سے بڑا غیب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا وہ خود ذات باری تعالیٰ کی جلوہ گری تھی جو کائنات میں ہر کسی سے پوشیدہ ہے ہر نبی اور رسول نے اللہ کی تجلیات کا مشاہدہ تو کیا ہے لیکن ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ صرف اور صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شاہد، کے جہاں اور معنی حق ہیں وہاں اس واقعہ سے یہ شہادت بھی ملتی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ذات کے چشم دید گواہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ اپنے جسم اور ظاہری

آنکھوں کے ساتھ معراج کے موقعہ پر کیا تھا جس کا قرآن نے یوں ذکر کیا۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی ۝

آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی ۝ بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں (کنزالایمان) ص ۸۳۸ (۳۹)

جس ذات نے باری تعالیٰ کو دیکھ لیا ہو یقیناً وہ "شاہد" ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی لیے نبی کی زبان سے اپنی احدیت کا ذکر کروایا اگرچہ وہ مختار کل اس کا محتاج نہیں مگر نبی سے کہا "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝" اسی موقعہ کی مناسبت سے امام احمد رضا نے یہ شعر کہا ہے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کروڑوں درود

عام انسان عیوب کا مجموعہ ہوتا ہے یعنی اس میں عیب بہت زیادہ ہوتے ہیں کوئی عام انسان عیب سے پاک نہیں اور عیب اس لیے اس میں ہوتے ہیں کہ اس کو تمام مغیبات کا علم نہیں مگر انبیاء کو چونکہ اللہ کی عطا سے مغیبات کا علم ہوتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء سے زیادہ مغیبات کا علم ہے اس لیے آپ تمام مغیبات جانتے ہوئے اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔ اس لیے تمام عیوب سے پاک ہیں اور جو تمام عیوب سے پاک ہو وہی نبوت اور رسالت کے منصب کا مستحق ہوتا ہے اور یہ اہلیت عام انسان میں نہیں پائی جاتی۔ انبیاء اور رسل کا انتخاب دنیا میں نہیں کیا گیا بلکہ دنیا میں بھیجے

۳۹۔ امام احمد رضا (کنزالایمان) ص ۔ ۸۳۸

جاننے سے پہلے اللہ نے ان کو منتخب فرمالیا،

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اس میں کوئی شک نہیں اور کوئی کلام نہیں کہ عالم الغیب بالذات صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ جل مجدہ ہے مگر مخلوق میں سے اس نے ایک گروہ کو اہل قرار دیا کہ ایک گروہ ایسا بھی ہے کہ جس کو علم غیب دیا جاتا ہے وہ افراد اپنی ذات سے علم غیب کے جاننے والے نہیں مگر اللہ کی عطا سے علم جاننے اور بتانے والے ہوتے ہیں اور ان ہی ذوات کو رسول اور نبی بنا کر دنیا میں مبعوث کیا جاتا ہے اس لیے وہ عام بشر کی طرح کم علم نہیں سمجھے جا سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اور صرف انبیاء کو وحی عطا کرتا ہے اور ان کے ساتھ کلام بھی کرتا ہے لیکن عام بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ کی وحی کو برداشت کر سکے اور نہ یہ طاقت ہوتی ہے کہ رب کا کلام سن سکے۔ اگرچہ انبیاء بھی سب کے سب عبد ہی ہیں لیکن ہم جیسے عبد ہرگز نہیں، یہی وجہ ہے کہ فرق بتانے کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دیکھنے میں ہماری طرح ہیں مگر کہاں ہم عیوب کا مجموعہ، اور کہاں وہ کہ مغیبات جاننے والے۔ ہم عیب والے، وہ عیب سے بری، ہم خسارے والے، وہ خسارہ دور کرنے والے، ہم خونریزی و فساد کرنے والے وہ صلح کرانے والے۔ اس لیے کسی لحاظ سے بھی وہ ہم جیسے نہیں ہاں لاصرف ظاہری بشری صورت میں ہماری طرح ہیں تاکہ خلق ان سے مانوس ہو کر ان سے

تعلیم و تربیت حاصل کر سکے تزکیہ باطن کر سکے، کہ اگر ایسا نہ ہو تو اُمت شریعت کس طرح سیکھ سکتی ہے اور کس طرح وہ رب کی اطاعت کر سکتی ہے جب تک کہ ان کے سامنے کامل ترین نمونہ نہ ہو، اس لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شریعت محمدیہ کے کامل ترین نمونہ ہیں اور یہ اُسوۂ حسنہ بشری کیفیت کے بغیر ممکن نہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقت خود بیان کرتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ:-

"اے صدیق تیرے نبی کی حقیقت کو سوائے تیرے رب کے کوئی نہیں جانتا۔" (۴۱)

اب اس قول کے بعد ہم اپنی ذات سے ان کے ساتھ کسی طرح بھی مماثلت کا تصور نہیں کر سکتے۔ نبی کا معلم اللہ تعالیٰ ہے جو عیب سے پاک ہے اور غیب کی تعلیم دیتا ہے تو جس کا معلم اللہ رب العزت ہو تو وہ کسی طرح عام انسانوں کی مثل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے۔ اس اعتبار سے نبی اور عام بشر ایک جیسے نہیں ہو سکتے کیونکہ ایک عام پتھر ہیرا ہرگز نہیں ہو سکتا اگرچہ ہیرا بھی پتھر ہے۔

امام احمد رضا نے رب کائنات کے گنجینۂ علوم پر مشتمل کتاب قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے اس بات کو خاص طور پر مدِنظر رکھا کہ تمام قرآن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب بیان کرتا ہے کہیں بھی تنقید و تنقیص نہیں ہے اس لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کا

۴۱؎ علامہ قاضی عیاض "کتاب الشفاء" ص ۴۴۵ مطبوعہ لاہور

تنقیدی جائزہ نہیں لیا جاسکتا۔ آپ کی صفات پر یا تو ایمان لائیں یا انکار کریں درمیانی راستہ ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے جب کسی نے قرآن کی کسی بھی آیت کا انکار کیا یا کم تسلیم کیا اور کچھ تسلیم نہیں کیا تو قرآن نے اس کو کافر یعنی انکار کرنے والا بتایا اور جس کسی نے قرآن کو کاملاً تسلیم کیا اس کو مسلمان کہا اور جس نے بظاہر مسلمان کا لبادہ اوڑھا مگر دل سے آیات کو نہیں مانا اس کو منافق کہا اس لحاظ سے کسی طرح بھی آیات قرآنی میں بیان شدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی صفت کو عام بشری صفات کے ساتھ نہیں پرکھا جاسکتا کہ انسان اچھی صفات حاصل کرنے کی سعی کرتا رہتا ہے جبکہ انبیاء علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ تمام صفات حسنہ ودیعت فرما دیتا ہے اور اپنی صفات کا مظہر بنا کر مبعوث فرماتا ہے۔

سیّد عالم، سرور دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفات و کمالات کے مظہر اتم بنا کر مبعوث کیے گئے کہ بقول شاعر

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ایک دفعہ پھر مندرجہ ذیل آیت میں لفظ "نبی" اور "شاہد" کے معنی پہ غور کریں۔

یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۔ (الاحزاب ۴۵)

اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ (۴۲)

۴۲۔ امام احمد رضا، "کنز الایمان"، ص ۶۷۶

امام احمد رضا کا یہ ترجمہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ جو اصولی بحث اوپر کی گئی ہے اس کی روشنی میں نبی کا ترجمہ غیب کی خبریں بتانے والا قرآن کی لغت کے مطابق ہے اور شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر بھی درست معلوم ہوتا ہے کہ آپ کائنات کے نبی ہیں کائنات کی کسی بھی شے کی گواہی آپ جب ہی دے سکتے ہیں کہ وہ شے آپ کے سامنے ہو اور چونکہ آپ کا منصب رسالت عام ہے اس لیے آپ کی گواہی بھی عام ہے اور گواہی وہی مقبول ہوتی ہے کہ گواہ علمی یا عینی شاہد ہو۔ (۴۳)

مولوی شبیر احمد عثمانی لفظ شاہد کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور محشر میں بھی اُمّت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔"[۴۴]

مولوی اخلاق حسین قاسمی نے امام احمد رضا بریلوی پر ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو علم کلی مانتے ہیں ان کے خیال میں مولانا بریلوی نے "خالص الاعتقاد" کتاب لکھ کر

۴۳۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی "معارف القرآن" جلد ہفتم ص ۱۷۷، ادارہ المعارف کراچی ۱۹۸۵

۴۴۔ مولوی شبیر احمد عثمانی "حاشیہ قرآن" ص ۵۵۰، فوائد نمبر ۸، دار التصنیف کراچی

اپنے عقائد سے رجوع کیا ہے کیونکہ یہ کتاب کنز الایمان کے بعد لکھی گئی ہے۔
خیال رہے کہ امام احمد رضا خاں نے "خالص الاعتقاد" ۱۳۲۸ھ میں لکھی یعنی کنز الایمان سے پہلے اس لیے مولوی قاسمی کا اعتراض غلط بیانی پر مبنی ہے۔ اس طرح نہ صرف وہ کتمان حق کے مجرم ٹھہرتے ہیں بلکہ ان کے قلم کی آبرو بھی مجروح ہوتی ہے۔ امام احمد رضا بریلوی کی کتاب "خالص الاعتقاد" کو بغور مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جو عقیدہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب سے متعلق رکھتے ہیں وہ عقیدہ تقریباً تمام علماء اور مفسرین اور فقہا کے عقیدے سے مطابقت رکھتا ہے اور ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی جانب سے عطائی علم غیب حاصل ہے بلکہ علماء نے غیر نبی کے لیے بھی اللہ کی عطا سے علم غیب تسلیم کیا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اپنی اس مختصر کتاب میں ۱۲۰ دلائل آیات قرآنی، احادیث نبوی، اقوال فقہا، ارشادات اولیا اور عبارات ائمہ سلف و خلف یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہم کی تصانیف سے بھی علم غیب رسول کا ثبوت نہایت سلیس زبان اور عام فہم طرز تحریر کے ساتھ پیش کیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ اس قدر دلائل کے بعد بھی اس مسئلہ پر شک و شبہ کیا جا سکے۔ اس قدر قوی دلائل کے بعد بھی اگر کوئی انکار کرے تو اس کو انکار کرنے کا حق تو حاصل ہے مگر ۱۴۰۰ سال کے کثیر علماء سلف کی رائے سے اختلاف کی کوئی ٹھوس دلیل پیش نہ کرنا اور اپنے انکار پر اصرار کرنا کسی نو پید مسلک و مذہب کے عقائد و افکار کے اظہار کے طور پر تو تسلیم کیا جا سکتا ہے لیکن مولوی قاسمی کے اس دعوے

کی دلیل کے طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ امام احمد رضا نے اپنے قرآنی ترجمہ کنز الایمان میں آیات قرآنی کے مفہوم کو ایسا رنگ و روپ دے دیا ہے جس کا پتہ عہد رسالت اور دور صحابہ میں دور تک نہیں ملتا۔ بہرحال امید کی جا سکتی ہے کہ جناب قاسمی صاحب ایک غیر جانبدار محقق اور عالم کی شایان شان کردار کا مظاہرہ کرتے ہوئے مذکورہ قوی دلائل کی روشنی میں امام احمد رضا پہ عائد کردہ اعتراضات سے رجوع فرما لیں گے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کے دلائل انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہوں تفصیل خالص الاعتقاد (۱۳۲۸ھ/۱۹۰۹) میں دیکھی جا سکتی ہے۔ آپ لکھتے

> علم غیب کا خاصۂ حضرتِ عزت ہونا بے شک حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے۔
>
> "تم فرما دو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ ۶۵ (سورۃ النمل)

اس سے مراد وہی علم ذاتی و علم محیط ہے کہ وہ باری عزوجل کے لیے ثابت ہے اور اس سے مخصوص ہے۔ علم عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو، علم غیر محیط کہ بعض اشیاء سے مطلع اور بعض سے ناواقف ہو۔ اللہ عزوجل کے لیے ہو ہی نہیں سکتا اس سے مخصوص ہونا تو دوسرا درجہ ہے۔ اور اللہ عزوجل کی عطا سے علوم غیب غیر محیط کا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو ملنا قطعاً حق ہے۔ (۴۵)

۴۵۔ امام احمد رضا خان بریلوی "خالص الاعتقاد" ص ۱۲ بزم فکر و عمل کراچی

اس جگہ ۵ مقامات سے قرآن کی دلیل بھی دی ہے (۱) آل عمران، آیت ۱۷۹ (۲) سورہ جن، آیت ۲۶، ۲۷ (۳) سورۃ التکویر، آیت ۲۴، (۴) سورہ یوسف، آیت ۱۰۲ (۵) سورہ البقرۃ، آیت ۳۔

اس کے بعد تفسیر معالم، خازن، بیضاوی، ابن جریر، طبری، درمنثور کے حوالے سے یہ ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور نبی کو نبی کہتے ہی اس لیے ہیں کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہیں پھر عقائد و سیر کی کتب سے حوالے دیئے جس میں مواہب لدنیہ، زرقانی، شرح بردہ ملا علی قاری کے حوالے قابل ذکر ہیں۔ یہاں ایک حوالہ ذکر کر رہا ہوں۔

امام صاحب لکھتے ہیں۔

تفسیر طبری اور تفسیر درمنثور میں بروایت ابوبکر بن ابی شیبہ استاد امام بخاری و مسلم وغیرہ ائمہ محدثین سیدنا امام مجاہد، تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ہے انہوں نے فرمایا۔

"اللہ کے قول " ولئن سالتھم " الخ کی تفسیر میں کہ منافقین ہی سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں وادی میں ہے بھلا وہ غیب کی باتیں کیا جانیں۔ یعنی کسی کا ناقہ گم ہو گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فلاں جنگل میں ہے ایک منافق بولا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) غیب کو کیا جانیں اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ ان سے فرما دیجیے کہ اللہ اور اس کے رسول کی آیتوں سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو

پکے ہو ایمان کے بعد۔ (۴۶)

امام احمد رضا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

"علم یقیناً ان صفات میں ہے کہ غیر خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے تو ذاتی اور عطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یونہی محیط اور غیر محیط کی تقسیم بدیہی۔ ان میں اللہ عزّ و جل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی قسم اوّل ہے یعنی علم ذاتی علم غیب و علم محیط حقیقی۔ تو آیات و احادیث اقوال علماء جس میں دوسرے کے لیے اثبات علم غیب سے انکار ہے ان میں قطعاً یہی قسمیں مراد ہیں۔ (۴۷)

اس کے بعد اپنے اس قول کی تائید میں آپ نے جو کتب کے حوالے دیے وہ یہ ہیں۔ فتاوی حدیثیہ، شرح ہمزیہ، تفسیر کبیر، شفا شریف، نسیم الریاض، تفسیر نیشاپوری، تفسیر انموذج، تفسیر غرائب القرآن، تفسیر جمل، تفسیر عنایۃ القاضی، تفسیر خازن اور ردالمحتار وغیرہ۔

یہاں صرف ایک حوالہ نقل کر رہا ہوں۔

المعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ تعالی علیہ (تفسیر جمل)

---

۴۶ ۔ ایضاً ص ۱۵

۴۷ ۔ ایضاً ص ۱۸ - ۲۲

آیت میں جو ارشاد ہوا کہ میں غیب نہیں جانتا اس کے معنی یہ ہیں کہ میں خدا کے بتائے بغیر نہیں جانتا۔ (۴۸)

آخر میں امام احمد رضا بریلوی نے اس بات سے بحث کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار علوم غیب میں سے کون کون سے علوم غیب حاصل ہیں فرماتے ہیں۔

ان تمام اجتماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بیشمار علوم غیب جو مولیٰ عزّوجل نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے آیا وہ روز اوّل سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عموم آیات واحادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے بہت اہل ظاہر جانب خصوص گئے ہیں کسی نے کہا متشابہات کا، کسی نے خمس کا، کثیر نے کہا ساعت کا اور عام علماء باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علماء ظاہر نے آیات واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا اور ہمارا مختار قول اخیر ہے جو عام عرفائے کرام وبکثرت اعلام کا مسلک ہے اس بارے میں اقوال اولیا کرام وعلماء عظام کی کثرت تو اس درجہ ہے کہ ان کے شمار کو ایک دفتر عظیم درکار۔ (۴۹)

اس کے بعد امام بریلوی نے (۷۰) ستر حوالہ جات دے کر حضور نبی کریم

۴۸۔ ایضاً ص ۲۱

۴۹۔ ایضاً ص ۲۶۔ ۴۶

صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب عطائی کے عموم کو ظاہر کیا ہے ان میں قابل ذکر حوالہ جات مندرجہ ذیل ہیں :۔

جامع ترمذی، نسیم الریاض، مواہب لدنیہ، شفا شریف، مدارج النبوۃ. فیوض الحرمین، الجواہر والدرر، تفسیر کبیر، نیشاپوری، شرح مواقف ابریز شریف، شرح مشکوٰۃ، شرح جامع صغیر، شرح بخاری وغیرہ وغیرہ۔

یہاں صرف ایک حوالہ ابن حجر مکی کا پیش خدمت ہے۔

لان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی العالم فعلم علم الاولین والاخرین ما کان وما یکون

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام عالم پر اطلاع دی۔ تو سب اولین و آخرین کا علم حضور کو ملا جو ہو گزرا اور جو ہونے والا ہے سب جان لیا۔ (۵۰)

مولوی قاسمی صاحب امام احمد رضا بریلوی کے عقائد کو صحیح نہیں سمجھتے ہیں اسی لیے امام صاحب کے "یَاَیُّهَا النَّبِیُّ" کے ترجمے اے غیب جاننے والے نبی پر سخت اعتراض کرتے ہوئے نہ صرف اس کو مضحکہ خیز بتاتے ہیں بلکہ اس پر تبصرہ اس طرح کرتے ہیں۔

جن معاملات میں وحی الٰہی کی روشنی نہیں ہوتی وہاں وہ ایک بشر اور ایک انسان ہوتے ہیں اور ایک انسان کی جگہ اپنی رفیقہ حیات

۵۰؎ ایضاً ص ۲۸

پر منافقین کی طرف سے لگائے گئے الزامات پر پریشان رہتے ہیں اور بے چینی کے عالم میں ایک ایک رفیق سے حقیقت حال کی جستجو فرماتے ہیں۔ (۵۱)

مولوی قاسمی کے اعتراض اور تبصرہ سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک نبی کی نبوت ہر وقت مفید نہیں، بلکہ نبی صرف اس وقت نبی کے منصب پر فائز ہوتا ہے جب اس پر وحی کا نزول ہوتا ہے اور جب بظاہر وحی کا نزول نہ ہو تو وہ ایک عام انسان کی طرح ہوتا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ نبی کی نبوت و رسالت بار بار سلب کرلی جاتی ہے یا کم از کم منصب بار بار منقطع ہو جاتا ہے ایک خاص لمحہ کے لیے ان کو نبوت حاصل ہوتی ہے اور جب وحی کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو وہ نبی ہماری طرح معاشرے کا عام فرد بن جاتا ہے۔

مولوی اخلاق حسین قاسمی صاحب کا تبصرہ اس لیے درست معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی سے متعلق قرآن پاک میں ایک مطلق اصول میں ارشاد فرمایا جس سے ذرہ برابر وہ استدلال نہیں لیا جاسکتا جو مولوی قاسمی صاحب نے منصب رسالت سے متعلق اختیار کیا ہے۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم)

۵۱؎ مولوی اخلاق حسین قاسمی بریلوی۔ ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ، ص ۲۲، الفیصل اکادمی فیصل آباد

تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے ٥ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے
نہیں کرتے ٥ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے ٥ (۵۲)

بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا ٥ اور نہیں بولتا اپنی چاؤ سے ٥
یہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے ٥ (۵۳)

لفظ نبی کے معنی تمام لغت کی کتابوں یہی بتائے گئے ہیں کہ پوشیدہ، چھپی باتوں کا بتانے والا یہاں المنجد کا حوالہ پیش کر رہا ہوں کیونکہ کم و بیش یہی معنی تمام لغات میں پائے جاتے ہیں۔

النبی " اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب کی باتیں بتانے والا خدا تعالیٰ کے متعلق خبریں دینے والا" (۵۵)

مندرجہ بالا شواہد سے یہ واضح ہوا کہ نبی بغیر اذن خداوندی کے اظہار نہیں کرتا وہ سب غیب کی خبریں بتانے کی صلاحیت کا مکمل حامل ہوتا ہے مگر رضائے الٰہی کے بغیر وہ کسی لمحے قدم نہیں اٹھاتا اور ہم کو بحیثیت امتی اور انسان یہ زیب بھی نہیں دیتا کہ ہم رسول کی کسی بھی صفت کا احتساب کریں یعنی اس کی صفت کی قوت کا ہم اندازہ کریں یا امتحان لیں اس لیے کہ یہ مزاج اور وطیرہ کفار مکہ اور مدینہ کے یہود و نصاریٰ کا تھا جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انہیں مغضوب اور ضالین قرار دیا۔

---

۵۲ ۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"، ص ۸۳۷

۵۳ ۔ شاہ عبدالقادر دہلوی "ترجمہ قرآن"، ص ۸۲۷

۵۵ ۔ المنجد (عربی اردو) ص ۹۸۷ ، دارالاشاعت کراچی ۱۹۷۵

مولوی قاسمی نے سورہ "محمد" اور "سورہ فتح" کے حوالے سے امام بریلوی کے ترجمہ قرآن پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام صاحب "ذنب" کی حقیقت سے واقف نہیں اور نہ عربی لفظ "استغفار" اور "غفر" کے معنی جانتے تھے۔

اس اعتراض کا جواب تفصیل کے ساتھ باب ہفتم کے صفحات میں سے دیا جاچکا ہے یہاں امام احمد رضا محدّث بریلوی سے پوچھے گئے ایک استفتاء کے جواب سے چند اقتباسات پیش کر رہا ہوں کہ وہ خود اس کے متعلق کیا کہتے ہیں۔

مولانا سیّد قطب الدّین صاحب نے باسمنڈی سے ۱۳۳۹ھ میں ایک مسئلہ بھیجا جس کی خاص خاص باتیں پہلے ملاحظہ کیجیے اس کے بعد امام صاحب کا جواب پیش کروں گا۔

"کیا فرماتے ہیں علماءِ دین کہ ۱۰ر جنوری ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں راماسنگھم نے قرآن عظیم کی تین آیات (سورہ مومن، آیت ۵۵، سورہ محمد آیت ۱۹، سورہ فتح آیت ۲) کا حوالہ دے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گنہگار قرار دیا ہے ان میں سے دو میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، کو یوں خطاب کیا ہے "تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ" تیسری آیت کا مطلب یہ لیا ہے۔ فی الواقع ہم نے تیرے واسطے بلاشبہ کامیابی حاصل کی ہے کہ خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرتا ہے ساتویں ابن عباس کے قول (واستغفر لذنبك لتقصير وشكر مالنعم اللّٰه عليك وعلى اصحابك) کے حوالے سے یہ معنی

بتلائے ہیں کہ "تو معافی مانگ اپنے گناہوں کی وہ یہ کہ تو نے خدا
کی اس مہربانی کے شکر گزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے کی۔
اس مہربانی کے شکر گزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے تیرے
اور تیرے پیروؤں پر کی۔

اس طرح زمخشری کی تفسیر الکشاف کی ایک عبارت "لکی لیغفر
اللہ لك ما تقدم من ذنبك قبل الوحی وما تاخرو
مایکون بعد الوحی الی الموت" کے یہ معنی بتلائے
کہ خدا تیرے گناہ جو وحی آنے کے قبل ہوئے ہیں اور اس
کے بعد میں مرتے وقت معاف کر دے۔ (۵۶)

امام احمد رضا بریلوی نے جو جواب دیا اس کے چند اقتباسات پیش کر
رہا ہوں۔

(۱) اس سوال میں آریہ نے افترا و جہالت و نافہمی و بے ایمانی سب سے
کام لیا ہے۔

(۲) عبارت کے کشاف کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے کشاف میں اس
کا کہیں پتہ نہیں بالفرض اگر ہوتی بھی تو وہ ایک معتزلی بدمذہب ہے،
اس کا کیا اعتبار۔

(۳) یہ تفسیر کہ منسوب بہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے نہ ان کی
کتاب ہے نہ ان سے ثابت یہ بہ سند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی

---

۵۶ ۔ امام احمد رضا خاں بریلوی "فتاوی رضویہ" جلد ۹ ص ۷۲، ۷۷ مکتبہ رضویہ کراچی

صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے (تفسیر الاتقان ج دوم ص ۸۰)

(۴) اس کے ترجمہ میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے عبارت یہ ہے۔

لتقصیر الشکر علی ما انعم اللّٰہ علیك و علی اصحابك

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے لیے استغفار فرمائیں، کہاں کمی اور کہاں غفلت نعمائے الٰہیہ۔

(۵) بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہے ہرگز حقیقۃً ذنب بہ معنی گناہ نہیں ما تقدم سے کیا مراد لیا وحی اُترنے سے پیشتر کے اور گناہ کسے کہتے ہیں۔ مخالفت فرمان کو اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا وحی سے۔ تو جب تک وحی نہ اُتری تھی فرمان کہاں تھا، جب فرمان نہ تھا مخالفت فرمان کے کیا معنی اور جب مخالفت فرمان نہیں تو گناہ کیا۔

(۶) یونہی بعد نزول وحی و ظہور رسالت بھی جو افعال جائزہ فرمائے اور بعد کو ان کی ممانعت اُتری اس طریقے سے ان کو "ما تاخر" فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب۔ مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیت کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔

(۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بے چارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے قاعدہ مسلمہ ہے "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال"

سورہ مومن وسورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ سورہ مومن میں تو اتنا ہے "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ" اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں۔ قرآن عظیم تمام جہان کی ہدایت کے لیے اُترا نہ صرف اس وقت کے موجودین، بلکہ قیامت تک کے آنیوالوں سے وہ خطاب فرماتا ہے "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" نماز برپا رکھو یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔ کتب عام کا قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے۔

دونوں سورہ کریمہ میں "کاف" خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اسے سننے والے اپنے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ بلکہ آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں اس کی ابتداء یوں ہے "فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ تو یہ خطاب اس سے ہے جو ابھی لا الہ الا اللہ نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے (کسے باشد) جسے ابھی توحید پر یقین نہیں توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

اگر فاعل میں تاویل کرے تو ذنبک میں تاویل سے کون مانع ہے اور ذنبک میں تاویل نہیں کرتا تو فاعل میں تاویل کیسے کر سکتا ہے دونوں پر ہمارا مطلب حاصل اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

(۹) آریہ بے چارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا اگر نہ جانے تو ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لیے ادنیٰ ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی اردو اور ہندی سب زبانوں میں رائج ہے مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف۔ یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے اس کے پاس ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے۔ تو ذنبک سے مراد اہل بیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمایئے اپنے اہل بیت کرام اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے... تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں موجود ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط (نوح: ۲۸)

اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کو۔

اس وجہ پر سورہ فتح میں "ل" لک تعلیل کا ہے اور ماتقدم من ذنبک تمہارے اگلوں کے گناہ یعنی سیّدنا عبداللہ سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام و امہات طیبات باستثنا انبیاء کرام شل

آدم وشیث و نوح و خلیل و اسماعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ما تاخر تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہلبیت و امت مرحومہ، تو حاصل کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقے کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ (۵۷)

حاصل کلام یہ کہ انبیا کرام ذنب سے مستثنیٰ ہیں اور آیت کے عمومی حکم کو خاص بنانا درست نہیں۔

مولوی قاسمی نے سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۶ کے حوالے سے امام احمد رضا کے لفظ "واد" کے ترجمہ "نالے" پر نہ صرف اعتراض کیا بلکہ.... یہاں تک لکھا ہے کہ "بے ادبی ہو گی کہ اس موقعہ و محل پر میں نالہ یا نالی کا مفہوم نقل کر دوں۔"

ہر زبان میں ہر لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں اور موقعہ محل کے لحاظ سے وہ معنی ذہن میں جگہ پاتے ہیں۔ یہ بھی ایک قانون مسلم ہے کہ بہت سے الفاظ اگرچہ ہماری ہی زبان کے ہوں ان کا مفہوم عام بھی ہو سکتا ہے اور کسی تکنیکی بنا پر خاص بھی ہو سکتا ہے مثلاً سورہ ابراہیم کی آیت ۳۷ ملاحظہ کیجیے۔

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ۔ (ابراہیم: ۳۷)

اے میرے رب میں نے کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔

اس آیت میں امام بریلوی نے "واد" کا ترجمہ نالہ کیا ہے جو معترض کے

---

۵۷ ۔ امام احمد رضا خاں بریلوی "فتاویٰ رضویہ" جلد ۹ ص ۷۴ ۔ ۷۸ مکتبہ رضویہ کراچی

لیے تو نامناسب ہے لیکن امام صاحب کی بصیرت وبصارت کے لحاظ سے بہت عمدہ ترجمہ ہے اس لیے کہ لفظ "وادی" کا اطلاق بہت بڑے علاقے پر ہوتا ہے کیونکہ وادی کی دو جانب پہاڑ ہوتے ہیں یا چاروں طرف سے علاقہ پہاڑوں میں گھرا ہوا ہوتا ہے اور بیچ میں کچھ حصہ ہموار اور درمیان میں کوئی دریا یا نالہ ندی بہہ رہے ہوتے ہیں یا وہ خشک ہوتے ہیں۔ تیکنیکی اعتبار سے اس کو وادی کہتے ہیں۔

وادی کس طرح بنتی ہے قدرت کا نظام یہ ہے کہ پہاڑی علاقوں میں بہتا ہوا دریا نہ صرف اپنا راستہ بناتا ہے بلکہ وہ دونوں جانب پہاڑ کاٹتا رہتا ہے جس کی وجہ سے دریا کا پاٹ چوڑا ہوتا چلا جاتا ہے یہ چوڑائی بعض وقت میلوں تک پھیل جاتی ہے اور بعض وقت دریا تمام پہاڑوں کو کاٹ دیتا ہے اور چٹیل میدان بنا دیتا ہے اس کو بھی وادی ہی کہتے ہیں جیسے وادی کشمیر، وادی سندھ وغیرہ۔

وادی سندھ کے علاقے میں دریائے سندھ نے.... علاوہ چند مقامات کے اپنے راستے میں حائل تمام پہاڑوں کو کاٹ دیا ہے اس کے برخلاف کچھ وادیاں تنگ ہوتی ہیں مثلاً مری کے علاقے میں جائیں یا کشمیر، سوات میں جائیں یا دریائے نیلم یا دریائے سوات یہ سب سینکڑوں میل لمبی وادی بنائے ہیں مگر وادی سندھ کے مقابلے میں تنگ۔ پھر وادی میں پہاڑ کے دامن... بھی شامل ہوتے ہیں اور دریا کا پورا پاٹ بھی وادی میں شمار ہوتا ہے وقت کے ساتھ ساتھ پاٹ تو میلوں چوڑا ہو چکا ہوتا ہے مگر اس میں بہتا ہوا دریا ممکن ہے کہ بہت ہی قلیل پانی کے ساتھ بہہ رہا ہو یا خشک ہو گیا ہو

لیکن اس پورے ہی علاقے کو وادی کہیں گے اب اگر کوئی کہے کہ میں وادی سوات میں رہتا ہوں یا وادی نیلم میں رہتا ہوں تو کیا کوئی ایسے شخص کا ٹھکانہ ڈھونڈ سکتا ہے یا کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ سینکڑوں میل لمبی وادی سوات میں کوئی شخص نالے ندی کے ساتھ ساتھ کنارے پر رہتا ہے یا پہاڑ کے دامن میں رہتا ہے یا پہاڑ کے اوپر رہتا ہے یا پھر وہ جگہ کا نام بتا دے تب اس کے مقام کا تعین ہو جائے گا۔

اب ذرا ترجمہ پر غور کریں کہ وادی مکہ ایک بہت بڑی وادی ہے چاروں طرف سے پہاڑ ہی پہاڑ ہیں۔ وادی بنجر بھی ہے نہ وہاں کھیتی باڑی ہوتی ہے وادی کے بیچوں بیچ ہی ہموار سطح ہے یقیناً یہ بہتے ہوئے دریا نے بنائی ہوگی جو اب خشک ہے لیکن اس دریا یا نالے کے آثار ضرور ہوں گے، اس کے کنارے ضرور ہوں گے کہ جس نالے کے کنارے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی کچھ اولاد یعنی اسماعیل علیہ السلام کو ان کی ماں کے ساتھ اس وادی میں اللہ کے بھروسہ پر چھوڑ کر جا رہے ہیں امام احمد رضا بریلوی واقعات کی روشنی میں اور وادی کی اصطلاحات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ترجمہ کرتے ہوئے بتا رہے ہیں کہ وادی کے ان تین مقامات میں سے ایک مقام کے ندی، نالہ کے قریب یا ساتھ ساتھ اپنی اولاد کو بسا کر جا رہے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ آپ نے اولاد کو نہ پہاڑ کی چوٹی پر چھوڑا نہ پہاڑ کے دامن پر بلکہ ندی نالہ کے ساتھ ان کو چھوڑا چنانچہ بی بی حاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پانی کی تلاش میں کوہ صفا اور کوہ مروہ کے درمیان دوڑتی رہیں اور اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی کے نیچے سے پانی ابل پڑا اور وہ اس ندی نالے میں بہنے لگا

اس لحاظ سے امام احمد رضا نے لفظ نالہ کی اصطلاح استعمال کر کے اس تفصیل سے آگاہ کر دیا کہ وادی کے کس حصے میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو بٹھایا تھا یہ بھی بتا تا چلوں کہ علم ارضیات میں نالہ کی اصطلاح ان ہی معنوں میں استعمال ہوتی ہے کہ وہ دریا جو پہاڑوں کے درمیان بہتا ہے۔ اس کو نالہ / دریا / ندی کہتے ہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ دنیا میں اکثر و بیشتر سنسان پہاڑی علاقوں میں انسان ندی / نالہ کے ساتھ ساتھ زندگی بسر کرتا ہے کیونکہ پانی اس کی بنیادی ضرورت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے وہ جانتے تھے کہ اسماعیل علیہ السلام کو اسی جگہ چھوڑ دوں جہاں سے پانی ان کو فوراً میسر آجائے اس لیے انہوں نے نہ پہاڑ کی چوٹی پر چھوڑا نہ پہاڑ کے دامن میں بلکہ ندی / نالہ کے ساتھ ساتھ کنارے پر چھوڑ کر چلے گئے اس لیے امام احمد رضا کا ترجمہ ہر لحاظ سے درست ہے۔

مولوی قاسمی صاحب کے اعتراضات کا علمی جائزہ لیتے وقت محسوس یہ ہوا کہ انہوں نے امام صاحب کے ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ کرتے وقت صرف اپنے عقائد کو سامنے رکھا اگر وہ ایک معتدل تجزیہ نگار کی حیثیت سے قرآن کے ترجمہ کا مطالعہ کرتے اور مسلکی تعصب سے صرف نظر کر کے ذرا کشادہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ علمی و فنی باریکیوں اور لغوی معنویت پر غور و خوض کے ساتھ ترجمہ کو ٹٹولتے تو ممکن تھا کہ بہت سے اٹھائے گئے اعتراضات کا ان کو سلف و خلف کی کتابوں میں جواب مل جاتا اور وہ ایک طویل لایعنی خامہ فرسائی کی زحمت سے بچ جاتے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت ہی مخصوص زاویے سے کنزالایمان کا سرسری مطالعہ کیا (جس کا ان کو اختیار ہے) لیکن جب

بات علمی تجزیہ کی کی جارہی ہو تو پھر یہ ضروری ہے کہ بھرپور دلائل سے ترجمہ کے نقائص ثابت کیے جائیں دو چار بزرگوں کی کتابوں کے حوالے کافی نہیں پھر اسلاف کے اجتماعی فیصلوں کی روشنی میں تجزیہ کرنا چاہیے کہ ہمارے لاکھوں بزرگوں اور علماء کا کس بات پر کیا اتفاق ہے کس پر اجماع ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو مشہور ہے کہ میری امت کبھی بھی برائی پر مجتمع نہیں ہوگی یعنی علماء کا کسی غلط عقیدہ پر اجماع نہیں ہو سکتا اور یہ حقیقت ہے اس لیئے ضروری ہے کہ اجماع امت کے عقیدے کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے۔

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو اگر منصفانہ نگاہ سے مطالعہ کیا جائے تو بلا تردّد کہا جا سکتا ہے کہ امام موصوف نے تمام معتبر مفسرین کے اقوال کی روشنی میں ترجمہ کیا ہے بہت ممکن ہے کہ بعض مقامات پر زبان اور محاورات ۸۵ سال کا طویل عرصہ گزرنے کے ساتھ ساتھ متروک ہوں یا اجنبی محسوس ہوتے ہوں ورنہ علم و روایات کے اعتبار سے ترجمہ نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔

آخر میں مولوی قاسمی صاحب کے اس اعتراض کا جائزہ لے رہا ہوں، جس میں انہوں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی علماء دیوبند پر کفر کا فتاوی لگانے میں نہ صرف جلدی کرتے بلکہ وہ اس عمل میں متشدد بھی تھے۔

مولوی صاحب کے اس اعتراض کا جواب دور حاضر کے ایک معروف عالم دین محقق مصنف ادیب و شاعر و سیاستدان، سابق وزیر حکومت پاکستان و سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان جناب مولانا کوثر نیازی صاحب کے مضمون سے نقل کر رہا ہوں۔ خیال رہے مولانا کوثر نیازی کو سید مودودی

مولوی امین احسن اصلاحی، مولوی محمد اسماعیل، مولوی محمد ادریس کاندھلوی اور مولوی عبدالحق ندوی سے شرف تلمذ حاصل رہا ہے۔ (۵۸)

مولانا کوثر نیازی امام احمد رضا بریلوی کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں۔

"برصغیر میں یوں تو کئی جامع الصفات شخصیات گزری ہیں مگر جب ایک غیر جانبدار مبصر ان سب کا جائزہ لیتا ہے تو جیسی ہمہ صفت شخصیت "امام رضا" کی نظر آتی ہے ویسی دوسری کوئی نظر نہیں آتی۔" (۵۹)

مولانا نیازی امام احمد رضا بریلوی کے مخالفین کے طرز عمل سے متعلق رقمطراز ہیں۔

"تعصب کی رنگین عینک لگا کر دیکھنے والوں نے صاف نظروں سے ابھی تک ان کا روئے تاباں دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ اگر وہ انصاف کرتے تو انہیں یہ جاننے میں کوئی دشواری نہ ہوتی کہ امام رضا کے خلاف پھیلایا جانے والا پروپیگنڈہ مخالفین کے اپنے دلوں پر چھائے ہوئے غبار کدورت

۵۸۔ مولانا سید ریاست علی قادری "تعارف مولانا کوثر نیازی"، ص ۱۰
ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ۱۹۹۰ء

۵۹۔ مولانا کوثر نیازی "امام احمد رضا بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت"، ص ۴
ادارہ نعمانیہ لاہور، ۱۴۱۱ھ

کا نتیجہ ہے کیا ستم ظریفی ہے کہ جو رد بدعات میں شمشیر برہنہ
تھا اسے خود حامی بدعات قرار دیا گیا۔" (۶۰)

امام احمد رضا بریلوی کے متشدد ہونے کے بارے میں وضاحت فرماتے
ہوئے مولانا نیازی لکھتے ہیں۔

"کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا بہت متشدد تھے، انہوں
نے اپنی کتابوں میں بڑے بڑے علماء اور اکابر کو کافر ٹھہرایا ہے
مگر میں کہتا ہوں یہی ایک بات تو انہیں دوسرے مکتبہ فکر کے
مقابلہ میں ممیز اور مشخص کرتی ہے، بدقسمتی سے ہمارے ہاں
اکثر لوگ انہیں بریلوی نامی ایک فرقے کا بانی سمجھتے ہیں حالانکہ
وہ اپنے مسلک کے اعتبار سے صرف حنفی اور سلفی ہیں۔ اور بس۔
ان کے مقابلے میں جن لوگوں کو دیوبندی کہا جاتا ہے فقہی مسلک
اور اکثر و بیشتر دوسرے مسائل میں وہ بھی وہی نقطہ نظر رکھتے
ہیں جو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہے۔ اصل جھگڑا یہاں سے
چلا کہ ان کے بعض اکابر کی خلاف احتیاط تحریروں کو امام رضا
نے قابل اعتراض گردانا اور چونکہ معاملہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ
وسلم کا تھا توہین رسالت کی بنیاد پر انہیں فتووں کا نشانہ بنایا۔
وہ فنافی الرسول تھے اسی لیے ان کی غیرت عشق احتمال کے درجے
میں بھی توہین رسول کا کوئی خفی سے خفی پہلو بھی برداشت

۶۰ے مولنا کوثر نیازی "امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت"، ص ۵

کرنے کو تیار نہ تھی۔ (۶۱)

مولانا کوثر نیازی نے مولوی مفتی محمد شفیع دیوبندی سے ایک واقعہ نقل کیا جس میں انہوں نے یہ بتایا کہ جن پر کفر کے فتوے لگے وہ امام احمد رضا بریلوی کے عمل سے متفق تھے چنانچہ تحریر کرتے ہیں۔

"جب حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی وفات ہوئی تو حضرت مولوی اشرف علی تھانوی کو کسی نے آکر اطلاع دی انہوں نے بے اختیار دُعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ جب وہ دُعا کر چکے تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے پوچھا وہ تو عمر بھر آپ کو "کافر" کہتے رہے اور آپ ان کے لیے دُعائے مغفرت کر رہے ہیں، فرمایا (اور یہی بات سمجھنے کی ہے) کہ مولانا احمد رضا خاں نے ہم پر کفر کے فتوے اس لیے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم نے توہین رسالت کی ہے اگر وہ یہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے۔"

حقیقت میں جسے لوگ امام احمد رضا کا تشدّد قرار دیتے ہیں وہ بارگاہ رسالت میں ان کے ادب واحتیاط کی روش کا نتیجہ ہے۔

لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبی ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی ہے

(کوثر نیازی)

---

۶۱ مولانا کوثر نیازی "امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت" ص ۶۔ ۷

اَدب واحتیاط کی یہی روش امام رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے یہی ان کا سوزِ نہاں ہے جو ان کا حرزِ جاں ہے ان کا طغرائے ایمان ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے حاصل کون و مکان ہے برتر ز این و آں ہے، باعث رشک قدسیاں ہے، راحت قلب عاشقاں ہے، سرمۂ چشم سالکاں ہے، ترجمہ "کنزالایمان" ہے۔ (۶۲)

آگے کنزالایمان پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"ووجدك ضالا فهدى" کے ترجمہ کو دیکھ لو، قرآن پاک شہادت دیتا ہے "ماضل صاحبكم وما غوى" رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے "ضَلَّ" ماضی کا صیغہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کبھی بھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے۔ عربی زبان ایک سمندر ہے اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے۔ ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد و افکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا مطلب اخذ کر لیتے ہیں۔ "وَوَجَدَكَ ضَالًّا" کا ترجمہ "مَاضَلَّ" کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عظمت رسول کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر اردو زبان کے ترجمہ نگاروں سے پوچھو انہوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا۔

(۱) اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی (محمود الحسن دیوبندی)

---

۶۲ ؎ ایضاً ص ۷-۸

کہا جا سکتا ہے مولوی محمود الحسن ادیب نہ تھے ان سے چوک ہو گئی، آیئے ادیب، شاعر اور مصنف و صحافی مولوی عبدالماجد دریا بادی کا ترجمہ دیکھیں۔

(۲) اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا۔

جناب دریا آبادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجیے اس دور میں اردو معلی میں لکھنے والے اہل قلم جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیجیے ان کا ترجمہ یوں ہے۔

(۳) اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔

العیاذ باللہ پیغمبری کی گم رہی اور پھر ہدایت یابی میں جو جو دسوسے اور خرخشے چھپے ہوئے ہیں انہیں نظر میں رکھیے اور پھر کنزالایمان میں امام احمد رضا خاں کے ترجمے کو دیکھیے۔

(۴) اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ رشدی کی ہفوات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم کوئی کارروائی کرنے میں اس لیے تامل کریں کہ کہیں آقایان ولی نعمت ناراض نہ ہو جائیں، مگر امام احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے (۶۳)

۶۳؎ ایضاً ص ۸، ۹

آخر میں بحث کو سمیٹتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"مخالفین جس بات کو شاہ احمد رضا کا تشدد کہتے ہیں وہ تشدد نہیں ان کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ان کا ادب و احتیاط ہے جو فتوے نویسی سے لے ترجمہ قرآن تک اور ترجمہ قرآن سے لے کر ان کی نعتیہ شاعری تک ہر جگہ آفتاب و ماہتاب بن کر ضوفشانی کر رہا ہے۔" (۶۴)

مولانا کوثر نیازی نے اگرچہ مولوی اخلاق حسن قاسمی کے مسلک سے وابستہ اکابرین سے علوم اسلامیہ کی تعلیم حاصل کی ہے اور برسوں ان ہی کے مسلک کے فروغ میں مصروف عمل رہے ہے۔سید مودودی صاحب کے تو خاص الخاص شاگردوں میں سمجھے جاتے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے ایک معتدل مبصر کی حیثیت سے امام احمد رضا کی شخصیت، عقائد، اور ترجمہ قرآن کنزالایمان پر جو تبصرہ کیا ہے وہ ان کی علمی دیانت کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

آخر میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ امام احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ قرآن کے مطالعہ کے بعد اندازہ ہوا کہ امام صاحب کسی بھی آیت کا جو بھی ترجمہ کرتے ہیں وہ کسی نہ کسی متقدمین، متوسطین یا قرون آخر کے علماء کے تفسیری قول کے عین مطابق ہوتا ہے۔وہ ترجمہ میں وہی بات کہتے ہیں جو علامہ صاوی، علامہ خازن، علامہ بیضاوی، علامہ سیوطی، علامہ محلی، علامہ حقی، علامہ نسفی، علامہ الوسی، علامہ نیشاپوری، علامہ بغوی، علامہ ابوسعود، علامہ واسطی، علامہ جمل،

---

۶۴ – ایضاً ص ر ۱۲

علامہ رازی، علامہ کاشفی، علامہ شیخ زادہ وغیرہ نے اپنی تفاسیر میں بیان کیے ہیں ساتھ ہی امام احمد رضا ترجمہ قرآن کے ضمن میں جو اپنا عقیدہ بیان کر رہے ہیں جس کو مولوی قاسمی فرقہ مبتدعہ کہہ دیتے ہیں، وہی مسلک و عقیدہ ہے جو علامہ قاضی عیاض، امام قسطلانی، امام عسقلانی، امام اصفہانی، امام زرقانی، امام طبری، امام حلبی، ملا علی قاری، امام ابن عربی، امام ربانی، شاہ عبدالعزیز دہلوی اور علامہ عبدالحق محدث دہلوی کا تھا۔

راقم الحروف نے اگرچہ باب ہفتم اور ہشتم میں بھی تفصیل سے جناب قاسمی کے اعتراضات کو سامنے رکھتے ہوئے جوابات لکھے ہیں یہاں یہ کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ مندرجہ بالا علماءِ تفسیر اور ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن اسلاف کرام کی تحریروں کا آئینہ دار ہے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کی تائید میں جو حوالے راقم نے آخری تین ابواب میں پیش کیے ہیں ان کو پڑھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام صاحب کسی نئے فرقے کے ہرگز بانی نہیں بلکہ مفسرین کرام اور ائمہ عظام اور اپنے اسلاف کے ترجمان ہیں۔

حاصل بحث

اس مقالہ میں کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن اور دیگر معروف اردو قرآنی تراجم کا تقابلی تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس تقابل میں وہ تمام معروف اردو قرآنی تراجم جو دستیاب ہونے کے ساتھ ساتھ مشہور بھی ہیں، پیش نظر رہے۔ پورے قرآن پاک کا تقابلی مطالعہ نظری اعتبار سے تو ممکن ہے لیکن عملاً اور خصوصاً زیر نظر مقالہ کے متعین قیود صفحات اور وقت کے مد نظر ناممکن ہے، اسی لیے منتخب

آیات پر ہی اکتفا کیا گیا تاکہ تقابل میں آسانی رہے اور تقابلی خصوصیات کا واضح نقشہ سامنے آجائے۔

تمام معروف قرآنی تراجم کے وسیع مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اکثر و بیشتر مترجمین قرآن ترجمہ کرتے ہوئے عملاً تقلید و نقالی کا شکار نظر آتے ہیں اس طرح کہ پہلے سے موجود تراجم میں معمولی سے لفظی تغیّر و تبدل کے بعد اسے ایک نئے ترجمہ قرآن کے نام سے موسوم کر دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر تراجم کے مطالعے سے یہ محسوس کیا گیا کہ وہ متن قرآن سے مربوط نہیں ہیں مثلاً مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کا ترجمہ قرآن یا مولوی محمود حسن دیوبندی، مولوی عبدالماجد دریا بادی اور مولوی فیروزالدین وغیرہا کے تراجم۔ ہمیں ان... حضرات کی نیک نیتی پہ کوئی شبہ نہیں لیکن اگر یہ حضرات چاہتے تو ایک نیا ترجمہ قرآن بھی سامنے آسکتا تھا لیکن انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ اس بارے میں حتمی طور پہ کچھ کہنا ممکن نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ بیسویں صدی عیسوی کی ابتدا میں اگرچہ سیاسی ابتری کا دور تھا اور مسلمان پریشانیوں کا شکار بھی تھے مگر اردو زبان نے نہ صرف خاصی ترقی کی بلکہ اس دور میں اُردو زبان کی ارتقاء کے لیے ہر سطح پر خصوصی اقدامات کیے گئے اس لحاظ سے نئے تراجم کے لیے خاصے مواقع موجود تھے۔

میں ان تمام معروف تراجم کے مطالعہ سے ایک اور نتیجے پر پہنچا ہوں کہ کسی ترجمے میں لفظی ردوبدل سے ترجمہ نیا نہیں ہو سکتا البتہ بعض اوقات اس لفظی تحریف کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایک اچھا لفظ بھی حذف ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ ایسا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جو اس لفظ کا صحیح مترادف بھی

نہیں ہوتا اور یوں اصل ترجمہ کی ہیئت میں بھی فرق آجاتا ہے جس کی وجہ سے باریک بینی سے مطالعہ کرنے والے حضرات کے خیالات کا تسلسل بھی ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ ایسا قاری دراصل بیک وقت ایک نہیں دو افراد کے خیالات کا مطالعہ کرتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ مترادف لفظ وہ معنی پیش نہیں کرسکا جو معنی پہلا لفظ کرچکا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مترادف لفظ سے پورے معنی یکسر بدل جاتے ہیں ساتھ ہی ساتھ ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ جب کوئی نیا مترجم کسی ترجمے کو جدید نہج پر لانے کی کوشش کرتا ہے تو اکثر مقامات پر اصل مترجم کے خیالات کو دانستہ یا نادانستہ طور پر حذف کردیتا ہے۔ اس لیے زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی ترجمہ کو جدید نہج پر لانے کی بجائے ایک نیا ترجمہ پیش کیا جائے تاکہ اردو زبان وادب ایک نئے اسلوب تحریر سے آشنا ہوسکیں۔

امام احمد رضا خاں قادری بریلوی کے ترجمہ قرآن کا اگر منصفانہ مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس کا کوئی پہلو قابل گرفت نہیں جبکہ مقابل کے اکثر مترجمین قرآن کے مزاج کو سمجھنے کے لیے مقالے میں خاصہ مواد موجود ہے جنہوں نے بعض اوقات اپنا موقف صحیح ثابت کرنے کے لیے غلط تاویلات کا سہارا لیتے ہوئے ترجمہ کیا جو اصول اور شرع دونوں کے خلاف ہے۔ امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کے مطالعہ کے بعد جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ آپ کا ترجمہ ایک پابند ترجمہ ہے کیونکہ ایک طرف تو یہ ترجمہ تمام تفاسیر معتبرہ سے مطابقت رکھتا ہے اور دوسری جانب اردو ادب کا بہترین مرقع ہے۔ اس ترجمہ کے مطالعے سے منشائے قرآنی کو سمجھنے میں بہت

مدد ملتی ہے یعنی اگر آیات کا ترجمہ پڑھا جائے تو عام قاری بھی آسانی سے شرعی مسائل سمجھ سکتا ہے اگر ترجمہ کے مطالعے سے قاری کے ذہن میں کسی قسم کا اشکال پیدا ہو تو وہاں قاری اسلاف کی آراء اور تفاسیر معتبرہ کے مطالعے کی مدد سے بہ آسانی یہ فیصلہ کرلے گا یہ موقف امام احمد رضا کا صرف اپنا نہیں بلکہ اسلاف کا بھی یہ ہی مؤقف رہا ہے۔

ان تمام معروف قرآنی تراجم میں ایک بات بطور خاص یہ بھی نظر آتی ہے کہ اکثر مترجمین نے روح قرآنی کو سمجھانے کے بجائے انشاء پردازی پر پورا زور صرف کر دیا بلکہ بعض اوقات تو تراجم کے مطالعے سے یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ اکثر مترجمین اسلاف کی آراء، مشہور تفاسیر اور لغات عرب کو بھی یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں اور جمہور کی آراء کے خلاف موقف کی تائید کرتے ہوئے ترجمہ کرتے ہیں جو قرآن کے ساتھ قطعی انصاف نہیں۔

امام احمد رضا کو بیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی دور کا سامنا رہا جو سیاسی اعتبار سے بہت زیادہ افراتفری کا دور تھا جس کا انفرادی حیثیت پر بھی بُرا اثر پڑا۔ اس سیاسی ابتری کے دور میں مسلمانوں کی گرتی ہوئی ساکھ کو جہاں دیگر مسلم زعماء نے سنبھالا اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کیے وہیں امام احمد رضا خاں بریلوی نے بھی ترجمہ قرآن کے ذریعے مسلمانوں کی فکری و نظری فلاح و بہبود کا فریضہ انجام دیا۔ امام احمد رضا کے لیے یہ کام تو بہت آسان تھا کہ وہ بھی کسی اردو ترجمہ قرآن کو معمولی رد و بدل کے ساتھ پیش کر دیتے مگر انہوں نے محسوس کیا کہ یہ ان حالات میں خاص کر قرآن کریم کے معانی اور متن کے ساتھ

انصاف نہ ہوگا۔ لہٰذا انہوں نے حالات کی نزاکت کے پیش نظر ایک ایسا ترجمہ کیا جس سے نہ صرف فہم قرآن آسان ہوگیا بلکہ وہ سارے اشکال جو مختلف اردو تراجم سے مسلمانوں کے ذہن میں خلفشار پیدا کیے ہوئے تھے وہ اس ترجمہ قرآن سے دُور ہو گئے۔

اس ترجمہ کے بعد مسلمانوں میں ایک نئی روح بیدار ہوگئی کیونکہ قرآن کریم کا ایک ایسا ترجمہ سامنے آیا جسے فی الواقع قرآن کریم کا صحیح اور جامع ترجمہ کہا جا سکتا ہے۔ اگر ان خیالات کی تائید میں عصر حاضر کے ایک ممتاز عالم دین علامہ عبد المصطفےٰ الاعظمی صاحب کی اس رائے سے استفادہ کروں تو بے جا نہ ہوگا کہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن دوسرے تمام اردو تراجم سے بہت زیادہ اسلم واحوط اور جامع و ایمان افروز ہے۔ (۶۵)

امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن مسلمانوں کے دور غلامی میں فکر اسلامی کا وہ جیتا جاگتا شاہکار ہے جس کا مطالعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ مشکل سے مشکل دور میں بھی خدمت دین کے لیے کس طرح اولو العزمی کا ثبوت دینا چاہیے۔ انہوں نے مسلمانان برصغیر کی فلاح و بہبود کے لیے اگرچہ بہت کچھ کیا مگر ان کا ترجمہ قرآن دین کی وہ عظیم خدمت ہے کہ جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا کے زمانے سے لے کر آج تک اس ترجمہ کی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ دور حاضر کے کئی مشہور مفسرین نے تفسیر لکھتے وقت کنز الایمان کے ترجمے پر ہی اکتفا کیا اور اپنی جانب سے ترجمہ

---

۶۵ ؎ مولانا عبد المصطفےٰ الاعظمی، مسائل القرآن، ص ۔ ۲ رومی پبلیکیشنز اردو بازار لاہور ۱۹۸۴ء

کی کوشش نہیں کی یہاں تک کہ "روح البیان"، جو کہ ۳۰ جلدوں پر مشتمل ہے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب نے کنزالایمان کے ترجمے سے استفادہ کیا ہے۔

امام احمد رضا نے اپنے ترجمہ قرآن میں اس بات کا بھی بطور خاص خیال رکھا ہے کہ جو محققین مختلف موضوعات پر تحقیق کرنا چاہیں ان کے لیے یہ ترجمہ ممد و معاون ثابت ہو اس لیے موقع کی مناسبت سے اکثر مقامات پر ان کے ترجمے میں مختلف علوم کی سیاق و سباق کے اعتبار سے اصطلاحات کا استعمال بھی ملتا ہے جو دیگر معروف تراجم میں تقریباً ناپید ہے مگر افسوس کہ امتیازی اہمیت کے حامل اس ترجمے کے بارے میں کچھ ایسی آراء بھی سامنے آتی ہیں جو غالباً لاعلمی پر مبنی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی آراء کا اظہار کرنے سے قبل اگر کوئی بغور اس کا مطالعہ کر لے تو شاید اس قسم کی غلط فہمی دوبارہ پیدا نہ ہو۔

امام احمد رضا نے اُردو ادب کو کیا دیا اس کا فیصلہ تو کوئی منصف مزاج مؤرخ ادبیات ہی کر سکتا ہے مگر میں اپنی رائے میں یہ سمجھتا ہوں کہ امام احمد رضا خاں نے اُردو ادب کے اسلام سے تعلق کو نہ صرف مضبوط کیا بلکہ صدیوں سے مروجہ اس نظریے کا بھی ابطال کیا جس میں اس بات کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ادب اور دینیات میں باہم کوئی رشتہ نہیں۔(۶۶) اگرچہ امام احمد رضا خاں نے اس نظریے کے خلاف کوئی واضح تحریر تو یادگار

---

۶۶ ے ڈاکٹر جمیل جالبی "ایلیٹ کے مضامین"، ص ۔ ۲۲۲، رائٹرز بک کلب کراچی لاہور ۱۹۶۰ء

نہیں چھوڑی مگر ان کی تمام تحریریں اسی خیال کی عکاسی کرتی ہیں کہ ادب کا دین سے گہرا تعلق ہے۔ اگر اس نظریے کا ابطال نہ کیا جائے تو یقیناً اس کا نقصان مسلمانوں کو ہی ہوگا اس لیے میرے خیال میں امام احمد رضا نے اپنے ترجمہ قرآن کے ذریعے اُردو ادب کی بے مثال خدمت کا فریضہ انجام دیا اور انہوں نے ایسا ترجمہ قرآن پیش کیا جو تمام خصوصیات کا حامل ہے۔ یہاں اگر رئیس دارالافتا للمحاکمۃ العلیا اسپریم کورٹ للدولۃ الاسلامیہ افغانستان علامہ ابو الفتح نصر اللہ خان افغانی کی رائے پیش کی جائے تو غیر مناسب نہ ہوگا۔

"ترجمۃ کلماتھا جزلۃ بدیعۃ فصیحۃ جامعۃ بحیث لم یوجد بعد لھا نظیر فی سائر التراجم الھندیۃ قطوسما ھا بکنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" (٦٧)

میں نے تمام معروف اُردو قرآنی تراجم کا مطالعہ تراجم کی ہی حیثیت سے کیا ہے تاکہ مترجمین کے مکاتب فکر کی روشنی میں غیر جانبدارانہ تحقیق کی جا سکے لہٰذا مختصراً تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی کا ترجمہ قرآن "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" اردو زبان میں وہ واحد ترجمہ قرآن ہے جو ترجمہ کی تمام شرائط کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ تحقیق کے تمام اصولوں پر پورا اترتا ہے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کلام الٰہی کا ترجمہ ہے کسی بھی

٦٧؎ شیخ الحدیث ابو الفتح نصر اللہ خان افغانی "فقیہ العصر" ص۔ ۲، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۳

نئے مکتبۂ فکر کا ہرگز ترجمان نہیں۔ آپ کی یہ خدمت قیامت تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے گی اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین

خدمت قرآن پاک کی وہ لاجواب کی
راضی رضا سے صاحب قرآن ہے آج بھی

(مرزا شکور بیگ مدنی)

کتابیات

(قرآنی تراجم)

نمبر شمار	نام مصنف	کتاب کا نام	پبلشرز	تاریخ
۱	ابوالکلام آزاد، مولوی	"ترجمان القرآن"	مشتاق پبلشرز لاہور،	۱۳۶۱ھ ۱۹۳۱ء
۲	ایضاً	ایضاً (جلد سوم) (مرتبہ غلام رسول مہر)	شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی	
۳	احمد رضا خاں قادری بریلوی امام	"کنز الایمان فی ترجمہ القرآن"	اہلسنت برقی پریس (مراد آباد) انڈیا	۱۳۳۰ھ
۴	اشرف علی تھانوی، مولوی	"ترجمہ قرآن"	تاج کمپنی کراچی	
۵	امین احسن اصلاحی مولوی	"تدبر القرآن"	مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن	۱۳۹۳ھ
۶	مرزا بشیر الدین محمود قادیانی	"ترجمہ قرآن حکیم"	ادارہ طباعت و اشاعت قرآن عظیم ربوہ	
۷	حامد حسن بلگرامی ڈاکٹر	"فیوض القرآن" (۲ جلدیں)	ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی کراچی	۱۹۸۷ء
۸	شاہ رفیع الدین، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی	"قرآن شریف مترجم"	نور محمد کارخانہ تجارت کتب دہلی	۱۳۴۵ھ

۹۔ سرسید احمد خان "ترجمہ تفسیر قرآن" مطبوعہ انڈیا
۱۰۔ سید احمد سعید شاہ صاحب "البیان" کاظمی پبلیکیشنز ملتان ۱۹۸۷ء
کاظمی، علامہ
۱۱۔ سید محمد اشرف کچھوچھوی "معارف القرآن" محدث اعظم پبلیکیشنز احمد آباد گجرات انڈیا ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء
علامہ
۱۲۔ مولوی سید مودودی "ترجمہ قرآن" ادارہ ترجمان القرآن لاہور
۱۳۔ عاشق الٰہی میرٹھی "ترجمہ قرآن مجید" تاج کمپنی لیمیٹڈ کراچی
مولوی
۱۴۔ عبدالحق حقانی دہلی "ترجمہ قرآن" اکمل المطابع دہلی انڈیا ۱۳۰۹ھ
مولوی
۱۵۔ عبداللہ چکڑالوی "ترجمۃ القرآن بہ آیات القرآن" اسٹیم پریس لاہور ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء
مولوی
۱۶۔ شاہ عبدالقادر دہلوی "قرآن مجید معہ ترجمہ" تاج کمپنی لیمیٹڈ قرآن منزل لاہور
۱۷۔ عبدالرحمٰن "قرآن مجید مترجم" ادارہ ترجمان القرآن بطرز جدید، ڈیرہ غازی خان
مولوی
۱۸۔ عبدالماجد دریا آبادی "ترجمہ قرآن و تفسیر ماجدی" تاج کمپنی لیمیٹڈ کراچی
مولوی
۱۹۔الف چوہدری غلام احمد پرویز "معارف القرآن" ادارہ طلوع اسلام، لاہور

(ب)	چوہدری غلام احمد پرویز	"تبویب القرآن"	ادارہ طلوع السلام، لاہور	
(ج)	ایضاً	"مفہوم القرآن"	ایضاً	
۲۰۔	فتح محمد جالندھری، مولوی	"قرآن مجید مترجم"	تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی	
۲۱۔	فرمان علی، مولوی	"ترجمہ قرآن حکیم"	شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی	
۲۲۔	فیروز الدین روحی، مولوی	"ترجمہ قرآن شریف"	فیروز سنز لمیٹڈ کراچی	
۲۳۔ (ا)	محمود حسن دیوبندی مولوی	"قرآن مجید معہ ترجمہ"	دار التصنیف لمیٹڈ کراچی	۱۹۸۵ء
(ب)	ایضاً	"مقدمہ موضح الفرقان"	مدینہ بک ڈپو اردو بازار جامع مسجد دہلی	
۲۴۔	محمد عتیق فرنگی محلی علامہ	"ترجمہ قرآن و توضیح العجیب"	مطبوعہ کراچی	۱۳۷۱ھ
۲۵۔	محمد مظہر اللہ دہلوی مفتی	"قرآن شریف ترجمہ معہ آسان تفسیر"	اقبال پرنٹنگ پریس دہلی	۱۳۶۱ھ
۲۶۔	محمد میمن جونا گڑھی مولوی	"ترجمہ قرآن معہ تفسیر ابن کثیر"	نور محمد اصح المطابع کراچی	
۲۷۔	محمد نعیم دہلوی مولوی	"ترجمہ قرآن معہ ترجمہ کمالین شرح جلالین"	مکتبہ شرکت علیم ملتان	
۲۸۔	سید مقبول احمد دہلوی	"قرآن مجید مترجم"	افتخار بک ڈپو لاہور	
۲۹۔	نذیر احمد دہلوی، مولوی ڈپٹی	"غرائب القرآن"	مطبع قاسمی دہلی	۱۳۲۲ھ
۳۰۔	وحید الدین، مولوی	"تذکرہ القرآن"	فضلی سنز کراچی	۱۹۸۶ء

۳۱ ۔ نواب وحید الزمان، مولوی "تبویب القرآن" ادارہ محمدیہ لاہور

۳۲ ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی "فتوح الرحمٰن" مطبع محمدی بمبئی انڈیا ۱۲۶۷ھ

۳۳ و "رفیع الشان قرآن تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی
عظیم "دس ترجموں والا) (سنہ مذکور نہیں)

(ب) نام مترجم نامعلوم) "ترجمہ سورۃ الرحمٰن" کتب خانہ خاص الف ۵/۱
(قلمی نسخہ) انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی

تفاسیر

۳۴ ۔ ابی بکر احمد بن علی الرازی "احکام القرآن" سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ
الجصاص الحنفی

۳۵ ۔ احمد جیون امیٹھوی ملا "تفسیرات احمدی" قرآن کمپنی لاہور ۱۹۷۸ء

۳۶ ۔ الشیخ احمد الصاوی، امام "تفسیر صاوی" مطبوعہ مصر

۳۷ ۔ احمد یار خان نعیمی، مفتی "تفسیر نعیمی" (۱۲ جلد) نعیمیہ کتب خانہ گجرات ۱۳۷۸ھ

۳۸ ۔ ایضاً "تفسیر نور العرفان" پیر بھائی کمپنی لاہور ۱۳۷۷ھ

۳۹ ۔ الشیخ اسمٰعیل حقی، علامہ "تفسیر روح البیان" مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ بلوچستان

۴۰ ۔ سید امیر علی ملیح آبادی "تفسیر مواہب مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ
مولوی الرحمٰن" لاہور

۴۱ ۔ اشرف علی تھانوی، مولوی "تفسیر بیان القرآن" تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

۴۲ ۔ تاج الدین الحنفی "الدر اللقیط من دار الفکر بیروت ۱۴۰۲ھ
امام البحر المحیط" ۱۹۸۲ء

۴۳۔ ابی الفرج جمال الدین عبدالرحمٰن الجوزی (الامام) "زادالسیر فی علم التفسیر" دارالفکر بیروت لبنان ۱۹۸۷ء

۴۴۔ ابی جعفر بن جریر الطبری امام "جامع البیان فی تفسیر القرآن" مطبوعہ بیروت لبنان ۱۴۰۷ھ

۴۵۔ حبیب یغمائی "ترجمہ تفسیر طبری بزبان فارسی" مطبوعہ ایران تہران ۱۹۶۱ء

۴۶۔ ملا حسین الواعظ الکاشفی "جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر" قلمی

۴۷۔ ایضاً ایضاً مطبع محمدی بمبئی ۱۲۷۶ھ

۴۸۔ حشمت علی خان مولٰنا "امداد الدیان فی تفسیر القرآن" مطبوعہ پیلی بھیت انڈیا ۱۳۶۸ھ

۴۹۔ شاہ رفیع الدین دہلوی "تفسیر رفیعی" (سورۃ البقرۃ) مطبع نقشبندی دہلی ۱۲۷۲ھ

۵۰۔ ابی ذکریا یحییٰ بن زیاد "معانی القرآن" انتشارات ناصر خسرو ایران

۵۱۔ ابی السعود محمد بن محمد العمادی امام "تفسیر ابی السعود" داراحیا التراث العربی بیروت ۔ لبنان

۵۲۔ جلال الدین السیوطی و جلال الدین محلی، علامہ "تفسیر جلالین" مطبعۃ مصطفی البابی والحلبی، مصر ۱۳۵۸ھ

۵۳۔ شبیر احمد عثمانی دیوبندی مولوی "تفسیر عثمانی" دارالتصنیف لمیٹڈ کراچی

۵۴۔	ابوصالح محمد فیض احمد اویسی	"فیوض الرحمان" (اردو ترجمہ روح البیان)	مکتبہ اویسیہ بہاولپور	۱۴۰۵ھ
۵۵۔	الشیخ طنطاوی جوہری امام	"الجوہر فی التفسیر القرآن الکریم"	المکتبۃ السلامیہ مصر	۱۹۷۴ء
۵۶۔	ظفر احمد عثمانی، مولوی	"احکام القرآن"	ادارہ القرآن والعلوم السلامیہ، کراچی	
۵۷۔	عبدالحق حقانی مولوی	"تفسیر فتح المنان معہ ترجمہ"	المکتبۃ العزیز، لاہور	
۵۸۔	سید عبدالرحمن بخاری مولوی	"تفسیر سعیدی" اردو ترجمہ تفسیر حسینی	ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی کراچی	
۵۹۔	عبدالرحمن الثعلبی المالکی علامہ	"جواہر الحسان فی تفسیر القرآن"	مطبوعہ بیروت لبنان	
۶۰۔	عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی، علامہ	"مدارک التنزیل و حقائق التاویل"	نعمانی کتب خانہ لاہور	
۶۱۔	ابی عبداللہ محمد القرطبی الاندلسی المالکی، امام	"الجامع البیان فی احکام القرآن"	انتشارات ناصر خسرو ایران	
۶۲۔	عبدالمصطفیٰ الازہری علامہ	"احسن البیان لتفسیر القرآن"	مکتبۃ القرآن کراچی	۱۹۵۶ء
۶۳۔	عبدالقدیر صدیقی قادری حسرت، مولانا	"تفسیر صدیقی"	ادارہ اشاعت تفسیر صدیقی کراچی	

۶۴۔ علاؤالدین علی بن محمد "تفسیر الخازن" نعمانی کتب خانہ لاہور
البغدادی المعروف بالخازن، علامہ

۶۵۔ عمادالدین ابوالفداء اسمٰعیل "المعروف ابن کثیر" نور محمد اصح المطابع
بن عمرو بن کثیر بصری، علامہ تفسیر ابن کثیر کراچی
مترجم مولوی محمد جوناگڑھی

۶۶۔ عنایت اللہ مشرقی "تذکرہ" ادارہ فروغ اسلام فاؤنڈیشن
مولوی راولپنڈی

۶۷۔ غلام اللہ خان، مولوی "تفسیر جواہر القرآن" رشیدیہ کتب خانہ راولپنڈی ۱۹۷۹ء

۶۸۔ فخرالدین رازی، امام "التفسیر الکبیر" مطبوعہ ایران

۶۹۔ فخرالدین قادری "تفسیر قادری" مکتبہ سعید
مولوی (اردو ترجمہ تفسیر حسینی) کراچی

۷۰۔ ابوالحسنات محمد احمد "تفسیر الحسنات" ضیاء القرآن پبلیکیشنز ۱۴۰۶ھ
قادری، علامہ (۵۔ جلد) لاہور

۷۱۔ قاضی محمد ثناء اللہ "تفسیر مظہری" مترجم ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی ۱۹۸۰ء
پانی پتی، علامہ سید عبدالدائم جلالی) کراچی

۷۲۔ محمد خلیل خان برکاتی "خلاصۃ التفاسیر" مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ
مفتی حیدرآباد سندھ

۷۳۔ سید محمد رشید رضا "تفسیر المنار" دارالمعرفہ، بیروت

۷۴۔ مفتی محمد شفیع "احکام القرآن" ادارہ القرآن والعلوم ۱۴۰۷ھ
اسلامیہ کراچی ۱۹۸۷ء

(ب) محمد شفیع، مفتی "معارف القرآن" ادارہ المعارف، کراچی ۱۹۸۵ء
۷۵۔ محمد عزہ دروزہ، علامہ "التفسیر الحدیث" دار ضیاء الکتب العربیہ مصر
۷۶۔ محمد طاہر القادری "منہاج العرفان فی لفظ القرآن" مرکزی ادارہ منہاج القرآن لاہور ۱۹۸۶ء
ڈاکٹر پروفیسر
۷۷۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری "ضیاء القرآن" ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۱۳۹۹ھ
۷۸۔ الشیخ محمد مصطفےٰ المراغی علامہ "تفسیر المراغی" مطبوعہ مصر
۷۹۔ محمد مظہر اللہ دہلوی "آسان تفسیر" اقبال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۳۶۱ھ
۸۰۔ محمد نعیم الدین مراد آبادی علامہ مولانا "تفسیر خزائن العرفان" تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی
۸۱۔ محمد عبدالرحمٰن الدکتور "حاشیہ دار المسیر فی علم التفسیر" دار الفکر بیروت لبنان ۱۹۸۷ء
۸۲۔ محمد بن علی محمد الشوکانی قاضی "تفسیر فتح القدیر" مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
۸۳۔ ابی محمد بن مسعود الفراء البغوی الشافعی علامہ "تفسیر البغوی المسمیٰ معالم التنزیل" ج ۱، ۴ ادارہ تالیف اشرفیہ ملتان ۱۹۸۶ء
۸۴۔ محمد عبدالعظیم الزرقانی امام "مناہل العرفان فی علوم القرآن" دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۱۲۷۲ھ
۸۵۔ محمد بن یوسف حیان اندلسی علامہ "تفسیر البحر المحیط" دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء

۸۶۔ محمد بن مصلح الدین مصطفےٰ «حاشیہ شیخ زادہ علی مکتبۃ الحقیقیہ ترکی ۱۹۸۸ء
المعروف شیخ زادہ تفسیر البیضاوی، ج اول جز ثانی

۸۷۔ ابی الفضل سید محمود آفندی «روح المعانی» المکتبۃ الرشیدیہ لمیٹڈ
محدث الالوسی علامہ پاکستان

۸۸۔ محمود بن عمر جاراللہ «تفسیر الکشاف» دار المصنف
الزمخشری علامہ القاہرہ ۱۹۸۸ء

۸۹۔ مولوی سید مودودی «تفہیم القرآن» مکتبہ تعمیر انسانیت ۱۹۶۷ء
ج اول لاہور

(ب) ایضاً ایضاً ادارہ ترجمان القرآن
ج دوم تا ششم لاہور

۹۰۔ ناصر الدین ابی الخیر عبداللہ «انوار التنزیل و مطبوعہ مصطفی البابی ۱۳۵۸ھ
بن عمر البیضاوی، علامہ اسرار التاویل» والحلبی، مصر

۹۱۔ نظام الدین الحسن القمی «تفسیر غریب القرآن دار المعرفہ بیروت ۱۴۰۷ھ
النیشاپوری علامہ ورغائب الفرقان

۹۲۔ نورالدین جلبی علامہ «تفسیر الیواقیت الجاہر» مطبوعہ مصر

۹۳۔ نقی علی خان بریلوی «تفسیر سورہ الم نشرح» مکتبہ رضا ۱۳۹۵ھ
مفتی انڈیا

علوم قرآن

۹۴۔ افتخار احمد مصباحی، مولنا «فضائل قرآن» ادارہ تصنیفات امام رضا کراچی ۱۹۸۵ء

۹۵۔ امین احسن اصلاحی مولوی "مبادی تدبر قرآن" فاران فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۰۸ھ

۹۶۔ جلال الدین السیوطی امام "الاتقان فی علوم القرآن" جلد دوم (مترجم محمد حلیم انصاری) ادارہ اسلامیہ لاہور ۱۴۰۲ھ

۹۷۔ ایضاً ایضاً جلد اول ایضاً ایضاً

۹۸۔ ایضاً "لباب النقول فی اسباب النزول" مطبوعہ ملتان ۱۹۸۷ء

۹۹۔ حسین بن احمد علی الشرنبلانی "النفحہ القدسیہ فی احکام قراۃ القرآن" مخطوطہ بمکتبہ علی باشا باستانبول ترکی

۱۰۰۔ محمد حنیف ندوی، مولوی "مطالعہ قرآن" ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۸ء

۱۰۱۔ سعید احمد اکبر آبادی، مولوی "فہم قرآن" ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۲ء

۱۰۲۔ سید قطب شہید "قرآن مجید کے فنی محاسن" فیصل اسلامک ریسرچ سینٹر، فیصل آباد ۱۹۸۳ء

۱۰۳۔ شاہ ولی اللہ دہلوی "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۲ء

۱۰۴۔ صبحی صالح ڈاکٹر "علوم القرآن" (مترجم غلام احمد حریری) ملک سنز پبلشرز فیصل آباد ۱۹۷۸ء

۱۰۵۔ غلام احمد حریری، پروفیسر "تاریخ تفسیر و مفسرین" ایضاً ایضاً

۱۰۶۔ محمد حسین الذہبی الدکتور "التفسیر والمفسرون" (ج ۲ - ۱) دار الکتب الحدیثہ مصر ۱۹۷۶ء

۱۰۷۔	اختر رضا خاں بریلوی الازہری مفتی	"دفاع کنزالایمان"	سنی دنیا بریلی انڈیا	۱۹۸۲ء
۱۰۸۔	اخلاق حسین قاسمی دہلوی مولوی	"بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ"	الفیصل اکادمی فیصل آباد	۱۴۰۴ھ
۱۰۹۔	ایضاً	"محاسن موضح قرآن"	ذوالنورین اکادمی سرگودھا	۱۴۰۳ھ
۱۱۰۔	اشرف علی تھانوی مولوی	"اصلاح ترجمہ دہلویہ"	مطبوعہ بلالی ساڈھورہ انبالہ انڈیا	
۱۱۱۔	جمیل نقوی	"قرآن مجید کے اردو تراجم"	اردو اکیڈمی سندھ	۱۴۰۵ھ
۱۱۲۔	راؤ سلطان المجاہد الطاہری	"ایک قرآن ایک ترجمہ"	مجلس فکر رضا وطاہر اکاڑہ	۱۹۸۶ء
۱۱۳۔	رضا المصطفےٰ اعظمی قاری	"قرآن مجید کے غلط ترجموں کی نشاندہی"	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۱۴۰۳ھ
۱۱۴۔	سلیم محمد	"سندھی زبان میں قرآن مجید کے تراجم وتفسیر"	بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور	۱۹۷۰ء
۱۱۵۔	سالم قدوائی ڈاکٹر	"ہندوستانی مفسرین اور انکی عربی تفسیریں"	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی انڈیا	۱۹۷۳ء
۱۱۶۔	ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ	"محاسن کنزالایمان"	مرکزی مجلس رضا لاہور	۱۴۰۳ھ

۱۱۷۔ صالحہ عبدالحکیم شرف الدین ڈاکٹر	"قرآن حکیم کے اردو تراجم"	قدیمی کتب خانہ کراچی	
۱۱۸۔ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری علامہ	"خصائص کنز الایمان"	مرکزی مجلس رضا لاہور	۱۴۰۸ھ
۱۱۹۔ عبدالرحیم سکندری، مفتی	"سندھی ترجمہ قرآن"	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور	۱۹۹۲ء
۱۲۰۔ عبدالرزاق حطاروی مولانا	"تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان"	مطبوعہ اسلام آباد	۱۴۰۷ھ
۱۲۱۔ عبدالستار خان نیازی	"کنز الایمان کیخلاف سازش اور اس کا مثبت جواب"	مرکزی مجلس رضا لاہور	۱۹۸۲ء
۱۲۲۔ عبدالحق مولوی	"پرانی اردو میں قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر"	سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر لاہور	۱۹۷۰ء
۱۲۳۔ غلام رسول سعیدی	"ضیائے کنز الایمان"	مرکزی مجلس رضا لاہور	۱۹۹۸ء
۱۲۴۔ مبین الہدیٰ نورانی مولانا	"امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن اور مسلک اسلاف"	بزم رضا جمشید پور انڈیا	۱۹۸۳ء
۱۲۵۔ مجید اللہ قادری ڈاکٹر	"قرآن سائنس اور امام احمد رضا"	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی	۱۹۸۹ء
۱۲۶۔ حافظ محمد ادریس	"پشتو ادب میں تفاسیر کا تذکرہ"	بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور	۱۹۷۰ء
۱۲۷۔ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی	"دیباچہ موضوع قرآن"	رسالہ نقوش شمارہ ۱۰۲ لاہور	۱۹۶۵ء

۱۲۸۔ محمد باقر، ڈاکٹر — "پنجابی قرآن کے مطبوعہ تراجم" — بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور — ۱۹۷۰ء

۱۲۹۔ محمد صدیق ہزاروی، علامہ — "کنز الایمان تفاسیر کی روشنی میں" — رضا اکیڈمی لاہور — ۱۹۸۸ء

۱۳۰۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر — "کنز الایمان کا اردو تراجم میں مقام" بحوالہ (معارف رضا شمارہ ۱۹۸۵ء) — ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی — ۱۹۸۵ء

۱۳۱۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر — "کنز الایمان اور اسکی فنی حیثیت" — مرکزی ادارہ منہاج القرآن لاہور — ۱۹۸۷ء

۱۳۲۔ محمد عبد المنان، مولنا — " بنگلہ ترجمہ قرآن" — رضا اکیڈمی چٹاگانگ بنگلہ دیش — ۱۹۸۹ء

۱۳۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر — "قرآنی تراجم وتفاسیر ایک تاریخی جائزہ" — (غیر مطبوعہ) مقالہ پی۔ایچ ڈی

۱۳۴۔ مخدوم نوح ہالائی — "ترجمہ قرآن" — مطبوعہ حیدرآباد سندھ — ۱۳۸۱ء

حدیث وسیرت

۱۳۵۔ احمد بن محمد ابی بکر القسطلانی، علامہ — "سیرت محمدیہ" (مترجم عبدالجبار خان) — کارخانہ اسلامی کراچی

۱۳۶۔ اشرف علی تھانوی مولوی — "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" — تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

۱۳۷۔ مرزا بشیر الدین محمود قادیانی — "حقیقت نبوت" — مطبوعہ ربوہ

۱۳۸۔ ابو الفرج جمال الدین ابن جوزی محدث، علامہ — "المیلاد النبوی" — ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور

۱۳۹۔ ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، امام — "سنن ابو داؤد شریف" (مترجم مولانا عبد الحکیم خان اختر شاہجہانپوری) — فرید بک اسٹال لاہور — ۱۴۰۵ھ

۱۴۰۔ سید محمود احمد رضوی علامہ — "فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری" — مکتبہ رضوان لاہور — ۱۹۸۶ء

۱۴۱۔ شمس الحسن شمس بریلوی علامہ — "سرور کونین کی فصاحت" — مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی — ۱۹۸۵ء

۱۴۲۔ عبد الباقی زرقانی، علامہ — "زرقانی علی المواہب" — مطبوعہ مصر

۱۴۳۔ عبد الرحمن ابن جوزی الامام — "الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" (مترجم مولانا محمد اشرف سیالوی) — فرید بک اسٹال لاہور — ۱۴۰۰ھ

۱۴۴۔ عبد الرؤف داناپوری مولوی — "اصح السیر" — صمد بک ڈپو دیوبند انڈیا — ۱۳۵۱ھ

۱۴۵۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری الامام — "الجامع الصحیح المختصر المعروف صحیح البخاری" (ج ۲) — قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۴۶۔ ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری، الامام	"صحیح بخاری شریف" (مترجم عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری)	فرید بک اسٹال لاہور	۱۴۰۲ھ
۱۴۷۔ ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ الربعی القزوینی، امام	"سنن ابن ماجہ" (مترجم مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری)	ایضاً	۱۹۸۲ء
۱۴۸۔ الشیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ	"مدارج النبوت"	ایچ-ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی	
۱۴۹۔ ابو عیسیٰ محمد بن ترمذی امام	"جامع ترمذی معہ شمائل (مترجم مولانا محمد صدیق سعیدی ہزاروی)	فرید بک اسٹال لاہور	۱۹۸۴ء
۱۵۰۔ محمد ابو زہرۃ	"المعجزۃ الکبریٰ"	دار الفکر العربی القاہرۃ مصر	۱۹۷۰ء
۱۵۱۔ محمد حمید اللہ ڈاکٹر	"رسول اکرم کی سیاسی زندگی"	مطبوعہ کراچی	۱۹۶۱ء
۱۵۲۔ ابوالفتح نصر اللہ خان افغانی، علامہ	"مقدمہ عید میلاد النبی"	مطبوعہ کراچی	
۱۵۳۔ محمد ظفرالدین بہاری مولانا	"صحیح البہاری" ۴ مجلدات	مطبوعہ عظیم آباد پٹنہ	۱۳۵۱ھ
۱۵۴۔ مسلم بن الحجاج القشیری امام	"شرح صحیح مسلم شریف" (مترجم و شارح جناب غلام رسول سعیدی)	فرید بک اسٹال لاہور	۱۹۸۸ء

۱۵۵۔ ابوالفضل قاضی عیاض المالکی، علامہ	"کتاب الشفا فی حقوق المصطفیٰ"	اللہ والے کی قومی دکان لاہور	
۱۵۶۔ نقی علی خان بریلوی مفتی	"جواہر البیان فی اسرار الارکان"	مطبوعہ سیتاپور انڈیا	
۱۵۷۔ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی علامہ	"جواہر البحار فی فضائل النبی المختار" (مترجم غلام رسول سعیدی)	مکتبہ حامدیہ لاہور	

فقہ

۱۵۸۔ امجد علی اعظمی، علامہ	"فتاویٰ امجدیہ"	دارالعلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ کراچی	۱۴۰۰ھ
۱۵۹۔ ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی	"الموافقات فی اصول الاحکام"	مطبوعہ محمد علی صبیح مصر	۱۹۶۹ء
۱۶۰۔ ابواسحاق ابراہیم بن یوسف الشیرازی	"المہذب فی فقہ مذہب الامام الشافعی"	مطبوعہ قاہرہ مصر	
۱۶۱۔ اعجاز ولی خان مفتی	"ضمیمۃ المعتقد"	مکتبہ حامدیہ لاہور	
۱۶۲۔ ابن قدامہ	"المغنی"	مطبوعہ مصر	۱۳۴۶ھ
۱۶۳۔ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغنانی، الامام	"الہدایۃ شرح البدایۃ"	ایضاً	۱۹۷۰ء
۱۶۴۔ حبیب احمد ہاشمی	"تاریخ فقہ اسلامی"	دارالاشاعت کراچی	۱۳۹۸ھ

۱۶۵ر حسن رضا خان ڈاکٹر	"فقیہہ اسلام" (ڈاکٹریٹ کا مقالہ)	ادارہ تصنیفات امام احمد رضا، کراچی	۱۴۰۵ھ ۱۹۸۴ء
۱۶۶ر رشید احمد گنگوہی مولوی	"فتاوی رشیدیہ" (کامل)	ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی	۱۹۸۸ء
۱۶۷ر شمس الحسن شمس بریلوی علامہ	"فتاوی رضویہ کا فقہی مقام" بحوالہ "معارف رضا شمارہ ۱۹۸۶ء)	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی	۱۹۸۶ء
۱۶۸ر عبدالحکیم شرف قادری علامہ	"التقدیم کفل الفقیہ الفاہم"	رضا فائونڈیشن بالجامعۃ النظامیہ لاہور	۱۴۰۹ھ
۱۶۹ر شیخ عبدالحق محدث دہلوی	"تکمیل الایمان" (مترجم مولانا اقبال احمد فاروقی)	مکتبہ نبویہ، لاہور	۱۹۸۰ء
۱۷۰ر عبدالوہاب شعرانی شافعی علامہ	"میزان الشعرانی" (مترجم مولوی محمد حیات سنبھلی)	ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی	۱۴۱۰ھ
۱۷۱ر محمد بن ادریس الشافعی الامام	"کتاب الام"	طبعۃ بولاق القاہرہ مصر	۱۳۴۱ھ
۱۷۲ر محمد بن الحسن الشیبانی الامام	"کتاب اصل بحوالہ المبسوط"	دار المعرفہ بیروت	۱۹۷۹ء
۱۷۳ر محمد بن عرفۃ الدسوقی	"حاشیہ علی شرح اقرب المسالک	مطبوعہ قاہرہ مصر	۱۳۰۱ھ

۱۷۴۔ محمد فضل حق خیرآبادی علامہ "تحقیق الفتوی فی ابطال التقوی" شاہ عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی سرگودھا ۱۹۷۹ء

۱۷۵۔ محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر "فتاویٰ مظہری" (مقدمہ) مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۶۹ء

۱۷۶۔ محمد نجم الغنی خان رامپوری مولانا "تعلیم الایمان" (ترجمہ و شرح فقہ الاکبر) مطبوعہ نور لشکور لکھنو ۱۹۲۷ء

۱۷۷۔ ایضاً "تہذیب العقائد" (اردو ترجمہ و شرح عقائد نسفی) قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۷۸۔ ابومحمد علی بن احمد بن سعید ابن حزم الظاہری "المحلی" مطبوعہ مصر ۱۹۶۷ء

۱۷۹۔ محی الدین ابوذکریا یحییٰ بن شرف، الامام "المجموعہ شرح المہذب" مخطوطہ بمکتبہ صوفیہ استنبول

۱۸۰۔ مجید اللہ قادری ڈاکٹر "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ کا موضوعاتی جائزہ" ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۸ء

۱۸۱۔ ملا علی قاری "شرح فقہ الاکبر" قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۸۲۔ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی، امام "فقہ الاکبر" ایضاً

۱۸۳۔	احمد رضا خاں قادری بریلوی، امام	"کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن"	قلمی مسودہ (فوٹو اسٹیٹ کاپی)	۱۳۳۰ھ
۱۸۴۔	ایضاً	"العطایا النبویہ فی الفتاوٰی الرضویہ" (ج اول)	دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد	
۱۸۵۔	ایضاً	"فتاویٰ افریقہ"	مطبوعہ انڈیا	
۱۸۶۔	ایضاً	"الاستمداد"	مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور	۱۹۸۱ء
۱۸۷۔	ایضاً	"عرفان شریعت"	نذیر سنز پبلشرز لاہور	
۱۸۸۔	ایضاً	"احکام شریعت"	ایضاً	
۱۸۹۔	ایضاً	"البیان شافیہ لفونو غرافیا"	مرکزی مجلس رضا لاہور	۱۹۸۱ء
۱۹۰۔	ایضاً	"تدبیر فلاح ونجات واصلاح"	مطبوعہ سلطانی پریس بمبئی انڈیا	۱۳۰۱ھ ۱۹۱۲ء
۱۹۱۔	ایضاً	"الکلمۃ الملھمہ فی الحکمۃ المحکمۃ لوھاء الفلسفۃ المشئمۃ"	مکتبہ ضیاء السنۃ ملتان	۱۹۸۹ء
۱۹۲۔	ایضاً	"فوز مبین در رد حرکت زمین" (۱۳۳۸ھ)	ادارہ سنی دنیا بریلی انڈیا	۱۹۸۹ء
۱۹۳۔		"معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" (۱۳۳۸ھ)	مرکزی مجلس رضا لاہور	۱۹۸۰ء
۱۹۴۔	ایضاً	"الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینہ" (۱۳۲۴ھ)	مکتبہ حامدیہ لاہور	۱۳۹۶ھ

نمبر	مصنف	کتاب	ناشر	سن
۱۹۵ء	احمد رضا خان قادری بریلوی امام	"مجیرِ معظم شرح قصیدۂ اکسیر اعظم"	مطبع صبح صادق سیتاپور انڈیا	
۱۹۶ء	ایضاً	"حدائق بخشش" (حصہ اول)	ازہر بک ڈپو کراچی	
۱۹۷ء	ایضاً	"حدائق بخشش" (حصہ دوم)	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی	
۱۹۸ء	ایضاً	"حدائق بخشش" (حصہ سوم) (۱۳۲۵ھ)	مطبوعہ پیلی بھیت انڈیا	
۱۹۹ء	ایضاً	"مقال عرفا باعزاز الشرع والعلماء"	ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی	۱۹۸۵ء
۲۰۰ء	ایضاً	"نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" (۱۳۳۹ھ)	یونائیٹڈ پریس لکھنو انڈیا	
۲۰۱ء	ایضاً	"حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین"	مکتبہ نبویہ لاہور	۱۳۹۵ھ
۲۰۲ء	ایضاً	"الدولۃ المکیہ بالمادہ الغیبیہ"	المکتبہ الحقیقیہ استنبول ترکی	۱۴۰۲ھ
۲۰۳ء	ایضاً	الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ (عربی)	المکتبہ کراچی	۱۹۵۵ء ۱۳۷۴ھ
۲۰۴ء	ایضاً	"النیرۃ الوضیہ فی شرح الجواہرہ المضیئۃ مع حواشی الطرۃ الرضیۃ"	مطبع انوار محمدی لکھنو	۱۳۰۸ھ

۲۰۵ ۔ حامد رضا خاں بریلوی مفتی "اردو ترجمہ دولۃ المکیۃ" مکتبہ رضویہ کراچی ۱۹۸۰ء

۲۰۶ ۔ ایضاً "ترجمہ الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ" مطبوعہ مکتبہ کراچی

۲۰۷ ۔ ایضاً "ترجمہ الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینہ" مکتبہ حامدیہ لاہور

شخصیات

۲۰۸ ۔ احمد رضا خاں بریلوی امام "تعارف مولانا نقی علی خان" (بحوالہ تفسیر الم نشرح) مطبوعہ انڈیا

۲۰۹ ۔ اعجاز الحق قدسی مولانا "شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات" مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء

۲۱۰ ۔ افتخار احمد صدیقی ڈاکٹر "ڈپٹی نذیر احمد" مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۷ء

۲۱۱ ۔ افتخار احمد مارہروی "حیات النذیر" مطبوعہ انڈیا

۲۱۲ ۔ میاں اصغر حسین "حیات شیخ الهند" مطبوعہ دیوبند ۱۳۶۷ھ

۲۱۳ ۔ الطاف حسین حالی مولوی "حیات جاوید" نیشنل بک ہاؤس لاہور ۱۹۸۶ء

۲۱۴ ۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب "اشرف السوانح" مطبوعہ لاہور

۲۱۵ ۔ رحیم بخش دہلوی مولوی "حیات ولی" بحوالہ تراجم علمائے اہلحدیث جید برقی پریس دہلی

۲۱۶۔ سید زوار حسین زیدی "بیاض مبارک" مکتبہ میری لائبریری لاہور ۱۹۷۴ء

۲۱۷۔ ظفر الدین بہاری مولنا "حیات اعلیحضرت" مکتبہ رضویہ کراچی ۱۹۵۴ء

۲۱۸۔ عبد الماجد دریا آبادی مولوی "آپ بیتی" مکتبہ فردوس لکھنو ۱۹۷۸ء

۲۱۹۔ عبد النبی کوکب "مقالات یوم رضا" مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۷۱ء

۲۲۰۔ عبد النعیم عزیزی بلرامپوری "مفتی اعظم ہند" اختر رضا بک ڈپو بریلی ۱۹۸۱ء

۲۲۱۔ عزیز الرحمٰن بجنوری مولوی "تذکرہ شیخ الہند" مطبوعہ انڈیا

۲۲۲۔ غلام معین الدین نعیمی مولنا "تذکرہ حیات صدر الافاضل" مطبوعہ لاہور

۲۲۳۔ غلام مصطفےٰ خاں پروفیسر ڈاکٹر "مولانا احمد رضا کا علمی مقام" ہفت روزہ افق کراچی ۱۹۷۹ء شمارہ

۲۲۴۔ سید محمد ریاست علی قادری "مفتی اعظم ہند" ادارہ اہلسنّت کراچی ۱۹۷۹ء

۲۲۵۔ ایضاً "لمعات شمس" ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۷ء

۲۲۶۔ محمد خوشتر صدیقی قادری مولنا "قطب مدینہ" (تعزیت نامہ) رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۸۲ء

۲۲۷۔ محمد صادق قصوری و پروفیسر مجید اللہ قادری "خلفائے اعلحضرت" ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۲ء

۲۲۸۔ محمد عارف اللہ قادری علاؔ "اذکار حبیب رضا" مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۸۶ء/۱۳۹۶ھ

(الف) ابوالفتح محمد نصر اللہ افغانی علامہ "سوانح الامام احمد رضا خاں افغانی" ادارۂ التحقیقات للامام احمد رضا کراتشی ۱۹۹۳ء

۲۲۹۔ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی "تعارف مولانا ادارہ محمدیہ
مولوی وحید الزماں" لاہور
(بحوالہ تبویب القرآن)

۲۳۰۔ محمد مسعود احمد "امام احمد رضا ادارہ تحقیقات امام احمد ۱۴۰۲ھ
پروفیسر ڈاکٹر اور عالم اسلام" رضا، کراچی

۲۳۱۔ ایضاً "حیات مولانا امام اسلامی کتب خانہ ۱۹۸۱ء
احمد رضا خاں بریلوی" سیالکوٹ

۲۳۲۔ ایضاً "حیات مظہری" مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۳۹۴ھ

۲۳۳۔ محمود اکرام اللہ خاں ندوی "وقار حیات" مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۵ء
مولوی انڈیا

۲۳۴۔ مصطفےٰ رضا خاں قادری "ملفوظات" حامد اینڈ کمپنی
نوری بریلوی، مفتی لاہور

۲۳۵۔ ملک زادہ منظور احمد "مولانا ابو الکلام نسیم بک ڈپو ۱۹۶۹ء
ڈاکٹر آزاد فکر و فن" لکھنو

۲۳۶۔ یٰسین اختر مصباحی "امام احمد رضا ادارہ تصنیفات امام احمد
علامہ اور ردّ بدعات و رضا، کراچی ۱۹۸۵ء
منکرات"

اُردو ادب

۲۳۷۔ اے۔ حمید "اردو نثر کی داستان" شیخ غلام علی، لاہور

مصنف	کتاب / مضمون	ناشر	سنہ
۲۳۸۔ احمد فخری	"دو تراجم" بحوالہ ترجمے کا فن	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	۱۹۸۷ء
۲۳۹۔ اعجاز راہی	"اردو زبان میں ترجمہ کے مسائل"	ایضاً	۱۹۸۵ء
۲۴۰۔ افتخار احمد صدیقی ڈاکٹر	"تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند" (ج۔۴)	پنجاب یونیورسٹی لاہور	۱۹۷۲ء
۲۴۱۔ حسن الدین احمد	"مقدمہ ساز مغرب اُردو آہنگ میں"	ولا اکیڈمی حیدرآباد دکن	۱۹۷۹ء
۲۴۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر	"ترجمہ کے مسائل"	رسالہ نیا دور کراچی، شمارہ ۱۵،	۱۹۶۰ء
(الف) ایضاً	"ایلیٹ کے مضامین"	راٹرز بک کلب کراچی لاہور	۱۹۶۰ء
۲۴۳۔ ایضاً	"تاریخ اردو ادب" (ج، اول، دوم)	مجلس ترقی اردو ادب لاہور	۱۹۸۴ء
۲۴۴۔ حامد حسن قادری، ڈاکٹر	"داستان تاریخ اردو"	اردو اکیڈمی سندھ کراچی	۱۹۶۶ء
۲۴۵۔ ذبیح اللہ صفا ڈاکٹر	"تاریخ ادبیات در ایران"	مطبوعہ تہران	۱۳۲۵ھ
۲۴۶۔ خورشید احمد	"تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند"	پنجاب یونیورسٹی لاہور	۱۹۷۲ء
۲۴۷۔ خورشید احمد پروفیسر	"ترجمہ کے اصول مباحث" (اردو زبان میں ترجمہ کے مسائل)	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	۱۹۸۵ء

۲۴۸۔ سید ہاشم فرید آبادی	"ترجمہ کے چند پہلو"	رسالہ ماہ نو کراچی	۱۹۵۲ء
۲۴۹۔ شمس الحسن شمس بریلوی	"کلام حضرت رضا کا تحقیقی وادبی جائزہ"	مدینہ پبلشنگ کمپنی	۱۹۷۴ء
۲۵۰۔ شان الحق حقی	"ادبی تراجم کے مسائل" (بحوالہ اردو زبان میں ترجمے کے مسائل)	مقتدرہ قومی زبان	۱۹۸۵ء
۲۵۱۔ صلاح الدین احمد	"میرا جی کے چند منظوم تراجم"	رسالہ ادبی دنیا کراچی	۱۹۵۵ء
۲۵۲۔ طارق محمود	"اردو کی سائنسی اور فنیاتی تراجم کا جائزہ" (اسمپوزیم)	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	۱۹۸۵ء
۲۵۳۔ عبدالحق مولوی ڈاکٹر	"اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام"	انجمن ترقی اردو پاکستان	۱۹۸۴ء
۲۵۴۔ ایضاً	"قدیم اردو"	ایضاً	
۲۵۵۔ عبدالقیوم پروفیسر	"تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند" (ج دوم)	جامعہ پنجاب	۱۹۷۲ء
۲۵۶۔ عبدالمجید سالک	"ترجمہ کے چند پہلو"	رسالہ ماہ نو کراچی	۱۹۵۲ء

۲۵۷۔ غلام مصطفےٰ خاں پروفیسر ڈاکٹر "اردو شاعری اور تصوف" ، رسالہ فکر و نظر اسلام آباد

۲۵۸ـ محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر	"اردو زبان کے مختلف نام اور ان کی تاریخ"	رسالہ نوائے ادب بمبئی بھارت	۱۹۶۶ء
۲۵۹ـ مجید اللہ قادری ڈاکٹر	"اردو ادب کی تاریخی فروگذاشت" (بحوالہ سالنامہ معارف رضا شمارہ ہفتم	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا	۱۹۸۷ء
۲۶۰ـ مظفر علی سید	"فن ترجمہ کے اصولی مباحث" (بحوالہ اردو زبان کے مسائل)	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	۱۹۸۵ء
۲۶۱ـ معین الدین عقیل ڈاکٹر	"تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ"	انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی	۱۹۷۶ء
۲۶۲ـ نیاز فتح پوری	"ترجمے کے متعلق چند اصولی باتیں" رسالہ نگار شمارہ جولائی ۱۹۲۴ء بحوالہ ترجمہ کا فن)	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد	۱۹۸۷ء
۲۶۳ـ وحید قریشی ڈاکٹر	"تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند" (ج ششم)	پنجاب یونیورسٹی لاہور	

تاریخ پاک و ہند

۲۶۴۔ ابویحییٰ خان نوشہروی "تراجم علمائے حدیث ہند" (ج۔ اول) جید برقی پریس دہلی ۱۳۵۶ھ

۲۶۵۔ احمد حسن زیات "تاریخ ادب عربی" (مترجم عبدالرحمٰن طاہر سورتی) شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ کراچی

۲۶۶۔ پروفیسر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی "برصغیر پاک و ہند میں ملت اسلامیہ" مطبوعہ کراچی

۲۶۷۔ علامہ بدرالدین احمد قادری "امام احمد رضا اور ان کے مخالفین" فضل نور اکیڈمی گجرات ۱۹۸۵ء

۲۶۸۔ بزرگ بن شہریار "کتاب عجائب الہند" بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور ۱۹۷۲ء

۲۶۹۔ رحمان علی مولوی "تذکرہ علماء ہند" (ترجمہ ڈاکٹر ایوب قادری) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۸۰ء

۲۷۰۔ ایضاً "تذکرہ علمائے ہند" طبع دوم نول کشور پریس لکھنو ۱۹۱۴ء

۲۷۱۔ سرسید احمد خاں "آثار الصنادید" مطبوعہ کیپیٹل کواپریٹو پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۴۹ء

۲۷۲۔ ایضاً "تذکرہ اہل دہلی" انجمن ترقی اردو پاکستان ۱۹۵۵ء

۲۷۳۔ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب "تذکرہ اولیائے پاک و ہند" الفیصل پبلشنگ کمپنی لاہور ۱۹۶۶ء

Marfat.com

۲۷۴۔	حکیم عبدالحئی مولوی	"نزہتہ الخواطر" الجزء سابع	نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کراچی	۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء
۲۷۵۔	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	"اخبار الاخیار" (ترجمہ مولانا محمد فاضل)	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی	۱۹۸۴ء
۲۷۶۔	عبدالحکیم شرف قادری علامہ	"تذکرہ اکابر اہلسنت"	مکتبہ قادریہ لاہور	۱۳۹۶ھ
۲۷۷۔	عبدالحلیم ندوی، ڈاکٹر	"عربی ادب کی تاریخ"	فیمس بکس لاہور	۱۹۸۹ء
۲۷۸۔	عبدالعزیز خاں بریلوی	"تاریخ روہیل کھنڈ معہ تاریخ"	مہران اکیڈمی کراچی	۱۹۶۴ء
۲۷۹۔	عبدالقادر بدایونی، مولانا	"منتخب التواریخ"	مطبوعہ انڈیا	
۲۸۰۔	عبدالمجتبیٰ رضوی مولانا	"تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ"	اکیڈمی مشائخ قادریہ رضویہ بنارس انڈیا	۱۹۸۹ء
۲۸۱۔	عبیداللہ سندھی	"شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک"	مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور	۱۹۴۲ء
۲۸۲۔	قاری فیوض الرحمٰن	"مشاہیر علماء دیوبند"	المکتبہ العزیز لاہور	۱۳۹۶ھ
۲۸۳۔	قمر احمد عثمانی	"ہماری مذہبی جماعتوں کا فکری جائزہ"	مطبوعات مشرق کراچی	۱۹۶۲ء
۲۸۴۔	محسن جہانگیری ڈاکٹر	"محی الدین ابن عربی حیات و آثار"	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور	۱۹۸۹ء
۲۸۵۔	محمد اکرام شیخ	"موج کوثر"	فیروز سنز مطبوعہ لاہور	۱۳۷۸/۱۹۵۸ء
۲۸۶۔	ایضاً	"رود کوثر"	فیروز سنز کراچی	۱۹۵۸ء

۲۸۷۔ محمد اکرام شیخ "آب کوثر" فیروز سنز مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۸ھ، ۱۹۵۸ء
۲۸۸۔ سید محمد اشرف حسن کچھوچھوی "محضر جہانگیر" مطبوعہ انڈیا
۲۸۹۔ محمد صادق قصوری مولانا "اکابر تحریک پاکستان" نوری بک ڈپو لاہور ۱۹۹۶ء
۲۹۰۔ محمد طیب دانا پوری "تجانب اہل سنہ عن اہل الفتنہ" بریلی الیکٹرک پریس انڈیا
۲۹۱۔ محمد فضل حق خیر آبادی علامہ "الثورۃ الہندیہ" مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۴ھ
۲۹۲۔ محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر "فاضل بریلوی علما حجاز کی نظر میں" ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۰۸ھ
۲۹۳۔ محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر "تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم" ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۹۸۷ء
۲۹۴۔ محمود احمد قادری مولانا "تذکرہ علما اہلسنت" خانقاہ قادریہ اشرفیہ بہار انڈیا ۱۳۹۱ء
۲۹۵۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی "مآثر الکرم" (مترجم شاہ محمد خالد میاں فاخری) دائرہ المصنفین کراچی ۱۹۸۲ء

متفرق

۲۹۶۔ ابوالکلام آزاد "آزادی کی کہانی" جے کے آفسٹ پرنٹرز دہلی ۱۹۷۶ء
۲۹۷۔ احسان الٰہی ظہیر "البریلویہ" ادارہ ترجمان السنتہ لاہور ۱۴۰۳ھ

نمبر	مصنف	کتاب	ناشر	سن
۲۹۸۔	احمد بن زینی دحلان مکی علامہ	"الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیہ"	مکتبۃ الحقیقۃ استانبول ترکی	۱۴۰۶ھ
۲۹۹۔	اشرف علی تھانوی مولوی	"بوادر النوادر"	مطبوعہ دیوبند انڈیا	
۳۰۰۔	ایضاً	"حفظ الایمان"	کتب خانہ اشرفیہ جامع مسجد دہلی	
۳۰۱۔	ارشد القادری، علامہ	"جماعت اسلامی"	مکتبہ رضویہ کراچی	
۳۰۲۔	الطاف حسین حالی پانی پتی مولوی	"مسدس حالی"	تاج کمپنی لیمٹڈ لاہور	
۳۰۳۔	بشیر الدین احمد مولوی	"لیکچروں کا مجموعہ" (ج۔ دوم)	جی اینڈ سنز برقی پریس دہلی	۱۹۱۸ء
۳۰۴۔	بدر الدین حاجی ملا	"قصیدہ بدر چاچ"	مطبوعہ نول کشور لکھنو انڈیا	
۳۰۵۔	جلال الدین ملا	"عقائد جلالی معہ شرح اخوند"	ایضاً	
۳۰۶۔	چوہدری غلام احمد پرویز	"نظام ربوبیت"	ادارہ طلوع اسلام لاہور	
(الف)	ایضاً	"ابلیس و آدم"	ایضاً	
۳۰۷۔	ایضاً	"مقام حدیث"	ایضاً	
۳۰۸۔	ایضاً	"فردوس گم گشتہ"	ایضاً	
۳۰۹۔	ایضاً	"قرآنی فیصلے"	ایضاً	
۳۱۰۔	ایضاً	"رسول قرآن کی روشنی میں (بحوالہ معارف)	مطبوعہ	۱۹۳۵ء

۲۱۱۔ چوہدری غلام احمد پرویز "ایام صیام" بحوالہ معارف ۱۹۲۱ء

۲۱۲۔ ایضاً "ترجمان القرآن و
تفسیر مولانا ابوالکلام آزاد ایضاً ۱۹۳۳ء

۲۱۳۔ حسن عبدالحکیم (گائی این) "اسلام اور تقدیر
انسانی" (مترجم ادارہ ثقافت اسلامیہ
فضل قدیر) لاہور ۱۹۸۹ء

۲۱۴۔ خالد بشیر احمد "تاریخ محاسبہ کاروان ادب
قادیانیت" ملتان ۱۹۸۷ء

۲۱۵۔ خلیل احمد انبیٹھوی مولوی "براہین قاطعہ" مطبوعہ دیوبند انڈیا

۲۱۶۔ ظاہر شاہ میاں مولنا "تہتر فرقے" خلافت اکیڈمی منگورہ سوات

۲۱۷۔ علی الحارم و مصطفےٰ امین "البلاغہ البالغہ ادارہ علمیہ انار کلی
(مترجم عبدالصمد صارم) لاہور ۱۹۶۸ء

۲۱۸۔ سید انظر شاہ کشمیری "مسلک دیوبند کیا
مولوی ہے" ماہنامہ البلاغ دارالعلوم کراچی ۱۹۴۹ء
ج ۲ شمارہ ۱۲

۲۱۹۔ سید قاسم محمود "اسلامی انسائیکلوپیڈیا" شاہکار بک فاؤنڈیشن

۲۲۰۔ سید مودودی "ترجمان القرآن" اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ ۱۹۵۵ء
شمارہ مئی

۲۲۱۔ ایضاً "رسائل و مسائل" ایضاً

۲۲۲۔ ایضاً "تنقیحات" ایضاً

۲۲۳۔ سید مودودی "تفہیمات" اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ

۲۲۴۔ شمس الحسن شمس بریلوی علامہ "حضرت امام احمد رضا کے دس اشعار" ادارہ تحقیقات امام رضا کراچی ۱۹۸۴ء (معارف رضا شمارہ ۴)

۲۲۵۔ خواجہ شہاب الدین سہروردی "عوارف المعارف" (مترجم شمس بریلوی) مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۷ء

۲۲۶۔ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی "مقالات سرسید" ج۔ ہفتم مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء

۲۲۷۔ عبدالحکیم شرف قادری علامہ "نحو میر معہ اردو حواشی" مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ۱۹۸۴ء

۲۲۸۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی علامہ "بیاض ہاشمی" (قلمی) (بحوالہ آخری پیغام) سرسہند پبلی کیشنز کراچی ۱۹۸۶ء

۲۲۹۔ ابوالحسن مدائنی "فتوح الہند والسند" (سندھی ترجمہ چچنامہ) مطبوعہ حیدرآباد سندھ ۱۹۶۶ء

۲۳۰۔ شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی "الفتوحات المکیہ" دار صادر بیروت

۲۳۱۔ عبدالرحمٰن امرتسری مولوی "کتاب الصرف" دارالاشاعت کراچی

۲۳۲۔ عبدالستار خاں مولوی "عربی کا معلم" قدیمی کتب خانہ کراچی

۲۳۳۔ عبدالمصطفٰے اعظمی علامہ "کرامات صحابہ" رضا پبلی کیشنز لاہور ۱۴۰۱ھ

(الف) ایضاً "مسائل القرآن" رومی ،، ،، ۱۹۸۴ء

۲۳۴ر عبدالمصطفےٰ اعظمی، علامہ "قیامت کب آئیگی" رومی پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۱ء
۲۳۵ر عبیداللہ قدسی "مفکرین السلام" انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی ۱۹۸۴ء
۲۳۶ر عشرت رحمانی "تہذیب اخلاق" ماہنامہ شمارہ ۱۰ ج ۲۷ مطبوعہ ۱۹۸۹ء لاہور
۲۳۷ر فضل احمد قاضی "انوار آفتاب صداقت" مطبوعہ انڈیا

لغات

۲۳۸ر "المنجد اللغہ والاعلام" دارالمشرق بیروت ۱۹۷۳ء
۲۳۹ر "المنجد" (عربی واردو) ص۔۱۲۹۲ دارالاشاعت کراچی ۱۹۷۵ء
۲۴۰ر "المعجم الوسیط" الادارۃ العامہ للمعجمات واحیا التراث بیروت
۲۴۱ر "القاموس المدرسی" دارالاشاعت کراچی
۲۴۲ر امام راغب اصفہانی "مفردات القرآن" (مترجم محمد عبدہ) اہلحدیث اکادمی لاہور ۱۹۷۱ء
۲۴۳ر ابی القاسم الحسن بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی "المفردات فی غریب القرآن" المکتبہ المرتضویہ ۱۳۸۲ھ
۲۴۴ر عبدالحفیظ بلیاوی "مصباح اللغات" مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۸۲ء
۲۴۵ر مولوی سید احمد دہلوی "فرہنگ آصفیہ" اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۸۷ء
۲۴۶ر سید فضل الرحمٰن "معجم القرآن" ادارہ مجددیہ کراچی

۲۴۷۔ السید محمد مرتضیٰ الزبیدی "تاج العروس من جواہر القاموس" مطبعہ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ
الحنفی

۲۴۸۔ "لغات کشوری" منشی نول کشور پریس لکھنو

۲۴۹۔ محمد فواد الباقی "المعجم المفہوس لالفاظ القرآن الکریم" سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۸۷ء
صفحات ۷۸۲

۲۵۰۔ "فیروز اللغات اردو جدید نیا ایڈیشن" فیروز سنز لمیٹڈ کراچی ۱۹۸۸ء

۲۵۱۔ وارث سرہندی "قاموس مترادفات" اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۸۶ء

اخبار وجرائد

۲۵۲۔ "انوار رضا (مجلد) ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۱۳۹۷ھ

۲۵۳۔ اخبار "خلیج ٹائم" متحدہ عرب امارات
مورخہ ۵ مارچ ۱۹۸۲ء

۲۵۴۔ اخبار "رابطہ العالم اسلامی" مکہ مکرمہ سعودی عرب
مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۸۲ء

۲۵۵۔ "اردو دائرہ المعارف الاسلامیہ" دانش گاہ پنجاب ۱۹۷۳ء
(جلد ۲، ۴، ۱۰)

۲۵۶۔ روزنامہ جنگ "اخبار جنگ" مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۶۹ء

۲۵۷۔ روزنامہ اخبار	"جنگ" مورخہ ۱۹۸۹ء	کراچی	
۲۵۸۔ روزنامہ	"نوائے وقت" مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۸۰ء	لاہور	
۲۵۹۔ سیارہ ڈائجسٹ	"قرآن نمبر"	لاہور	۱۹۷۰ء
۲۶۰۔	"مجلہ" امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۸ء	ادارہ تحقیقات امام رضا رجسٹرڈ کراچی	۱۹۸۸ء
۲۶۱۔ مجلہ	"معارف" شمارہ ستمبر ۱۹۴۹ء	مطبوعہ اعظم گڑھ انڈیا	
۲۶۲۔	"معارف رضا" سالنامہ شمارہ ششم	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی	۱۹۸۶ء
۲۶۳۔	"معارف رضا" سالنامہ شمارہ ہشتم	ایضاً	۱۹۸۸ء
۲۶۴۔ ماہنامہ	"پاسبان"	شمارہ نومبر دسمبر الہ آباد	۱۹۵۵ء

BIBLIOGRAPHY

1. **Imam Ahmed Raza Khan Quadri Bareilvi.**
"A fair guide on the Revolving Sun and the Static Erth" (English version) by Erfani, Idara Tahqiqat-e-Imam Ahmed Raza, Karachi. 1989.

2. **Imam Ahmed Raza Khan Quadri Bareilvi.**
"Economic Guide for Muslims Proposed by Imam Ahmed Raza Khan in 1912 A.D." (English version) by Prof. M. A. Qadir, Idara Tahqiqat-e-Imam Ahmed Raza, Karachi. 1988.

3. **Arnold, T.W.**
"The Preaching of Islam", Ashraf Press, Lahore, 1968.

4. **Abdul Latif.**
"A Memorial Volume", New York, 1957.

5. **Faridul Haq Shah.**
"An English version of Kanzul Iman", Darul Ullom Amjadia, Karachi, 1988.

6. **Fatmi, A. H.**
"English version of Kanzul Iman ", Islamic World Mission, Bradford, U.K., 1984.

7. **Blachere, R.**
"Introduction of Quran", Paris, France, 1959.

8. **Ekmeleddin Ihsan Ogle (ed.)**
"World Bibliography of Translation of the Meaning of the Holy Quran", Istanbul Research Centre, Islamic History, Art & Culture, Turkey, 1986.

9. **Fred Gladstone Bratton.**
"History of Bible", Boston, U.S.A.

10. **Hamidullah, M.**
"K uran-i-Karim", Istanbul, Turkey, 1965.

11. **Hamidullah, M.**
"Le Saint Quran – Traduction Integrate Notes", 10th ed., Beruit, 1980.

12. **Inam Abdul Qadir.**
"Kuran – Kerim in Turkey", Ankara, Turkey.

13. **Irving Thoms, B.**
"The Quran" Amana Books, U.S.A. 1985.

14. **Koprulu, M.F.**
"Turk Edebiyat Tarikhi", Istanbul, Turkey.

15 **Mofakhkhar, H.**
"A History of Bengali Translation of Quran", Dacca, Bangladesh, 1981.

16. **Saitoh, Abdul Karim.**
"The historical journal of Islam eastward & the Muslim Community in Japan today", Institute of Muslim & Minority Affairs, King Abdul Aziz University, Saudi Arab. 1979.

17. **Yijin Jin.**
"The Quran in China", E. J. Brill Contribution to Asian Studies Leiden, 1982.

18. **The Encyclopedia Americana Vol. 3.**
Grolier Incorporated U.S.A.

19. **The Webster Family Encyclopedia Vol. 10.**
"Webster Publishing Co. U.S.A. 1984.

20. **The Webster Family Encyclopedia Vol. 2.**
"Webster Publishing Co. U.S.A. 1984.

21. **English Newspaper**
"Khaleej Times", 5th March, 1982, U.A.E.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبصرہ

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
(شیخ الحدیث، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

قرآن پاک وہ زندۂ جاوید اور آفاقی کتاب ہے جو اللہ تعالٰی نے حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر نازل فرمائی۔ یہ وہ منبع حق وصداقت ہے جس پر باطل کا حملہ کسی پہلو سے اثرانداز نہیں ہوسکتا اس کے اسرار و رموز اور عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ کسی بھی علم یا فن کا ماہر جوں جوں اس کا مطالعہ کرتا جائے گا، اس پر نئے نئے حقائق و معارف منکشف ہوتے جائیں گے، بالآخر اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ وہ بحرِ بے کراں ہے جس کے اسرار و غوامض کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا اور اس کے کسی بیان کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ شرط یہ ہے کہ انسان انصاف و دیانت سے عاری نہ ہو۔

قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان، صرف نحو، علم معانی، بیان، بدیع وغیرہ علوم میں مہارت کافی نہیں، تفسیر و حدیث، عقائد و کلام اور تاریخ و سیرت کا وسیع مطالعہ ہی کافی نہیں، بلکہ اللہ تعالٰی اور صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح ایمانی اور روحانی

تعلق بھی ضروری ہے۔

اُردو ترجمہ نگاروں میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز ممتاز ترین مقام پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پچاس سے زیادہ علوم میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی۔ وہ عارف باللہ بھی تھے اور صبغۃ اللہ سے مزیّن بھی۔ ساتھ ہی آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں فنا تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے توسط سے ان کے دل پر فیوض الٰہیہ کی بارش ہوتی تھی۔ اسی لئے انہوں نے قرآن پاک کا بے مثال اُردو ترجمہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے کیا۔ مخالفین کی سازشوں کی بناء پر بعض ممالک میں اس ترجمہ پر پابندی عائد کی گئی، لیکن اس کی خداداد مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی مانگ سب تراجم سے زیادہ ہے۔ انگریزی، فرنچ، ڈچ، بنگالی، سندھی اور پشتو وغیرہ زبانوں میں اس کے ترجمے کئے جاچکے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدہٗ نے بعنوان "کنزالایمان اور دیگر معروف قرآنی اُردو تراجم" (ایک تقابلی مطالعہ) علمی اور تحقیقی مقالہ لکھا جس پر انہیں کراچی یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی۔ اس اہم عنوان پر فاضلانہ مقالہ لکھنے پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس وقت اس مقالہ کے تین ابواب میرے سامنے ہیں:

باب ہفتم: کنزالایمان مستند تفاسیر کی روشنی میں۔

باب ہشتم: کنزالایمان کی امتیازی خصوصیات
جامعیت، معنویت اور مقصدیت
باب نہم: کنزالایمان پر اعتراضات اور ان کا محققانہ جائزہ۔
فاضل محقق نے ساتویں باب میں صحیح البخاری شریف، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر روح البیان وغیرہ بیسیوں عربی اُردو تفاسیر اور اُردو تراجم کا مطالعہ کیا ہے اور ان کا حوالہ دیتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی کے اُردو ترجمہ کی اہمیت اور افادیت اُجاگر کی ہے۔
آٹھویں باب میں کنزالایمان کی امتیازی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مثالیں دے کر بتایا ہے کہ کنزالایمان کا اسلوبِ ترجمہ تمام اُردو تراجم سے بہتر اور فائق ہے۔ اسی طرح اس ترجمہ کی جامعیت معنویت اور مقصدیت مثالوں سے واضح کی ہے۔
نویں باب میں مولوی اخلاق حسین قاسمی دہلوی کی کتاب "بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ" کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان کے اعتراضات بے بنیاد شکوک و شبہات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔
مولوی اخلاق حسین قاسمی کے علمی تجزیہ کا اندازہ کرنے کے لئے ان کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔ لکھتے ہیں

~~ میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

مولانا مرحوم نے شاعرانہ استعارہ سے کام لے کر خُدا اور اُس

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبُوب و محبّ کے طور پر آپس میں ایک ثابت کیا ہے (علمی تجزیہ ص ۱۲، بحوالہ باب نہم مقالہ پروفیسر مجید اللہ قادری)
آپ عینک لگا کر تلاش کیجئے کہ استعارہ کہاں ہے اور محب و محبوب کی ذات کو ایک کہاں کہا گیا ہے؟

پروفیسر مجید اللہ قادری خاندانی راسخ العقیدہ سنّی حنفی ہیں۔ ان کے والد ماجد شیخ حمید اللہ قادری حشمتی رحمہ اللہ تعالیٰ شیر بیشۂ اہلسنّت مولانا حشمت علی خاں رحمہ اللہ تعالےٰ کے مُرید تھے۔ پروفیسر صاحب نے ۱۹۷۵ء میں بی ایس سی، ۱۹۷۶ء میں ایم ایس سی کیا۔ اسی سال کراچی یونیورسٹی کے شعبہ ارضیات میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ اس وقت ایسوسی ایٹ پروفیسر گریڈ ۱۹ کی پوسٹ پر فائز ہیں اور تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

پروفیسر مجید اللہ قادری ۱۹۶۰ء میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری قدس سرہٗ کے مرید ہوئے، انہیں مولانا الحاج محمد شفیع قادری مدظلہ العالی خلیفۂ حضرت مولانا تقدس علی خان رحمہ اللہ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازت و خلافت حاصل ہے۔ جامع مسجد طیبہ لیاقت آباد، کراچی میں جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں، ۱۹۸۳ء سے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے جنرل سکریٹری اور مجلّہ معارفِ رضا کے ایڈیٹر ہیں۔ امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے حوالے سے دس تحقیقی مقالات لکھ چکے ہیں۔ حضرت پیر طریقت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی صحبت اور تربیت سے فیض یاب

ہیں، جن کی سرپرستی میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف اور پیغام مختلف زبانوں میں اطراف عالم میں پہنچا دیا ہے۔ یہ ادارہ عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق کام کر رہا ہے اور علمی و تحقیقی کام کرنے والوں کے ساتھ بھرپور تعاون کر رہا ہے۔

حال ہی میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، رضا دارالاشاعت لاہور ـــــــــ کے تعاون سے امام احمد رضا بریلوی کا عربی دیوان "بساتین الغفران" طبع ہوا ہے، جسے کلیۃ اللغات و آدابہا جامعہ ازہر شریف، مصر کے اُستاذ سیّد حازم محمد احمد محفوظ نے ترتیب دیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے عربی کلام پر کسی عرب فاضل کا یہ پہلا کام ہے اور لائق صد تبریک ہے۔

اللہ تعالیٰ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کو سلامت رکھے، اپنی نعمتوں سے نوازے اور اسی جذبۂ صادقہ سے علمی و تحقیقی کام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۳، رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
۴، دسمبر ۱۹۹۷ء

اظہارِ خیال

مفتی محمد شریف الحق امجدی
(شیخ الحدیث، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور (انڈیا))

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے اس مقالے کے لکھنے میں بڑی جانفشانی، عرق ریزی اور دقت نظر سے کام لیا ہے۔ بلکہ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامّل نہیں کہ آپ نے اس مقالے کو عُمدہ سے عمدہ اعلیٰ سے اعلیٰ کرنے میں اپنی پوری ذہنی توانائیاں صرف کردی ہیں۔ جس کے مطالعہ کرنے کے لئے آپ نے سینکڑوں کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور متعلق باتوں کو محفوظ کیا پھر ان سب کو نہایت عمدگی سے مرصع کر کے اپنی تحقیق کو نہایت خوبصورت انداز سے سجایا ہے کہ جی چاہتا ہے آپ کو زندگی بھر داد دیتا رہوں آپ کا یہ مقالہ ایسا گلدستہ ہے جو صرف ایک باغ کے پھولوں سے نہیں سجایا گیا ، بلکہ پورے عالم کے باغوں سے اعلیٰ سے اعلیٰ پسندیدہ پھولوں کو منتخب کر کے سجایا گیا ہے۔ جس سے ایک طرف مجدّد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے آپ کی روحانی وابستگی اور بے پناہ عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف اس بات

کا بھی اذعان ہوتا ہے کہ آپ ایک عامی مؤلف نہیں بلکہ اپنے وقت کے ایک ممتاز محقق ہیں۔

اور یہ سب فیض ماہرِ رضویات محسنِ رضویت مکرم و معظم جناب ڈاکٹر مسعود احمد مدظلہ العالی کا ہے جن کی رہنمائی میں آپ نے ایک ایسا مقالہ لکھا ہے جسے پڑھنے کے بعد دُنیا کو کہنا پڑے گا کہ کم ترك الاوّلین للآخرین۔

میری دُعا ہے کہ مولیٰ عزّوجل اس کی بہترین جزاء آپ دونوں حضرات کو عطا فرمائے اور اس مقالے کو قبولِ انام بنائے۔ (آمین)

تقدیم

علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد
(شاہی امام و خطیب مسجد فتحپوری، دہلی)

ڈاکٹر مجید اللہ قادری کا تحقیقی مقالہ "کنزالایمان اور دیگر معروف اُردو قرآنی تراجم" مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ میری نظر میں اس موضوع پر یہ ایک مکمل مقالہ ہے جس کے مطالعہ سے کنزالایمان کے محاسن اور ناقدین کے اعتراضات کا تسلی بخش جواب سامنے آجاتا ہے۔ اگر تنقید برائے تنقید نظریہ سے کنزالایمان کا مطالعہ نہ کیا جائے تو اس مقالہ سے بہت سے شکوک و شبہات دُور ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر قادری نے اس مقالہ میں برصغیر پاک و ہند میں اُردو زبان میں قرآنی تراجم کا تاریخی جائزہ پیش کیا ہے جس کا آغاز ۱۲۷۰ھ سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد موصوف نے معروف اُردو قرآنی تراجم اور مترجمین (ماقبل کنزالایمان) کا ذکر بہت تفصیل کے ساتھ کیا ہے جس کا آغاز حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۸۱۸ء) سے ہوتا ہے۔ پھر موازنہ کرتے ہوئے مقالہ نگار نے اُن قرآنی تراجم اور مترجمین کا ذکر بھی تفصیل کے ساتھ کیا ہے جو

کنزالایمان کے بعد وجود میں آئے۔ اس طرح کے تفصیلی جائزہ سے اس موضوع کا مکمل مطالعہ ہو جاتا ہے۔"صاحب کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کے عنوان سے ایک مستقل باب مختص کیا گیا ہے جس میں مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمیت، فقہی بصیرت، اُردو ادب میں مہارت اور دیگر زبانوں پر عبور کو تفصیل سے ذکر کیا ہے جس سے کنزالایمان کی جامعیت پر دلیل قائم ہوتی ہے۔ کنزالایمان کا درجہ مستند تفاسیر کی روشنی میں کیا ہے اور اس کی خصوصیات کیا ہیں اس پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

محقق مقالہ نگار اگر انہی عنوانات کی تفصیل پر بس کر دیتے تو مقالہ کی جامعیت اور افادیت میں کوئی نقص نہیں رہتا لیکن انہوں نے مزید تحقیق سے کام لیتے ہوئے ایک منفرد باب میں "کنزالایمان پر اعتراضات اور ان کا محققانہ جائزہ" پیش کیا ہے۔ اس طرح سے فاضل مقالہ نگار کی علمی دیانت نمایاں ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زیر مطالعہ مقالہ ایک قابلِ تعریف کوشش ہے جس پر اہلِ علم بجا طور پر دادِ تحسین دیں گے۔

کنزالایمان ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء میں شائع ہو چکا تھا۔ مولوی محمود حسن کا ترجمہ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء میں مکمل ہوا اور یہ ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۳ء میں منظرِ عام پر آیا۔ دونوں میں علمی فرق نمایاں نظر آتا ہے۔ دورِ حاضر کے معروف محقق اور ناقد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس ترجمہ کی جامعیت پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:

"امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں برسوں کی فکری کاوشیں

پنہاں ہیں۔ یہ مولیٰ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندے کو
ایسی نظر عطا فرمادے جس کے سامنے علم و دانش کی وسعتیں
سمٹ کر ایک نقطہ پر آجائیں ______ فی البدیہہ ترجمہ قرآن
میں ایسی جامعیت کا پیدا ہو جانا عجائباتِ عالم میں سے
ایک عجوبہ ہے، اس سے مترجم کی عظمت کا اندازہ لگایا
جا سکتا ہے"۔[1]

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ فاضل بریلوی اپنے معاصرین میں علمی اور
ادبی صلاحیتوں میں معاصرین و متاخرین میں بہت اعلیٰ مقام رکھتے
ہیں۔ اُن کے پایہ کا عالم نہ اُن کے دَور میں تھا اور نہ آج ہے۔ قرآن
کریم کا محتاط اور جامع ترجمہ وہی عالم کر سکتا ہے جس کو عربی، فارسی
اور اُردو زبانوں میں مہارت ہو، جو محاورات اور ادبی فصاحت و بلاغت
سے خُوب واقف ہو، جو سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے باخبر ہو، جس
کو علومِ قرآنیہ کے ساتھ ساتھ فنِ حدیث پر بھی مکمل دسترس ہو۔ جو
آیاتِ کریمہ کے شانِ نزول اور اس وقت کے حالات وکوائف
سے باخبر ہو جس کے پاس عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیش بہا خزانہ
ہو، جو مکمل خشوع و خضوع کے ساتھ بین الخوف والرجا لکھنے کا عادی
ہو۔ جب ہم فاضل بریلوی کی حیات اور علمی مقام و مرتبہ کا جائزہ
لیتے ہیں تو صرف وہ ہی مجمع الکمالات کے پیکر میں سامنے آتے
ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کنزالایمان دُنیا بھر میں مقبول ہے۔ نہ صرف عوام

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر۔ تقدیم کنزالایمان اربابِ علم و دانش کی نظر میں۔ از محمد عبدالستار طاہر

خواص بلکہ ہر طبقۂ فکر کے علماء اس سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں،
فاضل مقالہ نگار کو اللہ تبارک وتعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے جنہوں
نے محققِ بے بدل پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی عظیم علمی شخصیت
کی رہنمائی میں اپنا مقالہ پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اب جبکہ اس مقالہ کی
پذیرائی جامعہ کراچی میں ہو کر ان کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری عطا کی جا
چکی ہے تو اس مقالہ کے حسن میں چار چاند لگ گئے ہیں۔ بلاشبہ
اسلامی علمی دُنیا میں یہ ایک بے حد مفید اضافہ ہے جس پر جتنا بھی شکر
ادا کیا جائے کم ہے۔ احقر دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مقالہ سے
زیادہ سے زیادہ علماء وفضلاء کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور محقق
مقالہ نگار کی خدمتِ جلیلہ کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے۔
آمین

THE HOLY QUR'ĀN

(The Treasure of Faith)
KANZUL IMAN
(Urdu)

By
The Scholar of the Century
His Eminence
MAULANA SHAH AHMAD RAZA KHAN

Rendered into English
By
PROF. SHAH FARIDUL HAQUE

Published By

WORLD ISLAMIC MISSION PAKISTAN (TRUST)
Room-502-503, 5th Floor, Regency Mall
Shahrah-e-Iraq, Saddar, Karachi-74400
PAKISTAN

TEL:(92-21)526400 / 519537 FAX: (92-21) 5682521

कंज़ुल ईमान फ़ी तर्जमतिल क़ुरऑन

तर्जमा

सय्येदुना अअ्ला हज़रत इमाम अहमद रज़ा क़ादिरी बरेलवी रदियल्लाहु तआला अन्हु

ब-फ़ैज़

हुज़ूर मुफ़्ति-ए-अअ्ज़म हज़रत अल्लामा शाह मुहम्मद मुस्तफ़ा रज़ा क़ादिरी नूरी रदिल्लाहु तआला अन्हु

हिन्दी लिपि

जनाब हाजी मुहम्मद तौफ़ीक़ रज़वी (नवी वाला)

(सदर, रज़ा एकेडमी, शाख़ नांदेड़)

पुरूफ़रीडिंग

जनाब मुहम्मद शमीम अंजुम नूरी (बी०ए०) (प्रतापगढ़ी)

शाएअ कर्दा

रज़ा एकेडमी

26, कांबेकर स्ट्रीट, मुंबई न. 400 003

सने-इशाअत 10 शव्वालुलमुकर्रम 1418 हिजरी, फ़रवरी 1998.

सिलसिल-ए-इशाअत नं. 101

DE HEILIGE QORAAN

ARABISCH - NEDERLANDS

IN DE OORSPRONKELIJKE ARABISCHE TEKST
MET
NIEUWE NEDERLANDSE VERTALING
DOOR

GOELAM RASOEL ALLADIEN

Uitgegeven door
De Mohammadi Stichting Nederland
Ahli Soennat Wa Djamaat
Hanafi
Amsterdam
1990

القرآن الکریم

سنڌي ترجمه

كنز الايمان

اعلیٰ حضرت اِمام احمد رِضا بریلوی علیہ الرحمۃ

و

خزائن العرفان

حضرت صدر الافاضل

سید مُحمّد نعیم الدین مُرادآبادی علیہ الرحمۃ

سنڌيڪار

مفتي مُحمّد رحيم سڪندري

جامعه راشديه پير جوڳوٺ (ڪنگري)

ناشر

ضیاء القرآن پبلیکیشنز

گنج بخش روڈ لاهور

کنزالایمان کا سندھی زبان میں ترجمہ، عکس مطبوعہ لاہور

مخزونہ لائبریری ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی

كنز الايمان و خزائن العرفان

তরজমা-ই-ক্বোরআন

কান্‌যুল ঈমান

কৃত

আ'লা হযরত ইমামে আহলে সুন্নাত

মাওলানা শাহ্ মুহাম্মদ আহমদ রেযা খান বেরলভী

রাহ্‌মাতুল্লাহি আলায়হি

তাফ্‌সীর (হাশিয়া)

খাযাইনুল ইরফান

কৃত

সদ্‌রুল আকাবিল মাওলানা সৈয়দ মুহাম্মদ নঈম উদ্দীন মুরাদাবাদী

রাহ্‌মাতুল্লাহি আলায়হি

বঙ্গানুবাদ

আলহাজ্ব মাওলানা মুহাম্মদ আবদুল মান্নান

প্রকাশনায়

গুলশান-ই-হাবীব ইসলামী কমপ্লেক্স

চট্টগ্রাম

KUR'AN-I KERÎM
DE HEILIGE QORAAN

ARABISCH - TURKS - NEDERLANDS
ARAPÇA - TÜRÇE - HOLLANDACA

IN DE OORSPRONKELIJKE ARABISCHE TEKST

MET

NIEUWE NEDERLANDSE VERTALING DOOR

GOELAM RASOEL ALLADIEN

EN

TURKSE VERTALING DOOR

İSMAİL HAKKI İZMİRLİ

Uitgegeven door
De Mohammadi Stichting Nederland
Ahli Soennat Wa Djamaat
Hanafi
Amsterdam
1988

کنز الایمان کا ڈچ اور ترکی زبان میں ترجمہ، عکس مطبوعہ ایمسٹرڈیم، ہالینڈ

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، پاکستان

امام احمد رضا

اور

علماء ڈیرہ غازی خان

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

رضا اسلامک سینٹر

بلاک نمبر ۱۶، ڈیرہ غازی خان

امام احمد رضا

اور

علماء ریاست بہاولپور

از: ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ایم۔ ایس۔ سی۔ ایم۔ اے، پی۔ ایچ ڈی

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ)

از

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ناشر

المختار پبلی کیشنز کراچی

ڈاکٹر مجید اللہ قادری

المختار پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظم مبنی بر تہنیت و تاریخ بر تفویض سند ونتوز۔

بعزیز گرامی قدر جناب ڈاکٹر مجید اللہ قادری (جامعہ کراچی)

نتیجہ فکر: حضرت علامہ شمس الحسن شمسؔ بریلوی

حبذا! اے طالع فرخندہ کار — رحمتِ حق کا بنا اُمیدوار

لوحش اللہ! اے مجیدؔ قادری — تو بنا شایانِ لطفِ کردگار

حق کی رحمت نے لیا آغوش میں — بن گئیں تیری مساعی سازگار

تجھ پہ ہے احمد رضا کا یہ کرم — ان کی نسبت سے بڑھا تیرا وقار

آن میں بس پار بیڑا ہوگیا — رحمتِ شاہ دوعالم کے نثار

"کنزِ ایمان" ترجمہ قرآن کا — ہے بغیرِ ریب و شک اِک شاہکار

بارگاہ حق میں عجزِ بندگی — حضرت احمد رضا کا ہے شعار

ہے وہ ان بے باکیوں سے پاک وصاف — جن سے گھٹتا ہو نبوت کا وقار

"کنزِ ایمان" پر ہو تحقیق انیق — جب ہوئے اس سمت میں تم رہسپار

رہنمائی حضرت مسعود نے — اس سفر میں کی تمہاری بار بار

منزلِ مقصود کو پا ہی لیا — ہو گئے اس راہ میں تم کامگار

فلسفہ کے ڈاکٹر تم بن گئے — مل گیا آخر پی۔ ایچ۔ ڈی کا وقار

ہیں مرے اشعار تفسیرِ خلوص — تار ہے تبریک میری یادگار

از سرِ کیفِ طرب تاریخ تم

+ ۲۰

شمسؔ بس کہہ دو علو و افتخار

۱۴۱۴ھ = ۲۰ + ۱۳۹۴

شمس بریلوی